شرح ترمذی شریف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

حضرت علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

شرح جامع ترمذی شریف

7

تصنیف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شرح

محمد یٰسین قصوری نقشبندی

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شرح جامع ترمذی شریف

مترجم ________ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

پروف ریڈنگ ________ ملک محمد یونس

کمپوزنگ ________ ورڈز میکر

باہتمام ________ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ________ مارچ 2018ء

سرورق ________ اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور

طباعت ________ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ________ روپے فی جلد

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکرگزار ہوگا۔

ھو القادر

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

ترتیب

كِتَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

كتاب العلل

بَابُ فِیْ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 16: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مناقب

3629 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلٰى حِرَاءَ هُوَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعَلِیٌّ وَّعُثْمَانُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْدَاْ اِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِیٌّ اَوْ صِدِّيقٌ اَوْ شَهِيدٌ

فی الباب: وَّفِی الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّبُرَيْدَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ حراء پہاڑ پر موجود تھے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ چٹان حرکت کرنے لگی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھہرے رہو! تم پر ایک نبی ایک صدیق اور شہید موجود ہیں۔

اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

3630 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ حَدَّثَهُمْ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَّاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِیٌّ وَّصِدِّيقٌ وَّشَهِيدَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ پہاڑ ان کی وجہ سے کانپنے لگا۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: اے اُحد!

3629 - اخرجه مسلم (٤/١٨٨٠): كتاب فضائل الصحابة، باب: من فضائل طلحة و الزبير، رضی الله عنهما، حديث (٢٤١٧/٥٠)، و احمد (٢/٤١٩)، من طريق سهيل بن ابی صالح، عن ابيه، عن ابی هريرة فذكره.

3630 - اخرجه البخاری (٧/٢٦): كتاب فضائل الصحابة: باب: قول النبی صلی الله عليه وسلم، (لو كنت متخذًا خليلًا)، حديث (٣٦٧٥)، و طرفاه فی (٣٦٨٦، ٣٦٩٩)، و ابوداؤد (٢/٦٢٤): كتاب السنة: باب فی الخلفاء، حديث (٤٦٥١)، و احمد (٣/١١٢) من طريق قتادة عن انس بن مالك فذكره.

ٹھہرے رہو! تم پر ایک نبی ﷺ اور ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت وسلسلہ نسب:

خلیفہ ثالث، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عام الفیل کے چھٹے سال مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن سرہ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی اموی۔ پانچویں پشت میں حضرت عبدمناف پر نسب نامہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اطہر سے جا ملتا ہے۔ آپ کا نام: عثمان، کنیت: ابوعمرو، ابویعلیٰ اور ابوعبداللہ، القاب دو تھے:

(۱) ذوالنورین: اس لیے کہ یکے بعد دیگرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آپ کے عقد میں آئی تھیں۔

(۲) ذوالہجرتین: اس لیے کہ آپ نے دو ہجرتیں فرمائیں، پہلی ہجرت مکہ معظمہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب۔

قبول اسلام:

آپ کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کرتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا اور آپ کی ترغیب وتبلیغ سے چونتیس (۳۴) سال کی عمر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کیا۔

حلیہ مبارک:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میانہ قد، پیکر حسن و جمال، رنگ سفید مائل بسرخی، چہرے پر گھنی داڑھی، جسم کی ہڈیاں کشادہ، شانے پھیلے ہوئے، پنڈلیاں بھری ہوئیں، ہاتھ طویل جن پر بال موجود، دانت خوبصورت سونے کے تار سے مربوط، سر کے بال گھنگھریالے، زلفیں کانوں تک اور زرد خضاب استعمال فرماتے تھے۔

حضرت عبیداللہ بن حزم الحازنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ خوبصورت خواتین و حضرات میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گوشت دے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا، میں آپ کے گھر داخل ہوا، گھر میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما تھیں اور حضرت عثمان بھی، میں کبھی

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے چہرۂ انور کو دیکھتا اور کبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نورانی چہرہ دیکھتا۔ واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے دریافت فرمایا: اے اسامہ! کیا تم عثمان کے گھر میں داخل ہوئے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہاں، میں داخل ہوا، دریافت فرمایا: کیا تم نے ایسے خوبرو میاں بیوی دیکھے ہیں؟ میں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! میں نے ایسے خوبصورت میاں بیوی آج تک نہیں دیکھے۔

شادی خانہ آبادی:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت شخص ہیں، جنہوں نے یکے بعد دیگرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ کا پہلا نکاح حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوا، غزوہ بدر کے موقع پر طویل علالت کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دیا۔ ۹ھ میں حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری اور صاحبزادی ہوتی تو وہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں پیش کر دیتا۔

نیابت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کثیر کمالات و خصوصیات سے نوازا گیا تھا، ان میں سے ایک نیابت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہے۔ حضرت ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع و غطفان کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب تعینات فرمایا تھا۔

روایت احادیث:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت حدیث اور شرعی احکام و مسائل میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ سے زیادہ روایات منقول نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک سو چھیاسی (۱۸۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والے چند ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت زید بن خالد جہنی، (۲) حضرت ابن زبیر،
(۳) حضرت سائب بن یزید، (۴) حضرت انس بن مالک،
(۵) حضرت زید بن ثابت، (۶) حضرت سلمہ بن اکوع،
(۷) حضرت ابو امامہ باہلی، (۸) حضرت عبداللہ بن عباس،
(۹) حضرت عبداللہ بن عمر، (۱۰) حضرت عبداللہ بن مغفل،
(۱۱) حضرت ابو قتادہ، (۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبدالرحمٰن بن حاطب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سنا کہ ان کی طرح صحت وعمدگی سے کسی نے روایت بیان کی ہو۔

حضرت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مناسک حج کے بارے میں سب سے زیادہ واقف تھے اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیادہ جانتے تھے۔

لقب ذوالنورین کی وجہ:

قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور قرار دیا ہے، آپ کی آل اولاد بھی نور ہے، کیونکہ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں یکے بعد دیگرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہما آئیں، اس لیے ان کا لقب ذوالنورین پڑ گیا تھا۔ حضرت حسین جعفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں نہیں آئیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب ''ذوالنورین'' اس لیے ہے کہ آپ کے سوا کسی نبی کی دو صاحبزادیاں کسی کے نکاح میں نہیں آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قلب ذوالنورین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسی ہستی ہیں، جو ملاء اعلیٰ (آسمانی فرشتوں) میں ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں اور ان کے عقد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت:

آپ کی والدہ کا اسم گرامی: اروٰی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس تھا۔ آپ کی نانی کا نام اُمّ حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھا، آپ کی نانی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب دونوں توام پیدا ہوئے، اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی دونوں رشتہ میں بہنیں تھیں۔

قبول اسلام پر مصائب وشدائد:

دیگر مسلمانوں کی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی قبول اسلام پر مصائب وشدائد کا سامنا کرنا پڑا، قبول اسلام پر آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے آپ کو گرفتار کر کے ایک بند کمرے میں ڈال دیا، یہ اعلان کیا: تم نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر کے ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے، جب تک تم اسے ترک نہیں کرو گے میں تمہیں ہرگز نہیں آزاد کروں گا۔ یہ بات سن کر آپ نے جواب میں فرمایا: اے چچا! قسم بخدا! میں دینِ اسلام کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا اور اس لازوال دولت سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب سن کر چچا نے مجبوراً آپ کو چھوڑ دیا۔

ذوالہجرتین اور دعاءِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ''ذوالہجرتین'' کا اعزاز رکھتے ہیں، آپ نے اپنے اہل خانہ سمیت پہلے مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کی۔ اس عمل کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یوں دعا کی:

اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی کے ساتھ ہو اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنی زوجہ کے ساتھ ہجرت فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کے بعد ان سے فرمایا: تمہارے شوہر، تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شکل وصورت میں بہت مشابہت رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اور حضرت عثمان اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ مشابہ ہیں۔

خلافت عثمانی کے اہم واقعات اور فتوحات:

آپ کی خلافت کے پہلے سال ۲۴ھ میں نکسیر پھوٹنے یعنی ناک سے خون بہنے کا مرض پھیلا حتیٰ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی اس مرض کے اس شدت سے شکار ہوئے کہ آپ کو حج بیت اللہ ملتوی کرنا پڑا یہاں تک کہ آپ نے وصیتیں بھی کر ڈالیں۔ اسی سال آپ نے کوفہ کی گورنری سے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو گورنر تعینات کیا۔

۲۵ھ میں آپ نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی کوفہ کی گورنری سے برطرف کر کے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کر دیا۔ اسی سال آپ پر اقرباء پروری کے الزامات عائد ہونا شروع ہوئے تھے۔

۲۶ھ میں آپ نے مسجد حرام کی توسیع کی اور قرب وجوار کے مکانات خرید کر انہیں مسجد کا حصہ بنایا۔

آپ کے دور خلافت میں سلطنت اسلامی کو خوب وسعت حاصل ہوئی اور حسب ذیل ممالک وخطہ جات فتح ہوئے:

(۱) سابور، (۲) سرخس، (۳) ارجان، (۴) اندلس، (۵) قبرص، (۶) جوراء خراسان، (۷) نیشاپور، (۸) رے، (۹) افریقہ، (۱۰) سواحل بلاد روم، (۱۱) اسکندریہ، (۱۲) فارس، (۱۳) خوزستان، (۱۴) طبرستان، (۱۵) کرمان، (۱۶) بجستان، (۱۷) مرو، (۱۸) افغانستان وغیرہ۔

ایثار وقربانی:

آپ کا شمار مالدار صحابہ میں ہوتا ہے، قبول اسلام کے بعد آپ کی دولت ترقی اسلام کے لیے استعمال ہوئی اور ہر موقع پر ایثار وقربانی سے دریغ نہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱- مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا بئر رومہ نامی ایک کنواں تھا جس پر ایک یہودی کا قبضہ تھا، مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں بہت دشواری پیش آتی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان ہوا کہ جو شخص اس کنواں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا، اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی جیب سے چالیس ہزار درہم میں کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

۲- مسلمانوں میں اضافہ کے سبب مسجد نبوی تنگ دامنی کا منظر پیش کرنے لگی، مسجد کے پاس ایک خالی پلاٹ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ترغیب دی کہ وہ پلاٹ خرید کر مسجد میں شامل کریں اور اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم حاصل کریں، چنانچہ حسب ارشاد آپ نے بیس ہزار درہم میں پلاٹ خرید کر مسجد میں شامل کر دیا۔ (حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفاء، ص: ۲۲۲)

۳- غزوۂ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کی مالی حالت بہتر نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی ساز و سامان خریدنے کی غرض سے صحابہ کرام کو مالی معاونت کی ترغیب دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پہلی بار اعلان کرنے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کے لیے سو (۱۰۰) اونٹ مع ساز و سامان، دوسری دفعہ اعلان پر دوسو (۲۰۰) اونٹ مع ساز و سامان، تیسری بار ترغیب دینے پر تین سو (۳۰۰) اونٹ مع ساز و سامان اور چوتھی بار اعلان کرنے پر ایک ہزار اشرفیاں بطور عطیہ پیش کیں۔ (ایضاً ص: ۲۲۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایثار عثمانی پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: **ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم** یعنی آج کے بعد عثمان جو چاہیں کریں، کوئی چیز انہیں ضرر نہیں دے سکتی۔

(۴)- ۲۶ھ میں آپ نے مسجد حرام کی توسیع فرمائی اور ۲۶ھ میں مسجد نبوی شریف کی توسیع فرمائی۔

ایک عظیم کارنامہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تاریخی نوعیت کے کثیر کارنامے انجام دیے، ان میں سے ایک تدوین و جمع قرآن کی خدمت ہے، عہد صدیقی اور دور فاروقی میں جمع قرآن کا نسخہ اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیا۔ پھر مشہور قراء صحابہ حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم کی معاونت سے قرآن کریم کا صحیح ترین نسخہ تیار کرایا، پھر اس کی متعدد نقول تیار کروا کر تمام ممالک کے مراکز میں پہنچائیں۔

کراماتِ عثمانی:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صحابہ میں امتیازی شان کے حامل تھے، آپ ولی کامل تھے اور صاحب کرامت تھے۔ آپ کی کثیر کرامات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- قلبی حالت سے مطلع ہونا:

آپ کی نظر لوگوں کے دلوں پر ہوتی تھی، لوگوں کے قلبی احوال سے آگاہ ہوتے اور اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ

ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، راستہ میں اچانک اس کی نظر اجنبی عورت پر پڑ گئی تھی، آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا: بعض لوگ آتے ہیں لیکن ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے، وہ شخص پریشان ہوا، اس نے عرض کیا: اے امیر المومنین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب بھی وحی نازل ہوتی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وحی کا نزول نہیں ہوتا، یہ فراست کاملہ ہے۔

۲- بے ادبی کی سزا:

حضرت جہجا غفاری رضی اللہ عنہ باشعور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ان سے دانستہ طور پر ایک دفعہ بے ادبی سرزد ہوگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عصا جو آپ جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرماتے وقت اپنے دست اقدس میں لیتے تھے، وہی خلفاء کرام خطبہ جمعۃ المبارک کے وقت اپنے ہاتھ میں لیتے تھے، انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عصا مبارک لیا، اپنے گھٹنے پر رکھ کر اسے توڑ دیا جبکہ صحابہ اس تبرک کو نہ توڑنے کا کہتے رہے، ان کے پاؤں پر پھنسی ظاہر ہوئی جس کا علاج کرانے کے باوجود آرام نہ آیا اور ایک سال کے عرصہ میں وہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

۳- گستاخ کا عبرت ناک انجام:

حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ کبار تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک بار میں ملک شام میں اپنے رفقاء کے ساتھ گیا ہوا تھا، ناگاہ ایک مقام پر میں نے ایک آواز سنی کہ واویلا ہے۔ میں اس کے روبرو گیا تو دیکھا ایک شخص ہے جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کٹے ہوئے ہیں اور وہ نابینا بھی ہے اور اپنے منہ کے بل پڑا ہے، میں نے اس سے حال پوچھا اس نے کہا: جو لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے ان کے گھر داخل ہوئے تھے ان میں میں بھی تھا۔ جب میں ان سے قریب ہوا تو ان کی اہلیہ نے چیخ ماری تو میں نے ان کو ایک طمانچہ لگایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھ کو کیا ہو گیا ہے اللہ تیرے ہاتھ اور پیر کاٹے، تیری آنکھیں اندھی کرے اور تجھے آگ میں داخل کرے، مجھ پر ایسا شدید لرزا اور رعب یہ سن کر پیدا ہوا کہ میں بھاگتا ہوا نکل گیا۔ چنانچہ ان کی سب بددعائیں مجھ کو لگ چکی ہیں اور اب آگ کے سوا کوئی بددعا باقی نہیں۔ میں نے کہا: تجھ پر پھٹکار اور دوری ہو اور میں چلا آیا۔ (مولانا محمد علی حسین اکبر، فضائل صحابہ واہل بیت، ص ۱۰۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دس خصائل:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کثیر خصائل سے نوازا تھا، جن میں سے آپ کے دس خصائل مشہور ہیں۔ ابن ثور الفہمی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ آپ محصور تھے، اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا: میری دس خصلتیں اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہیں جو یہ ہیں:

(۱) اسلام قبول کرنے والا میں چوتھا شخص ہوں۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں میرے نکاح میں دیں۔

(۳) میں کبھی گانے بجانے والوں میں شامل نہیں ہوا۔

(۴) میں کبھی لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوا۔

(۵) میں نے کسی برائی اور معصیت کی تمنا نہیں کی۔

(۶) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کے بعد اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔

(۷) قبول اسلام کے بعد ہر جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک غلام آزاد کیا۔

(۸) زمانہ اسلام میں کبھی میں نے چوری نہیں کی۔

(۱۰) دور رسالت کے مطابق میں نے جمع قرآن کی خدمت انجام دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اوّلیات:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بھی چند ایک اوّلیات ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) سب سے پہلے لوگوں میں جاگیریں تقسیم فرمائیں۔

(۲) سب سے قبل جانوروں کے لیے چراگاہیں قائم کیں۔

(۳) مساجد میں تیل سے چراغ جلانے کا آغاز کیا جس میں زعفران کی آمیزش ہوتی تھی۔

(۴) جمعۃ المبارک کی پہلی اذان کا آغاز کیا۔

(۵) مؤذنین کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں۔

(۶) بیعت کے بعد آپ خطاب کے لیے کھڑے ہوئے لیکن خطاب نہ کر سکے، آپ نے صرف اتنا فرمایا: اے لوگو! پہلی بار گھوڑے پر سوار ہونا بہت دشوار ہوتا ہے، آج کے بعد بہت سے ایام آئیں گے کہ میں ضرور خطاب کروں گا۔ انشاء اللہ۔ میرے خاندان میں خطیب نہیں ہوئے، تاہم میں جیسا ہوں آپ کے سامنے آجائے گا۔

(۷) لوگوں کو ازخود زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔

(۸) محکمہ پولیس اور اس کے آفیسرز تعینات کیے۔

(۹) اپنے تحفظ کے لیے مسجد میں مقصورہ تعمیر کروایا۔

(۱۰) سب سے قبل آپ کی خلافت پر اختلاف وانتشار برپا ہوا۔

(۱۱) آپ نے سب سے قبل اللہ تعالیٰ کی راہ میں مع اہل وعیال ہجرت کی۔

(۱۲) آپ کی کوشش سے قرآن کی ایک قرأت پر لوگوں کو متحد کیا گیا۔

(۱۳) آپ کے زمانہ میں کثرت مال غنیمت کی وجہ سے لوگ فکر معاش سے بے پرواہ ہو کر کبوتر اڑانے اور غلیل کے استعمال میں مصروف ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۲۵۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں انتقال کرنے والے مشاہیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں کثیر صحابہ کرام نے انتقال کیا، جن میں سے چند ایک مشاہیر کے اسماء گرامی

حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت سراقہ بن مالک، (۲) حضرت جبار بن صخر، (۳) حضرت حاتم بن ابی بلتعہ، (۴) حضرت عیاض بن غنم، (۵) حضرت ابو السید الساعدی، (۶) حضرت اوس بن صامت، (۷) حضرت حرث بن نوفل، (۸) حضرت عبد اللہ بن حذافہ، (۹) حضرت زید بن خارجہ، (۱۰) حضرت لبید شاعر، (۱۱) حضرت مسیب، (۱۲) حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح، (۱۳) حضرت معبد بن العباس، (۱۴) حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی، (۱۵) حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر، (۱۶) حضرت نعیم بن مسعود الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ کے اوصاف جمیلہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کثیر اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے جامع تھے، جن میں سے قابل تقلید چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- ایام خلافت میں آپ کے دستر خوان پر امراء کا کھانا لوگوں کو کھلایا جاتا تھا اور خود سرکہ اور تیل کا سالن استعمال فرماتے تھے۔ اکثر آپ مسجد نبوی میں دیکھے گئے ہیں کہ اپنی چادر مبارک سر کے نیچے رکھے لیٹے ہوئے ہیں درآنحالیکہ آپ خلیفہ اعظم ہیں۔ بارہا آپ کے پہلوؤں پر مسجد نبوی کی کنکریوں کے نشانات پڑ جاتے تھے لوگ دیکھتے اور کہتے: یہ امیر المؤمنین ہیں۔

۲- آپ کثیر الصیام تھے بلکہ بعض روایات سے آپ کا صائم الدہر ہونا پایا جاتا ہے۔ رات کے شروع حصہ میں قدرے آرام کرتے پھر تمام رات شب بیدار رہتے اور اکثر ایک رکعت میں تمام قرآن کریم ختم فرمایا کرتے تھے، رات کے لیے کبھی کسی غلام کو اپنے وضو یا طہارت کے لیے بیدار نہ فرماتے تھے بلکہ بذاتِ خود انصرام فرماتے۔ آپ سے کہا جاتا کہ کسی غلام کو حکم دیں کہ وہ وضو وغیرہ کا شب میں انتظام کرے تو فرماتے: نہیں رات ان کے لیے ہے کہ آرام کریں۔

۳- جمعہ کو جب منبر شریف پر بیٹھتے تو حاضرین سے ان کے حالات، بازار کے نرخ، بیماروں کی عیادت فرماتے، جود وسخا میں اپنی مثال آپ تھے مثلاً بیئر رومہ زر کثیر سے خرید کر اللہ تعالیٰ سے ثواب کے لیے وقف فرمانا، غزوۂ تبوک میں چار سو اونٹ معہ ساز و سامان کے اور ایک ہزار دینار سرخ پیش فرمانا، ہر جمعہ کو ایک گردن آزاد کرنا۔ علاوہ ازیں آپ کے صدقات وخیرات بکثرت تھے۔

۴- ایک بار مدینہ طیبہ میں زمانہ خلافت صدیقہ میں سخت گرانی ہوگئی، ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج شام ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تم سے اس گرانی کو دور فرمائے گا، صبح ہونے پر بشارت آئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اونٹ کا قافلہ تجارت آپہنچا ہے، تمام تاجر آپ کی خدمت میں مال خریدنے کے لیے حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا: کیوں آئے ہو؟ عرض کیا: آپ کا قافلہ تجارت آیا ہے اس کے خریدنے کو آئے ہیں تاکہ غرباء مدینہ طیبہ پر کشادگی ہو سکے، فرمایا: کتنا نفع دو گے؟ انہوں نے عرض کیا: دس کے بارہ۔ فرمایا: مجھے اس سے زیادہ مل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: دس کے چودہ۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس سے زیادہ مل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: دس کے پندرہ۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ انہوں نے عرض کیا: تجار مدینہ منورہ تو ہم سب یہاں حاضر ہیں کس نے آپ کو زیادہ دیا ہے؟ فرمایا: مجھے ایک درہم پر دس درہم مل رہے ہیں۔ تمہارے پاس اس سے زیادہ ہے؟

سب نے کہا: نہیں، فرمایا: اے گروہِ تجار! تم سب گواہ ہو جاؤ کہ یہ سارا قافلہ غرباء مدینہ طیبہ پر صدقہ ہے۔

۵- آپ کے عطیات لاکھوں کے ہوتے تھے، کبھی بیت المال سے بھی قرض لے کر بخششیں فرماتے تھے، پھر جب آپ کا مال آتا اس میں سے بیت المال کا قرض ادا فرما دیتے تھے۔ اس نکتہ کو جو نہ سمجھ سکے انہوں نے یہ بھی الزام آپ پر رکھا کہ بیت المال سے لاکھوں اپنے خیرات وعطیات میں خرچ کر دیتے ہیں' حالانکہ وہ سب بصورت قرض ہوتا تھا۔ اس تمول وتونگری کے باوجود آپ کے لباس کا تخمینہ کسی نے حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو انہوں نے آپ کی چادر کی قیمت چار درہم اور کرتے کی قیمت بھی چار درہم بتائی۔

سفیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد ویقین کرتے تھے، وہ بھی آپ کے ہر حکم کی تعمیل میں پیش پیش رہتے تھے اور ہر حکم کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ معظمہ میں روانہ کیا تھا تاکہ کفار کی سوچ کا جائزہ لیا جائے کہ وہ عمرہ کی غرض سے ہمیں مکہ میں داخل ہونے دیتے ہیں یا نہیں؟ مکہ پہنچنے پر کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عثمان! آپ عمرہ کر سکتے ہیں اور طواف بھی لیکن آپ کے نبی اور ان کے رفقاء کو ہم عمرہ وطواف کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے، آپ نے جواب دیا: اگر میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ اور طواف کرنے کی اجازت نہیں ہے' تو عثمان بھی طواف وعمرہ نہیں کرے گا۔ واپس آنے میں آپ کو تاخیر ہوگئی، شیطان نے یہ خبر اڑا دی کہ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے، جب یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موصول ہوئی تو آپ نے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اور کفار سے ٹکرا جانے کی غرض سے صحابہ سے بیعت لی جو ''بیعت رضوان'' سے مشہور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دست اقدس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر آپ سے بھی بیعت لی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب بیعت رضوان ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکہ معظمہ میں سفیر (ترجمان) بن کر گئے، یہاں لوگوں نے بیعت رضوان کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چونکہ عثمان اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کام کے لیے گئے ہوئے ہیں، لہٰذا میں خود ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں، آپ نے اپنا ایک دست اقدس دوسرے دست اقدس پر مارا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دوسرے لوگوں کے ہاتھ سے کس قدر افضل واعلیٰ ہے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص:۲۳۵)

فضائل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

قرآن وسنت میں دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب آتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لباس مبارک کو ٹھیک کر لیتے تھے اور فرماتے تھے: میں اس سے کیوں شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں۔

روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے (ایام ابتلاء میں) گھر میں محصور ہو جانے کے بعد محاصرہ کرنے والوں سے فرمایا: اللہ کی قسم دے کر تم سب سے خصوصا صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میں یہ بات پوچھتا ہوں کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو کوئی جیش عسرۃ کے لیے سامان فراہم کرے گا وہ جنتی ہے، تو میں نے سامان جنگ فراہم کیا تھا! تم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد ہوگا کہ جو شخص بیئر رومہ (مسلمانوں کے لیے) خرید کر وقف کرے گا وہ جنتی ہوگا، چنانچہ میں نے مدینہ منورہ کے اس کنویں کو یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا، آپ کی ہر بات کی صحابہ نے تصدیق کی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ایک فتنہ میں یہ بھی مظلوم شہید ہوں گے۔

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں ایک برپا ہونے والے فتنے کا ذکر فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اس روز ہدایت پر ہوگا، میں نے کھڑے ہو کر دیکھا کہ کون صاحب ہیں؟ میں نے دیکھا تو وہ عثمان ذوالنورین ہیں۔ میں نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا: کیا یہ ہدایت پر ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، یہی ہیں جو ہدایت پر ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میں مجھ سے زیادہ مشابہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے: آپ حضرت عثمان سے فرما رہے تھے کہ اگر میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح تم سے کر دیتا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ گزرے تو ایک فرشتہ میرے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا: یہ شہید ہیں، ان کو قوم شہید کر دے گی اور مجھے ان سے شرم آتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس طرح شرم کرتے ہیں جیسے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حیا کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواباً فرمایا: (آپ کی حیا کا کیا پوچھتے ہو) اگر کبھی نہانے کا قصد کرتے تو گھر میں کواڑ بند کر کے بھی کپڑے اتارنے میں اس قدر شرم فرماتے تھے کہ اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفا للسیوطی، ص: ۲۳۴ تا ۲۳۶)

شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

خلیفہ ثالث، امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت جمعہ مبارک کے دن ہوئی، حالت روزہ میں تھے، خواب

دیکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے ہیں، فرما رہے ہیں: اے عثمان! جلدی کرو ہم تمہیں لینے کے لیے آئے ہیں، آج نماز ہمارے ہاں ادا کریں اور روزہ ہمارے ساتھ افطار کریں۔ بیدار ہوئے اپنی زوجہ سے فرمایا: شہادت کا وقت قریب آ گیا ہے، بیس غلام آزاد کیے، تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے، باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا، چالیس ایام تک آپ کو محاصرہ میں رکھا گیا، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما دروازے پر موجود تھے، چار باغی دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوئے، کنانہ بن بشر نے لوہے کی لاٹھ سے پہلا حملہ کیا جس سے آپ پہلو کے بل گر گئے، زبان پر بسم اللہ توکلت علی اللہ کے کلمات جاری ہو گئے، سودان بن حمران نے دوسری ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا، عمرو بن الحمق آپ کے سینہ پر سوار ہو گیا، جسم کے مختلف حصوں پر نیزوں سے زخم لگائے، پھر ایک شقی نے تلوار کا زور سے وار کیا، وفادار بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے وار کو روکنے کی کوشش کی جس سے ان کے ہاتھ کی تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں مگر حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شمع حیات بجھ چکی تھی۔ شہادت کے وقت آپ کا خون قرآن کی اس آیت پر گرا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تلاوت قرآن کرتے ہوئے ۳۵ھ کو بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں جام شہادت نوش فرمایا۔ تجہیز و تکفین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۲۳۱ تا ۲۵۲)

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی:

ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوہ حراء پر چڑھے، جو مکہ معظمہ کا مشہور پہاڑ ہے، پہاڑ حرکت میں آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کوہ حراء! اپنی حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور شہداء موجود ہیں۔ آپ کے حکم کی پیروی میں کوہ حراء نے حرکت بند کر دی۔

اس روایت سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں:

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت پہاڑوں پر بھی ہے۔
۲- نیک لوگوں کے قدموں کی برکت سے پہاڑ میں شعور آ جاتا ہے۔
۳- کوہ کو علم ہے کہ فلاں ذات نبی ہے اور نبی کی پیروی کرتا ہے۔
۴- مستقبل کا کوئی واقعہ نظر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں ہے۔
۵- شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔

۶-تاریخ سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا جبکہ باقی پانچ صحابہ نے مختلف مواقع پر جام شہادت نوش کیا۔

۷-کوہ حراء کا حرکت میں آنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کوہ حراء پر چڑھنے سے وہ حرکت میں کیونکر آیا؟

جواب: جس طرح شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے تو اس نے اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے اچھلنا کودنا شروع کر دیا تھا، اسی طرح ان نفوس قدسیہ کے قدموں کی برکت سے کوہ حراء اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوا حرکت میں آ گیا تھا۔

دوسری روایت میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے لیکن معمولی سا فرق ہے کہ کوہ حراء مکہ مکرمہ کا مشہور پہاڑ ہے جسے جبل نور بھی کہا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پہاڑ کے دامن میں تشریف فرما تھے کہ قرآن کی پہلی وحی نازل ہوئی۔ کوہ احد مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے، جو مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہاڑ کے بارے میں فرمایا تھا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ کوہ حراء پر چڑھنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ چھ نفوس قدسیہ تھے جبکہ کوہ احد پر چڑھنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تین صحابہ تھے:

(۱) حضرت صدیق اکبر، (۲) حضرت عمر، (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ احد سے یوں مخاطب ہوئے: اے احد! اپنی حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر صرف ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا جبکہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔ ان روایات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی کے حوالے سے کثیر روایات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنة، فقربها وعظمها قال: ثم مر رجل متقنع في ملحفة فقال: هذا يومئذ على الحق فانطلقت، مسرعا او قال محضر افاخذت بضبعيه فقلت: هذا يا رسول الله؟ قال: هذا فاذا هو عثمان بن عفان. (مسند امام احمد بن حنبل، ج ۴ ص ۲۴۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا جو عنقریب اور شدید برپا ہوگا، راوی کا کہنا ہے کہ پھر وہاں سے ایک شخص کا گزر ہوا جس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اس دن حق پر ہوگا، تو میں تیزی سے اس کی طرف بڑھا، میں نے اسے کلائی سے پکڑ لیا، میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! یہ وہ شخص ہے جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، چنانچہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

ان عثمان رضی الله عنه اصبح فحدث فقال: انی رأیت النبی صلی الله علیه وسلم فی المنام اللیلة فقال: یا عثمان! افطر عندنا، فاصبح عثمان رضی الله عنه صائما فقتل من یومه.

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۵۵۴)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صبح ہونے پر بیان کیا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! آج اپنا روزہ ہمارے ہاں افطار کریں! چنانچہ اسی دن آپ نے روزہ رکھا اور اسی دن آپ شہید کر دیے گئے۔

۳- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم وابابکر و عمر رضی الله عنهما قالوا: انك تفطر عندنا اللیلة. (ایضا)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور انہوں نے فرمایا: اے عثمان! آج تمہاری افطاری ہمارے ہاں ہے۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

کنت قاعدًا عند النبی صلی الله علیه وسلم اذ قبل عثمان بن عفان، فلما دنا منه قال: یا عثمان! تقتل وانت تقرأ سورة البقرة فتقع من دمك علی الآیة: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وتبعث یوم القیامة امیرا علی کل مخذول یغبطك اهل الشرق والغرب وتشفع فی عدد وبیعة ومضر. (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۵۵۵)

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے عثمان! تمہیں اس حالت میں شہید کیا جائے گا کہ تلاوت کر رہے ہو گے اور تمہارا خون سورہ بقرہ کی اس آیت پر گرے گا: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ قیامت کے دن تم مظلوموں کے امیر کی حیثیت سے اٹھائے جاؤ گے، تمہاری قدر و منزلت پر اہل شرق و اہل غرب رشک کریں گے اور تم قبیلہ ربیعہ و قبیلہ مضر کے افراد کے برابر لوگوں کی شفاعت کرو گے۔

۵- حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

سمعت علیا یوم الجمل یقول: اللهم! انی ابرأ الیك من دم عثمان، ولقد طاش عقلی یوم قتل عثمان، وانکرت نفسی و جاؤونی للبیعة فقلت: والله! انی لاستحیی من الله ان ابایع قوماً قتلوا رجلا قال له رسول الله صلی الله علیه وسلم: الا استحیی ممن تستحیی منه الملائکة؟ وانی

لاستحیی من الله ان ابایع وعثمان قتیل علی الارض لم یدفن بعد، فانصرفوا، فلما دفن رجع الناس فسألونی البیعة، قلت: اللهم! انی مشفق مما اقدم علیه، ثم جاء ت عزیمة فبایعت، فلقد قالوا: یا امیر المؤمنین! فکانما صدع قلبی رجاء وقلت: اللهم! خذمنی لعثمان حتّٰی ترضی.

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۵۵۶)

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا: اے اللہ! میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون (قتل) سے بری الذمہ ہوں، اس دن میری عقل و دانش طیش میں تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے، میں نے بیعت لینے سے انکار کردیا تھا جب بیعت کے سلسلہ میں وہ لوگ میرے پاس آئے، میں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہوں کہ میں ان لوگوں سے بیعت لوں جنہوں نے اس شخص کو شہید کیا جس کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے (آسمان کے) فرشتے حیاء کرتے ہیں، بیشک میں اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہوں کہ بیعت کروں جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمین پر مقتول پڑے ہوئے ہیں اور ابھی تک ان کی تدفین نہیں ہوئی، لوگ واپس پلٹ گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد وہ لوگ دوبارہ میرے پاس آئے اور مجھ سے بیعت کے بارے میں کہنے لگے، میں نے کہا: اے اللہ! جس چیز کا اقدام میں کرنے والا ہوں تو اسے جانتا ہے، عزیمت کے سبب مجھے جھکنا پڑا، انہوں نے مجھے امیر المؤمنین! کہا تو میرا کلیجہ پھٹ گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ! تو مجھے عثمان کے خون کا بدلہ لینے کی طاقت عطا کر اور اس بات کی بھی توفیق عطا کر کہ تو راضی ہو جائے۔

۶-حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال النبی صلی الله علیه وسلم یوم یموت عثمان تصلی علیه ملائکة السماء.

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۳۱۷۲)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے، اس دن آسمان کے فرشتے ان کے لیے بلندی درجات کی دعا کریں گے۔

3631 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِیُّ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ الْیَمَانِ عَنْ شَیْخٍ مِّنْ بَنِیْ زُهْرَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ ذُبَابٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ وَّرَفِیْقِیْ یَعْنِیْ فِی الْجَنَّةِ عُثْمَانُ

3631 - تفردبه الترمذی انظر التحفة (۲۱۲/۴)، حدیث (۴۹۹۶). من هذا الطریق، و اخرجه ابن ماجه (۴۰/۱)، حدیث (۱۰۹). عن ابی هریرة.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَهُوَ مُنْقَطِعٌ

◆◆ حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق عثمان ہے۔ (راوی کہتے ہیں) یعنی جنت میں

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ اس کی سند قوی نہیں ہے' اور یہ سند منقطع بھی ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنت میں رفاقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہونا:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنتی قرار دیا گیا تھا، حدیث باب کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت میں اپنا رفیق قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل حائطا وامرنی بحفظ باب الحائط، فجاء رجل یستأذن، فقال: ائذن له، وبشره بالجنة، فاذا ابوبکر، ثم جاء آخر یستأذن، فقال: ائذن له، وبشره بالجنة، فاذا عمر، ثم جاء آخر یستأذن فسکت هنیهة، ثم قال: ائذن له، وبشره بالجنة، علی بلوی ستصیبه، فاذا عثمان بن عفان. (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:۳۴۹۲)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں جلوہ افروز ہوئے جبکہ مجھے باغ کے دروازے پر نگران مقرر کر دیا۔ پس ایک شخص آیا جس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: اسے اندر آنے کی اجازت دو اور جنتی ہونے کی خوشخبری سنا دو، چنانچہ آنے والا شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، دوسرے آنے والے شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت عنایت فرمائی اور فرمایا: انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری سنا دو، وہ آنے والا شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، تھوڑی دیر رکنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت دی اور فرمایا: انہیں جنتی کی بشارت دے دو، چنانچہ آنے والا شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

۲- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم افی الجنة برق؟ قال: نعم، والذی نفسی بیده، ان عثمان لیتحول، فتبرق له الجنة. (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۵۴۰)

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں بجلی موجود ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہاں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بیشک جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنت

میں داخل ہوں گے، تو جنت روشن ہو جائے گی۔

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذجاء رجل الى النبى فصافحه، فلم ينزع النبى يده من يد الرجل، حتى انتزع الرجل يده ثم قال له: يا رسول الله! جاء عثمان، قال: امرأ من اهل الجنة ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ج:۱، رقم الحدیث:۳۰۰)

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں تھا، اس دوران ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا، آپ نے اس سے اپنا ہاتھ اس وقت تک نہ چھڑایا جب تک اس نے خود آپ کا ہاتھ نہ چھوڑا۔ پھر اس شخص نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے ہیں، آپ نے فرمایا: وہ جنتی لوگوں میں سے ہیں۔

۴- حضرت عبداللہ بن سہر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رجلاً جاء الى سعيد بن زيد، فقال له: انى ابغضت عثمان بغضاً لم ابغضه شيئا قط، قال: بئس ماقلت ابغضت رجلاً من اهل الجنة ۔ (الاحادیث المختارہ للمقدسی، ج:۳، ص:۲۸۰)

بیشک ایک شخص حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے انہیں کہا: میں عثمان سے اتنا بغض رکھتا ہوں کہ اتنا بغض میں نے کبھی کسی سے نہیں رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے بہت بری بات کی ہے، تو ایک ایسے شخص سے بغض رکھتا ہے، جو اہل جنت میں سے ہے۔

3632 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدٍ هُوَ ابْنُ اَبِيْ اُنَيْسَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا حُصِرَ عُثْمَانُ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ فَوْقَ دَارِهٖ ثُمَّ قَالَ اُذَكِّرُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ حِرَاءَ حِيْنَ انْتَفَضَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْبُتْ حِرَاءُ فَلَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدٌ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اُذَكِّرُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ جَيْشِ الْعُسْرَةِ مَنْ يُّنْفِقُ نَفَقَةً مُّتَقَبَّلَةً وَّالنَّاسُ مُجْهَدُوْنَ مُعْسِرُوْنَ فَجَهَّزْتُ ذٰلِكَ الْجَيْشَ قَالُوْا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ اُذَكِّرُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ بِئْرَ رُوْمَةَ لَمْ يَكُنْ يَّشْرَبُ مِنْهَا اَحَدٌ اِلَّا بِثَمَنٍ فَابْتَعْتُهَا فَجَعَلْتُهَا لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيْرِ وَابْنِ السَّبِيْلِ قَالُوا اللّٰهُمَّ نَعَمْ وَاَشْيَاءَ عَدَّدَهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ عَبْدِ

3632 - اخرجه البخاری (٤٧٧/٥): كتاب الوصايا: باب: اذا وقف ارضا او بئرًا، حديث (٢٧٧٨)، و النسائی (٢٣٦/٦): كتاب الاحباس، باب: وقف المساجد، حديث (٣٦١٠)، و ابن خزيمة (١٢١/٤)، حديث (٢٤٩١).

الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عُثْمَانَ

◆◆ ابوعبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محصور کر دیا گیا' تو انہوں نے اپنے گھر پر سے لوگوں کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کیا تم یہ بات جانتے ہو؟ جب حراء پہاڑ حرکت کرنے لگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حراء ٹھہرے رہو! تم پر ایک نبی' ایک صدیق اور ایک شہید موجود ہے۔ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی یاد دلا کر یہ کہتا ہوں کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش عسرت کے بارے میں فرمایا تھا' جو شخص قبول کیے جانے والا خرچ کرے گا جب کہ لوگ تنگی اور پریشانی کا شکار ہیں۔ (تو اسے یہ اجر ملے گا) تو میں نے اس لشکر کو سامان فراہم کیا؟ لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی یاد دلا کر یہ کہتا ہوں کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ رومہ کنوئیں سے پانی نہیں پیا جا سکتا تھا۔ صرف قیمت کے عوض میں لیا جا سکتا تھا' تو میں نے اس کنویں کو خرید کر ہر غریب و امیر اور مسافر کے لئے وقف کر دیا۔ لوگوں نے کہا اللہ جانتا ہے ایسا ہی ہے۔ (راوی کہتے ہیں:) اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مزید باتیں بھی گنوائیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی کے حوالے سے' اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے' منقول ہے۔

3633 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا السَّكَنُ بْنُ الْمُغِيرَةِ وَيُكْنٰى اَبَا مُحَمَّدٍ مَوْلًى لِآلِ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ اَبِىْ هِشَامٍ عَنْ فَرْقَدٍ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَبَّابٍ قَالَ

متنِ حدیث: شَهِدْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحُثُّ عَلٰى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَىَّ مِائَةُ بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَىَّ مِائَتَا بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَىَّ ثَلَاثُ مِائَةِ بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ السَّكَنِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیش عسرت کی مدد کے لئے ترغیب دے رہے تھے' تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' اور عرض کیا: یارسول اللہ میں ایک سو اونٹ ساز و سامان سمیت اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی مدد کی ترغیب دی' تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے

3633۔ اخرجه عبد الله بن احمد في الزوائد (۷۵/۱)، و عبد بن حميد ص (۱۲۸)، حديث (۳۱۱).

ہوئے' اور انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں دو سو اونٹ ان کے ساز و سامان سمیت اللہ کی راہ میں دوں گا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے لشکر کی مدد کی ترغیب دی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ میں تین سو اونٹ ان کے ساز و سامان سمیت اللہ کی راہ میں دوں گا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ منبر سے نیچے آ گئے اور آپ ﷺ یہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے اس پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔ اس کے بعد عثمان جو بھی کرے اس پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3634 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ وَاقِعِ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَوْذَبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ كَثِيْرٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ عُثْمَانُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ وَاقِعٍ وَّكَانَ فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ مِنْ كِتَابِيْ فِيْ كُمِّهٖ حِيْنَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَيَنْثُرُهَا فِيْ حِجْرِهٖ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِيْ حِجْرِهٖ وَيَقُوْلُ مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس روایت کے راوی حسن بن واقع بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی تحریر میں ایک اور جگہ پر یہ بات دیکھی ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی آستین میں وہ دینار لے کر آئے جب وہ جیش عسرت کے لئے سامان فراہم کر رہے تھے۔ انہوں نے ان دیناروں کو نبی اکرم ﷺ کی جھولی میں ڈال دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی جھولی میں ان دیناروں کو پلٹ رہے تھے' اور فرما رہے تھے: آج کے بعد عثمان کو کوئی بھی عمل نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہ بات آپ ﷺ نے دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

غزوۂ تبوک وغیرہ مواقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایثار:

احادیث باب میں غزوۂ تبوک وغیرہ مواقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایثار کا تذکرہ ہے' جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

3634- اخرجه احمد (٥/٦٣) عن كثير مولى عبد الرحمن بن سمرة.

۱-غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب دینے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ بمع ساز و سامان کے دینے کا اعلان کیا۔ علاوہ ازیں ایک ہزار دینار بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیے اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے پھر فرمایا: آج کے بعد عثمان جو بھی کام چاہیں کریں، انہیں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

۲-شہادت کے موقع پر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بلوائیوں کے محاصرہ میں تھے تو آپ نے کئی امور کی یاددہانی کرائی:

(i) تمہیں یاد ہوگا کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور میں (عثمان) پہاڑ (کوہ حراء) پر چڑھے تو اس نے حرکت شروع کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کوہ حراء! تو اپنی حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔

(ii) قسم بخدا! تمہیں بتاتا ہوں کہ مدینہ طیبہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا' جو ایک یہودی کی ملک میں تھا، وہ ہر ایک کو پانی قیمتاً دیتا تھا، مسلمانوں کو پانی کے سلسلہ میں بہت پریشانی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بیئر رومہ خرید کر وقف کرے گا، اس کے لیے جنت ہے اور میں نے وہ کنواں خرید کر امیروں، غریبوں اور مسافروں کے لیے وقف کر دیا۔

(iii) مسلمانوں میں اضافہ ہونے کے سبب مسجد نبوی تنگ دامنی کا احساس دلانے لگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان ہوا کہ جو شخص مسجد نبوی سے متصل پلاٹ خرید کر مسجد کے لیے وقف کرے گا، اس کے لیے جنت ہے۔ چنانچہ مسجد سے ملحقہ پلاٹ خرید کر میں نے مسجد کے لیے وقف کیا تھا۔

3635 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو زُرْعَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا اُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ قَالَ فَبَايَعَ النَّاسَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُثْمَانَ فِىْ حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهِ فَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فَكَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَيْرًا مِّنْ اَيْدِيْهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کو بیعت رضوان کا حکم دیا گیا تو اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے نمائندے کے طور پر مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے بیعت لی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: عثمان' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کام سے گیا ہوا ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک دوسرے ہاتھ پر رکھا (راوی کہتے ہیں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کا دست مبارک لوگوں کی طرف سے ان کے اپنے ہاتھ سے بہتر تھا۔

3635 - تفرد به الترمذی انظر التحفة (۱/۳۰۳)، حدیث (۱۱۵۵)، من اصحاب الکتب الستة.

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

بیعت رضوان کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر بیعت کرنا:

اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت مثالی ہے، کئی مواقع پہ نام لے کر انہیں جنتی قرار دیا گیا، آپ کی شہادت کا ذکر زبان نبوت سے بیان ہوا، بیعت رضوان کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو ان کا ہاتھ قرار دیا اور اپنا دوسرا دست اقدس اس پر رکھتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت لی۔ حدیث باب کے علاوہ بھی اس سلسلہ میں روایات موجود ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان عثمان اشرف عليهم حين حصروه فقال: انشد بالله رجلاً سمع فى رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يوم الجبل حين اهتز فركله برجله وقال: اسكن فانه ليس عليك الانبى او صديق او شهيدان، وانا معه، فانشدله رجال ثم قال: انشد بالله رجلا شهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم بيعة الرضوان يقول: هذه يدالله، وهذه يد عثمان فانتشدله رجال، ثم قال: انشد بالله رجلا سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم جيش العسرة يقول: من ينفق نفقة متقبلة؟ فجهزت نصف الجيش من مالى، فانتشد له رجال ثم قال: انشد بالله رجلاً سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من يزيد فى هٰذَا المسجد ببيت فى الجنةِ؟ فاشتريته من مالى فانتشدله رجال، ثم قال: انشد بالله رجلا شهد رومةُ تباع فاشتريتها من مالى، فابحتها لابن السبيل فانشدله رجال.

(السنن للنسائی، رقم الحدیث: ۳۶۰۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اوپر سے لوگوں کی طرف جھانکا جس دن باغیوں نے آپ کے گھر کو گھیر رکھا تھا اور فرمایا: میں اس شخص سے دریافت کرتا ہوں جس نے جبل احد کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کا یہ کلام سنا ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کے حرکت کرنے پر فرمایا: اے پہاڑ! حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں جبکہ میں آپ کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے اس بات کو تسلیم کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: میں اس شخص کو یہ واقعہ یاد دلاتا ہوں جو بیعت رضوان کے موقع پر موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری بیعت لی تھی، انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا۔ آپ نے پھر فرمایا: میں اس شخص کو یاد دلاتا ہوں جو جیش عسرہ کے موقع پر موجود تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے، جو مجاہدین کے لیے اللہ کی راہ میں مقبول مال خرچ کرے؟ میں نے نصف لشکر کو سامان فراہم کیا تھا، سب لوگوں نے آپ کی یہ بات بھی تسلیم کی۔ پھر

آپ نے فرمایا: میں اس شخص سے دریافت کرتا ہوں جس نے زبان نبوت سے یہ سنا ہے کہ مسجد کی توسیع کے لیے جو شخص کوشش کرے گا اس کے لیے جنت ہے، چنانچہ میں نے ملحقہ زمین خرید کر مسجد میں شامل کی، لوگوں نے آپ کی یہ بات تسلیم کی۔ پھر آپ نے فرمایا: میں آپ لوگوں کو یہ یاد کراتا ہوں کہ مدینہ میں بیئر رومہ خرید کر وقف کرنے والے کے لیے زبان نبوت سے جنت کا اعلان ہوا تھا، تو میں نے بیئر رومہ خرید کر مسافروں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ لوگوں نے آپ کی یہ بات تسلیم کر لی۔

۲- حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال رأيت النبی صلی الله علیه وسلم فی المنام متعلقا بالعرش ورأیت ابابکر آخذا بحقوی النبی صلی الله علیه وسلم ورأیت عمر اخذا بحقوی ابی بکر ورأیت عثمان آخذا بحقوی عمرو رأیت الدم ینصب من السماء الی الارض فحدث الحسن بهٰذا الحدیث وعنده قوم من الشیعة فقالوا: وما رأیت علیا فقال الحسن: ماکان احد احب الی أخذاً بحقوی النبی صلی الله علیه وسلم من علی ولکنها رؤیا رأیتها فقال ابو مسعود: فانکم تحدثون عن الحسن بن علی فی رؤیا رآها وقد کنا مع النبی صلی الله علیه وسلم فی غزاة فاصاب الناس جهد حتی رأیت الکابة فی وجوه المسلمین والفرح فی وجوه المنافقین فلما رایٰ ذالك رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: والله! لاتغیب الشمس حتی یأتیکم الله برزق فعلم عثمان ان الله ورسوله سیصدقان فاشتری عثمان اربعة عشر راحلة بما علیها من الطعام فوجه الی النبی صلی الله علیه وسلم منها بتسعة فلما رأی ذالك النبی صلی الله علیه وسلم قال: ماهٰذا قالوا: اهدی الیك عثمان فعرف الفرح فی وجوه المسلمین والکابة فی وجوه المنافقین فرأیت النبی صلی الله علیه وسلم قد رفع یدیه حتی رؤی بیاض ابطیه یدعو لعثمان دعاء ما سمعته دعا لاحد قبله ولا بعده بمثله: اللهم اعط عثمان، اللهم افعل لعثمان. (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۷۲۵۵)

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش الٰہی کے ساتھ چپٹے ہوئے دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوکھ کو پکڑ رکھا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کوکھ پکڑی ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوکھ پکڑے ہوئے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا آسمان سے زمین پر خون گر رہا ہے۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ روایت بیان کی تو پاس شیعوں کی ایک جماعت موجود تھی، انہوں نے کہا: اے حسن! آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس حال میں دیکھا؟ آپ نے جواب دیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے اچھے انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ رکھا تھا لیکن یہ ایک خواب ہے، جو میں نے دیکھا ہے۔ اس موقع پر حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس

خواب کے بارے میں بات کرتے ہو حالانکہ ہم ایک غزوہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں تھے، صحابہ کرام شدید بھوک کی حالت میں تھے حتیٰ کہ میں نے مسلمانوں کے چہروں پر افسردگی اور منافقوں کے چہروں پہ مسرت کے آثار دیکھے، یہ صورتحال دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! آفتاب غروب ہونے سے قبل اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دے گا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اور رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رزق عنایت کریں گے تو انہوں نے کھانے سے لدی ہوئی چودہ سواریاں خرید لیں اور ان میں سے نو سواریاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کر دیں، سواریاں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دریافت کیا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ سواریاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے بطور تحفہ بھیجی ہیں، ہدیہ کی یہ صورتحال دیکھ کر مسلمانوں کے چہروں پر مسکراہٹ نمایاں ہوگئی اور منافقوں کے چہروں پر افسردگی چھا گئی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھا کہ بغلوں کی سفیدی نمایاں ہو گئی، پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں ایسی دعا کی کہ اس سے قبل اور اس کے بعد آپ نے ایسی دعا نہیں کی تھی، آپ نے یوں دعا کی: اے اللہ! عثمان کو یہ عطا کر، عثمان کو وہ عطا کر اور عثمان کے لیے یہ کر دے۔

سوال: بیعت رضوان کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کون سے ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا تھا؟

جواب: اس بارے میں دو اقوال ہیں:

(i) جمہور محدثین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا تھا، کیونکہ دایاں ہاتھ بائیں سے افضل ہے۔

(ii) بعض محدثین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا تھا اور دائیں ہاتھ کو اس پر رکھتے ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت لی تھی۔

3636 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِى الْحَجَّاجِ الْمَنْقَرِيِّ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ حَزْنِ الْقُشَيْرِيِّ

متنِ حدیث: قَالَ شَهِدْتُ الدَّارَ حِيْنَ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ ائْتُوْنِىْ بِصَاحِبَيْكُمُ اللَّذَيْنِ اَلَّبَاكُمْ عَلَىَّ قَالَ فَجِيْءَ بِهِمَا فَكَاَنَّهُمَا جَمَلَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا حِمَارَانِ قَالَ فَاَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ وَالْاِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرَ بِئْرِ رُوْمَةَ فَقَالَ مَنْ

3636 ـ اخرجه النسائی (٦/٢٣٥): كتاب الاحباس: باب: وقف المساجد حديث (٣٦٠٨) و عبد الله بن احمد من الزوائد (١/٧٤)، و ابن خزيمة (٤/١٢١) حديث (٢٤٩٢).

يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ فَيَجْعَلُ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِي فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُونِي أَنْ أَشْرَبَ حَتَّى أَشْرَبَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِأَهْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةَ آلِ فُلَانٍ فَيَزِيدُهَا فِي الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِي فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُونِي أَنْ أُصَلِّيَ فِيهَا رَكْعَتَيْنِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنِّي جَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِي قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى ثَبِيرِ مَكَّةَ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتَّى تَسَاقَطَتْ حِجَارَتُهُ بِالْحَضِيضِ قَالَ فَرَكَضَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ اسْكُنْ ثَبِيرُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ شَهِدُوا لِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ أَنِّي شَهِيدٌ ثَلَاثًا

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُثْمَانَ

◆◆ حضرت ثمامہ بن حزن قشیری بیان کرتے ہیں: میں اس وقت اس گھر کے پاس موجود تھا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے آ کر یہ فرمایا اپنے ان دو بڑوں کو لے کر آؤ جنہوں نے تمہیں میرے خلاف کھڑا کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: ان دونوں کو لایا گیا' تو وہ اونٹوں کی طرح تھے یا وہ دونوں گدھوں کی طرح تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے' تو اس وقت وہاں رومہ کنوئیں کے علاوہ کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا' تو حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: جو شخص اس کو خرید کر اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا تو اس کو اس کے عوض میں جنت کی بشارت ہے' تو میں نے اسے اپنے مال میں سے اسے خریدا تھا۔ آج تم لوگ مجھے اس میں سے پانی پینے سے روکتے ہو اور مجھے کھارا پانی پینا پڑ رہا ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے ایسا ہی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ مسجد لوگوں کی وجہ سے تنگ ہو گئی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: جو شخص آل فلاں کی زمین خرید کر مسجد میں توسیع کرے گا' تو اسے اس کے عوض میں جنت کی بشارت ہے' تو میں نے اسے اپنے مال میں سے خریدا تھا اور آج تم لوگ مجھے اسی مسجد میں دو رکعت پڑھنے سے روک رہے ہو' تو انہوں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے ایسا ہی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ میں نے اپنے مال میں سے جیش عسرت کو سامان فراہم کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے۔ ایسا ہی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ کے پہاڑ ثبیر پر موجود تھے' نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور میں بھی موجود تھے' تو پہاڑ حرکت کرنے لگا' یہاں تک کہ اس کی حرکت کی وجہ سے کچھ پتھر نیچے بھی گر گئے' تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا پاؤں اس پر مارا اور فرمایا: اے ثبیر! ٹھہرے رہو! تم پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے ایسا ہی ہے' تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا

اور فرمایا: انہوں نے میرے حق میں جو گواہی دی ہے رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔ انہوں نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قطعہ اراضی خرید کر مسجد نبوی میں شامل کرنا:

مدینہ طیبہ کی مرکزی مسجد کو "مسجد نبوی" کہا جاتا ہے، جس کا سنگ بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست سے رکھا تھا۔ اس کی توسیع متعدد بار ہوئی:

(i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ہوئی، آپ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ جو شخص مسجد سے متصل قطعہ اراضی خرید کر مسجد میں شامل کرے گا، اس کے لیے جنت ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ قطعہ خرید کر مسجد میں شامل کیا۔

(ii) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں دوسری بار مسجد نبوی کی توسیع ہوئی اور ان دونوں توسیعات کے مواقع پر اصل مسجد باقی رکھی گئی تھی۔

(iii) تیسری بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجد نبوی کی توسیع کی گئی لیکن اس موقع پر اصل مسجد شہید کر کے پوری مسجد از سر نو تعمیر کی گئی تھی۔

3637 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ خُطَبَاءَ قَامَتْ بِالشَّامِ وَفِيهِمْ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ اٰخِرُهُمْ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهٗ مُرَّةُ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ لَوْلَا حَدِيْثٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قُمْتُ وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُّقَنَّعٌ فِيْ ثَوْبٍ فَقَالَ هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوَالَةَ وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ

◆◆ حضرت ابواشعث صنعانی بیان کرتے ہیں: کچھ خطیب لوگ شام میں کھڑے ہوئے ان میں کچھ صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ ان میں سب سے آخر میں ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ تھا انہوں نے فرمایا اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی ایک حدیث نہ سنی ہوتی، تو میں اس وقت کھڑا نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے عنقریب ظاہر ہونے والے

3637۔ اخرجه احمد (۲۳۵/٤، ۲۳٦) عن قلابة عن ابی الاشعث الصنعانی.

فتنوں کا تذکرہ کیا۔ اسی دوران آپ ﷺ کے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے اپنا منہ چادر میں لپیٹا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس موقع پر یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں اٹھ کر اس شخص کی طرف گیا' تو اس چادر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ میں واپس نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے دریافت کیا: کیا یہ؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں یہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن حوالہ اور حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3638 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عُثْمَانُ اِنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيصًا فَاِنْ اَرَادُوكَ عَلٰى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اے عثمان! ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قمیص پہنائے اور لوگ اسے اتارنے کی کوشش کریں تو تم اسے نہ اتارنا۔

اس حدیث میں طویل قصہ بیان کیا گیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

ظہور فتنہ کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حق پر ہونا:

تاقیامت مختلف فتنے ظہور پذیر ہوتے رہیں گے، قرب قیامت میں ان کا ظہور بکثرت ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر قابو پانے کے ذرائع بھی سامنے آتے رہیں گے۔ حدیث باب میں زمانہ قریب میں فتنہ کے ظہور کا تذکرہ ہے، محدثین کے مطابق اس سے مراد شہادت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا فتنہ ہے۔ اس کا تذکرہ مختلف احادیث میں بیان کیا گیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک خلعت پہنائے گا، لوگ اسے اتارنے کی کوشش کریں گے لیکن تم نے اتارنی نہیں ہے۔ اس خلعت سے مراد خلافت و نیابت ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، خلافت کے آخری سالوں میں آپ کی مخالفت کا سلسلہ شروع

3638 - اخرجه ابن ماجه (١/١ ٤): كتاب المقدمة: باب: من فضل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (١١٢) و احمد (٦/٦ ٨، ١٤٩).

ہوگیا، مخالفین کی طرف سے آپ پر اقربا، پروری وغیرہ الزامات عائد کیے گئے، آپ نے ان الزامات کی طرف توجہ نہ دی مخالفت میں اضافہ ہوتا گیا، مخالفین نے آپ کو شہید کرنے کا فیصلہ کرلیا، چالیس ایام تک آپ کا محاصرہ کیے رکھا، آخر کار آپ کے گھر میں گھس کر حملہ آور ہوکر آپ کو شہید کردیا۔ آپ تمام زمانہ مخالفت میں صبر وتحمل اور بردباری کی تصویر بنے رہے، مزاحمت کرنے کی بجائے آپ نے صبر وبرداشت کا دامن تھامے رکھا، خواب میں روحانی طور پر رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ برقرار رہا۔ آپ کی شہادت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی تلوار میان سے باہر نکل آئی جو تاقیامت میان میں داخل نہیں ہوگی۔ اگر آپ چاہتے تو طاقت کے استعمال سے بلوائیوں کا خاتمہ کرسکتے تھے، ان کے مذموم مقاصد کو خاک میں ملادیتے لیکن آپ نہیں چاہتے تھے کہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی مسلمان کا ناحق خون گرے۔

3639 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالُوْا قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنْ هٰذَا الشَّيْخُ قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّیْ سَائِلُكَ عَنْ شَیْءٍ فَحَدِّثْنِیْ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ اَتَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ مَا سَاَلْتَ عَنْهُ اَمَّا فِرَارُهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهٗ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ يَوْمَ بَدْرٍ فَاِنَّهٗ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَوْ تَحْتَهٗ ابْنَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ اَجْرُ رَجُلٍ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمُهٗ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَخَلَّفَ عَلَيْهَا وَكَانَتْ عَلِيْلَةً وَّاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانَ عُثْمَانَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ اِلٰى مَكَّةَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ وَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ قَالَ لَهٗ اذْهَبْ بِهٰذَا الْاٰنَ مَعَكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

عثمان بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: مصر سے تعلق رکھنے والا ایک شخص بیت اللہ کا حج کرنے کے لئے آیا۔ اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا: یہ کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے بتایا یہ لوگ قریش ہیں۔ اس نے دریافت کیا: ان میں بزرگ کون ہے تو لوگوں نے جواب دیا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ وہ شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا: میں آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ چیزوں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے بتائیے میں آپ کو اس گھر کی حرمت کا واسطہ دیکر دریافت کرتا ہوں۔ کیا آپ یہ بات جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد کے دن واپس چلے گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے

3639 - اخرجه البخاری (۶۶/۷، ۶۷) كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی رضی اللہ عنہ، حدیث (۳۶۹۸) واحمد (۱۰۱/۲، ۱۲۰).

جواب دیا: جی ہاں اس نے دریافت کیا: کیا آپ یہ بات جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان میں بھی شامل نہ تھے اور اس میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ نے جواب دیا جی ہاں تو وہ بولا: کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کے دن بھی شریک نہیں تھے اور اس میں شامل نہیں ہوئے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں تو اس شخص نے اللہ اکبر کہا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا آگے آؤ! میں تمہیں بتاتا ہوں ان چیزوں کے بارے میں جس کے بارے میں تم نے دریافت کیا ہے۔ جہاں تک غزوہ اُحد کے دن ان کے واپس جانے کا تعلق ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا اور ان کی بخشش کر دی۔ جہاں تک غزوہ بدر کے دن ان کے غیر موجود ہونے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ تھی: نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی ان کی اہلیہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہدایت دی تھی کہ تمہیں جنگ بدر میں شریک ہونے والے کے اجر جتنا اجر اور حصہ ملے گا۔ جہاں تک کہ ان کے بیعت رضوان میں شریک ہونے کا تعلق ہے تو مکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی دوسرا شخص معزز سمجھا جاتا ہوتا تو نبی اکرم ﷺ حضرت عثمان کی جگہ اس کو بھجوا دیتے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھجوایا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ چلے جانے کے بعد بیعت رضوان ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا نبی اکرم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے بارے میں فرمایا تھا یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اسے بائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا تھا: یہ عثمان کی بیعت ہوگئی پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا: اب تم ان معلومات کے ہمراہ جاؤ۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تین اعتراضات اور ان کے جوابات:

مخالفین صحابہ کی طرف سے صحابہ کرام، بالخصوص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر بے سروپا اعتراضات کیے گئے ہیں، معاندین کی طرف سے صحابہ کرام کو کئی اعتبار سے موردالزام ٹھہرایا جاتا ہے، الزامات عائد کرنے والوں کو ان کی خدمات اور کارنامے دکھائی نہیں دیتے۔ چنانچہ ان کی طرف سے ایک مشہور سوال اور اس کا جواب حسب ذیل ہے:

سوال: صحابہ نے غزوۂ اُحد کے موقع پر عدم استقلال کا مظاہرہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی میں انہوں نے دشمن کا مقابلہ کرنے کی بجائے مالِ غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا اور کفار نے جنگی حکمت عملی کی بنا پر پیچھے سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی فتح کو شکست میں بدل دیا۔ گویا صحابہ کا یہ عمل قابل مؤاخذہ ہوا؟

جواب: صحابہ کرام معصوم نہیں تھے لیکن محفوظ تھے، اس موقع پر ان سے نادانستہ طور پر جو غفلت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۱۵۵) ''تم میں سے جن لوگوں نے پشت پھیر جس دن دو گروہ مقابل ہوئے، شیطان نے انہیں پھسلا دیا ان کے بعض اعمال کے سبب، یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا،

بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔''

اس آیت سے عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غفلت وکوتاہی معاف کردی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا تو پھر اعتراض کرنا بے عقلی وجہالت ہے۔

چنانچہ جہاں تک امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں تین مشہور سوالات اور ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:

سوال ۱: غزوۂ اُحد میں غفلت کا ارتکاب کرنے کے سبب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہیں تھے؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطی جو غفلت کے سبب ہوئی تھی، معاف کردی تو پھر اس کو بنیاد بنا کر اعتراض کرنا جہالت پر مبنی اور مہمل ہے۔

سوال ۲: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں شرکت نہیں کی تھی، لہٰذا آپ خلافت و نیابت کے ہرگز حقدار نہیں ہو سکتے تھے؟

جواب: غزوہ بدر کے موقع پر آپ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید علیل تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں غزوہ بدر میں شرکت نہ فرما سکے، جب مجاہدین غزوہ بدر سے کامیابی کے بعد واپس پلٹ رہے تھے تو صاحبزادی صاحبہ کی تدفین عمل میں لائی جارہی تھی۔ علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بدری صحابہ میں شمار کیا اور مالِ غنیمت سے انہیں حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔

سوال ۳: بیعت رضوان کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غیر حاضر تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی معزز و با اعتماد ہوتا تو اسے سفیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے مکہ معظمہ روانہ کیا جاتا مگر آپ سب سے با اعتماد تھے اس لیے آپ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ سے رضامندی کا یہ عالم تھا کہ بیعت رضوان کے موقع پر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور اپنا دوسرا ہاتھ اس پر رکھتے ہوئے فرمایا: میں عثمان سے بیعت لیتا ہوں۔

3640 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

3640 - اخرجه البخاري (٦٦/٧): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب عثمان بن عفان ابي عمرو القرشي رضي الله عنه، حديث (٣٦٩٧)، و ابوداؤد (٢٠٦/٤): كتاب السنة: باب: في التفضيل، حديث (٤٦٢٧).

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں' ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا درجہ بدرجہ ذکر کیا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہ عبیداللہ بن عمر نامی راوی کے حوالے سے' منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' قرار دی گئی ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

شرح

حیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فضیلت کے اعتبار سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تیسرا نمبر ہونا:

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آتے ہیں۔ خلافت کی ترتیب بھی ان کی فضیلت کے مطابق ہے۔ جمہور محدثین، فقہاء اور متکلمین کا یہی مؤقف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں صحابہ کی فضیلت اسی ترتیب سے تصور کی جاتی تھی، حدیث باب سے اس کی تائید ہوتی ہے اور حدیث عشرہ مبشرہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قبل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی مذکور ہے۔

بعض علماء کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں لیکن ان کا یہ مؤقف اجماع امت کے خلاف ہے۔

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و قدر و منزلت کے حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام یعنی یوم بدر فقال: ان عثمان انطلق فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسول اللہ، وانی ابایع لہ، فضرب لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسھم، ولم یضرب لاحد غاب غیرہ۔ (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۷۲۶)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: بیشک عثمان اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کام میں مصروف ہے اور بیشک میں اس کی بیعت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت سے ان کو حصہ دیا اور ان کے علاوہ کسی غائب کو حصہ نہیں دیا۔

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم ادعو الی بعض اصحابی قلت: ابوبکر؟ قال: لا، قلت: عمر؟ قال: لا، قلت: ابن عمك علی؟ قال: لا، قالت: قلت: عثمان؟ قال: نعم، فلما جاء قال: تنحی فجعل يساره ولون عثمان يتغير، فلما كان يوم الدار وحصر فيها قلنا: يا امير المؤمنين، الا تقاتل؟ قال: لا، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم عهد الی عهداً وانی صابر نفسی علیه.

(مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۲۴۲۵۸)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: میرے صحابی کو بلاؤ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: آپ کے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ فرمایا: نہیں، میں نے کہا: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ فرمایا: ہاں، جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! الگ ہوکر بیٹھ جاؤ، آپ عثمان سے سرگوشی کرنے لگے، حضرت عثمان کا رنگ متغیر ہوگیا، یوم دار آیا، حضرت عثمان اس میں محصور ہوگئے۔ ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ قتال کریں گے؟ جواب دیا: نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (صبر کی) وصیت کی تھی، میں وصیت پر عمل کرتا ہوا صبر کروں گا۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

دخلت علی رقية بنت النبی صلی الله علیه وسلم وفی يدها مشط فقالت: خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم من عندی آنفاً رجلت رأسه فقال: كيف تجدين ابا عبدالله؟ قلت خير الرجال، قال: اكرميه فانه من اشبه اصحابی بی خلقاً. (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد للہیثمی، ج ۹، ص ۸۱)

ایک دفعہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئیں جبکہ ان کے ہاتھ میں کنگھا تھا، انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی میرے پاس سے گئے ہیں، میں نے آپ کے بالوں میں کنگھا کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے رقیہ! تم ابوعبداللہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو کیسا پاتی ہو؟ میں نے جواب دیا: عثمان بہترین انسان ہیں، آپ نے فرمایا: تم ان کا احترام کرو، کیونکہ میرے صحابہ سے اخلاق کے اعتبار سے وہ زیادہ میرے قریب ہیں۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

ان اُمّ كلثوم جاءت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت: يا رسول الله! زوج فاطمة خير من زوجی؟ فسكت رسول الله صلی الله علیه وسلم مليًا ثم قال: زوجك يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله، وازيدك لوقد دخلت الجنة فرأيت منزلة، لم ترى احدا من اصحابی يعلوه فی منزلته. (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۲۰۶۳)

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خاوند میرے شوہر سے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سکوت کے بعد فرمایا: تمہارا شوہر اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں تمہارے لیے میں یہ اضافہ کرتا ہوں کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد تم وہاں ایسا مقام ملاحظہ کرو گی کہ میرے صحابہ میں سے کسی کو بھی اس پر نہیں پاؤ گی۔

3641 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا شَاذَانُ الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ هَارُونَ الْبُرْجُمِيِّ عَنْ كُلَيْبِ بْنِ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَالَ يُقْتَلُ فِيهَا هٰذَا مَظْلُومًا لِعُثْمَانَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس میں یہ مظلوم کے طور پر قتل کر دیا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتائی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیے جانا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ آپ کو باغیوں کے ہاتھوں ظلماً شہید کیا جائے گا۔ حدیث باب کے علاوہ یہ مضمون متعدد روایات میں بیان کیا گیا ہے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یا عثمان! انه لعل الله یقمصك قمیصاً، فان ارادوك علی خلعه، فلا تخلعه لهم. (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۱۲)

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! بیشک اللہ تمہیں ایک خلعت پہنائے گا، پس لوگ اسے اتارنے کی کوشش کریں گے، تو تم اسے نہ اتارنا۔

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: یا عثمان! ان ولاك الله تعالی هذا الامر یوما فارادك

3641- اخرجه احمد (۱۱۵/۲) عن کلیب عن ابن عمر.

المنافقون على ان تخلع قميصك الذى قمصك الله فلا تخلعه، يقول ذالك ثلاث مرات .

(المسند للامام، رقم الحدیث ۲۵۴۴۴)

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی دن منصب خلافت پر فائز کرے تو منافق لوگ اس منصب سے تمہیں محروم کرنے کی کوشش کریں تو تم نے انہیں اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہونے دینا، آپ نے یہ بات تین بار فرمائی۔

۳- حضرت ابوحسنہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: شهدت اباهريرة وعثمان محصور فى الدار واستاذنته فى الكلام، فقال ابوهريرة: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: انها ستكون فتنة واختلاف او اختلاف وفتنة قال: فقلنا: يا رسول الله، فماتأمرنا؟ عليكم بالامير واصحابه واشار الى عثمان .

(الاحادیث المختارۃ للمقدسی، ج ا، ص ۵۲۵)

حضرت ابوحسنہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک گھر میں بند تھے، میں نے ان سے گفتگو کی کوشش کی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: بیشک عنقریب اختلاف ظاہر ہوگا، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس وقت آپ کا ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم پر اپنے امیر اور اس کے رفقاء کی پیروی کرنا لازم ہے اور آپ کا اشارہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھا۔

3642 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ اَبِى طَالِبِ الْبَغْدَادِىُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ زُفَرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متن حدیث: اُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةِ رَجُلٍ لِيُصَلِّىَ عَلَيْهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ فَقِيلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَاَيْنَاكَ تَرَكْتَ الصَّلٰوةَ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلَ هٰذَا قَالَ اِنَّهٗ كَانَ يَبْغَضُ عُثْمَانَ فَاَبْغَضَهُ اللّٰهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ صَاحِبُ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ ضَعِيْفٌ فِى الْحَدِيْثِ جِدًّا وَّمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ صَاحِبُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ هُوَ بَصْرِىٌّ ثِقَةٌ وَّيُكْنٰى اَبَا الْحَارِثِ وَمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْاَلْهَانِىُّ صَاحِبُ اَبِىْ اُمَامَةَ ثِقَةٌ يُكْنٰى اَبَا سُفْيَانَ شَامِىٌّ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک شخص کا جنازہ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کی نماز

3642 - تفردبه الترمذى، ينظر (التحفة) (۲/ ۳٤٤)، حديث (۲۹٤۳). من اصحاب الكتب الستة، وذكره ابن عراق فى (تنزيه الشريعة) (۳۷۵/۱) وعزاه لابن عدى وغيره من طريق محمد بن زياد (وتعقب) بان الحديث اخرجه الترمذى، وضعفه.

جنازہ ادا کریں تو آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ہم نے آپ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی شخص کے نماز جنازہ کو اس سے پہلے ترک کر دیا ہو' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شخص عثمان کو ناپسند کرتا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسندیدہ قرار دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اس کے راوی محمد بن زیاد' یہ میمون بن مہران کے شاگرد ہیں اور یہ علم حدیث میں بہت ضعیف سمجھے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد محمد بن زیاد بصرہ کے رہنے والے ہیں' وہ ثقہ ہیں اور ان کی کنیت ابوحارث ہے۔

محمد بن زیاد الھانی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ یہ ثقہ ہیں' شام کے رہنے والے ہیں۔ ان کی کنیت ابوسفیان ہے۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض ہونا:

صحابہ کرام بالخصوص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض وعناد رکھنے والے سے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جاتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ ایسے شخص کا پیش کیا گیا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا، آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا تھا۔

صحابہ کرام کے بارے میں بدزبانی کرنے، بغض وعناد رکھنے اور گالی گلوچ کرنے والوں کی مذمت و وعید کے حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱-عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا: لعنۃ اللہ علی شرکم ۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث ۳۸۶۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی بکتے ہوں تو تم کہو: تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

۲-عن نسیر بن ذعلوق قال: کان ابن عمر یقول: لاتسبوا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلمقام احدھم ساعۃ خیر من عمل احدھم عمرہ ۔ (سنن ابن ماجۃ، رقم الحدیث ۱۶۲)

حضرت نسیر بن ذعلوق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی مت بکو، کیونکہ ان کی ایک نیکی تمہاری زندگی بھر کی نیکیوں سے بہتر ہے۔

۳-عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان الناس یکثرون، وان اصحابی یقلون، فلا تسبوھم، فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ ۔

(المعجم الاوسط، ج ۲، ص ۴۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: بیشک لوگ بکثرت ہیں اور میرے صحابہ قلیل تعداد میں ہیں، پس تم انہیں گالی مت بکو، جس نے انہیں گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

3643 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: انْطَلَقْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَقَالَ لِي يَا اَبَا مُوْسَى اَمْلِكْ عَلَيَّ الْبَابَ فَلَا يَدْخُلَنَّ عَلَيَّ اَحَدٌ اِلَّا بِاِذْنٍ فَجَآءَ رَجُلٌ يَضْرِبُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ قَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ وَجَآءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَضَرَبَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا عُمَرُ يَسْتَاْذِنُ قَالَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَدَخَلَ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فَجَآءَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَضَرَبَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ عُثْمَانُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا عُثْمَانُ يَسْتَاْذِنُ قَالَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ جَابِرٍ وَّابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا نبی اکرم ﷺ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے ابوموسیٰ تم دروازے پر کھڑے رہو اور دروازے کا دھیان رکھنا کسی بھی شخص کو اندر نہ آنے دینا۔ راوی بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دریافت کیا: کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ابوبکر۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو اجازت دیدو اور اس کو جنت کی خوشخبری سنادو۔ وہ اندر آ گئے، میں نے انہیں جنت کی بشارت دی، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے جواب دیا: عمر۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! حضرت عمر اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری دو۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آ گئے اور میں نے ان کو جنت کی خوشخبری دی۔ پھر ایک اور شخص آیا میں نے پوچھا کون ہے۔ انہوں نے کہا: عثمان میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! حضرت عثمان اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کیلئے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری دیدو۔ اس آزمائش کے ہمراہ جو اسے لاحق ہوگی۔

3643 - اخرجه البخاری (۵۳/۷): کتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب، عمر بن الخطاب۔، حديث (۳۶۹۳)، و مسلم (۱۸۶۷/۴): کتاب فضائل الصحابة: باب: من طريق عثمان بن عفان رضی الله عنه، حديث (۲۸/۳، ۲٤۰۳)، و فی (الادب المفرد) ص (۲۸۵)، حديث (۹۷٤)، واحمد (۳۹۳/٤)، (٤۰٦/٤)، و عبد بن حميد ص (۱۹۵)، حديث (۵۵۵).

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عثمان نہدی کے حوالے سے منقول ہے۔
اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3644 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَهْلَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عُثْمَانُ يَوْمَ الدَّارِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ عَهْدًا فَأَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ

◆◆ ابوسہلہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو محصور کیا گیا تھا، تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے عہد لیا تھا میں اس (آزمائش) پر صبر کرتا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔
ہم اسے اسماعیل بن ابی خالد کے حوالے سے، ہی جانتے ہیں۔

شرح

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آزمائش پہنچنے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی:

اصحاب ثلاثہ کی فضیلت اور خلافت ترتیب حدیث کے مطابق ہے، اس پر علماء امت کا اجماع ہے، علماء کلام نے بھی یہی ترتیب پیش نظر رکھی ہے، سب کے سب عادل وانصاف پسند تھے، ان میں کوئی غاصب ومغصوب نہیں تھا، سب کے سب قابل احترام ہیں، کسی ایک کی بے ادبی جرم ہے اور مجرم شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل سزا ہوتا ہے۔

تاہم پہلی حدیث باب کے آخری حصہ میں اور دوسری حدیث میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت وابتلاء کا ذکر ہے، زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایسا حادثہ امت کو پیش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس حادثہ فاجعہ کے حوالے سے دو وصیتیں فرمائی گئی تھیں:

۱-منافقین منصب خلافت سے تمہیں برطرف کرنے کی کوشش کریں گے لیکن برطرف نہیں ہونا۔
۲-تم نے اس حادثہ کے وقت صبر کے دامن کو ہرگز نہیں چھوڑنا۔

3644۔ اخرجه ابن ماجه (۱/۴۲): (المقدمة): باب: في فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث (۱۱۳)، و احمد (۱/۵۷، ۶۹).

تاریخ شاہد ہے کہ چالیس ایام تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا، کھانے پینے کی اشیا پہنچنے سے روکا گیا، مسلسل روزے پر روزہ رکھ رہے تھے، تلاوت قرآن آپ کی غذا تھی، صبر کے سبب طاقت کا استعمال یا مزاحمت تک نہیں کی اور مظلوم کی حیثیت سے شہید کردیے گئے۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے عہد کا آپ نے ایفا کیا۔

فائدہ نافعہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک ومختار بنادیا ہے، آپ جسے چاہیں علم کی دولت عطا کریں، جسے چاہیں دنیوی دولت عنایت کریں اور جسے چاہیں جنت عطا فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب ثلاثہ بلکہ عشرہ مبشرہ میں جنت کے ٹکٹ تقسیم فرمائے اور نام لے کر انہیں جنتی قرار دیا۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ ایک نظر میں:

خلیفہ ثالث، امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قدرے تفصیل سے احوال وآثار گزشتہ اوراق میں تحریر کیے جاچکے ہیں اوران کا اختصار حسب ذیل ہے:

ولادت: عام الفیل کے چھٹے سال مکہ مکرمہ میں ولادت ہوئی۔

نسب نامہ: پانچویں پشت میں عبدمناف پرنسب نامہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

نام وکنیت: نام: عثمان، کنیت: ابوعبداللہ، ابوعمرو۔

قبول اسلام: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر چونتیس (۳۴) سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔

القاب: (۱) آپ کے دوالقاب ہیں: ذوالنورین، (۲) ذوالہجرتین

شادی خانہ آبادی: حضرت رقیہ بنت محمد اور حضرت اُم کلثوم بنت محمد رضی اللہ عنہما سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا یعنی حضرت رقیہ کے وصال کے بعد حضرت اُم کلثوم سے نکاح کیا۔

شرف ہجرت: آپ نے اپنے اہل وعیال سمیت دوہجرتیں کیں:

(۱) مکہ سے حبشہ کی طرف، (۲) مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف۔

رشتہ مواخات: آپ کا رشتہ اخوت حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا۔

غزوات میں شرکت: غزوۂ بدر کے علاوہ آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور غزوہ بدر میں عدم شرکت کی وجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت تھی۔

خلافت: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ثالث تعینات ہوئے۔

فتوحات عثمانی: آپ کے دور خلافت میں کثیر ممالک فتح ہوکر سلطنت اسلامیہ کا حصہ بنے، ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

(۱) سابور، (۲) اندلس، (۳) قبرص، (۴) نیشاپور، (۵) افریقہ، (۶) مرو، (۷) طبرستان، (۸) اسکندریہ، (۹) فارس، (۱۰) کرمان وغیرہ۔

عہد عثمانی کے کارنامے: آپ کے دور خلافت میں کئی ایک کارنامے انجام دیے گئے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) مسجد نبوی میں توسیع،

(۲) بیت المال میں وسعت،

(۳) انسداد سیلاب یعنی مزور بند کی تعمیر کے سبب مدینہ طیبہ کو سیلاب سے محفوظ کیا گیا،

(۴) قرآن کریم کو رسم عثمانی میں تدوین کرانا اور دنیا میں پھیلانا،

(۵) فتوحات کے ضمن میں بحری جنگ کی ابتداء۔

امتیازی اوصاف وکمالات: اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر اوصاف وکمالات سے سرفراز فرمایا تھا، جن میں سے چند ایک امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) خوف وخشیت باری تعالیٰ،

(۲) صبر وتحمل،

(۳) تلاوت قرآن کا اہتمام اور اسے عملی جامہ پہنانا،

(۴) اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایثار وقربانی،

(۵) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی عقیدت ومحبت،

(۶) اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل،

(۷) عبادت وریاضت،

(۸) عجز وانکسار،

(۹) خلق خدا سے حسن سلوک۔

شہادت: ۱۸رذی الحجہ ۳۵ھ میں ظلماً آپ کو شہید کیا گیا، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

زمانہ خلافت: آپ کا دور خلافت بارہ (۱۲) سال اور گیارہ (۱۱) ایام پر مشتمل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 17: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3645 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا وَّاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَمَضٰى فِي السَّرِيَّةِ فَاَصَابَ جَارِيَةً فَاَنْكَرُوْا عَلَيْهِ وَتَعَاقَدَ اَرْبَعَةٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِذَا لَقِيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرْنَاهُ بِمَا صَنَعَ عَلِيٌّ وَّكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ اِذَا رَجَعُوْا مِنَ السَّفَرِ بَدَئُوْا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمُوْا عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا اِلٰى رِحَالِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَتِ السَّرِيَّةُ سَلَّمُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ اَحَدُ الْاَرْبَعَةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَمْ تَرَ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ صَنَعَ كَذَا وَكَذَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ الثَّانِيْ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ قَامَ الثَّالِثُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ قَامَ الرَّابِعُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالُوْا فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْغَضَبُ يُعْرَفُ فِيْ وَجْهِهِ فَقَالَ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ اِنَّ عَلِيًّا مِّنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک مہم روانہ کی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر مقرر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مہم پر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے (مالِ غنیمت میں ملنے والی) ایک کنیز حاصل کر لی۔ لوگوں نے ان کی اس بات کو پسند نہیں کیا۔ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے چار اصحاب رضی اللہ عنہم نے طے کیا اور بولے: جب ہم نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کریں گے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کیا ہے اس کے بارے میں آپ ﷺ کو بتائیں گے مسلمان جب کہیں سے واپس آتے تھے' تو سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے' اور آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے۔ پھر اپنے گھر واپس جایا کرتے تھے۔ جب اس مہم کے افراد آئے اور نبی اکرم ﷺ کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے' تو ان چار میں سے ایک کھڑا ہوا۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے فلاں' فلاں عمل کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا' پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے بھی پہلے شخص کی مانند عرض کی نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا' پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی پہلے شخص کی مانند کہا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا' پھر چوتھا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی ان لوگوں کے مانند بات کہی تو نبی اکرم ﷺ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے چہرے پر ناراضگی کے اثرات تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم علی کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟ تم علی کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟ تم علی کے بارے میں

3645 - اخرجه احمد (٤/٤٣٧) عن مطرف بن عبد الله عن عمران بن حصين فذكره.

کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ وہ میرے بعد ہر مؤمن کا آقا ہے۔

یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف جعفر بن سلیمان راوی کے نام سے جانتے ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نسب نامہ:

خلیفہ چہارم، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہجرت سے تئیس (۲۳) سال قبل حضرت ابو طالب کے ہاں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور قبیلہ قریش کے چشم و چراغ تھے۔

نام وکنیت اور القاب:

سرچشمۂ ولایت، خلیفہ رابع کا اسم گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھا، کنیت: ابوالحسن اور ابوتراب تھی اور القاب: اسد اللہ اور حیدر کرار تھے۔ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی: فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔

بچپن وقبول اسلام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی یتیم تھے، حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پرورش ناز وشفقت سے کی تھی، حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد حضرت ابو طالب نے آپ کی پرورش کی اور ہر معاملہ میں آپ کو اپنے صاحبزادوں پر فوقیت دیتے تھے۔ چونکہ حضرت ابو طالب کثیر العیال تھے، غربت ومفلسی بھی سایہ فگن تھی، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش اپنے ذمہ لی، اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آغوش نبوت اور آشیانہ نبوت میں پرورش پانے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن اعلانِ نبوت کیا تو بلا تاخیر آئندہ دن آپ نے اسلام قبول کر لیا اور بچوں میں سے اسلام قبول کرنے والے آپ پہلے ہیں۔

شادی خانہ آبادی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش اپنے ذمہ کرم میں لی تھی وہاں آپ نے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی کوشش فرمائی، نگاہ نبوت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ علم ودانش کے ایسے مرتبہ پر فائز ہوئے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنی مثال آپ تھے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش وتعلیم کا اہتمام کیا' وہاں ان کے مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی شادی خانہ آبادی کا اہتمام بھی فرمایا اور اپنی چہیتی صاحبزادی، خاتون جنت حضرت فاطمہ

الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا۔

ہجرت مدینہ:

جب مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی گئی، تاکہ دشمنوں کے مظالم و تکالیف سے نجات حاصل کر لیں۔ مسلمانوں نے مختلف صورتوں میں ہجرت کی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ہجرت فرمائی، روانہ ہونے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی امانتوں کی فہرست علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: یہ امانتیں مالکوں کو واپس کر کے بغرض ہجرت مدینہ طیبہ میں آجانا، حسب حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھ کر آپ کی چار پائی پر لیٹ گئے، اصل مالکوں کو ان کی امانتیں واپس کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف:

سر چشمہ ولایت، فیض یافتہ نبوت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علاقہ و تعلق تھا وہ محتاج بیان نہیں ہے، اسی تعلق کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر انہیں اپنا نائب بنانے کا شرف عطا کیا اور ان میں سے چند ایک مواقع حسب ذیل ہیں:

(i) غزوۂ تبوک کے علاوہ آپ نے تمام غزوات میں شرکت اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا تھا، اس لیے وہ اس غزوہ میں شرکت نہ فرما سکے۔

(ii) ہجرت کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر اپنی چار پائی پر لٹا دیا، دشمنوں کی امانتوں کی فہرست انہیں سونپ دی تاکہ امانتیں مالکوں کو واپس کر کے عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ آجائیں۔ چنانچہ انہوں نے حسب حکم امانتیں واپس کر دیں اور مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

(iii) ۸ھ میں فرضیت حج کا حکم نازل ہوا، اس سال حج کے مہینے گزر چکے تھے، ۹ھ میں مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اہم اعلان کرنے کے لیے اپنا نائب بنا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، حج کے موقع پر آئے ہوئے تمام لوگوں میں آپ نے نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے اعلان کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام بہت بلند ہے، آپ کے علمی مقام کے حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انا دار الحكمة وعلى بابها ۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۱،ص:۶۴)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت (علم) کا گھر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔

۲۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اليمن قاضياً فقلت: يا رسول الله! ترسلني وانا حديث السن، ولا علم لي بالقضاء، فقال: ان الله سيهدى قلبك، ويثبت لسانك، فاذا جلس بين يديك الخصمان، فلا تقضين حتى تسمع من الاخر، كما سمعت من الاول، فانه احرى ان يتبين لك القضاء، قال: فما زلت قاضياً اوما شككت في قضاء بعد ۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:۴۶۳۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر روانہ کیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے بحیثیت قاضی روانہ کر رہے ہیں جبکہ میں ایک نوعمر ہوں اور فیصلہ کرنے کا بھی مجھے علم نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری راہنمائی کرے گا، تمہاری زبان کو قائم رکھے گا۔ جب فریقین تمہارے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آئیں تو جلدی سے فیصلہ نہ کرنا جب تک دونوں کی بات مکمل طور پر نہ سن لو، یہ طریقہ کار تمہارے لیے مفید ثابت ہوگا۔ راوی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ آپ کی اس دعا (راہنمائی) کے بعد فیصلہ کرنے میں مجھے کبھی دقت پیش نہیں آئی۔

۳۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: كنا نتحدث ان اقضى اهل المدينة ابن ابى طالب ۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:۲،ص:۳۳۸)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مدینہ طیبہ میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ ہے۔

۴۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انا مدينة العلم وعلى بابها فمن اراد المدينة فليأت الباب ۔

(مسند الفردوس للدیلمی، ج:۱،ص:۴۴)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے، جس شخص کا اس (علم کے) شہر میں داخل ہونے کا ارادہ ہو، پس وہ دروازے سے داخل ہو۔

۵۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

والله! ما نزلت اٰية الا وقد علمت فيما نزلت واين نزلت وعلى من نزلت، ان ربى وهب لى قلباً عقولا ولساناً طلقاً ۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج:۱،ص:۶۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قسم بخدا! قرآن کریم کی ہر آیت کے بارے میں، میں جانتا ہوں کہ وہ کس بارے

میں، کس جگہ اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔ بیشک میرے پروردگار نے مجھے باشعور دل اور بلیغ زبان عنایت فرمائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کے حوالے سے چند ایک صحابہ کے اقوال حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے بہتر قاضی ہیں۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس کا خوبصورت جواب دیا۔

(iii) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مدینہ طیبہ میں علم الفرائض میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔

(iv) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم سنت رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔

(v) حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا علم اب حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک محدود رہ گیا ہے۔

(vi) حضرت عبداللہ بن عیاش رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ میں علم کی قوت، ارادے کی پختگی اور استقلال تھا۔ پورے خاندان میں بہادری مشہور تھی اور آپ احکام فقہ وسنت میں ماہر تھے۔

ابوتراب کنیت کی وجہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دو کنیتیں تھیں:

(۱) ابوالحسن: آپ کے صاحبزادہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے نام پر۔

(۲) ابوتراب: یہ کنیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا کی گئی تھی، اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے شکر رنجی کے سبب مسجد میں آ کر لیٹ گئے، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو مسجد میں تشریف لائے، وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مٹی پر سوئے ہیں، آپ نے انہیں اٹھایا اور جسم سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا: اے ابوتراب! (اے مٹی والے) اُٹھو! اس طرح آپ کنیت ''ابوتراب'' سے مشہور ہو گئے۔ دوسری کے بجائے یہ کنیت آپ کو زیادہ پسند تھی، کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا کی ہوئی تھی۔

اشاعت احادیث کی خدمت:

دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی روایت احادیث میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے، آپ سے ایک سو چھیاسی (۱۸۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں، آپ سے روایت بیان کرنے والے صحابہ کثیر ہیں جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام حسن، (۲) حضرت امام حسین، (۳) حضرت محمد بن حنفیہ، (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود، (۵) حضرت عبداللہ بن عباس، (۶) حضرت عبداللہ بن زبیر، (۷) حضرت موسیٰ الاشعری، (۸) حضرت ابو سعید خدری، (۹) حضرت زید بن ارقم، (۱۰) حضرت جابر بن عبداللہ، (۱۱) حضرت ابوامامہ، (۱۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ صحابہ اور تابعین۔

قبول اسلام میں اولیت کا شرف حاصل ہونا:

اللہ تعالیٰ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خصوصی کرم یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت پر آپ نے بچوں میں سب سے قبل قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی قبول اسلام میں اولیت کے حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثاء ۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۵۸۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن اعلانِ نبوت کیا اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کیا تھا۔

۲۔ حضرت حبۃ العرنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے

قال رأیت علیا ضحک علی المنبر، لم اره ضحک ضحکاً اکثر منه حتی بدت نواجذه ثم قال ذکرت قول ابی طالب ظهر علینا ابو طالب وانا مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ونحن نصلی ببطن نخلة، فقال: ما تصنعان یاابن اخی؟ فدعاه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الی الاسلام، فقال: ما بالذی تصنعان بأس او بالذی تقولان بأس ولکن واللہ لاتعلونی سنی ابدا، وضحک تعجباً لقول ابیه ثم قال: اللهم لا اعترف ان عبدالک من هذه الامة عبدک قبلی، غیر نبیک ثلاث مرات لقد صلیت قبل ان یصلی الناس سبعاً ۔ (مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۷۷۶)

حضرت حبہ عرنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برسرِ منبر ہنستے ہوئے دیکھا جبکہ اس سے پہلے میں نے آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک نمایاں ہو گئے۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنے والدِ گرامی ابوطالب کا ارشاد یاد آ گیا، ایک دن وہ ہمارے پاس آئے جبکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور ہم وادیٔ نخلہ میں نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے جواب دیا جو کچھ آپ لوگ کر رہے ہیں یا کہہ رہے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر آپ میری عمر سے زیادہ نہیں ہو سکتے، اپنے والد کی اس بات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس پڑے پھر فرمایا اے اللہ! مجھے علم نہیں ہے کہ مجھ سے قبل اس امت کے کسی آدمی نے تیری عبادت کی ہے سوائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ نے یہ بات تین بار کہی۔ پھر کہا میں نے عام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا۔

۳-حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: اول هذه الامة ورودا على نبيها صلى الله عليه وسلم اولها اسلاما، علي بن ابي طالب رضي الله عنه. (المصنف لابی شیبة، رقم الحدیث:۳۵۹۵۴)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس امت میں سب سے قبل حوض کوثر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہوں گے۔

شجاعت وبہادری:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جہاں روحانی قوت وطاقت سے نوازا گیا تھا' وہاں جسمانی قوت و طاقت سے بھی نوازا گیا تھا، غزوۂ تبوک کے علاوہ آپ ہر غزوہ میں شامل ہوئے اور شجاعت و بہادری کا خوب مظاہرہ کیا، فتح خیبر کے موقع پر مسلمانوں کو اپنے مقصد میں کامیابی کے لیے دشواری پیش آ رہی تھی، بار بار حملہ آور ہونے کے باوجود کامیابی نہیں ہو رہی تھی، اس کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو اعلان فرمایا: کل علم ایسے شخص کے ہاتھ میں دیا جائے گا کہ اس کے ہاتھوں قلعہ خیبر فتح ہو جائے گا۔ چنانچہ صبح ہونے پر صحابہ جمع ہو گئے، آپ نے دریافت فرمایا: علی کہاں ہیں؟ جواب دیا گیا: وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں، فرمایا: انہیں لایا جائے، وہ حاضر خدمت ہوئے، ان کی آنکھوں میں اپنا تھوک مبارک لگایا، آنکھوں کا درد جاتا رہا، علم اسلام ان کے ہاتھ میں دیا گیا، مجاہدین نے ان کی قیادت میں خیبر پر حملہ کیا تو خیبر فتح ہو گیا اور آپ فاتح خیبر کے لقب سے ملقب ہوئے۔

خیبر کے تمام قلعوں میں قموص سب سے مضبوط قلعہ تھا، مجاہدین کئی ایام سے اسے فتح کرنے کی کوشش میں تھے مگر بار بار ناکام ہو رہے تھے۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس سے گزر رہے تھے کہ آپ کو صورتحال کا علم ہوا، قلعہ قموص کے دروازوں کے پاس کھڑے ہو کر انہیں ہلا دیا، ایک دروازے کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر بطور ڈھال اٹھالیا، مجاہدین کو حملہ آور ہونے کا حکم دیا اور مجاہدین کے حملہ سے قلعہ قموص مکمل طور پر فتح ہو گیا۔

محققین کے مطابق قلعہ قموص کے دروازے کا وزن آٹھ سو (۸۰۰) من تھا، ستر (۷۰) آدمی اسے بمشکل اٹھا سکتے تھے مگر بھاری بھرکم دروازہ آپ اکیلے نے اٹھالیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مطابق غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی پشت پر خیبر کا دروازہ اٹھالیا، مجاہدین اس پر چڑھ کر قلعہ میں داخل ہوئے، بیک وقت حملہ آور ہونے پر قلعہ فتح ہو گیا، پھر آپ نے دروازہ پھینک دیا۔ جب دروازے کو گھسیٹ کر دوسری جگہ کیا گیا تو بمشکل چالیس (۴۰) افراد اسے اٹھا سکے۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ کر تا دیر اپنے ہاتھوں پر رکھا، مجاہدین کے لیے اسے بطور ڈھال استعمال کیا گیا اور قلعہ فتح ہونے پر آپ نے دروازہ پھینک دیا۔ جنگ کے اختتام پر اسی (۸۰) افراد نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن اسے ہلانے میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ (تاریخ الخلفا للسیوطی، ص ۲۵۴)

اسد اللہ، حیدر کرار اور فاتح خیبر کے القاب:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو شجاعت و بہادری کی بے مثل صفت و کمال سے موصوف کیا گیا، جس میدان میں آپ اترے کامیابی نے قدم چومے، اپنوں اور بیگانوں سب نے آپ کی طاقت و شجاعت کو تسلیم کیا، بڑی طاقت کے مالک دشمن سامنے آئے ایک وار سے ان کا کام تمام کر دیا اور بڑے سے بڑا طاقتور دشمن سامنے آنے سے گھبراتا تھا۔ آپ کی شجاعت و بہادری اور بے مثل قوت و طاقت کے نتیجہ میں آپ کو اسد اللہ، حیدر کرار اور فاتح خیبر کے القاب سے ملقب کیا گیا تھا۔

ایک معرکہ کے دوران آپ نے ایک دشمن گرا لیا، اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا، آپ نے فوراً اسے چھوڑ دیا۔ دریافت کیا گیا: آپ نے دشمن کو گرا لیا تھا، اسے واصل جہنم کیوں نہیں کیا؟ فرمایا: میں نے بھی اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا اور اب میرا ذاتی مسئلہ بن چکا تھا جبکہ میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے قتل کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا میں نے اسے چھوڑ دیا۔

خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ:

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے، صحابہ نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ سے دار الحکومت کوفہ میں منتقل کر لیا۔ تاہم حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم بیعت کیے بغیر بصرہ روانہ ہو گئے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور افراد ثلاثہ (حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ) کے مابین مخالفت کا سلسلہ شروع ہو گیا، فریقین میں جنگ تک نوبت پہنچی۔ کوفہ اور بصرہ کے درمیان یہ جنگ ہوئی، اس جنگ "جنگ جمل" کہا جاتا ہے، طرفین سے تیرہ ہزار مسلمان کام آئے جبکہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ فاجعہ ۳۶ھ میں پیش آیا۔

جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس کوفہ پہنچ گئے۔ اب فتنہ خوارج کا ظہور ہوا، اس گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کر دیا، انہوں نے لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ کا نعرہ بلند کیا، آپ نے اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن قابو سے باہر ہو گیا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قیادت میں اس گروہ کی سرکوبی کی کوشش کی گئی، خوارج اپنے افکار پر جمے رہے، وہ کوفہ سے نہروان پہنچ گئے، وہاں جا کر انہوں نے ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نہروان پہنچے اور طاقت کا استعمال کرتے ہوئے سب کو ختم کر دیا۔ یہ واقعہ ۳۸ھ میں پیش آیا۔ آپ کے دور خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے درمیان بھی اختلاف ہوا، فریقین کے ساتھ کثیر لوگ تھے، روز بروز حالات کشیدہ ہوتے گئے، مقام صفین میں دونوں کے درمیان محاذ آرائی ہوئی، لڑائی کا سلسلہ کئی ایام تک جاری رہا، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی کوشش سے فریقین میں صلح ہو گئی۔ مزید یہ طے پایا کہ آئندہ سال مقام "ازرح" پر فریقین جمع ہوں گے اور تحریری معاہدہ عمل میں لایا جائے گا۔

اولادِ امجاد:

اللہ تعالیٰ نے خلیفہ رابع، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کثیر اولاد سے نوازا تھا، آپ کی اولاد میں سے چودہ (۱۴) صاحبزادے اور اٹھارہ (۱۸) صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے صاحبزادگان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام حسن، (۲) حضرت امام حسین، (۳) حضرت محسن، (۴) حضرت عباس اکبر، (۵) حضرت عثمان، (۶) حضرت امام جعفر، (۷) حضرت عبداللہ اکبر، (۸) حضرت ابوبکر، (۹) حضرت عبداللہ، (۱۰) حضرت محمد اصغر، (۱۱) حضرت یحییٰ، (۱۲) حضرت عون، (۱۳) حضرت عمر اکبر، (۱۴) حضرت محمد اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نوٹ: حضرت امام محسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ بعض آپ کی اولاد میں شامل کرتے ہیں اور بعض اولاد میں شامل نہیں کرتے۔

آپ کی صاحبزادیوں کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت اُمّ کلثوم کبریٰ، (۲) حضرت زینب کبریٰ، (۳) حضرت رضیہ، (۴) حضرت اُمّ الحسن، (۵) حضرت رملہ کبریٰ، (۶) حضرت اُمّ ہانی، (۷) حضرت میمونہ، (۸) حضرت زینب کبریٰ، (۹) حضرت اُمّ کلثوم صغریٰ، (۱۰) حضرت فاطمہ صغریٰ، (۱۱) حضرت خدیجہ، (۱۲) حضرت امامہ، (۱۳) حضرت اُمّ المکرّم، (۱۴) حضرت اُمّ سلمیٰ، (۱۵) حضرت اُمّ جعفر، (۱۶) حضرت دجمانہ، (۱۷) حضرت تقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

فائدہ نافعہ:

آپ کی نسل پاک اور سادات کا سلسلہ پانچ صاحبزادوں سے جاری ہوا:

(۱) حضرت امام حسن، (۲) حضرت امام حسین، (۳) حضرت محمد بن حنفیہ، (۴) حضرت عباس، (۵) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں قدر و منزلت:

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں قدر و منزلت مثالی تھی، اس بارے میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم على بن ابى طالب، فى غزوة تبوك، فقال: يا رسول الله! أتخلفنى فى النساء والصبيان؟ فقال: اما ترضى ان تكون من بمنزلة هارون من موسى؟ الا ان لانبى بعدى. (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث ۴۱۵۴)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں بطور اپنا نائب تعینات کیا، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب بنا کر جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تمہارا اور میرا وہی تعلق ہے جو حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

۲-حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند الجملی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال علی: کنت اذا سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم اعطانی، واذا سکت ابتدالی.

(السنن الکبری للنسائی، رقم الحدیث ۸۵۰۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز طلب کرتا تو آپ مجھے عنایت کرتے اور اگر میں خاموش رہتا تب بھی پہلے مجھے عطا کرتے تھے۔

۳-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم علیاً یوم الطائف فانتجاه، فقال الناس: لقد طال نجواه مع ابن عمه، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما انتجیته ولکن الله انتجاه.

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۷۵۶)

غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور ان سے سرگوشی کی، حتیٰ کہ لوگوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی سے طویل سرگوشی کی ہے، آپ نے فرمایا: میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔

۴-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی: یا علی! لایحل لاحد یجنب فی هٰذا المسجد غیری وغیرك، قال علی بن المنذر: قلت لضرار بن صراد: مامعنی هٰذا الحدیث؟ قال: لایحل لاحد یستطرقه جنبا غیری وغیرك. (المسند لابی یعلی، رقم الحدیث: ۱۰۴۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حالت جنابت میں اس مسجد میں رکے، حضرت امام علی بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ضرار بن صراد سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: اس کا مطلب ہے مسجد کو بطور راستہ استعمال کرنا۔

۵-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

آخی رسول الله صلی الله علیه وسلم بین اصحابه فجاء علی تدمع عیناه فقال: یا رسول الله! آخیت بین اصحابك ولم تؤاخ بینی و بین احد، فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم: انت اخی فی الدنیا والآخرة. (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۵۱۱)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (مہاجرین والانصار) صحابہ کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان رشتہ مواخات قائم کر دیا ہے اور میں اس سے محروم ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

۶-حضرت حنش رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

رأيت عليا رضى الله عنه يضحى بكبشين فقلت له: ماهذا؟ فقال: اوصانى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اضحى عنه فانا اضحى عنه . (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۲۷۹۰)

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دو مینڈھوں کی قربانی کر رہے ہیں، میں نے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کروں، لہٰذا میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں۔

۷-حضرت عبداللہ بن نجی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال على: كان لى من رسول الله صلى الله عليه وسلم مدخلان: مدخل بالليل ومدخل بالنهار، فكنت اذا دخلت بالليل تنحنح لى . (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۲۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شب و روز میں دو بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، جب رات کے وقت آپ کی خدمت میں میری حاضری ہوتی تو آپ اجازت دیتے وقت کھانسی فرماتے تھے۔

۸-حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا غضب لم يجترئ احد منا ان يكلمه الا على .

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۳۱۴)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حالت ناراضگی میں ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں سے کسی کو آپ سے گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

کراماتِ مولا علی رضی اللہ عنہ:

خلفاء ثلاثہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی صاحب کرامت تھے، آپ کی کثیر کرامات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-ختم قرآن: آپ کو تلاوت قرآن سے بہت شغف تھا، اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے وقت اپنا قدم مبارک ایک رکاب میں رکھتے ہی تلاوت قرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک تمام قرآن ختم کر لیتے تھے۔

۲-آفتاب کا تابع فرمان ہونا: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ہمراہ ایک سفر پر تھے، نماز عصر کا وقت ہونے پر آپ نے نماز پڑھ لی تھی، کچھ رفقاء نے ابھی نماز عصر ادا نہیں کی تھی کہ آپ نے نہر فرات عبور کرنے کا حکم دیا، اسی دوران آفتاب غروب ہو

گیا اور ساتھیوں نے نماز عصر ادا نہ کرنے پر اظہار افسوس کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی: اے الہ العلمین! آفتاب واپس پھیر دے، تاکہ ہمارے رفقاء نماز ادا کر سکیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی' آفتاب عصر کے وقت پر واپس آ گیا، ہمراہیوں نے نماز ادا کی پھر حسب معمول سورج غروب ہو گیا۔

۳- کٹا ہوا ہاتھ درست ہونا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدت مند ایک سیاہ فام غلام تھا، اس نے چوری کا ارتکاب کیا، اسے گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے دریافت فرمایا: کیا تو نے چوری کی ہے؟ غلام نے عرض کیا: ہاں میں نے چوری کی ہے۔ آپ نے شرعی ضابطہ کے مطابق حد سرقہ نافذ کرتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، غلام کٹے ہوئے ہاتھ سے عدالت سے واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن کراء رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہو جاتی ہے، حضرت ابن کراء رضی اللہ عنہ نے غلام سے دریافت کیا: تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟ اس نے جواب دیا: امیر المؤمنین، خلیفہ وقت، داماد رسول، زوج بتول حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کاٹا ہے۔ حضرت ابن براء رضی اللہ عنہ نے حیرانگی سے دریافت کیا: تم ہاتھ کاٹنے والے کی مدح وتعریف کیوں کر رہے ہو؟ غلام نے جواب دیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ تعریف کا حق رکھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے مجھے دنیا میں سزا دے کر آخرت کی سزا سے بچالیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن براء رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے از راہ شفقت غلام کو طلب کیا، اس کا کاٹا ہوا ہاتھ کلائی پر رکھ کر کپڑے سے باندھ دیا اور اس کے حق میں دعا کرنے میں مصروف ہو گئے، غیب سے آواز آئی: ارفع الثوب عن الید یعنی ہاتھ سے کپڑا اٹھا دو، چنانچہ کپڑا اٹھایا گیا تو ہاتھ بالکل درست ہو چکا تھا۔ (ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، زاد الابرار، ص: ۸۴)

شہادت:

خلافت عثمانی کے آخری سالوں کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت مخالفت، بغاوت اور خلفشار کا شکار رہا۔ آپ کی کوشش سے بظاہر خوارج ختم ہو گئے تھے لیکن زیر زمین خوارج نے بغاوت کا علم بلند کیے رکھا۔ خوارج کے تین مشہور ارکان عبدالرحمٰن بن ملجم المراوی، برک بن عبداللہ التمیمی اور عمرو بن بکیر التمیمی مکہ معظمہ میں جمع ہوئے۔ انہوں نے طویل مشاورت کے بعد یہ طے کیا کہ تین مشہور شخصیات حضرت علی المرتضیٰ، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا جائے تاکہ کوئی مسئلہ باقی نہ رہے۔ یہ بھی طے پایا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم المراوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، برک بن عبداللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور عمرو بن بکیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شہید کرے گا۔ نیز انہیں قتل کے گھاٹ اتارنے کے لیے ایک ہی رات میں حملہ کیا جائے گا، ممکنہ حملہ یکم رمضان یا گیارہ (۱۱) رمضان یا سترہ (۱۷) رمضان میں بیک وار کیا جائے گا۔ چنانچہ تینوں اشخاص اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے متعلقہ شخصیات کی طرف روانہ ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن ملجم المراوی کوفہ پہنچا، وہاں کے زیر زمین کام کرنے والے خوارج کو اپنے مقصد سے باخبر کیا، ان کی امداد و معاونت حاصل کرنے کی پیشکش کی اور وہ بھی اس اہم مقصد کے لیے اس کے ساتھ متفق ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے لیے لوگوں کو بیدار کرتے ہوئے مسجد کی طرف روانہ ہوتے، آپ سترہ (۱۷) رمضان میں مسجد کی طرف روانہ

ہوئے، راستہ میں آنے والے لوگوں کو بھی دعوت نماز دیتے گئے، اسی دوران عبدالرحمٰن بن ملجم المراوی سے سامنا ہو گیا، اس نے موقع پا کر حسب پروگرام آپ پر تلوار سے حملہ کر دیا، یہ حملہ سترہ (۱۷) رمضان بروز جمعرات صبح کے وقت ہوا، تلوار کا یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ کنپٹی کٹ گئی اور وار دماغ تک پہنچ گیا۔ حملہ کرنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرتے وقت شور سن کر لوگ جمع ہو گئے اور یہ حملہ بروز جمعرات کیا گیا، جمعہ اور ہفتہ دو دن آپ بقید حیات رہے پھر اتوار کی شام کو جام شہادت نوش کر گئے۔

حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے باہمی معاونت سے غسل دیا اور تجہیز و تکفین کی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کے وقت کوفہ میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

عبدالرحمٰن بن ملجم المراوی کو قتل کر کے اس کے جسم کے ٹکڑے کیے گئے پھر اعضاء جسمانی آگ میں جلا کر خاکستر بنا دیے گئے۔

آپ نے ۱۹ ررمضان المبارک ۴۰ھ میں بروز اتوار جام شہادت نوش کیا۔ شہادت کے وقت عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

آپ کا دور خلافت چار (۴) سال اور نو (۹) ماہ پر محیط تھا۔

مزارِ اقدس:

آپ کے مزار کے بارے میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) مزار کوفہ میں ہے لیکن اسے ظاہر نہیں کیا گیا تا کہ خارجی بے حرمتی نہ کریں۔

(۲) آپ کا جسم مبارک ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کیا گیا تھا۔

(۳) جسم مبارک کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل کیا گیا تھا۔

(۴) جسم مبارک کوفہ سے مدینہ منورہ لانے کے لیے اونٹ پر رکھا گیا اور رات کے وقت اونٹ جسم سمیت غائب ہو گیا جو دستیاب نہ ہو سکا۔

اقوال وتعلیمات:

خلیفہ چہارم، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکمت وموعظت پر مشتمل کثیر اقوال میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

☆ لوگ غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں، جب مریں گے بیدار ہوں گے (ہوش میں آئیں گے)

☆ انسان کا عیب اس کی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

☆ صبر کا ایمان سے وہی تعلق ہے، جو سر کا دھڑ کے ساتھ ہے اور جو صبر سے محروم رہا وہ ایمان سے محروم رہا۔

☆ کسی سوال کے عدم علم کا اعتراف بھی ایک علم ہے۔

☆ فقیہ کامل وہ ہے، جو لوگوں کو رحمت باری تعالیٰ سے محروم نہ کرے، عذاب خداوندی سے بے خوف نہ کرے، اللہ کی نافرمانی پر جری نہ کرے اور لوگوں کو قرآن سے عدم توجہ کا شکار نہ کرے۔

☆ کہنے والے کو نہ دیکھو بلکہ جو کچھ کہا جا رہا ہوا سے دیکھو۔

☆ بہتر آدمی وہ ہے' جو دوسروں کی نصیحت حاصل کرتا ہے۔

☆ جاہل کو نوازنا غلاظت پر باغ لگانے کے مترادف ہے۔

☆ جب تقدیر آتی ہے، تدبیر دھری رہ جاتی ہے۔

☆ دھوکے باز شخص بہت بڑا دشمن ہے۔

☆ کمالِ عقل کے سبب گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

☆ عقلمند دنیا کے بجائے آخرت سے محبت کرتا ہے۔

☆ صاحب علم دشمن، جاہل دوست سے بہتر ہے۔

☆ فضول رہنے سے حماقت جنم لیتی ہے۔

☆ بہترین بات وہ ہے' جو بادلیل اور مختصر ہو۔

☆ رشتہ دار کو محتاجی میں اور دوستی کو تنہائی میں آزماؤ۔

☆ لوگوں کو تجربہ کی بنیاد پر آزمانا چاہیے۔

☆ علم کے بغیر عبادت میں، تدبر کے بغیر تلاوت قرآن میں اور فہم کے بغیر علم میں بھلائی نہیں ہے۔

☆ نیکی اور بھلائی کے سبب دشمن کو بھی غلام بنایا جا سکتا ہے۔

عہد مرتضوی رضی اللہ عنہ میں وصال فرمانے والے مشہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں کثیر تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وصال فرمایا، ان میں سے چندایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت حذیفہ بن الیمان، (۲) حضرت زبیر بن عوام، (۳) حضرت طلحہ، (۴) حضرت زید بن صوحان، (۵) حضرت سلمان فارسی، (۶) حضرت ہند ابن ابی ہالہ، (۷) حضرت اویس قرنی، (۸) حضرت خباب بن الارث، (۹) حضرت عمار بن یاسر، (۱۰) حضرت سہل بن حنیف، (۱۱) حضرت تمیم داری، (۱۲) حضرت خوات بن جبیر، (۱۳) حضرت شرجیل بن السمط، (۱۴) حضرت میسرہ بدری، (۱۵) حضرت صفوان بن عسال، (۱۶) حضرت عمرو بن عنبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہم مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونا:

حدیث باب سے نگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت اور ہم مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی خلیفہ چہارم کی عظمت وفضیلت ہے۔

سوال: استبراء رحم کے بغیر کنیز سے جماع کرنا حرام ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استبراء رحم کے بغیر لونڈی سے جماع

کیوں کیا تھا؟

جواب: (۱) وہ کنیز کنواری تھی جس کے لیے عموماً استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۲) قید کرنے کے بعد کنیز کو حیض آ گیا ہو اور اس طرح استبراء رحم ہو گیا تو جماع کرنے میں قباحت نہیں تھی۔

(۳) بعض صحابہ کی ایک رائے یہ تھی کہ کنیز کے لیے استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہوتی اور ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے پر دو اعتراض اور ان کے جوابات:

پہلا اعتراض: حدیث باب کے آخر میں فرمایا گیا ہے: **علی منی وانا منہ** یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوں، یہ فقرہ کمال درجہ کے اتحاد و یگانگت پر دلالت کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زمانہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں امیر المؤمنین تھے اور وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کو امیر المؤمنین ہونا چاہیے، کیونکہ زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ محض آپ کے لیے استعمال کیے گئے ہیں؟

جواب: (۱) اس فقرے کا مفہوم محض یگانگت اور اتحاد نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے: ہم مزاج اور ہم مشرب ہونا۔ کسی معاملہ میں جب دو آدمیوں کا مزاج متفق ہو مثلاً فارسی محاورہ ہے: من تو شدم تو من شدی، اردو محاورہ ہے: شیر و شکر ہونا۔

(۲) یہ فقرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ متعدد صحابہ کرام کے لیے استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:

(i) صحیح مسلم کی روایت کے مطابق ایک جنگ کے موقع پر حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ نے سات کفار کو واصل جہنم کر کے جام شہادت نوش کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قتلوہ ھٰذا منی وانا منہ** یعنی کفار نے (حضرت) جلیبیب (رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا ہے! یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

(ii) صحیح مسلم کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اشعر کے لوگوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ان لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی غزوہ میں ان کا توشہ ختم ہونے لگتا ہے یا وطن میں ان کے بچوں کا کھانا کم رہ جاتا ہے، تو وہ ایک کپڑے میں پاس موجود توشہ جمع کرتے ہیں پھر آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں: **فھم منی وانا منھم**، پس وہ لوگ میرے مزاج کے قریب ہیں اور میں ان کے مزاج کے قریب ہوں۔

(iii) جو شخص امراء سوء کے ہاں نہیں جاتا یا جاتا ہے، تو ان کی غلط پالیسیوں کی تائید نہیں کرتا، اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ھو منی وانا منہ** یعنی وہ میرے مزاج کے قریب ہے اور میں اس کے مزاج کے قریب ہوں۔

(iv) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: **العباس منی وانا منہ** یعنی (حضرت) عباس (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں۔

دوسرا اعتراض: حدیث باب کا آخری فقرہ ہے: **ھو ولی کل مؤمن من بعدی** یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے بعد

مومن کے ولی ہوں گے۔ اس فقرہ میں لفظ ''ولی'' بمعنی والی کے ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مسلمان کے والی (حاکم) ہیں اور آپ خلیفہ بلافصل ہیں؟

جواب: ولی اور والی دو الگ الگ الفاظ ہیں، دونوں مترادف نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کا معنیٰ الگ ہے۔ ولی کا معنیٰ ہے: دوست، والی کا معنیٰ ہے: حاکم اور دونوں ایک دوسرے کی جگہ استعمال نہیں ہوتے۔ چنانچہ نماز جنازہ کے احکام ومسائل کے ضمن میں فقہ کی کتب میں یہ عبارت موجود ہے: اذا اجتمع الولی والوالی قدم الوالی یعنی جب میت کا ولی اور والی (حاکم) دونوں نماز جنازہ کے وقت موجود ہوں تو نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار والی (حاکم) ہے۔ اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ولی اور والی دونوں مترادف الفاظ نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کا معنیٰ الگ ہے۔

لفظ ''ولی'' اور ''والی'' دونوں کا مادہ ''ولایت'' ہے، پھر ولی الگ لفظ ہے اور والی الگ لفظ ہے اور دونوں کے معانی بھی الگ الگ ہیں۔ لفظ ''ولی'' کا معنیٰ ہے: دوست، اس کی ضد ''عداوت'' ہے۔ حدیث باب میں یہ لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی ہونی چاہیے، کیونکہ آپ داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ سے عداوت نہیں ہونی چاہیے ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

(ماخوز از تاریخ الخلفاء للسیوطی، صفحہ ۲۵۳ تا ۲۷۶، فضائل الصحابۃ للبکری از صفحہ ۱۰۹ تا ۱۶۳)

3646 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ سَرِيْحَةَ اَوْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ شَكَّ شُعْبَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مَيْمُوْنٍ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ سَرِيْحَةَ هُوَ حُذَيْفَةُ بْنُ اَسِيْدٍ الْغِفَارِيُّ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ 'یا شاید حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' یہ شعبہ نامی راوی کو شک ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں: میں جس کا مولیٰ ہوں، علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو ابوعبداللہ میمون کے حوالے سے' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ کا نام حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ ہے' اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

3646 - تفرد به الترمذی انظر (التحفة) (۳/ ۲۱)، حدیث (۳۲۹۹)، من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه الحاکم، فی المستدرک (۳/ ۱۱۰)، و قال: حدیث صحیح علی شرط الشیخین، و قال الذهبی: لم یخرجا لمحمد و قد و هاه السعدی.

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہر مسلمان کو محبت ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص تعلق و علاقہ تھا، جس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر خصوصی شفقت و مہربانی فرماتے اور ان سے محبت کرنے کا حکم دیتے تھے۔ حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شفقت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** یعنی جس کا میں دوست ہوں تو علی بھی اس کے دوست ہیں۔

اہل لغت نے لفظ ''مولیٰ'' کے اکیس (۲۱) معانی لکھے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) مالک، (۲) عبد، (۳) عتیق، (۴) معتق، (۵) ابن، (۶) صاحب، (۷) حلیف، (۸) قریب، (۹) ابن العم، (۱۰) جار، (۱۱) صہر، (۱۲) النعم، (۱۳) تابع، (۱۴) محبّ، (۱۵) منعم، (۱۶) تنزیل، (۱۷) شریک، (۱۸) ولی، (۱۹) ابن اخت، (۲۰) رب، (۲۱) ناصر۔

یہ حدیث مختلف الفاظ سے روایت کی گئی ہے۔ ایک روایت میں اس حدیث کے بعد یہ الفاظ ہیں: **اللھم وال من والاہ، وعاد من عاداہ** اے اللہ! تو اس کے محبّ سے محبت کر اور اس کے دشمن سے دشمنی رکھ۔ مزید اس کے بعد ایک حدیث میں یہ الفاظ منقول ہیں: **وانصر من نصرہ و اخذل من خذلہ**۔ اس سے مدد کرنے والے سے مدد کر اور انہیں خوار کرنے والے کو ذلیل کر۔

اس حدیث کے شان ورود دو ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت بریدہ بن حصیب اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا، اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور دوسرے حصے پر امیر حضرت خالد بن ولید کو متعین کیا، اعلان کیا: جنگ ہونے کی صورت میں دونوں لشکر متحد ہوں گے اور امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے، اسلامی لشکر کی دشمن سے جنگ ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر بنے، مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی، مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں آیا، مالِ غنیمت میں سے ایک کنیز تھی، جو خمس کی مد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاصل کی، آپ نے اس سے جماع کیا۔ حضرت بریدہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے آپ کے اس فعل کو قابل اعتراض قرار دیا، کیونکہ آپ نے استبراء رحم کے بغیر مجامعت کی تھی، دونوں نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ نے ان کے جواب میں مذکورہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے یعنی جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے، یہ شکایت نفرت و عداوت کو ظاہر کرتی ہے، ہر مسلمان کو علی سے محبت کرنی چاہیے، علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے' جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

(۲) ۹ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن روانہ کیا، ۱۰ھ میں حج کے موقع پر

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے ساتھ یمن کی طرف سے حج میں شمولیت کے لیے مکہ معظمہ آئے، مکہ کے قریب پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی صحابی کو امیرِ لشکر بنا کر تیزی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، موجودہ امیر نے ارکان لشکر کو کپڑوں کا ایک ایک جوڑا دیا، تاکہ وہ اسے زیب تن کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائے، امیر لشکر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس کے اس عمل کو نامناسب قرار دیا اور سب لوگوں سے کپڑے واپس جمع کر لیے۔ ارکان لشکر نے آپ کے اس اقدام کو نفرت کی نظر سے دیکھا، ادائیگی حج کے بعد جب لشکر غدیرِ خم کے پاس پہنچا، جہاں سے یمن کو جانے کے لیے راستہ الگ ہوتا ہے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں اہل یمن کو مطمئن کرنے کی کوشش فرمائی، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اعلان کیا: جس کا میں دوست ہوں، علی اس کا دوست ہے۔ جسے مجھ سے محبت ہے، اس کو چاہیے کہ وہ علی سے بھی محبت کرے، معمولی باتوں سے ان کو ناراض نہ کیا جائے اور ان کی شکایت نہ کی جائے۔ آپ نے مزید فرمایا: اے اللہ! اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرتا ہے، اس سے عداوت رکھ جو علی سے عداوت رکھتا ہے۔

حدیث باب کی مطابقت سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: لقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فى على ثلاث خصال، لان يكون لى واحدة منهن احب الى من حمر النعم، سمعته يقول: انه بمنزلة هارون من موسى، الا انه لانبى بعدى، وسمعته يقول: لاعطين الرأية غدا رجلاً يحب الله ورسوله، ويحبه الله ورسوله و سمعته يقول: من كنت مولاه، فعلى مولاه. (خصائص للنسائی، رقم الحدیث ۸۰)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین خصلتیں ایسی سنی ہیں کہ اگر میں ان میں سے ایک کو بھی اپناؤں تو وہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہو۔ آپ نے فرمایا: علی میرے ہاں وہی مقام رکھتا ہے، جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں ایسے شخص کو علم عنایت کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ میں نے آپ سے یہ بھی سنا: جس کا میں دوست ہوں علی اس کا دوست ہے۔

۲- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من كنت مولاه فعلى مولاه، وسمعته يقول: انت منى بمنزلة هارون من موسى، الا انه لانبى بعدى، وسمعته يقول: لاعطين الرأية اليوم رجلاً يحب الله ورسوله. (امام محمد بن یزید سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۲۱)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا: جس کا میں دوست ہوں پس علی بھی اس کا دوست ہے،

میں نے آپ سے یہ بھی سنا: اے علی! تم میرے ہاں وہی مقام رکھتے ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں رکھتے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ میں نے یہ فرماتے ہوئے بھی آپ سے سنا: آج میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول کو پسند کرتا ہے۔

۳- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: اقبلنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجته التی حج، فنزل فی بعض الطریق، فامر الصلوٰة جامعة، فاخذ بید علی رضی الله عنه، فقال: الست اولی بالمؤمنین من انفسهم؟ قالوا: بلیٰ، قال: الست اولی لکل مؤمن من نفسه؟ قالوا: بلیٰ، قال: فهٰذا ولی من انا مولاه، اللهم، وال من والاه، اللهم! عاد من عاداه . (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۱۶)

انہوں نے کہا: ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں حج ادا کیا، آپ راستہ میں ایک جگہ ٹھہرے اور نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کی جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں ہر مومن کی جان سے زیادہ اس کے قریب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، پس علی ہر اس شخص کا دوست ہے جس کا میں دوست ہوں، اے اللہ! جو شخص اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یوم غدیر خم: من کنت مولاه فعلی مولاه .

(مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۲۰۶)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن فرمایا: جس کا میں دوست ہوں پس علی بھی اس کا دوست ہے۔

۵- حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: سمعت سعید بن وهب، قال: نشد علی رضی الله عنه الناس فقام خمسة اوستة من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فشهدوا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من کنت مولاه فعلی مولاه . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۶۵۲)

انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن وہب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم لی جس سلسلہ میں پانچ یا چھ صحابہ کرام نے گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں دوست ہوں پس علی بھی اس کا دوست ہے۔

۶- حضرت عمرو ذی مر اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

خطب رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم غدیر خم. فقال: من کنت مولاه فعلی مولاه، اللهم

وال من والاه وعاد من عاداه، وانصر من نصره واعن من اعانه ۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۵۰۵۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن خطبہ ارشاد فرمایا، تو آپ نے فرمایا: جس کا میں دوست ہوں پس علی بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! اسے دوست رکھ جو علی سے دوستی رکھتا ہے، جو اس سے عداوت رکھتا ہے اس سے عداوت رکھ، تو اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرتا ہے، تو اس کی نصرت کر جو اس کی نصرت کرتا ہے۔

۷۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: اوصي من آمن بي وصدقني بولاية علي بن ابي طالب: من تولاه فقد تولاني ومن تولاني فقد تولى الله، ومن احبه فقد احبني ومن احبني فقد احب الله، ومن ابغضه فقد ابغضني، ومن ابغضني فقد ابغض الله ۔ (مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث: ۱۷۵۱)

انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور اس نے میری تصدیق کی تو میں اسے ولایت علی کی وصیت کرتا ہوں، جس نے اس سے دوستی کی اس نے مجھ سے دوستی کی، جس نے مجھ سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی، جس نے اس سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے مجھ سے محبت کی تو اس نے اللہ سے محبت کی، جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔

3647 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُو عَتَّابٍ سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا الْمُخْتَارُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ وَحَمَلَنِي اِلَى دَارِ الْهِجْرَةِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ يَقُولُ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَا لَهُ صَدِيقٌ رَحِمَ اللّٰهُ عُثْمَانَ تَسْتَحْيِيهِ الْمَلَائِكَةُ رَحِمَ اللّٰهُ عَلِيًّا اللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَالْمُخْتَارُ بْنُ نَافِعٍ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ كَثِيرُ الْغَرَائِبِ وَاَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ كُوفِيٌّ وَهُوَ ثِقَةٌ

◄► حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم کرے۔ اس نے اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کی۔ مجھے ساتھ لے کر دار الہجرت تک آئے اور اس نے اپنے مال میں سے بلال کو آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے وہ حق کہتا ہے۔ اگرچہ وہ تلخ ہو اور سچ کہنے کی وجہ سے اب اس کا کوئی دوست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے، جس سے فرشتے

3647 ۔ تفردبه الترمذی ینظر (التحفة) (۳۷۷/۷)، حدیث (۱۰۱۰۷)، من اصحاب الکتب الستة، و اخرجه الحاکم فی المستدرك (۷۲/۳)، و قال: صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاه.

حیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علی پر رحم کرے۔ اے اللہ! وہ جہاں بھی جائے حق کو اس کے ساتھ رکھنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے اور ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

مختار بن نافع نامی راوی بصرہ کے رہنے والے بزرگ ہیں اور بکثرت ''غریب'' روایات نقل کرتے ہیں۔

ابو حیان تیمی نامی راوی کا نام یحییٰ بن سعید بن حیان تیمی ہے۔ یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور ''ثقہ'' ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حق کا لازم وملزوم ہونا:

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بہت پیار ہے، آپ نے کسی موقع پر اسے فراموش نہیں کیا، ہر وقت امت کی بخشش کا مسئلہ دامن گیر رہتا، بوقت پیدائش ووصال اور شب معراج لامکان پر مغفرت امت کے لیے دعائیں فرمائیں۔ امت محمدی کے ممتاز ترین افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جنہوں نے براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی وروحانی تربیت حاصل کی، ان کی کوششوں سے اسلام کو ترقی حاصل ہوئی، قرآن وسنت کی تدوین ہوئی اور دین اسلام ہم تک پہنچا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے خلفاء راشدین کو امتیازی مقام حاصل ہوا، ان کو جو قرب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درجہ ملا اس کی مثال نہیں ملتی اور ان کی خدمات کے اعتراف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں خصوصی دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ حدیث باب بھی خلفاء راشدین کے حق میں کی گئی دعاؤں کا خوبصورت گلدستہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمات کے اعتراف میں یوں دعا کی: اے اللہ! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر مہربانی کر کہ انہوں نے اپنا مال واولاد اور جان ووطن سب کچھ مجھ پر نثار کر دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا کی: اے اللہ! عمر پر مہربانی کر! ان کی وجہ سے اسلام کو ترقی حاصل ہوئی اور انہوں نے ہمیشہ ڈنکے کی چوٹ پر حق بات کہی ہے خواہ بعض لوگوں کو کڑوی لگی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں دعا کی: اے اللہ! عثمان پر مہربانی کر! وہ حیاء کا پیکر ہیں اور ان سے آسمان کے فرشتے حیاء کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی: اے اللہ! علی پر مہربانی کر کہ انہوں نے حق گوئی وحقانیت پسندی کو اپنا شعار بنایا، اب بھی جس طرف علی ہو اس طرف حق کو پھیر دے۔

فائدہ نافعہ:

خلفاء اربعہ کی ترتیب فضیلت وخلافت اس روایت سے عیاں ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ تاہم اس اعتقاد کے علاوہ ان کے امتیازی کمالات اپنی جگہ پر مسلمہ ہیں۔

3648 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِى عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ

3648 - اخرجه ابوداؤد (۳/۵۰) كتاب الجهاد: باب: من عبيد المشركين يلحقون بالمسلمين، حديث (۲۷۰۰)، و احمد (۱/۱۵۵).

متن حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ بِالرَّحَبَةِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحُدَيْبِيَةِ خَرَجَ اِلَيْنَا نَاسٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيهِمْ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَاُنَاسٌ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجَ اِلَيْكَ نَاسٌ مِنْ اَبْنَائِنَا وَاِخْوَانِنَا وَاَرِقَّائِنَا وَلَيْسَ لَهُمْ فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا خَرَجُوْا فِرَارًا مِنْ اَمْوَالِنَا وَضِيَاعِنَا فَارْدُدْهُمْ اِلَيْنَا قَالَ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ سَنُفَقِّهُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ لَتَنْتَهُنَّ اَوْ لَيَبْعَثَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ بِالسَّيْفِ عَلَى الدِّيْنِ قَدِ امْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهُ عَلَى الْاِيْمَانِ قَالُوْا مَنْ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ بَكْرٍ مَنْ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَالَ عُمَرُ مَنْ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُوَ خَاصِفُ النَّعْلِ وَكَانَ اَعْطَى عَلِيًّا نَعْلَهُ يَخْصِفُهَا ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْنَا عَلِيٌّ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ رِبْعِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ

قَالَ : وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ لَمْ يَكْذِبْ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ فِي الْاِسْلَامِ كَذْبَةً

قولِ امام بخاری: وَاَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ اَثْبَتُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ

ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں: حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ رحبیہ (کے میدان) میں ارشاد فرمایا: حدیبیہ کے دن مشرکین کے کچھ افراد نکل کر ہمارے پاس آ گئے جن میں سہیل بن عمرو اور قریش کے بڑے، بڑے کچھ افراد شامل تھے۔ ان قریش نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیٹوں اور بھائیوں میں سے کچھ لوگ نکل کر آپ کے پاس آ گئے ہیں اور ہمارے غلاموں میں سے بھی کچھ لوگ ہیں۔ انہوں نے دین کی سمجھ بوجھ حاصل نہیں کی۔ وہ صرف ہماری زمینوں اور ہماری جائیدادوں سے نکل کر آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہمیں واپس کر دیں، اگر انہیں دین کی سمجھ بوجھ نہیں ہے، تو ہم انہیں سمجھا لیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قریش یا تو تم ان حرکتوں سے باز آ جاؤ یا اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اس شخص کو بھیجے گا، جو دین کی وجہ سے تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں کا ایمان کے حوالے سے امتحان لے لیا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا: وہ شخص کون ہے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی دریافت کیا: وہ شخص کون ہے؟ یارسول اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جوتوں کی مرمت کرنے والا شخص ہے۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے جوتے دیے تھے، تاکہ وہ مرمت کر دیں۔

ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف توجہ دی اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے، اسے جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے ربعی کے حوالے

سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہونے کو جانتے ہیں۔

جارود، وکیع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ربعی بن حراش نے اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن ابواسود کے حوالے سے عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ منصور بن معتمر کوفہ سب سے مستند محدث ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مومن کامل ہونا:

مشرکین مکہ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخالفت اسلام کی وجہ سے جو مظالم ومصائب ڈھائے گئے، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی لیکن رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء یہ سب کچھ برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت ملنے پر وطن کی قربانی دے کر مدینہ طیبہ کی طرف عازمین ہجرت ہو گئے۔ مدینہ طیبہ جانے کے باوجود دشمنان اسلام اور کفار مکہ نے مسلمانوں کو سکون کا سانس نہیں لینے دیا بلکہ مخالفت دین کا سلسلہ جاری رکھا جس کے نتیجہ میں غزوات کا سلسلہ شروع ہوا۔ غزوہ بدر، غزوہ احزاب اور غزوہ خندق وغیرہ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ تاہم فتح مکہ کے بعد اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور مشرکین مکہ کے مغلوب ہونے کی وجہ سے غزوات کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

حدیث باب میں مشرکین مکہ اور قریش مکہ کی طرف سے ایک شرارت کا تذکرہ ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ کچھ مساکین وغرباء مسلمان ان کے حوالے کر دیے جائیں اور وہ حسب سابق ان پر ظلم وستم کریں لیکن نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مذموم مقاصد کو بھانپ لیا، اور ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا، کیونکہ آپ مسلمانوں پر مظالم نہیں چاہتے تھے اور امن وسلامتی کی علامت بن کر مبعوث ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رؤساء مکہ کو جو جواب دیا گیا تھا، اس میں ان کے مغلوب ہونے کا آئینہ دکھایا گیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امارت وخلافت کا تذکرہ تھا۔ اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور مثال بیان کیا گیا ہے ورنہ مراد خلفاء راشدین وغیرہ سب لوگ ہیں۔ تاہم خلیفہ چہارم، امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ ایک کامل مؤمن کے طور پر کر کے ان کی فضیلت واضح کی گئی ہے۔

3649 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِى عَنْ اِسْرَآئِيلَ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيلَ عَنْ اَبِى اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِى طَالِبٍ اَنْتَ مِنِّى وَاَنَا مِنْكَ وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا: تم

مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (اس حدیث میں پورا واقعہ منقول ہے)
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

من توشدم وتومن شدی:

خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین کثیر رشتے ہیں مثلاً چچازاد بھائی، داماد، مواخات کے بھائی، اہل بیت کا فرد، نبی اور پہلا امتی وغیرہ۔ یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گہرے رشتہ کی مظہر ہے۔ علاوہ ازیں اس سے مرتضوی قدر ومنزلت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس گہرے تعلق وعلاقہ کے حوالے سے کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ (آل عمران:۶۱) (پس آپ فرمادیں کہ آؤ ہم اپنی اولاد کو اور تم اپنی اولاد کو بلاؤ) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلالائے۔ پھر آپ نے فرمایا: اللھم ھؤلاء اھلی (امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۴۰۴) اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

۲- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ وعلیہ مرط مرحل، من شعر اسود، فجاء الحسن بن علی رضی اللہ عنھما فأدخلہ، ثم جاء الحسین رضی اللہ عنہ فدخل معہ، ثم جاء ت فاطمۃ رضی اللہ عنھا فاادخلھا، ثم جاء علی رضی اللہ عنہ فأدخلہ، ثم قال: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۲۴۲۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح کو (اپنے گھر سے) اس حالت میں برآمد ہوئے کہ ایک چادر اوڑھ رکھی تھی جس پر سیاہ کجاوے کے نشانات موجود تھے۔ حضرت امام حسن آئے تو آپ نے انہیں چادر میں چھپالیا، پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں چھپالیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں چھپالیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی چھپالیا پھر آپ نے کہا: اے اہل بیت! بیشک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

۳- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ، قال: نزلت فی خمسۃ: فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی و فاطمۃ والحسن والحسین۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث:۳۴۵۶)

اے اہل بیت! بیشک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کر دے۔ یہ آیت پانچ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی (۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، (۲) حضرت علی، (۳) فاطمہ، (۴) حضرت امام حسن، (۵) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

لما نزلت هذه الآية: قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ، قالوا: يا رسول الله! من قربتك هؤلاء الذين وجبت علينا؟ قال: على و فاطمة و ابناهما . (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:۲۶۴۱)

جب یہ آیت نازل ہوئی: ''(اے محبوب!) آپ فرما دیں کہ میں تم سے اس کا معاوضہ نہیں لیتا سوائے اپنے رشتہ داروں سے محبت کرنے کے۔''لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ کے رشتہ دار کون لوگ ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے؟ آپ نے جواب دیا: وہ یہ ہیں:

(۱) علی، (۲) فاطمہ، (۳) حسن، (۴) حسین۔

۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمر بباب فاطمة ستة اشهر اذا خرج الى صلوٰة الفجر، يقول: الصلوٰة يا اهل البيت: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:۴۷۴۸)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھ ماہ تک فجر کی نماز کے لیے جاتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے ہوئے یوں فرمایا کرتے تھے: اے اہل بیت! نماز ادا کرو، بیشک اللہ چاہتا ہے کہ تم سے نجاست کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک وصاف کر دے۔

۶- حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاينعقد قدما عبد حتى يسأل عن اربعة عن جسده فيما ابلاه، وعمره فيما افناه، وماله من اين اكتسبه وفيما انفقه، وعن حب اهل البيت فقيل: يا رسول الله، فما علامة حبكم؟ فضرب بيده على منكب على . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:۲۱۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے دونوں قدم اس وقت اگلے جہاں کی طرف نہیں بڑھتے جب تک اس سے چار امور کے بارے میں سوال نہ کیا جائے:

(۱) جسم کے بارے میں کہ اس نے کن اعمال میں بوسیدہ کیا؟

(۲) عمر کے بارے میں کہ اس نے کس حال میں بسر کی؟

(۳) مال کے بارے میں کہ اس نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

(۴) اہل بیت سے محبت کرنے کے بارے میں؟ صحابہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! اہل بیت سے محبت کی علامت کیا ہے؟ تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شانے پر ہاتھ مارا۔

3650 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِىْ هَارُوْنَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّا كُنَّا لَنَعْرِفُ الْمُنَافِقِيْنَ نَحْنُ مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ بِبُغْضِهِمْ عَلِيَّ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ هَارُوْنَ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِىْ اَبِىْ هَارُوْنَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم انصار سے تعلق رکھنے والے لوگ منافقین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے بغض کی وجہ سے جانتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شعبہ نامی راوی نے ابوہارون عبدی نامی راوی کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے۔

یہی روایت اعمش نامی راوی کے حوالے سے ابوصالح کے حوالے سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

3651 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبِىْ نَصْرٍ عَنِ الْمُسَاوِرِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ اُمِّهِ

قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَسَمِعْتُهَا تَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَّلَا يُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ اَبُوْ نَصْرٍ الْوَرَّاقُ وَرَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ

مساور حمیری اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے انہیں یہ بیان کرتے ہوئے سنا' نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: کوئی منافق علی سے محبت نہیں رکھے گا' اور کوئی مؤمن ان سے بغض نہیں رکھے گا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور یہ سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3650 ۔ تفرد بہ الترمذی انظر التحفۃ (۳/ ۴۳۴)، حدیث (۴۲۶۴) من اصحاب الکتب الستۃ، و ذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد (۳/ ۱۳۵)، من طریق جابر بن عبد اللہ و عزاہ للطبرانی فی الاوسط و للبزار بنحوہ، باسانید کلھا ضعیفۃ۔

عبداللہ بن عبدالرحمن نامی راوی ابونصر وراق ہے۔ سفیان ثوری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا ایمان کی علامت اور بغض رکھنا نفاق کی علامت ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا علامت ایمان ہے اور ان سے بغض وعداوت رکھنا علامت نفاق ہے یعنی مومن ان سے محبت رکھتا ہے اور منافق عداوت وبغض رکھتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی محبت رکھنا، علامت ایمان ہے اور آپ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اہل بیت اطہار اور صحابہ سے بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عقیدت ومحبت رکھی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے، ان سے محبت رکھنے کا حکم دیا اور ان سے محبت رکھنے کو اپنی محبت قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں کثیر روایات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت زربن حبیش رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال علی: والذی فلق الحبة وبرأ النسمة، انه لعهد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم الی: ان لایحبنی الا مؤمن ولا یبغضنی الا منافق. (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۷۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے سے اناج پیدا کیا اور جس نے جانداروں کی تخلیق فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے پکا عہد ہے: صرف مومن مجھ سے محبت کرے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

۲-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: انا کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار ببغضهم علی بن ابی طالب. (حلیۃ الاولیاء، ج ۶، ص ۲۹۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم انصار لوگ، منافقوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض وعناد رکھنے کے سبب پہچان لیتے تھے۔

۳-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

لقد عهد الی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم انه لایحبك الا مومن ولا یبغضك الا منافق، قال عدی بن ثابت: انا من القرن الذین دعالهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

(جامع ترمذی، رقم الحدیث ۳۷۳۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد وپیمان لیا تم سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا۔ حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرا تعلق ایسے لوگوں کے ساتھ ہے جن کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔

۴-حضرت عبداللہ بن جدلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال دخلت علی اُمّ سلمة رضی الله عنها، فقالت لی: ایسب رسول الله صلی الله علیه وسلم فیکم؟ قلت: معاذ الله! او سبحان الله او کلمة نحوها قالت: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من سب علیاً فقد سبنی. (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۸۴۷۶)

حضرت عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے بتایا: کیا تم لوگوں کی موجودگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی جاتی ہے؟ میں نے جواب دیا: اللہ کی پناہ یا اللہ کی ذات پاک ہے یا اس کا دوسرا کلمہ کہا۔ انہوں نے مجھے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: جس شخص نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

۵-حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لعلی: محبك محبی، ومبغضك مبغضی.

(مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث: ۸۳۰۴)

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جو شخص تم سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو تم سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

۶-حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال نظر النبی صلی الله علیه وسلم الی فقال: یا علی! انت سید فی الدنیا سید فی الآخرة، حبیبك حبیبی، وحبیبی حبیب الله، وعدوك عدوی، وعدوی عدو الله، والویل لمن ابغضك بعدی. (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۶۵۷)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے علی! تم دنیا اور آخرت میں میرے سردار ہو، تم سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور مجھ سے محبت کرنے والا اللہ سے محبت کرنے والا ہے۔ تم سے دشمنی رکھنے والا مجھ سے دشمنی رکھنے والا ہے اور مجھ سے دشمنی رکھنے والا اللہ سے دشمنی رکھنے والا ہے۔

۷-حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لعلی: طوبیٰ لمن احبك وصدق فیك، وویل لمن ابغضك وکذب فیك. (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۶۵۷)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں فرماتے ہوئے سنا: (اے علی!) اس شخص کے لیے مبارک ہو جس نے تجھ سے محبت کی اور تیری تصدیق کی، اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جس نے تجھ سے بغض رکھا اور تیری تکذیب کی۔

۸- حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: جاء رجل من اهل الشام فسب عليا عند ابن عباس فحصبه ابن عباس فقال: يا عدو الله! آذيت رسول الله صلى الله عليه وسلم: إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا○ لو كان رسول الله صلى الله عليه وسلم حياً لاذيته .

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۶۱۸)

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہل شام میں سے ایک شخص آیا، اس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی، تو انہوں نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہے، کیونکہ ارشاد ربانی ہے: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہوتے تو یہ بات یقیناً آپ کے لیے اذیت کا سبب ہوتی۔

3652 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الْفَزَارِيُّ ابْنُ بِنْتِ السُّدِّيِّ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِيْ رَبِيْعَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ بِحُبِّ اَرْبَعَةٍ وَّاَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ يُحِبُّهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِّهِمْ لَنَا قَالَ عَلِيٌّ مِّنْهُمْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ ثَلَاثًا وَّاَبُوْ ذَرٍّ وَّالْمِقْدَادُ وَسَلْمَانُ اَمَرَنِيْ بِحُبِّهِمْ وَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ يُحِبُّهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں کے ساتھ محبت کرنے کی ہدایت کی ہے اور اس نے مجھے یہ بتایا ہے: وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! ان کے نام ہمیں بتائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: علی ان میں سے ایک ہے۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی (اور پھر یہ نام لئے) ابوذر، مقداد اور سلمان اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت کرنے کی ہدایت کی ہے اور اس نے مجھے بتایا ہے: وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف شریک سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت واجب ہونا:

جس طرح قرآن کو دیکھنا عبادت ہے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے اور جس طرح قرآن سے محبت

3652 - اخرجه ابن ماجه (۵۳/۱): المقدمة، باب: فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث (۱۴۹) و احمد (۳۵۱/۵، ۳۵۶).

واجب ہے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار اہل بیت میں ہوتا ہے، لہٰذا اہل بیت کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا ضروری ہے۔ محبت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: كان على قد تخلف عن النبى صلى الله عليه وسلم فى خيبر، وكان به رمد، فقال: انا اتخلف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فخرج على فلحق بالنبى صلى الله عليه وسلم فلما كان مساء الليلة التى فتحها الله فى صباحها، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاعطين الراية او ليأخذن الراية غداً رجل يحبه الله ورسوله، اوقال: يحب الله ورسوله، يفتح الله عليه، فاذا نحن بعلى، وما نرجوه، فقالوا: هٰذا على، فأعطاه رسول الله صلى الله عليه وسلم ففتح الله عليه.

(الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۴۹۹)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے موقع پر آشوب چشم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مجاہدین میں شامل نہ ہو سکے، انہوں نے خیال کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیوں سے پیچھے رہ گیا ہوں، آپ نہایت جذبہ سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے، جب ایسی شب آئی جس کی صبح کو فتح و نصرت حاصل ہونا تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کل جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جسے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رکھتے ہیں یا فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے، اللہ اس کے ہاتھوں خیبر فتح کرے گا۔ پھر اچانک ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے موجود پایا حالانکہ ان کے آنے کی امید نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا انہیں عنایت کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عنایت فرمائی۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال: وسد ابواب المسجد غير باب على فقال: فيدخل المسجد جنباً وهو طريقه، ليس له طريق غيره. (مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۳۰۶۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروا دیے سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی حالت جنابت میں مسجد سے گزر سکتے ہیں، کیونکہ ان کے لیے (گھر میں) آمد و رفت کا یہی راستہ ہے۔

۳- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ادعوالى سيد العرب فقلت: يا رسول الله! الست سيد العرب؟ قال: انا سيد ولد آدم و على سيد العرب. (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۶۲۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس عرب کے سردار کو بلاؤ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ سردار عرب نہیں ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں جبکہ علی عرب کے سردار ہیں۔

۴-حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کنی علیا بابی تراب، فکانت من احب کنا الیہ .

(المسند للبزار، رقم الحدیث: ۲۱۵۵)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب (مٹی والا) کنیت سے نوازا، تو انہیں یہ کنیت سب سے زیادہ پسند تھی۔

۵-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الناس من شجر شتی، وانا و علی من شجرۃ واحدۃ . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۶۵۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: لوگوں کا الگ الگ نسب نامہ ہے جبکہ میرا اور علی کا ایک ہی نسب نامہ ہے۔

۶-حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قالت: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: علی مع القرآن، والقرآن مع علی لایفترقان حتی یردا علی الحوض . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۴۸۸۰)

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ میرے حوض کوثر پر آئیں گے۔

۷-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لام سلمۃ، ھٰذا علی بن ابی طالب لحمہ لحمی، ودمہ دمی، فھو منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی، الا انہ لانبی بعدی . (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۲۳۴۱)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ علی بن طالب ہیں جن کا گوشت میرا گوشت ہے اور ان کا خون میرا خون ہے۔ پس یہ میرے ہاں وہ مقام رکھتے ہیں جو حضرت ہارون علیہ السلام کا مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا ماسوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

۸-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

نزلت فی علی بن ابی طالب: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ قال: محبۃ فی قلوب المؤمنین . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۵۵۱۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے تو عنقریب ان کے لیے اللہ محبت پیدا کر دے گا۔'' اس ارشاد سے مراد ہے: مومنوں کے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ہے۔

۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمة من علی.

(فیض القدیر للمناوی، ج:۲، ص:۲۱۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں (اپنی بیٹی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔

۱۰- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قالت: رأیت ابابکر یکثر النظر الی وجه علی فقلت له: یا ابت، اراك تکثر النظر الی وجه علی؟ فقال: یا بنية، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: النظر الی وجه علی عبادة.

(کتاب الموافقة للزمخشری، ص:۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو بکثرت دیکھتے تھے، میں نے ان سے عرض کیا: اے میرے والد گرامی! آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو کیوں دیکھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اے میری بیٹی! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

۱۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ذکر علی عبادة. (مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث:۱۳۵۱)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر عبادت ہے۔

۱۲- حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: غسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب والفضل بن العباس واسامة بن زید وکان علی یغسله ویقول: بابی انت وامی، طبت میتاً وحیاً. (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:۲، ص:۲۷۷)

انہوں نے کہا: حضرت علی بن طالب، حضرت فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دینے کے دوران میں کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے والدین قربان ہوں، آپ حالت زندہ اور بعد از وصال (دونوں حالتوں میں) پاکیزہ ہیں۔

۱۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد، اذ قال صلی اللہ علیہ وسلم لعلی: ھذا جبریل یخبرنی ان اللہ زوجك فاطمة، واشھد علی تزویجك اربعین الف ملك، و اوحی الی شجرة طوبی ان انثری علیھم الدر والیاقوت، فنثرت علیھم الدر والیاقوت، فابتدرت الیہ الحور العین: یلتقطن من اطباق الدر والیاقوت، فھم یتھادونہ بینھم الی یوم القیامة ۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ للطبری، ج ۳، ص ۱۴۶)

انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تشریف فرما ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نکاح فاطمہ سے کر دیا ہے، بطور گواہ چالیس ہزار فرشتوں کو نکاح میں شامل کیا اور شجرہ ہائے طوبیٰ سے یوں فرمایا: ان پر موتی اور یاقوت بکھیرو، پھر موٹی آنکھوں والی حوروں نے موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھر لیے، جو فرشتے تاقیامت ایک دوسرے کو بطور تحفہ پیش کرتے رہیں گے۔

فائدہ نافعہ:

حدیث باب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن چار صحابہ سے خصوصیت سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے تین صحابہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوذر غفاری،

(۲) حضرت مقداد بن عمر،

(۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔

ان سے محبت کی وجہ فروغ اسلام کے حوالے سے ان کی خدمات، خلوص وللہیت، تقویٰ وطہارت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت وجان نثاری تھی۔

3653 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: عَلِيٌّ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَّلَا يُؤَدِّىْ عَنِّىْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے (کسی بھی عہد کو) میرے اور علی کے علاوہ کوئی اور پورا نہیں کر سکتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

3653 - اخرجه ابن ماجه (۱/۴۴): المقدمة: باب: فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث (۱۱۹) و احمد (۴/۱۶۴، ۱۶۵).

شرح

برأت کا اعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کرانا:

اس حدیث کا شان ورود یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ۸ھ میں سورہ برأت نازل ہوئی، اسی سال فرضیت حج کا حکم نازل ہوا، ۹ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ کیا، انہیں حکم دیا کہ حج کے موقع پر برأت کا اعلان بھی کردیں کہ آئندہ سال سے مشرکین حج کی ادائیگی کے لیے ہرگز نہ آئیں، پھر آپ نے خیال فرمایا کہ اہل عرب کا قدیم طریقہ چلا آرہا ہے کہ خون اور مال وغیرہ کے معاہدہ کا اعلان قبیلہ کا رئیس یا اس کا قریبی رشتہ دار کرتا ہے، اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے اپنے نائب کی حیثیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برأت کا اعلان کرنے کے لیے روانہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا ملے، انہوں نے دریافت کیا: کیا آپ امیر حج کی حیثیت سے آئے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے امیر حج کی حیثیت سے نہیں بلکہ حج کے موقع پر اعلان برأت کرنے کے لیے بھیجا ہے، چنانچہ حج کی ادائیگی کے موقع پر اعلان کیا کہ آئندہ سال حج کی غرض سے صرف مسلمان آئیں گے لیکن مشرکین ہرگز ہرگز آنے کی کوشش نہ کریں، یہ اعلان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے قریبی رشتہ دار اور نائب ہونے کی حیثیت سے میں کر رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج کی حیثیت سے روانہ کیا، پھر اعلان برأت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا تا کہ وہ حج کے مواقع پر اعلان برأت کریں، یہ روانہ کرنے کی ترتیب ان بزرگوں کی عظمت و فضیلت اور ترتیب نیابت و خلافت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس ترتیب سے ہٹ کر اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے روانہ کیا جاتا تو یہ وہم پیدا ہوسکتا تھا کہ آپ خلافت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حقدار ہیں لیکن عمداً ایسا نہیں کیا گیا۔

3654 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: اٰخى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ فَجَآءَ عَلِيٌّ تَدْمَعُ عَيْنَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اٰخَيْتَ بَيْنَ اَصْحَابِكَ وَلَمْ تُؤَاخِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَحَدٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ اَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى

3654 ۔ تفردبه الترمذی انظر التحفة (٥/٣٢٩)، حديث (٦٦٧٧)، و اخرجه الحاكم فی المستدرك (٣/١٤) من طريق مجمع بن عمير عن ابن عمر فذكره.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان مواخات قائم کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان مواخات قائم کر دی ہے' لیکن میرے اور کسی اور شخص کے درمیان بھائی چارگی قائم نہیں کی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت زید بن اوفی سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا وآخرت میں بھائی ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بے شمار احسانات ہیں، ایک احسان حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ہجرت مدینہ کے ابتدائی زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی بحالی کے لیے مہاجرین اور انصار صحابہ میں رشتہ ''مواخات'' قائم کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں ''مواخات'' سے محروم ہوں؟ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے علی! تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

فائدہ نافعہ:

اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری تعلق وعلاقہ اخوت و برادر ہونے کا بیان کیا گیا ہے لیکن حقیقی رشتہ نبی اور امتی ہونے کا تھا جس سے اونچا کوئی رشتہ نہیں ہوسکتا۔ اس روایت اور دوسری احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے صحابی کو اپنا بھائی کہنا عجز وانکسار کی بنا پر تھا۔ ان روایات کو بنیاد بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بھائی کا منصب دینا درست نہیں ہے، کیونکہ بعض اوقات انسان بڑے بھائی سے تنازع بھی کر لیتا ہے لیکن امتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تنازع نہیں کرسکتا۔

3655 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ عِيسَى بْنِ عُمَرَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَيْرٌ فَقَالَ اللّٰهُمَّ ائْتِنِي بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَيْكَ يَاْكُلُ مَعِي هٰذَا الطَّيْرَ فَجَآءَ عَلِيٌّ فَاَكَلَ مَعَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ السُّدِّيِّ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ

3655 - تفرد به الترمذی انظر التحفة (۱/۹٤)، حدیث (۲۲۸)، و ذكره الهیثمی فی مجمع الزوائد (۹/۱۲۵، ۱۲۶)، و عزاه للطبرانی فی الاوسط و الكبیر، باختصار، و ابی یعلی با ختصار كثیر، و لانه مذی طرفًا منه.

رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ

توضیح راوی: وَعِیْسَی بْنُ عُمَرَ هُوَ کُوْفِیٌّ وَالسُّدِّیُّ اسْمُهُ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَقَدْ اَدْرَكَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَرَاَی الْحُسَیْنَ ابْنَ عَلِیٍّ وَثَّقَهُ شُعْبَةُ وَسُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَزَائِدَةُ وَوَثَّقَهُ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدِ الْقَطَّانُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بھنا ہوا) پرندے کا گوشت موجود تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

''اے اللہ اس شخص کو لے آ! جو تیری بارگاہ میں تیری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو' تا کہ وہ پرندے (کے گوشت کو) کھالے''۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسے کھایا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کے سدی سے' منقول ہونے کو صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عیسیٰ بن عمر نامی راوی کوفی ہے جبکہ سدی نامی راوی کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن ہے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہوئی ہے۔

شعبہ' سفیان ثوری' زائدہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پرندہ کھانا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مطابق ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنا ہوا ایک پرندہ پیش کیا گیا، آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے پروردگار! جو شخص تیرے ہاں زیادہ عزیز ہو اسے میرے پاس بھیج دے تا کہ وہ میرے ساتھ مل کر پرندہ کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر پرندہ کھایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تھا کہ جب تک کسی مہمان کو ساتھ نہ ملاتے تو کھانا نہ کھاتے تھے، مہمان کی آمد میں خواہ آپ کو کئی دنوں تک انتظار کرنا پڑتا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے کھانا تناول کرنا پسند نہ کیا، خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آمد پر اظہار مسرت کیا اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر پرندہ کھایا۔ پرندہ سے مراد کبوتر یا مرغابی یا تکڑی وغیرہ کوئی بھی ہو سکتا ہے۔

بعض محدثین نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے، کیونکہ صحیح تسلیم کرنے سے حضرات انبیاء ومرسلین علیہم السلام اور خلفاء

ثلاثہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت زیادہ ثابت ہوتی ہے جبکہ یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ اس کے برعکس بعض محدثین اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس حدیث سے مراد انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہیں اور خلفاء ثلاثہ کا استثنیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہ قصد فرمایا تھا کہ میرے قریبی اعزاء و اقارب سے جو زیادہ معزز و محترم ہو، اسے میرے پاس بھیج دے تا کہ وہ میرے ساتھ مل کر کھانا کھائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے اقارب سے زیادہ عزیز تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا اور انہوں نے آپ کے ساتھ مل کر پرندہ کھایا۔

3656 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ اَسْلَمَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ هِنْدٍ الْجَمَلِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ اِذَا سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ وَاِذَا سَكَتُّ ابْتَدَاَنِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ سے میں کوئی چیز مانگتا تھا' تو آپ ﷺ مجھے عطا کر دیتے تھے' اور جب میں خاموش رہتا تھا (یعنی نہیں مانگتا تھا) تو آپ خود ہی مجھے عطا کر دیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نوازنا:

اللہ تعالیٰ کے تمام خزانوں کے مالک و مختار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے واضح طور پر فرمایا: واللہ یعطی وانا قاسم (او کما قال علیہ السلام) اللہ تعالیٰ عنایت کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو بھی سائل آتا اسے نوازا جاتا تھا، کیونکہ آپ کی زبان مبارک سے کبھی لفظ ''لا'' (نہیں) نہیں نکلا تھا۔ حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جو چیز طلب کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مجھے عنایت کرتے بلکہ جو چیز طلب نہ کرتا وہ بھی عطا فرماتے تھے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔

3657 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الرُّوْمِيِّ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ سَلَمَةَ

3656۔ انفردبه الترمذی من اصحاب الکتب الستة، ینظر التحفة (٤١٥/٧)، و اخرجه الحاکم، فی المستدرک (١٢٥/٣)، و قال: صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه، من طریق عبد الله بن عمرو بن هند الجملی عن علی.

3657۔ تفردبه الترمذی ینظر (التحفة) (٤٢١/٧)، حدیث (١٠٢٠٩)، و ذکره ابن عراق فی (تنزیه الشریعة) (٣٧٧/١، حدیث (١٠٣)، و عزاه لابن بطة فی الابانة من طریق محمد بن عمر الرومی وقال: لا یجوز الاحتجاج به، وفیه ایضًا سلمة بن کهیل عن الصنابحی، و سلمة لم یسمع الصنابحی.

بن کہیل عن سوید بن غفلة عن الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم

متن حدیث: اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مُنْكَرٌ

اختلاف سند: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ شَرِيْكٍ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ وَاحِدٍ مِّنَ الثِّقَاتِ عَنْ شَرِيْكٍ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب منکر" ہے۔

بعض راویوں نے اسے شریک کے حوالے سے نقل کیا ہے اور انہوں نے اس میں صنابحی نامی راوی کا ذکر نہیں کیا۔

ہم اس حدیث کے شریک سے منقول ہونے کو کسی ثقہ راوی کے حوالے سے نہیں جانتے۔

اس حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم وحکمت کا گھر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہونا:

ارشاد ربانی ہے: ویعلمهم الکتاب والحکمة (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو علم وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں) اس آیت اور حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم علم وحکمت کا گھر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص علم وحکمت کی دولت حاصل کرنے کا خواہشمند ہو، اسے وصول کرنا چاہتا ہو، وہ اس کے دروازے سے داخل ہونے کی کوشش کرے تو مقصد کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ سرچشمہ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عقیدت ومحبت رکھنے سے علم وحکمت کی دولت حاصل ہو سکتی ہے۔

بعض روایات میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو علم وحکمت کا شہر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا دروازہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد المدینة فلیات الباب .

(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۴۶۳۷)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں تو جو شخص (حصول علم کے مقصد سے) شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے، وہ دروازہ سے داخل ہو۔

۲۔حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

عن عبدالله قال: كنا نتحدث ان اقضى اهل المدينة ابن ابى طالب . (المستدرک للحاکم رقم الحدیث ۴۶۵۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اہل مدینہ میں سے سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۳۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: والله ما نزلت اٰية الا وقد علمت فيما نزلت واين نزلت وعلى من نزلت، ان ربى وهب لى قلباً عقولاً ولساناً طلقاً . (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج:۱،ص:۶۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! میں قرآن کریم کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں، کس جگہ میں اور کس پر نازل ہوئی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھنے والا دل اور فصیح وبلیغ زبان عطا کی ہے۔

سوال: حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم علم وحکمت کا گھر ہیں اور دوسری روایات میں مذکور ہے کہ آپ علم وحکمت کا شہر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً اپنی ذات کو علم کا گھر قرار دیا ہو پھر امت کو حصول علم کی ترغیب وتلقین دلانے اور اس کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے علم وحکمت کا شہر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا دروازہ قرار دیا ہو۔

سوال: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ علم وحکمت کا گھر یا شہر کا دروازہ ہیں، تو علم وحکمت آپ کے ساتھ مخصوص ہوئی اور جو ذات سراپا علم وحکمت ہو وہی نیابت وخلافت کی زیادہ حقدار ہوتی ہے، لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حقدار ہوئے؟

جواب: حدیث باب یا دوسری روایات میں حصر مقصود نہیں ہے کہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ علم وحکمت کا گھر یا شہر کا دروازہ ہیں بلکہ جس طرح جنت کے آٹھ دروازے ہیں اسی طرح علم وحکمت کے کثیر دروازے ہیں، ان میں سے اہم دروازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوسرے دروازے ہیں۔ اس پر دلیل یہ تاریخی حقیقت ہے کہ تابعین نے جہاں سرچشمہ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علم وحکمت کی دولت حاصل کی وہاں دوسرے صحابہ یعنی حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی، حضرت زید بن ثابت جو علم فرائض میں ممتاز تھے، حضرت معاذ بن جبل جو علم حلال وحرام میں ممتاز تھے اور حضرت ابی بن کعب جو علم قرأت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے وغیرہ رضی اللہ عنہم سے بھی علمی وروحانی فیضان حاصل کیا۔ مشہور روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ نوش فرمایا، پھر باقی ماندہ دودھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا اور اس کی تعبیر ''علم'' سے بیان فرمائی۔

3658 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِى

وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متن حدیث: اَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِىْ سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَسُبَّ اَبَا تُرَابٍ قَالَ اَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ اَسُبَّهُ لَاَنْ تَكُوْنَ لِىْ وَاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ اَحَبُّ اِلَىَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِعَلِيٍّ وَّخَلَفَهُ فِىْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَخْلُفُنِىْ مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَرْضَى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسَى اِلَّا اَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِىْ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُّحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ ادْعُوْا لِىْ عَلِيًّا فَاَتَاهُ وَبِهٖ رَمَدٌ فَبَصَقَ فِىْ عَيْنِهٖ فَدَفَعَ الرَّايَةَ اِلَيْهِ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (نَدْعُ اَبْنَائَنَا وَاَبْنَائَكُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَكُمْ) الْاٰيَةَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَّفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِىْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عامر بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ آپ ابوتراب پر تنقید نہیں کرتے‘ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے (ان کے بارے میں) تین باتیں یاد ہیں‘ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھیں۔ اس لئے میں انہیں برا نہیں کہہ سکتا۔ ان تین میں سے کوئی ایک بھی میرے بارے میں ہوتی‘ تو یہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں (کا مالک ہونے سے) زیادہ محبوب تھی۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جب آپ نے انہیں ایک جنگ کے دوران اپنے پیچھے چھوڑا تھا‘ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھی یا رسول اللہ آپ اپنے پیچھے خواتین اور بچوں کے ساتھ مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں‘ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہو‘ جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ (حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ خیبر کے دن یہ ارشاد فرماتے سنا: میں جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا‘ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے‘ اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: ہم اس بات کے انتظار میں رہے‘ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے‘ تو ان کی آنکھیں دکھنے آئی ہوئی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا اور جھنڈا انہیں عطا کیا‘ تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کی۔

(حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب یہ آیت نازل ہوئی:

”ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی خواتین کو اور تمہاری خواتین کو بلاتے ہیں“

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ!

یہ میرے اہل بیت ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت اور انہیں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ داماد رسول، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، فاتح خیبر اور اہل بیت کا فرد فرید ہونے کی وجہ سے امتیازی عظمت وفضیلت کے حامل تھے۔ ان امور کی وجہ سے انہیں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خاص مقام ومرتبہ حاصل تھا، جس کے نتیجہ میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں محبت تھی اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کی نافرمانی نہ کی جائے اور تابعداری کا تقاضا ہے کہ فرمانبرداری کرنے والے سے محبت کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت شیر وشکر رہا کرتے تھے، صحابہ کرام اہل بیت بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے۔

حدیث باب کا شان ورود یہ ہے کہ ایک مجلس میں لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برائی بیان کی لیکن اس مجلس میں ہوتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کی برائی بیان نہ کی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے برائی بیان نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا:

(i) غزوۂ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنایا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر نگران بنا کر جارہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تمہارا میرے ساتھ وہی تعلق ہے، جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: کل میں جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا کہ اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ خیبر فتح کرے گا، صبح ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں، فرمایا: انہیں فوراً لایا جائے، حسب حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ پیش کیے گئے، آپ نے اپنا لعاب دہن ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں لگایا تو درد فوراً ختم ہوگیا، اپنے دست اقدس سے جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا، مجاہدین نے حملہ کیا تو قلعہ خیبر فتح ہوگیا اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ فاتح خیبر کے لقب سے ملقب ہوئے۔

(iii) ارشاد قرآن ہے: بلاتے ہیں ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو، اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔ (آل عمران: ۶۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلالائے اور یوں دعا کی: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان خوبیوں، قدر ومنزلت اور فضیلت کی وجہ سے میری زبان نے زیب نہ دیا کہ میں دوسرے لوگوں کی طرح آپ کی مذمت و برائی بیان کروں۔

3659 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْاَحْوَصُ بْنُ جَوَّابٍ اَبُو الْجَوَّابِ عَنْ يُونُسَ بْنِ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَيْنِ وَاَمَّرَ عَلٰى اَحَدِهِمَا عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَّعَلَى الْاٰخَرِ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَقَالَ اِذَا كَانَ الْقِتَالُ فَعَلِیٌّ قَالَ فَافْتَتَحَ عَلِیٌّ حِصْنًا فَاَخَذَ مِنْهُ جَارِيَةً فَكَتَبَ مَعِیْ خَالِدٌ كِتَابًا اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشِیْ بِهٖ قَالَ فَقَدِمْتُ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ الْكِتَابَ فَتَغَيَّرَ لَوْنُهٗ ثُمَّ قَالَ مَا تَرٰى فِیْ رَجُلٍ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ قُلْتُ اَعُوْذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهٖ وَاِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ فَسَكَتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے دولشکر روانہ کیے۔ ان میں سے ایک کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور دوسرے کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور ارشاد فرمایا: جب جنگ شروع ہوگی' تو علی رضی اللہ عنہ (دونوں لشکروں کے) امیر ہوں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب حضرت علی نے قلعہ فتح کر لیا تو (مالِ غنیمت) میں سے ایک کنیز کو حاصل کر لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میرے ذریعے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں خط لکھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور آپ ﷺ نے خط کو پڑھا تو آپ ﷺ کا رنگ تبدیل ہو گیا' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے شخص کے بارے میں تم کیا سوچتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی میں اللہ تعالیٰ کے حضور کے غضب اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں میں تو صرف ایک قاصد ہوں' تو نبی اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے زیادہ جنگی صلاحیت ہونا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ میں علم و حکمت کی طرح شجاعت و بہادری کا وصف بھی ودیعت رکھا گیا تھا، حیدر کرار اور فاتح خیبر آپ کے مشہور القاب تھے۔ ایک مشہور روایت کے مطابق ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کے دو لشکر روانہ فرمائے۔ ایک گروہ کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعینات فرمایا جبکہ دوسرے گروہ کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

تھے، یہ تاکید فرمائی کہ جب دشمن سے مقابلہ شروع ہو تو دونوں گروہوں کو متحد کیا جائے اور اس کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے۔ چنانچہ حسب حکم جنگ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا گیا، مجاہدین کے ہاتھوں قلعہ فتح ہو گیا، جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں ایک لونڈی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لونڈی پر قبضہ کیا اور اس کے ساتھ جماع کیا، یہ بات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اچھی نہ لگی، انہوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو بطور قاصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور لونڈی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جماع کے بارے میں عرض کیا گیا، اس پر مطلع ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتا ہو، اور اللہ تعالیٰ و رسول اس سے محبت کرتے ہوں اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ ناراضگی پر مشتمل یہ جملے سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے تو ایک قاصد کی حیثیت سے یہ پیغام پہنچایا ہے، پھر بھی میں اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔

اس روایت سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے زیادہ جنگی صلاحیت پائی جاتی تھی، اسی صلاحیت اور شجاعت و بہادری کے وصف کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت دونوں گروہوں کو ایک بنا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا لیا جائے۔ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری پورے عرب میں مسلمہ اور مشہور تھی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جنگی صلاحیت ان سے بھی زیادہ پائی جاتی تھی۔

شجاعت مرتضوی رضی اللہ عنہ کا ایک تاریخی واقعہ:

خیبر یہود کا مرکز ہے، جو نخلستان علاقہ پر مشتمل ہے، یہ مقام سطح سمندر سے دو ہزار آٹھ سو (۲۸۰۰) فٹ بلند ہے، مدینہ منورہ سے ایک سو چوراسی (۱۸۴) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، ایک سو کلومیٹر تک کا راستہ تنگ ہے، اس کے بعد کشادہ راستہ ہے۔ یہود کی اصطلاح میں خیبر قلعہ کو کہا جاتا ہے، جو خیبر بن قانیہ بن مہلائیل کی طرف منسوب ہے، خیبر کے متعدد قلعے تھے جن میں سے ایک کا نام ''القموص'' تھا اور یہ قلعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوشش سے فتح کیا گیا۔

غزوہ خیبر کے موقع پر عرب کا مشہور پہلوان مرحب میدان میں اترا اور اس نے اس موقع پر یہ رجز پڑھا تھا:

قد علمت خیبر انی مرحب شاك السلاح بطل مجرب

(اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں، سلاح پوش، شجاع اور تجربہ کار ہوں)

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ رجز پڑھا تھا:

قد علمت خیبر انی عامر شاکی السلاح بطل مغامر

(اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں عامر ہوں، ہتھیاروں کو ناکارہ بنا تا ہوں اور مقاصد کو خاک میں ملا دیتا ہوں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں اترے

انا الذی سمتنی امی حیدره　　　　کلیث غابات کریة المنظره

(میں وہی ہوں کہ میری والدہ نے میرا نام حیدر رکھا ہے، جنگل کے شیر کی طرح مہیب ہوں)

آپ کا یہ رجز سن کر مرحب کانپ گیا اور اس کی بہادری کا تمام پروگرام دھرا رہ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تلوار (ذوالفقار) کے ساتھ مرحب پر اس قدر زور سے حملہ آور ہوئے کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیے اور ساتھ ہی قلعہ "القموص" فتح ہو گیا۔

3660 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَجْلَحِ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا يَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاهُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهٖ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا انْتَجَيْتُهٗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْاَجْلَحِ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ فُضَيْلٍ اَيْضًا عَنِ الْاَجْلَحِ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَمَرَنِىْ اَنْ اَنْتَجِىَ مَعَهٗ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے جنگ طائف کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے سرگوشی میں کوئی بات کی۔ لوگوں نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچازاد کے ساتھ خاص طویل سرگوشی کی ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اس کے ساتھ سرگوشی نہیں کی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ سرگوشی کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے' اور ہم اسے صرف اجلح نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

ابن فضیل نامی راوی کے علاوہ دیگر راویوں نے اسے اجلح نامی راوی سے نقل کیا ہے۔

اس حدیث کے یہ الفاظ: "اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ سرگوشی کی ہے"۔ اس سے مراد یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں اس کے ساتھ سرگوشی میں بات کروں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طویل سرگوشی کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

3660 ـ تفرد به الترمذی ینظر (التحفة) (۲/۲۸٦)، حدیث (۲٦٥٤)، و ذکره المتقی الهندی فی کنز العمال (۱۱/٦۲٥، ٦۲٦)، حدیث (۳۳۰٤۹)، وعزاه للترمذی، وللطبرانی عن جابر بن عبد الله فذکره.

وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (المجادلۃ: ۱۳)

''کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقے دو؟ پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو، اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔''

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال: ۱۷)

آپ نے کنکریاں نہیں پھینکیں جب آپ نے کنکریاں پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکی ہیں۔

ان آیات کا انداز حدیث باب میں اختیار کیا گیا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے کے لیے صدقہ کو ضروری قرار دیا گیا تھا، اس کا مقصد آپ کے قیمتی وقت کا تحفظ، با مقصد گفتگو کا اہتمام اور امیر و غریب کے درمیان امتیاز ختم کرنا تھا۔ اس حکم پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا تھا، انہوں نے ایک دینار صدقہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب سرگوشی کی تھی، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی نے مجھ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کی ہے، گویا آپ نے اپنی گفتگو کو اللہ تعالیٰ کی گفتگو قرار دیا، کیونکہ ارشاد خداوندی ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ یعنی محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی سے لب کشائی نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی و حکم کے مطابق گفتگو فرماتے ہیں۔

3661 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِىْ حَفْصَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يُّجْنِبَ فِىْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِىْ وَغَيْرِكَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قُلْتُ لِضِرَارِ بْنِ صُرَدٍ مَا مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ يَّسْتَطْرِقُهٗ جُنُبًا غَيْرِىْ وَغَيْرِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

وَسَمِعَ مِنِّىْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَاسْتَغْرَبَهٗ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے علاوہ اور کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جنابت کی حالت میں (داخل) ہو۔

علی بن منذر بیان کرتے ہیں: میں نے ضرار بن صرد سے دریافت کیا۔ اس حدیث کا مطلب کیا ہے' تو انہوں نے جواب دیا: میرے اور تمہارے علاوہ اور کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ جنابت کی حالت میں مسجد میں سے گزرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

3661۔ تفردبه الترمذی من اصحاب الستة، ینظر (التحفة الاشراف) (۳/۴۱۷)، حدیث (۴۲۰۳)، وذکره المتقی الهندی فی کنز العمال (۱۱/۶۲۶)، حدیث (۳۳۰۵۲)، و عزاه للترمذی، و ابی یعلی، و ضعف عن ابی سعید الخدری فذکره.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے اور انہوں نے اسے "غریب" قرار دیا ہے۔

شرح

حالت جنابت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد سے گزرنے کی اجازت ہونا:

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جماع کرنا یا حالت جنابت میں گزرنا جائز ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مسجد میں نہ تو جماع کرنا درست ہے اور نہ حالت جنابت میں اس سے گزرنا جائز ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ صرف مسجد نبوی کی طرف کھلتا تھا اور دوسری طرف نہیں کھل سکتا تھا، اس مجبوری اور عذر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گزرنے کو جائز قرار دیا تھا۔

فائدہ نافعہ:

مسلمانوں پر مساجد کا احترام وادب واجب ہے، تحت الثریٰ سے لے کر آسمان تک اس کا احترام لازم ہے، اس کے نیچے یا اوپر رہائش گاہ بنانا درست نہیں ہے اور بعد از تعمیر اس کے نیچے یا اوپر دکانیں بنانا بھی درست نہیں ہے۔

3662 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَابِسٍ عَنْ مُّسْلِمٍ الْمُلَائِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متن حدیث: بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَصَلّٰى عَلِيٌّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُسْلِمٍ الْاَعْوَرِ

توضیح راوی: وَمُسْلِمٌ الْاَعْوَرُ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ حَبَّةَ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیر کے دن مبعوث کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن نماز ادا کی۔ (یعنی انہوں نے اگلے دن اسلام قبول کرلیا)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اس کو صرف مسلم اعور نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ مسلم اعور نامی راوی محدثین کے نزدیک مستند نہیں ہے۔ یہی حدیث مسلم نامی راوی کے حوالے سے، حبہ نامی راوی کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نماز ادا کرنا:

اعلانِ نبوت سے قبل اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر عبادت خداوندی میں مصروف رہتے تھے، یہ قرب خداوندی کا ذکر یا مخصوص عبادت تھی، یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا، آپ گھر آتے زاد حیات (اشیاء خورد ونوش) لیتے پھر غار حراء میں تشریف لے جاتے اور عبادت میں مصروف ہو جاتے۔

نماز پنجگانہ اعلانِ نبوت کے کئی سال بعد شب معراج میں فرض ہوئی، اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص ریاضت یا ذکر خداوندی کرتے تھے۔ اعلانِ نبوت کے دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نماز ادا کرنے کی روایت موضوع معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس وقت نماز فرض نہیں ہوئی تھی، قبول اسلام کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر چھ (۶) یا سات (۷) یا دس (۱۰) سال تھی۔ تاہم اس روایت کو درست تسلیم کر لینے کی صورت میں نماز سے مراد ذکر خداوندی وغیرہ یا وہ ریاضت ہو سکتی ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ پھر یہ سوال بھی اپنی جگہ پر درست رہے گا کہ قبول اسلام کے دوسرے دن ایک نابالغ بچہ تو نماز کا آغاز کر دیتا ہے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عبادت سے محروم کیوں رہے؟ اس حدیث کا ایک مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے روز اسلام قبول کر لیا تھا۔

3663 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ سَعْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسبت تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث منقول ہے۔

3664 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ يَحْيٰى

3663۔ اخرجه احمد (۳۳۸/۳۰) عن شريك، عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن جابر بن عبد الله به.

بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُسْتَغْرَبُ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ حَدِيْثِ يَحْيٰی بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِیِّ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہے، جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اس روایت کے یحییٰ بن سعید انصاری سے منقول ہونے کے حوالے سے اسے ''غریب'' قرار دیا گیا ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بمنزلۃ ہارون من موسیٰ ہونا:

حدیث باب کا شان ورود یہ ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل بیت کی نگرانی کے لیے مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا، کچھ منافقین نے اس سلسلہ میں کہا کہ اگر آپ کی اہمیت ہوتی تو غزوہ سے پیچھے نہ چھوڑا جاتا، ایسی باتیں سننے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جذبہ جہاد نے سر اٹھایا، اپنے ہتھیار لیے ''مقام جرف'' میں پہنچ گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء سمیت حسب معمول تشریف فرما تھے، یہ مقام مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا اور آپ نے منافقین کی گفتگو کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔

ایک غلطی کا ازالہ:

اس مقام پر بعض خوارج وروافض کی طرف سے یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نیابت سے آپ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے جبکہ آپ کو خلیفہ بلا فصل تسلیم نہ کرکے آپ پر ظلم کیا گیا ہے۔ (معاذ اللہ)؟

3664 - اخرجه مسلم (١٨٧٠/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل علی بن ابی طالب، رضی الله عنه، حديث (٣٠/ ٢٤٠٤)، و اخرجه احمد (١٧٣/١ - ١٧٥ - ١٧٧ - ١٧٩)، واخرجه الحميدی (٣٨/١)، حديث (٧١) عن سعيد بن المسيب عن سعد بن ابی وقاص به.

اس غلطی کا جواب زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں دیا گیا ہے:

اے علی! آپ میرے نزدیک وہی مقام رکھتے ہیں جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا لیکن میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں انتقال ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن مکتوم مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازیں پڑھانے کی ذمہ داری سونپی تھی، تو پھر کیا ان کی خلافت کے حق ہونے کا بھی اشارہ ہے یا نہیں؟

سوال: یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کی ہے؟

جواب: اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو صحابہ کرام میں سے جو باصلاحیت ہوتا اسے نبوت ضرور مل جاتی ہے لیکن میرے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔ لہٰذا کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

3665 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بَلْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِسَدِّ الْأَبْوَابِ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخصوص دروازے کے علاوہ (مسجد نبوی کے) دیگر تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ شعبہ نامی راوی کے نام کے حوالے سے' ہم اسے صرف اس سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے علاوہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیے جائیں، اس ارشاد عالیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان بیان کرنا مقصود ہے۔

سوال: حدیث باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کو اپنی حالت پر چھوڑ کر آپ کی فضیلت وامتیازی شان بیان کی گئی ہے۔ گزشتہ اوراق میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دروازے کو تبدیل نہ کرنے کی روایت گزر چکی ہے جس سے ان کی

3665 - اخرجه احمد (۱/ ۳۳۰ - ۳۷۳)، و عبد الله بن احمد في (زوائد على المسند) (۱/ ۳۳۱). عن ابي بلج يحيى بن سليم عن عمرو بن ميمون عن ابن عباس به.

فضیلت معلوم ہوتی ہے، اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دروازہ بند نہ کرنے کی وجہ مستقبل قریب (بعد از وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) میں امور خلافت انجام دینے میں آسانی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد نبوی کی طرف سے نہ تبدیل کرنے کی وجہ مجبوری تھی، کیونکہ آپ کا دروازہ دوسرے لوگوں کی طرح سمت مخالف کھولنا ممکن نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا دروازہ مسجد نبوی کی طرف رکھنے کی دو وجوہات تھیں: (i) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا دروازہ بھی سمت مخالف کھولنا ممکن نہیں تھا۔ (ii) مسجد نبوی شریف میں بکثرت آمد و رفت میں آسانی و سہولت کے لیے تھا۔

3666 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ اَخْبَرَنِي اَخِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِ حَسَنٍ وَّحُسَيْنٍ فَقَالَ مَنْ اَحَبَّنِي وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے بھائی امام موسیٰ (کاظم رضی اللہ عنہ) نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے۔ میرے والد امام جعفر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کے والد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کے والد امام حسین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہو ان دونوں سے محبت کرتا ہو ان کے ماں باپ سے محبت کرتا ہو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ایک درجے میں ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اس روایت کے امام جعفر صادق سے منقول ہونے کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چار تن سے محبت کرنے کا حکم ہونا:

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء اور صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے امت پر بے شمار احسانات ہیں، کیونکہ ان کی کاوش سے شجر اسلام پھولا اور پھلا ہے۔ ان کی تعلیمات پر عمل ذریعہ نجات، ان سے عقیدت و محبت علامت ایمان اور ان کا ادب و احترام کمال ایمان کی نشانی ہے۔ صحابہ کی طرح اہل بیت سے محبت بھی قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ ہے۔

3666۔ اخرجہ عبد اللہ بن احمد فی (زوائد علی المسند) (۷۷/۱).

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا، آپ کی زبان مبارک سے اعلان ہو رہا تھا کہ جس شخص نے مجھ سے محبت کی، ان دونوں شہزادوں سے محبت کی اور ان کے والدین سے محبت کی، وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا یعنی حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم سے محبت کی تو قیامت کے دن اسے قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت میسر ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے کوئی تیاری نہیں کی مگر میں اللہ تعالیٰ اور آپ سے محبت رکھتا ہوں، فرمایا: جس سے تمہیں محبت ہے قیامت کے دن تم اس کے ساتھ ہوگے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المرأ مع من احب یعنی آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے، قیامت کے دن وہ اس کے ساتھ ہوگا۔ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے محبت قیامت کے دن قرب مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ ہوگی۔

3667 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي بَلْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ اَوَّلُ مَنْ صَلَّى عَلِيٌّ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي بَلْجٍ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ حُمَيْدٍ

توضیح راوی: وَاَبُوْ بَلْجٍ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ

مذاہب فقہاء: وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ عَلِيٌّ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَسْلَمَ عَلِيٌّ وَهُوَ غُلَامٌ ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ وَاَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ النِّسَاءِ خَدِيْجَةُ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی تھی۔ (یعنی انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا)

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف شعبہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ جو ابوبلج نامی راوی سے منقول ہے اور اس روایت کو صرف محمد بن حمید نے نقل کیا ہے۔ ابوبلج نامی راوی کا نام یحییٰ بن ابوسلیم ہے۔

اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔

3667- اخرجه احمد (۳۷۳/۱). عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس به.

اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا جبکہ بعض اہل علم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے: مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا اس وقت وہ صرف آٹھ سال کے لڑکے تھے اور خواتین میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔

3668 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ عَلِیٌّ قَالَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ فَاَنْكَرَهٗ فَقَالَ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ حَمْزَةَ اسْمُهٗ طَلْحَةُ بْنُ يَزِيْدَ

◆◆ ابوحمزہ انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

عمرو بن مرہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس بات کا تذکرہ ابراہیم نخعی سے کیا' تو انہوں نے اس بات کا انکار کیا اور بتایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابوحمزہ نامی راوی کا نام طلحہ بن یزید ہے۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلے اسلام قبول کرنا:

اول الاسلام یعنی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے کے بارے میں مختلف روایات ہیں، ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کیا، دوسری روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے قبول اسلام کیا اور تیسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔

ان روایات میں تطبیق کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں لیکن سب سے زیادہ پسندیدہ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اس تطبیق کو پسند کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تجویز کردہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم

3668- اخرجه احمد (۳۶۸/۴، ۳۷۰، ۳۷۱) عن شعبة، عن عمرو بن قرة، عن ابی حمزة عن زيد بن ارقم به.

3669 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عُثْمَانَ ابْنِ اَخِي يَحْيَى بْنِ عِيسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: لَقَدْ عَهِدَ اِلَيَّ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ لَا يُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُكَ اِلَّا مُنَافِقٌ قَالَ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ اَنَا مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْنَ دَعَا لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جو "نبی امی" ہیں انہوں نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ تم سے صرف مومن محبت رکھے گا' اور تم سے صرف منافق بغض رکھے گا۔

عدی بن ثابت بیان کرتے ہیں: میں اس زمانے سے تعلق رکھتا ہوں جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے دعائے خیر کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

مومن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا اور منافق کا بغض رکھنا:

اس روایت اور بعض دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن صادق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ محبت رکھتا ہے، اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض وکینہ اور نفاق رکھنے والا حقیقت ایمان کی دولت سے محروم جبکہ مرض نفاق میں مبتلا ہوتا ہے۔ اہل بیت سے بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت صرف مومن رکھتا ہے، ان سے بغض وعناد اور نفاق صرف منافق رکھ سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں چندایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لعلي: طوبى لمن احبك وصدق فيك، وويل لمن ابغضك وكذب فيك . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۲۱۵۷)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سنا: (اے علی!) اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے تم سے محبت کی اور تمہاری تصدیق کی، ہلاکت ہے

3669- اخرجه مسلم (۱/۲۰۳ - الابی): كتاب الايمان: باب: الدليل على ان حب الانصار و على رضى الله عنهم من الايمان و علاماته، حديث (۷۸/۱۳۱)، و النسائی (۱۱۵/۸): كتاب الايمان: و شرائعه: باب: علامة الايمان: حديث (۵۰۱۸)، و باب: علامة المنافق، حديث (۵۰۲۲) و ابن ماجه (۱/۱۱٤): المقدمة: باب: فضل على بن ابى طالب رضى الله عنه، حديث (۱۱٤)، و احمد (۱/۸٤، ۹۵، ۱۲۸)، و الحميدی (۱/۳۱)، حديث (۵۸). عن الاعمش، عن عدى بن ثابت، عن زر بن حبيش عن على بن ابى طالب به.

اس شخص کے لیے جس نے تم سے بغض رکھا اور تمہاری تکذیب کی۔

۲-حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لعلی: محبك محبی و مبغضك مبغضی .

(مسند الفردوس للدیلمی، رقم الحدیث ۱۳۰۴)

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (اے علی!) تم سے محبت رکھنے والا مجھ سے محبت رکھنے والا ہے، تم سے بغض وعناد رکھنے والا مجھ سے بغض وعناد رکھنے والا ہے۔

۳-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال: نظر النبی صلی الله علیه وسلم الی فقال: یا علی، انت سید فی الدنیا سید فی الآخرة، حبیبك حبیبی، وحبیبی حبیب الله، وعدوك عدوی، وعدوی عدو الله، والویل لمن ابغضك بعدی . (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۴۶۴۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے علی! تم دنیا اور آخرت میں میرے سردار ہو، تمہارا دوست میرا دوست ہے، میرا دوست اللہ کا دوست ہے۔ تمہارا دشمن میرا دشمن ہے، میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور میرے بعد جو تم سے بغض رکھے گا اس کے لیے ہلاکت ہے۔

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف کی فضاء قائم ہوئی، حتیٰ کہ نوبت لڑائی تک بھی پہنچی مثلاً حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی جنگیں مشہور ہیں جو تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔ تو اس سلسلہ میں کیا کہا جائے گا؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے مابین تعلقات ہمیشہ خوشگوار اور شیر وشکر رہے ہیں۔ جہاں تک حضرت امیر معاویہ، حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والی لڑائیوں کا تعلق ہے یہ خطائے اجتہادی پر محمول ہیں اور بعد میں ان بزرگوں کو خود بھی اس کا احساس ہو گیا تھا۔

3670 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِى الْجَرَّاحِ حَدَّثَنِى جَابِرُ بْنُ صُبَيْحٍ قَالَ حَدَّثَتْنِى اُمُّ شَرَاحِيلَ قَالَتْ حَدَّثَتْنِى اُمُّ عَطِيَّةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا فِيهِمْ عَلِیٌّ قَالَتْ فَسَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِى حَتّٰى تُرِيَنِى عَلِيًّا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3670 ـ انفرد به الترمذي انظر تحفة الاشراف (١٢/٥١٥) حديث (١٨١٤٢)، ولم يخرجه من اصحاب الكتب الستة سواه ذكره صاحب مشكاة المصابيح (...) مرقاة) حديث (٦٠٨٩)، وعزاه للترمذي.

سیدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ کی جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ سیدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

''اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جس وقت تک تو مجھے علی نہ دکھا دے''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ ہم اس کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اشتیاق ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت تھی جس کا ظہور گاہے بگاہے ہوتا رہتا تھا، اس کی ایک مثال حدیث باب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ فرمائی جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، واپسی میں قدرے تاخیر ہونے پر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشتیاق میں اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی:

اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیاً، اے اللہ! جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں مجھے بقید حیات رکھ (یعنی ان کے بسلامت واپس آنے تک مجھے زندہ رکھ!)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت وشفقت کے حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی منی وانا من علی، ولا یودی عنی الا انا او علی.

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۱۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، میری طرف سے (عہد و پیمان) میرے اور علی کے سوا دوسرا نہیں ادا کر سکتا۔

۲- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: کان احب النساء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ ومن الرجال علی.

(المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۲۵۸)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں عورتوں میں سب سے زیادہ معزز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حیات علی رضی اللہ عنہ ایک نظر میں:

ولادت، نام ونسب: آپ عام الفیل کے تیس سال بعد خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے، نام علی رضی اللہ عنہ تھا اور نسب نامہ یوں

نسب: علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ باپ کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔

خاندان: قبیلہ قریش کی مشہور شاخ "بنو ہاشم" کے چشم و چراغ تھے۔

کنیت: آپ کی متعدد کنیتیں تھیں:

(۱) ابو الحسن، (۲) ابو الریحانتین، (۳) ابو القصم، (۴) ابو تراب، (۵) ابو السبطین، (۶) ابو محمد۔

القاب: (۱) یعسوب الامہ، (۲) یعسوب الدین، (۳) بیضۃ البلد، (۴) ہادی، (۵) مہدی، (۶) حیدر کرار، (۷) فاتح خیبر، (۸) شیر خدا، (۹) مرتضیٰ، (۱۰) مشکل کشا وغیرہ۔

قبول اسلام: دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

مکی زندگی: قبول اسلام کے بعد تیرہ (۱۳) سال تک مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے۔

نیابت: شب ہجرت نبی علیہ السلام نے اہل مکہ کی امانتوں کی فہرست دے کر اپنے بستر پر لٹایا، غزوۂ تبوک کے موقع پر اہل مدینہ کے لیے نائب بنایا اور اعلان برأت آپ سے کرایا۔

ہجرت: اہل مکہ کی امانتیں واپس کرنے کے تین ایام بعد آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچ گئے۔

مواخات: بعد از ہجرت مہاجرین و انصار صحابہ میں مدینہ میں مواخاۃ قائم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے مواخات قائم کی۔

شادی خانہ آبادی: ۲ھ میں آپ نے حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا۔

غزوات میں شرکت: غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی اور کردار ادا کیا۔

عظمت و فضیلت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، عشرہ مبشرہ میں سے ایک اور نبی علیہ السلام کے تربیت یافتہ تھے۔

اولاد امجاد: پندرہ صاحبزادے تھے: حضرت امام حسن، حضرت حسین، حضرت محسن، حضرت محمد اکبر، حضرت عباس اکبر، حضرت عثمان، حضرت جعفر، حضرت ابوبکر، حضرت محمد اصغر، حضرت عبداللہ، حضرت یحییٰ، حضرت عون، حضرت عمر اکبر، حضرت محمد اوسط رضی اللہ عنہم۔

اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں: اُمّ کلثوم کبریٰ، زینب کبریٰ، رضیہ، اُمّ الحسن، رملہ کبریٰ، اُمّ ہانی، میمونہ، رملہ صغریٰ، زینب صغریٰ، فاطمہ صغریٰ، امامہ، خدیجہ، اُمّ الکرام، اُمّ سلمیٰ، اُمّ جعفر، جمانہ، نفیسہ رضی اللہ عنہن۔

امتیازی صفات: (۱) احکام القرآن میں مہارت، (۲) فقہی احکام و مسائل کے استنباط میں مہارت، (۳) علم نحو کے موجد، (۴) قضاء میں بے مثل۔

کارنامے: (۱) تعزیرات کا نفاذ، (۲) فوجی نظام میں وسعت، (۳) فروغ قرآن وسنت، (۴) فاتح خیبر۔

محررصلح نامہ حدیبیہ: ۶ھ میں مشرکین مکہ اور مسلمانوں میں حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ طے ہوا جو آپ نے تحریر کیا تھا۔

خلافت: آپ کی مدت خلافت چار (۴) سال اور نو (۹) ماہ تھی۔

شہادت: سترہ (۱۷) رمضان ۴۰ھ میں بروز جمعہ عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دارالخلافہ کوفہ میں مدفون ہوئے۔

بَاب مَنَاقِبِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 18: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3671 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ اِلَى صَخْرَةٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَاَقْعَدَ تَحْتَهٗ طَلْحَةَ فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَوْجَبَ طَلْحَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے غزوہ اُحد کے دن دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ ایک چٹان پر چڑھنے لگے تو چڑھ نہیں پائے تو آپ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نیچے بٹھایا اور پھر اس پر چڑھے' جب آپ ﷺ چٹان پر پہنچ گئے' تو راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: طلحہ نے (اپنے لئے جنت) واجب کر لی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی: طلحہ، والد گرامی کا نام: عبیداللہ تھا، نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قرشی تیمی۔ چھٹی پشت میں نسب نامہ خاتم المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی صعبہ تھا، ان کی طرف سے نسب نامہ یوں ہے: صعبہ بنت عبداللہ بن عماد بن مالک بن ربیعہ بن اکبر بن مالک بن عویف بن مالک بن الخزرج بن اباد بن صدف بن حضرموت بن کندہ۔

نانا جان کا نام: عبداللہ حضرمی تھا اور والدہ محترمہ بنت حضرمی کے نام سے مشہور تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد اسلام قبول کیا۔

حلیہ مبارک:

آپ کا رنگ گورا، قد میانہ، سینہ بے کینہ کشادہ، دونوں شانوں کے مابین فاصلہ، قدم بھرے ہوئے، رفتار تیز، داڑھی اور سر کے بال گھنے مگر زیادہ طویل نہیں تھے۔

اشاعت احادیث:

آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث مبارکہ روایت کی ہیں، آپ کے حوالے سے کثیر لوگوں نے روایات بیان کی ہیں، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت یحییٰ بن طلحہ، (۲) حضرت موسیٰ بن طلحہ، (۳) حضرت عیسیٰ بن طلحہ، (۴) حضرت قیس بن ابوحازم، (۵) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، (۵) حضرت مالک بن عامر اصحی، (۶) حضرت احنف بن قیس وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

آپ کے حوالہ سے مروی احادیث مبارکہ سے ایک حسب ذیل ہے:

جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اهل نجد ثائر الرأس يسمع دوی صوته ولا يفقه مايقول حتی دنی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا هو يسأل عن الاسلام، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خمس صلوات فی اليوم والليلة، قال: هل علی غيرها؟ قال: لا، الا ان تطوع. (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ج۲۵، ص: ۵۵)

اہل نجد کی طرف سے بکھرے ہوئے بالوں والا ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ بہت قریب سے بات سن سکتا تھا، اس کو بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا، اس نے اسلام کے بارے میں سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: رات دن میں پانچ نمازیں ہیں، اس نے دریافت کیا: اس کے علاوہ مزید کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تاہم نفلی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

القاب:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کثیر القاب سے ملقب تھے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو القاب عطا کیے گئے تھے، وہ حسب ذیل ہیں:

۱-طلحۃ الخیر: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو یہ لقب غزوۂ اُحد کے موقع پر دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس غزوہ کے موقع پر کفار ومشرکین کا مقصد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنا تھا، وہ بار بار آپ پر حملہ آور ہوتے تھے جبکہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ان کے حملوں کا دفاع کرتے تھے، ان کے تیروں کو اپنے ہاتھوں سے روکتے، دفاع نہایت خوبصورتی سے کیا۔ ایک ہاتھ کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی، دونوں ہاتھ خوب زخمی ہوگئے تھے لیکن آپ نے بہرحال دشمن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرنے اور دفاع کرنے میں نہایت جان نثاری کا مظاہرہ کیا۔ آپ کی جان نثاری اور شجاعت و بہادری دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''طلحۃ الخیر'' کے لقب سے نوازا۔

۲-طلحۃ الفیاض: آپ کو اس لقب سے ملقب غزوہ حنین کے موقع پر کیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ غزوہ عشیرہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر تبیان نامی ایک کنویں کے پاس سے ہوا، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کنویں کا پانی کھاری ہے، آپ نے فرمایا: اس کنویں کا پانی کھاری نہیں بلکہ میٹھا ہے، آپ نے اس کنویں کا نام ''نعمان'' رکھ دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات کو پورا کردیا، اس کنویں کا پانی میٹھا ہوگیا، پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کنویں کو خرید کر وقف کرنے کے بارے میں عرض کیا، اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا: ''ما انت یا طلحۃ الافیاض'' اے طلحہ! آپ فیاض ہیں۔ اس کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ''طلحۃ الفیاض'' کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

۳-طلحۃ الجود: اس لقب سے ملقب کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک سائل حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: آپ مجھ پر رحم کریں، آپ نے جواب میں فرمایا: آج تک کسی شخص نے مجھ سے اس طرح نہیں مانگا، میرے پاس زمین کا ایک پلاٹ ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تین لاکھ میں وہ خریدنا چاہتے ہیں، تم چاہو تو پلاٹ رکھ لو، اگر چاہو تو انہیں فروخت کرکے تین لاکھ روپے لے لو؟ اس نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ مجھے تین لاکھ روپے دلا دیں اور یہ پلاٹ اپنے قبضہ میں کرلیں، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین لاکھ روپے عنایت کرکے قطعہ پر قبضہ کرلیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''طلحۃ الجود'' کے لقب سے نوازا۔ (علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور، ص: ۲۳۵)

قبول اسلام کا واقعہ:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا شمار ''سابقین اولین'' میں ہوتا ہے، اسلام قبول کرنے والوں سے آپ کا آٹھواں نام تھا، آپ کا شمار ان خوش قسمت لوگوں میں بھی ہوتا ہے جنہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا تھا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ مجلس شوریٰ کے ارکان میں سے ایک تھے۔

آپ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم بن طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی نوجوانی کے زمانہ میں قریشی قافلوں کے ساتھ ملک شام تجارت کے لیے گئے، جب قافلہ شہر بصریٰ

پہنچا تو تجربہ کار تاجر نہایت تیزی کے ساتھ وہاں کے بازار میں خرید وفروخت میں مشغول ہو گئے، اس کے برخلاف آپ چونکہ نوجوان تھے اور ابھی دوسرے قریشیوں کی طرح تجربہ بھی نہیں تھا، البتہ اپنی ذہانیت وذکاوت کی وجہ سے تجارتی امور میں کسی سے پیچھے بھی نہیں رہتے تھے۔ خود فرماتے ہیں: میں ایک دن ''بصریٰ'' کے بازار میں جا رہا تھا کہ اچانک ایک نصرانی راہب کی طرف سے اعلان سنا، اے تاجرو! تم میں کوئی حرم کا باشندہ بھی ہے؟ میں بالکل قریب تھا، لہٰذا میں نے یہ آواز سنی تو فوراً اس اعلان کرنے والے کی طرف بڑھا اور جا کر کہا: ہاں میں حرم شریف کا باشندہ ہوں، وہ مجھے گرجا کے راہب کے پاس لے کے پہنچا تو اس راہب نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے ہاں ''احمد'' نام کے کوئی شخص ظاہر ہوئے ہیں؟ میں نے کہا: کون احمد؟ بولا: ابن عبداللہ بن عبدالمطلب، یہ مہینہ ان کے ظہور اور اعلانِ نبوت کا ہے اور وہ آخری نبی ہیں، وہ حرم سے ظاہر ہوں گے اور کالے پتھر والی زمین جہاں کھجوروں کے باغ اور سنگ زار ہوں گے اس کی طرف ہجرت کریں گے، اے جوان یاد رکھو کہ تم پر کوئی سبقت نہ لے جائے، فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لو، کہتے ہیں: میرے دل میں یہ بات گھر کر گئی، میں فوراً وہاں سے روانہ ہوا اور نہایت جلد سفر طے کر کے اپنے قافلہ کو پیچھے چھوڑ کر مکہ پہنچا، میں نے اپنے گھر والوں سے پوچھا: کیا کوئی نئی خبر ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے اور ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیق) نے ان کی تصدیق کر کے ان کا دین قبول کر لیا ہے، کہتے ہیں: میں ابوبکر کو خوب جانتا تھا کہ وہ نرم دل، خوش اخلاق ہونے کے ساتھ بہترین اور سلیقہ مند تاجر تھے، مجھے ان سے الفت و محبت تھی اور ان کی مجلسوں کو میں پسند کرتا تھا کہ ان کو قبیلہ قریش کے واقعات اور ان کے نسبی شجرے خوب یاد تھے، لہٰذا میں ان کی خدمت میں پہنچا اور دریافت کیا کہ واقعی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے اور آپ نے ان کی تصدیق کی ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں، پھر انہوں نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے تعلق سے کچھ واقعات سنائے اور دین اسلام قبول کرنے کی رغبت دلائی، میں نے راہب کا واقعہ سنایا، ابوبکر یہ واقعہ سن کر چونک گئے اور فرمایا: فوراً تم میرے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پاک میں چلو اور اپنا واقعہ بیان کرو، پھر آپ کا پیغام سننا تا کہ تم دین اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھ پر اسلام پیش فرمایا اور قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر سنائیں اور دنیا اور آخرت میں بھلائی کی بشارت سنائی، اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کے لیے میرے سینے کو کشادہ فرما دیا، پھر میں نے راہب کے تعلق سے اپنا واقعہ بیان کیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے کہ چہرہ اقدس سے مسرت کے آثار نمایاں تھے، میں نے حضور کے روبرو ہی کلمہ طیبہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کا اعلان کر دیا۔

(علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور، ص: ۲۳۷)

اخلاق وعادات:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، اپنوں اور بیگانوں، چھوٹوں اور بڑوں کے ساتھ ایسا حسن معاشرت کا سلوک کرتے کہ وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کا نتیجہ ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی صاحبزادی اُمّ ابان

جو حسن و جمال کا پیکر تھی، بڑے بڑے رؤساء نے انہیں پیغام نکاح بھیجا لیکن انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب انہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا پیغام ملا تو انہوں نے تسلیم کرتے ہوئے خود اعلان کیا:

میں ان کے محاسن واخلاق اور اوصاف کریمانہ سے بخوبی واقف ہو چکی ہوں، گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے، باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے، خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے، کوئی کام کر دو تو شکر گزار ہوتے ہیں، خطا ہو تو معاف کر دیتے ہیں۔

آپ ایثار وقربانی کو بہت پسند کرتے تھے، غرباء ومساکین کے لیے کھانے کا اہتمام کرتے، مسکینوں اور غریبوں کی مالی معاونت کرتے، اور مہمانوں کی خوب تواضع وخدمت کرتے تھے۔ ایک دفعہ قبیلہ بنو عذرہ کے تین اشخاص بیک وقت مسلمان ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے صحابہ! یہ اسلام قبول کرنے والے ہمارے نئے بھائی ہیں، ان کی کفالت اپنے ذمہ کون لیتا ہے؟ اس موقع پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ان تینوں بھائیوں کی کفالت میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، آپ انہیں اپنے گھر لے گئے، ان کی خوب کفالت کی، دو تو غزوہ میں شامل ہو کر شہید ہو گئے لیکن ایک کافی عرصہ تک بقید حیات رہے، آپ ان کی خدمت وکفالت کرتے رہے حتیٰ کہ گھر میں ان کا انتقال ہوا، وفات کے بعد اکثر ان کا تذکرہ کرتے۔ ایک دفعہ خواب دیکھتے ہیں کہ تینوں بھائی جنت کے دروازہ کے پاس ہیں، پہلے جام شہادت نوش کرنے والے پیچھے ہیں جبکہ بعد میں فوت ہونے والا سب سے آگے ہے، ایسی صورتحال سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بہت متعجب ہوئے، اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے، کیونکہ بعد میں وفات پانے والے کی عبادت وریاضت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے اعمال زیادہ ہوئے اور انہیں مقام بھی امتیازی دیا گیا ہے۔

صبر وتحمل:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نہایت درجہ کے صابر ومتحمل اور بردبار تھے، بڑے بڑے مصائب ومشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے، آپ کا قبول اسلام اہل خانہ پر بجلی بن کر گرا، انہوں نے اس نئی پیدا ہونے والی صورتحال کو ناقابل برداشت قرار دیا، آپ نے اقارب کی تکالیف برداشت کیں لیکن دامن اسلام کو نہیں چھوڑا۔

نوفل بن خویلد جو اسد قریشی کے نام سے مشہور دشمن تھا، اس نے آپ کو اسلام سے انحراف کرنے کی غرض سے مختلف آزمائشوں میں ڈالا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب کچھ برداشت کرتے رہے، وہ ظالم رسی کے ایک حصہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو باندھتا اور دوسرے حصہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو باندھتا پھر خوب سزا دیتا لیکن ایسی سزا ان کے ایمان میں تبدیلی پیدا نہ کر سکی۔ چونکہ حضرت طلحہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما اکٹھے آزمائش برداشت کرتے تھے، اس لیے انہیں ''قرینین'' کہا جاتا ہے۔

سعادت ہجرت:

دیگر صحابہ کی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی جان ومال، اولاد ووطن کی قربانی پیش کرتے ہوئے مکہ معظمہ سے مدینہ کی

طرف ہجرت فرمائی۔ چنانچہ آپ کی ہجرت کا مختصر واقعہ حسب ذیل ہے:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو ساتھ لے کے جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو اس زمانہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ملک شام تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے، ادھر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور ادھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ملک شام سے واپس ہوئے۔ اتفاق سے ایک دن ایک جگہ راستہ میں ملاقات ہوگئی، نہایت مسرور ہوئے، وہاں سے جو کپڑے خرید کر لارہے تھے اس میں سے دو جوڑے نکالے، ایک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور دوسرا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مدینہ طیبہ کے لوگ آپ کا نہایت شدت سے انتظار کر رہے ہیں، صدیق اکبر نے فرمایا: اے طلحہ! ہم ساتھ ساتھ رہے یہاں تک کہ سزائیں برداشت کرنے میں بھی ساتھ تھے جس کی بنا پر ہمیں "قرینین" کہا جاتا رہا ہے۔ لہٰذا مکہ جا کر فوراً مدینہ آؤ، میرے تمام گھر والوں کی ذمہ داری بھی تمہارے سر ہے کہ تم ان سب کو مدینہ لے کے پہنچو، لہٰذا ایسا ہی ہوا، حضرت طلحہ جلد از جلد مکہ پہنچے، سامان فروخت کیا اور صدیق اکبر کے اہل و عیال کو لے کر مدینہ طیبہ روانہ ہوگئے۔

غزوات میں شرکت:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شجاع و بہادر تھے، آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور خوب شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے، غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بدری صحابہ میں شمار فرمایا اور مال غنیمت سے بھی انہیں حصہ عطا کیا تھا۔

رشتہ مواخات:

ہجرت سے قبل حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

عظمت وفضیلت:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایثار و خدمات، خلوص وللہیت، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، شجاعت و بہادری، دفاع اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کے حوالے سے اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی عظمت وفضیلت کے حوالے سے کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- غزوہ اُحد کے موقع پر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے حوالے سے بے مثال خدمات انجام دیں، دشمنوں کے وار کو روکتے، حلت عملی سے حملہ روکتے، آپ کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی، دشمن کا مسلسل دفاع و مقابلہ کرتے رہے حتیٰ کہ اس موقع پر آپ کے جسم پر نیزے، تلوار اور تیروں کے ستر (۷۰) سے زائد زخم آئے اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ اسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے، آپ نے ان کے جسم پر اپنا دست اقدس پھیرا اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی اللهم اشفه وقوه، اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور دشمن سے جہاد شروع کر دیا۔

اس جان نثاری کو دیکھ کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اوجب طلحة الجنة یعنی طلحہ پر جنت واجب ہوگئی۔

۲- حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جب انہیں مشرکین کے تیر لگنا شروع ہوئے تو اس احساس کا اظہار پست آواز سے کیا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے طلحہ! اگر تم اس وقت بسم اللہ پڑھتے تو دنیا میں رہتے ہوئے جنت میں اپنی آنکھوں سے اپنا گھر دیکھ لیتے۔

۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عشرہ مبشرہ میں جنت کے ٹکٹ تقسیم فرمائے ان میں ایک حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کا نام لے کر انہیں جنتی قرار دیا تھا۔

۴- حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے تو فرماتے: تم دنیا اور آخرت میں میرے ہم زلف ہو۔

شہادت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد خلافت کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت کا مسئلہ انتشار کا شکار ہوگیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو صحابہ میں اختلاف کے باعث لڑائیوں کا طویل سلسلہ شروع ہوگیا، ان میں ایک جنگ جمل ہے، جو حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے مابین لڑی گئی، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے لڑ رہے تھے، عین لڑائی کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوگئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنائی تو وہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہونا چاہتے تھے کہ اچانک ایک تیر آیا جو ان کے گلے میں لگا، خون جاری ہوگیا اور اسی تیر سے آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

آپ ۱۰ر جمادی الآخری ۳۶ھ بروز جمعرات چونسٹھ (۶۴) سال کی عمر میں شہید کیے گئے۔

جنگ جمل کے اختتام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ کا جائزہ لیا تو ایک لاش دستیاب ہوئی، غور سے دیکھا تو وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش تھی، آپ اپنے گھوڑے سے اترے، لاش کو درست کیا، داڑھی سے مٹی کو صاف کیا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا:

لیتنی مت قبل هٰذا الیوم بعشرین سنة ۔ کاش میں آج سے بیس (۲۰) سال پہلے دنیا سے رخصت ہو چکا ہوتا۔ ساتھ ہی اعلان کیا: طلحہ کے قاتل کو عذاب نار سے مطلع کردو۔

بصرہ کی بندرگاہ کے پاس آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی، تدفین کے تیس (۳۰) سال بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: میں پانی میں ڈوبا ہوا ہوں، مجھے آرام پہنچاؤ اور مجھے اذیت ہو رہی ہے۔ اس شخص کو یہ خواب مسلسل تین رات تک آتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص قیس بن حازم کا غلام تھا اور بعض مؤرخین کے مطابق آپ کے اہل خانہ میں سے کسی فرد نے یہ

خواب دیکھا تھا۔ یہ خواب آپ کی صاحبزادی صاحبہ کے سامنے بیان کیا گیا، انہوں نے اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فتویٰ طلب کیا، انہوں نے لاش مبارک کو نکالنے کی اجازت دی، قبر کھودی گئی تو قبر میں پانی داخل ہو چکا تھا، جسم مبارک تر و تازہ تھا، خوشبو سے مہک رہا تھا۔ اس کے بعد بصرہ میں آل ابی بکر کے لیے حویلی میں دس ہزار درہم کا مکان خریدا گیا، جس میں دوبارہ تدفین عمل میں لائی گئی۔ (علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور، ص: ۲۵۳)

اولادِ امجاد:

اللہ تعالیٰ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دس صاحبزادوں اور چار صاحبزادیوں سے نوازا، جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) صاحبزادوں کے اسماء:

(۱) محمد، (۲) عیسیٰ، (۳) یحییٰ، (۴) اسماعیل، (۵) اسحاق، (۶) یعقوب، (۷) موسیٰ، (۸) زکریا، (۹) یوسف، (۱۰) صالح۔

(ii) صاحبزادیوں کے اسماء:

(۱) عائشہ، (۲) اُمِ اسحاق، (۳) صعبہ، (۴) مریم۔

فائدہ نافعہ:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جملہ صاحبزادگان کے اسماء گرامی حضرات انبیاء علیہم السلام کے اسماء پر تجویز فرمائے، اس سے آپ کی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کمال درجہ کی عقیدت ثابت ہوتی ہے۔ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عملی پیغام بھی ہے کہ اپنی اولاد کے نام انبیاء علیہم السلام، صحابہ عظام رضی اللہ عنہم، صالحین و اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء پر تجویز کیے جائیں۔

جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء گرامی بابرکت ہیں اسی طرح صحابہ کرام کے اسماء بھی بابرکت و پرتاثیر ہیں۔ لہٰذا بچوں کے نام صحابہ کے اسماء پر اور بچیوں کے نام صحابیات کے اسماء پر تجویز کرنے چاہئیں۔ اس مقصد کے پیش نظر ایک سو دس (۱۱۰) صحابہ کرام اور نوے (۹۰) صحابیات عظام کے مشہور اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) اسماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

۱- السال، ۲- احزاب، ۳- اربد، ۴- ارقم، ۵- اسامہ، ۶- اسلم، ۷- اشرف، ۸- اشعث، ۹- اعرس، ۱۰- اقمر، ۱۱- انس، ۱۲- انیس، ۱۳- انیف، ۱۴- اوس، ۱۵- اوفی، ۱۶- ایوب، ۱۷- بدر، ۱۸- بسر، ۱۹- بشر، ۲۰- بشیر، ۲۱- بکر، ۲۲- بلال، ۲۳- بهلول، ۲۴- ثابت، ۲۵- ثعلبہ، ۲۶- ثمامہ، ۲۷- ثوبان، ۲۸- ثور، ۲۹- جابر، ۳۰- جبل، ۳۱- جدار، ۳۲- جد، ۳۳- حاتم، ۳۴- حاجب، ۳۵- حارث، ۳۶- حازم، ۳۷- حاطب، ۳۸- حبان، ۳۹- حزم، ۴۰- حسان، ۴۱- حفص، ۴۲- حکم، ۴۳- حماد، ۴۴- حماس، ۴۵- حمزہ، ۴۶- حمل،

۴۷-حنظل، ۴۸- حنظلہ، ۴۹- حنیف، ۵۰- سہل، ۵۱- حوشب، ۵۲- حیان، ۵۳- حی۔
۵۴-خالد، ۵۵- خباب، ۵۶- خطاب، ۵۷- خلید، ۵۸- خیر، ۵۹- داؤد، ۶۰- درہم،
۶۱-ذکوان، ۶۲- رافع، ۶۳- رفاعہ، ۶۴- رکب، ۶۵- زبان، ۶۶- زفر، ۶۷- زکریا، ۶۸- زہیر۔
۶۹-زیاد، ۷۰- سالم، ۷۱- سعد، ۷۲- سفیان، ۷۳- سکن، ۷۴- سلام، ۷۵- سلمان،
۷۶-شماس، ۷۷- شمعون، ۷۸- شہر، ۷۹- صالح، ۸۰- طفیل، ۸۱- طلحہ، ۸۲- طیب،
۸۳-ظہیر، ۸۴- عامر، ۸۵- عباد، ۸۶- عباس، ۸۷- عتیق، ۸۸- غالب، ۸۹- غسان، ۹۰-محمد،
۹۱- مسعود، ۹۲- مسلم، ۹۳-حابس، ۹۴- مظہر، ۹۵- جنید، ۹۶- مقداد، ۹۷- مقدام،
۹۸-مکحول، ۹۹- منیب، ۱۰۰-ثمامہ، ۱۰۱- جون، ۱۰۲- نعیمان، ۱۰۳- نواس، ۱۰۴- نوفل،
۱۰۵- واقد، ۱۰۶- وائل، ۱۰۷- وردان، ۱۰۸- جعفر، ۱۰۹- جمیل، ۱۱۰- جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(ii) اسماءِ صحابیات عظام رضی اللہ عنہن

۱- آسیہ، ۲- آمنہ، ۳- اثیلہ، ۴- اروی، ۵- اسماء، ۶- امامہ، ۷- امیمہ، ۸- انیسہ، ۹-بادیہ،
۱۰- برزہ، ۱۱- نائلہ، ۱۲- میمونہ، ۱۳- بسرہ، ۱۴- بشیرہ، ۱۵- بیضاء، ۱۶- ثمیمہ،
۱۷-ثویبہ، ۱۸- جمیلہ، ۱۹- جویریہ، ۲۰- حبیبہ، ۲۱- حذافہ، ۲۲- حسانہ، ۲۳- حفصہ،
۲۴-حلیمہ، ۲۵- حولاء، ۲۶- حیہ، ۲۷- خالدہ، ۲۸- خدیجہ، ۲۹- خرقاء، ۳۰- ہند،
۳۱-خلیدہ، ۳۲- یسیرہ، ۳۳- خنساء، ۳۴- خولہ، ۳۵- خویلہ، ۳۶- رائعہ، ۳۷- ہریرہ،
۳۸-رزینہ، ۳۹- رفیدہ، ۴۰- رقیہ، ۴۱- رملہ، ۴۲- رمیشہ، ۴۳- روضہ، ۴۴- ریحانہ،
۴۵-ریطہ، ۴۶-زائدہ، ۴۷- زرینہ، ۴۸- زنیرہ، ۴۹- زینب، ۵۰- سائبہ، ۵۱- سدوس،
۵۲-سدیسہ، ۵۳-سعدہ، ۵۴- سعدیٰ، ۵۵- سعیدہ، ۵۶- سکینہ، ۵۷- سلامہ، ۵۸- سلمی،
۵۹- سلمہ، ۶۰-سمیہ، ۶۱- سہلہ، ۶۲- شفاء، ۶۳- شموس، ۶۴- ہالہ، ۶۵- صفیہ،
۶۶-طلیحہ، ۶۷-ظبیہ، ۶۸- عاتکہ، ۶۹- عائشہ، ۷۰- عفراء، ۷۱- عقیلہ، ۷۲- ندبہ، ۷۳-علیہ،
۷۴-عمارہ، ۷۵- عمیرہ، ۷۶- عفیرہ، ۷۷- فاختہ، ۷۸- فارعہ، ۷۹- فاطمہ، ۸۰- قریبہ،
۸۱-قفیرہ، ۸۲- قیلہ، ۸۳- کبشہ، ۸۴- کریمہ، ۸۵- لبابہ، ۸۶- لبنیٰ، ۸۷- ماریہ، ۸۸- نہدیہ،
۸۹- مریم، ۹۰- ملیکہ۔ (بحوالہ اسد الغابۃ)

حکیمانہ ارشادات:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے حکیمانہ اور نصیحت آموز چند اقوال حسب ذیل ہیں:

۱- صلہ رحمی کے بارے میں کسی کنجوس سے ہرگز مشورہ نہ کرو۔
۲- گھر میں بیٹھا رہنا اور معاش کی تلاش میں باہر نہ نکلنا مرد کا عیب ہے۔
۳- جنگ میں شرکت کے لیے کسی بزدل شخص سے مشورہ نہ کرو۔
۴- کسی دوشیزہ سے نکاح کے لیے نوجوان سے مشورہ نہ کرو۔
۵- خدام سے حسن سلوک، دشمن کے عزائم کو خاک میں ملا دیتا ہے۔
۶- اپنی مالی حیثیت کے مطابق لباس زیب تن کیا جائے، کیونکہ یہ نعمت خداوندی کا اظہار ہے۔

ظاہری اسباب و ذرائع کا استعمال جائز ہونا:

۱- مواقع کی مناسبت سے ذرائع اور اسباب کا استعمال جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تحفظ اور دشمن سے بچاؤ کے لیے دو زرہیں زیب تن فرما رکھی تھیں، یہ ذرائع کا استعمال تھا۔ اس میں امت کے لیے بھی پیغام و تعلیم ہے کہ جانی و مالی نقصان سے تحفظ کے لیے اسباب کے استعمال کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ ایک زرہ کی بجائے دو کا استعمال اپنے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے تھا۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے از خود چٹان پر نہ چڑھنے کی تین وجوہات ہوسکتی ہیں: (i) ان دنوں میں آپ کا جسم مبارک بھاری ہو چکا تھا۔ (ii) چٹان قدرے بلند تھی جس پر چڑھنا دشوار تھا۔ (iii) احتیاطی تدابیر کو استعمال میں لاتے ہوئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر اور اس پر قدم رکھتے ہوئے چٹان پر جلوہ افروز ہوئے۔

۳- غزوۂ اُحد کے موقع پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ و دفاع کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا، اپنے ہاتھوں کو ڈھال بناتے ہوئے تیروں کو روکتے، دشمن کے حملہ کو حکمت عملی سے ناکام بناتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر محفوظ مقام پر لے جاتے، اپنے ہاتھ زخمی ہو گئے، ایک انگلی کٹ کر گر گئی حتیٰ کہ تلواروں، نیزوں اور تیروں کے ستر (۷۰) سے زائد زخم آنے پر بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے، بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے گئے، آپ نے اپنا دست اقدس جسم پر پھیرا، خصوصی دعا فرمائی جس کے نتیجہ میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور ہوش میں آتے ہی دشمن سے جہاد کرنا شروع کر دیا۔

یہ ایثار و جان نثاری دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دیتے ہوئے فرمایا:
اوجب طلحة یعنی طلحہ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی۔

فائدہ نافعہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مختار بنایا تھا جسے جو چیز چاہیں عنایت کریں اور جسے چاہیں اس چیز سے محروم کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جنتی قرار دیا، اس سے معلوم ہوا ہے کہ آپ جنت کے مالک و مختار ہیں' جس طرح چاہیں اس میں تصرف فرمائیں۔ (ماخوذ شرح انتخاب احادیث صحیح بخاری از صفحہ ۳۰۴ تا ۳۱۴)

3672 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مُوسَى الطَّلْحِيُّ مِنْ وَلَدِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ الصَّلْتِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ قَالَ قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

متن حدیث: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى شَهِيدٍ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيثِ الصَّلْتِ

توضیح راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي الصَّلْتِ بْنِ دِينَارٍ وَفِي صَالِحِ بْنِ مُوسَى مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمَا

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ کسی شہید کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھے تو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف صلت بن دینار نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض اہل علم نے صلت بن دینار نامی راوی کے بارے میں کلام کیا ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

بعض محدثین نے صالح بن موسیٰ نامی راوی کے بارے میں بھی کلام کیا ہے۔

شرح

زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اعلان ہونا:

نگاہ نبوت کے سامنے کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تا قیامت بلکہ بعد از قیامت پیش آنے والے واقعات کو تفصیل سے بیان کر دیا، حدیث باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو جنتی قرار دیا گیا ہے، جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پچیس (۲۵) سال بعد جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

فائدہ نافعہ:

اس روایت سے ثابت ہوا یہ عقیدہ باطل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے۔ بعض لوگ اس حدیث کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرار دے کر گزر جاتے ہیں اور آپ کے علم مبارک کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ معجزہ اور علم نبوی دونوں متعارض و متضاد چیزیں نہیں ہیں۔

3673 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَمِّهِ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ

متن حدیث: قَالَ دَخَلْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ اَلَا اُبَشِّرُكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

3672 - اخرجه ابن ماجه (٤٦/١): المقدمة: باب: فضل طلحة بن عبيد الله. حديث (١٢٥) عن الصلت بن دينار عن ابي نضرة، عن جابر به.

يَقُوْلُ : طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو انہوں نے فرمایا: میں تمہیں یہ خوشخبری سناتا ہوں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' طلحہ ان لوگوں میں سے ہے' جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا۔ (جن کا ذکر قرآن میں ہے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اس کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کو صرف اس سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

اپنی نذر پوری کرنے والے لوگوں میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا شمار ہونا:

اس روایت میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے، وہ اس طرح کہ جب ارشاد ربانی نازل ہوا مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (لوگوں میں سے کون ہے جس نے اپنی نذر پوری کر لی ہے؟) اس آیت کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: اس آیت کا مصداق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ وہ غزوہ اُحد کے موقع پر جم کر لڑے تھے۔ وہ ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال درجہ سے دفاع کرتے رہے، دوسری طرف دشمن سے لڑتے رہے اور دشمن کے حملوں کو ناکام بناتے رہے حتیٰ کہ جسم زخموں سے چور ہو گیا اور آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ پھر دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں ہوش میں آتے ہی جہاد کا سلسلہ شروع کر دیا۔

3674 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْعَنَزِيُّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ الْيَشْكُرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ

متنِ حدیث: قَالَ سَمِعَتْ اُذُنِيْ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ جَارَايَ فِي الْجَنَّةِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے کانوں کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے' آپ نے ارشاد فرمایا: طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

3674 ۔ انفرد به الترمذی انظر (تحفة الاشراف) (٧/٣٣٤): حديث (١٠٢٤٣)، و اخرجه الحاكم فی المستدرك (٣/٣٦٤) و قال: حديث صحيح الاسناد، ولم يخرجاه، و تعقبه الذهبی، و قال: لا، اخرجه من طريق علقمة بن علاثة اليشكری عن علی بن ابی طالب به.

شرح

جنت میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہونا:

ہر صحابی قابل تعریف اور واجب الاحترام ہے، کیونکہ قرآن کریم ان کی موجودگی میں نازل ہوا، انہوں نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی وروحانی فیضان حاصل کیا، ان نفوس قدسیہ کی کاوش سے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچا ہے، ان کا ایمان چٹان سے بھی زیادہ مضبوط تھا، کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایمان لائے اور ہم سن کر آپ پر ایمان لائے ہیں۔

اس روایت میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی فضیلت بیان کی گئی ہے، زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں جنتی قرار دیا گیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں انہیں اپنا پڑوسی قرار دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں صحابہ نہ صرف جنتی ہیں بلکہ جنت میں انہیں قربِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حاصل ہوگا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما دونوں کا شمار صحابہ عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، زبان نبوت سے انہیں نام لے کر جنتی قرار دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے پچیس (۲۵) سال بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ جمل کے موقع پر جام شہادت نوش کیا تھا۔

3675 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ مُوْسٰى وَعِيْسٰى ابْنَىْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْهِمَا طَلْحَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِاَعْرَابِيٍّ جَاهِلٍ سَلْهُ عَمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ مَنْ هُوَ وَكَانُوْا لَا يَجْتَرِئُوْنَ هُمْ عَلٰى مَسْاَلَتِهٖ يُوَقِّرُوْنَهٗ وَيَهَابُوْنَهٗ فَسَاَلَهُ الْاَعْرَابِيُّ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ اِنِّىْ اطَّلَعْتُ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ وَعَلَيَّ ثِيَابٌ خُضْرٌ فَلَمَّا رَاٰنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ قَالَ الْاَعْرَابِيُّ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذَا مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ كُرَيْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ بْنِ بُكَيْرٍ وَّقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ كِبَارِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ عَنْ اَبِىْ كُرَيْبٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يُحَدِّثُ بِهٰذَا عَنْ اَبِىْ كُرَيْبٍ وَّوَضَعَهٗ فِىْ كِتَابِ الْفَوَائِدِ

◆◆ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ایک ناواقف دیہاتی شخص سے یہ کہا: تم آپ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کرو جس نے اپنی نذر کو پورا کر دیا' اور (جس کا ذکر قرآن میں ہے) اس سے مراد کون شخص ہے؟ (حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے عزت واحترام اور آپ کی ہیبت کی وجہ سے براہِ راست سوال نہیں کیا کرتے تھے۔ اس دیہاتی نے آپ سے یہ سوال کیا آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر آپ سے یہ سوال کیا آپ نے پھر اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر آپ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے پھر اس سے منہ پھیر

لیا۔ اسی دوران "میں" مسجد کے دروازے سے اندر آیا میں نے سبز لباس پہن رکھا تھا جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو دریافت کیا: اپنی نذر کو پورا کرنے والے شخص کے بارے میں دریافت کرنے والا شخص کہاں ہے؟ تو دیہاتی نے جواب دیا: یا رسول اللہ! میں ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے (میری طرف اشارہ کر کے) فرمایا: یہ وہ شخص ہے، جس نے اپنی نذر کو پورا کیا (جس کا ذکر قرآن میں ہے)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف ابوکریب نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں جسے انہوں نے یونس بن بکیر سے نقل کیا ہے۔

بعض دیگر کبار محدثین نے ابوکریب کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سنا ہے: وہ ابوکریب کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں: انہوں نے اس حدیث کو اپنی کتاب الفوائد میں نقل کیا ہے۔

شرح

آیت مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ کا مصداق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہونا:

اس روایت میں اس آیت مبارکہ: مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ کا مصداق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث کا اختصار یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آداب کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ گفتگو کرنے سے احتراز کرتے تھے، جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے ایک اعرابی کے ذریعے آپ سے اس کا مصداق معلوم کرنے کی کوشش کی، اعرابی نے تین بار سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اس آیت کا مصداق کون شخص ہے جس نے اپنی نذر پوری کر دی ہے؟ آپ نے ہر بار جواب دینے سے اعراض کیا، پھر اچانک حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سامنے آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے مخاطب ہو کر فرمایا: اس آیت کا مصداق یہ شخص ہے، یہی وہ شخص ہے جس نے اپنی نذر پوری کی ہے، کیونکہ غزوۂ اُحد میں یہ خوب جم کر لڑا تھا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ اشعار کہے:

١- وطلحة يوم الشعب آسى محمد — على ساعة ضاقت عليه وسقت

٢- وقاه بكفيه الرماح فقطعت — اصابعه تحت الرماح فشلت

٣- وكان امام الناس الا محمدا — اقر رحا الاسلام حتى استقرت

ترجمہ: ١- غزوۂ اُحد کے دن طلحہ نے احد گھاٹی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح حفاظت کی جبکہ ان پر عرصہ حیات تنگ اور مشقت میں تھے۔

٢- طلحہ اپنے ہاتھوں پر نیزوں کے وار روکتے تھے جس سبب ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور ہاتھ شل ہو گیا۔

٣- طلحہ اپنی قربانیوں اور جان نثاریوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سب کے پیشوا تھے جنہوں نے نظام اسلام کو مستحکم کیا۔

بَاب مَنَاقِبِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

باب 19: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3676 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ

متن حدیث: قَالَ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَقَالَ بِأَبِي وَأُمِّي

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جنگ قریظہ کے دن میرے لئے اپنے والدین کو جمع کیا اور فرمایا: میرے ماں باپ (تم پر قربان ہوں)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت و نام و نسب:

آپ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ستائیس (۲۷) سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام: زبیر، والد کا نام: عوام اور دادا کا نام: خویلد تھا۔ نسب مبارک یوں بیان کیا جاتا ہے:

زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔ پانچویں پشت میں نسب نامہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

کنیت و لقب:

آپ کی کنیت اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ''ابوعبداللہ'' تھی اور لقب ''حواری رسول اللہ'' تھا۔ یہ لقب تجویز کرنے کی وجہ غزوۂ خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان ہے: ان لکل نبی حواریا و حواریی الزبیر۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص ۵۴۔د) بیشک ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر بن عوام ہے۔

3676- اخرجه البخاری (۹۹/۷): کتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب الزبیر بن العوام، حدیث (۳۷۲۰)، و مسلم (۱۸۷۹/٤): کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل طلحة و الزبیر، رضی الله عنهما، حدیث (۴۹/۱٦، ۲٤)، و ابن ماجه (٤٥/۱): المقدمة: فضل الزبیر رضی الله عنه، حدیث (۱۲۳)، و اخرجه احمد (۱٦٤/۱ - ۱٦٦)، عن عبد الله بن الزبیر عن الزبیر بن العوام به.

خاندانی پس منظر:

آپ قبیلہ قریش کی شاخ بنوتمیم کے چشم و چراغ تھے۔ والد گرامی عوام، خویلد بن اسد کے صاحبزادے اور اُم المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ کے زمانہ بچپن میں والد گرامی انتقال کر گئے تھے۔

والدہ ماجدہ کا نام حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب تھا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور و جان نثار چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنی زہرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب سے ہوا تھا، ان کے انتقال کے بعد عوام بن خویلد کے نکاح میں آئیں اور ان سے تین بیٹے پیدا ہوئے:

(۱) زبیر، (۲) سائب، (۳) عبدالکعبہ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیوں میں سے حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی دولت اسلام سے مالا مال نہیں ہوئی تھی، آپ نہایت وضعدار اور شجاع و بہادر تھیں، غزوہ خندق کے موقع پر انہوں نے تنہا ایک یہودی کو قتل کر دیا تھا۔ آپ یہ اعلان کیا کرتی تھیں: انا اول امرأة قتلت رجلا۔ (میں پہلی خاتون ہوں جس نے تنہا مرد کو قتل کے گھاٹ اتارا) ہے ۲۰ھ میں حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا، مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ والدہ کے انتقال کے وقت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔

حلیہ مبارک:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی، جسم چھریرا، قد میانہ مائل بطوالت، پاؤں اس قدر لمبے کہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو زمین کو چھوتے تھے، داڑھی کے بال ہلکے، زلفیں کندھے تک لمبی تھیں اور رخساروں پُر گوشت نہیں تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتے:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین کئی رشتے تھے، جو حسب ذیل ہیں:

۱- آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے تھے، اس طرح پھوپھی زاد بھائی بنتے ہیں جو عظیم تر رشتہ ہے۔

۲- اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر محترم عوام بن خویلد، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے والد گرامی تھے، اس رشتہ کے اعتبار سے آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھتیجے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پھوپھا قرار پاتے ہیں۔

۳- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے، کیونکہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی ہمشیرہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما آپ کی بیوی تھیں۔

آغوش اسلام میں:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ''سابقین اولین'' میں شمار ہوتے ہیں، نہایت ابتدائی عمر میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے اور اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا پانچواں نمبر تھا۔ قبول اسلام کے وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ اس بارے میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں:

(i) آٹھ (۸) سال، (ii) بارہ (۱۲) سال، (iii) پندرہ (۱۵) سال، (iv) سولہ (۱۶) سال۔ مؤخر الذکر قول سب سے زیادہ مناسب اور حقیقت کے قریب تر ہے۔

والدہ ماجدہ کی تربیت:

والد گرامی کا انتقال آپ کے بچپن میں ہو گیا تھا، والدہ محترمہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی زیر پرورش و زیر کفالت بچپن گزارا، والدہ محترمہ آپ کی خوراک کے ساتھ تربیت کی طرف خصوصی توجہ فرماتیں تاکہ مستقبل میں بچہ قابل تقلید اوصاف کا حامل ہو، اس مقصد کے حصول کے لیے بعض اوقات تادیبی کاروائی بھی عمل میں لاتیں، ایک دفعہ تادیبی عمل کے دوران لوگوں نے والدہ محترمہ سے کہا: صفیہ! بچے کو کیوں مارتی ہو، اس طرح تو تم انہیں مار ڈالو گی؟ آپ نے لوگوں کے جواب میں برجستہ جواب دیا:

انما انا اضربه كي يلب   ويجر الجيش ذا الجلب

(میں اسے اس لیے مارتی ہوں تاکہ یہ ہوشیار، صاحب عقل اور ساز و سامان والے لشکر کا قائد بن سکے)

والدہ محترمہ کی محنت، مخلصانہ تربیت اور توجہ کا اثر تھا کہ جوان ہونے کے بعد آپ ہر میدان میں کامیاب ہوتے تھے، ایک دفعہ مکہ میں نوجوانوں میں مقابلہ ہوا تو آپ نے ایک طاقتور نوجوان پر قوت سے وار کیا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، لوگ صاحبزادہ کی شکایت لے کر حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے پاس گئے تو انہوں نے معذرت کی بجائے جواب میں فرمایا:

كيف رأيت زبيراً؟ أقطاً حسبته أمّ لمراً، أمّ مشتملاً صقراً

تم نے زبیر کو کیسا پایا؟ وہ پنیر یا خشک کھجور یا بلند حوصلہ ہیں؟

ہمعصر صحابہ کرام:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہمعصر بلکہ ایک ہی سال پیدا ہونے والے مشہور چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے:

(۱) حضرت علی بن ابی طالب، (۲) حضرت زبیر بن عوام، (۳) حضرت طلحہ بن عبیداللہ، (۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

ان ہمعصر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کئی امور قدرے مشترک پائے جاتے ہیں:

(i) سب دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ (ii) سب شجاع و بہادر تھے۔ (iii) سب کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ (iv) سب

نے ہجرت کی اور دین پر ثابت قدم رہے۔ (v) شجاعت و بہادری اور استقامت سے اسلام کی ترقی و دفاع کے کارنامے انجام دیے۔ (vi) سب کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

اسلام کے لیے اٹھنے والی پہلی تلوار:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نوعمری میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، خون بھی جوان تھا، جذبات قابو سے باہر تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت مثالی تھا۔ اسی زمانہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرلیا ہے، آپ دیوانہ وار تلوار لہراتے ہوئے گھر سے نکلے، لوگوں کے بیچ سے گزرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے، آپ نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا: اے زبیر! تم اور یہ تلوار کیسے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ مشرکین نے آپ کو گرفتار کرلیا ہے، فرمایا: اگر میں گرفتار کرلیا جاتا تو تم کیا کرتے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں گرفتار کرنے والوں کو اپنی تلوار سے قتل کردیتا، یہ جواب سن کر آپ خوش ہوئے، اور ان کی تلوار کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ پہلی تلوار ہے، جو ایک نوجوان کے جذبات کی ترجمان بن کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں میان سے نکلی تھی۔

سعادتِ ہجرت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد جو شخص دامن اسلام سے وابستہ ہوتا، مشرکین مکہ اس پر مظالم کے پہاڑ ڈھاتے، مختلف مصائب میں مبتلا کر کے اسے اسلام سے برگشتہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے لیکن مسلمان سب مصائب و آلام برداشت کرلیتا دامن اسلام ہرگز نہ چھوڑتا۔ یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دامن سے وابستہ لوگوں کو مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کر جانے کی اجازت دی گئی، سب مسلمانوں نے ہجرت کی اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی۔ مؤرخین کے مطابق آپ نے دو ہجرتیں فرمائیں، پہلی ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف، پھر مکہ واپس آگئے جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے اور دوسری ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف کی اور وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

ایثار و فیاضی:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو مال و دولت کے ساتھ ساتھ ایثار و قربانی والا دل بھی عطا فرمایا تھا، غرباء و مساکین پر خرچ کر کے اظہار مسرت فرماتے تھے۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے آپ کی ملکیت میں ایک ہزار غلام تھے، جو روزانہ مزدوری کر کے بھاری رقم آپ کے ہاں جمع کراتے تھے مگر اس رقم سے ایک پیسہ تک اپنے اہل و عیال پر خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ سب رقم فی سبیل اللہ غرباء و مساکین پر صدقہ کر دیتے تھے۔

مساوات اسلامی کا خیال:

صاحب دولت اور معزز و محترم ہونے کے باوجود آپ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی اصولوں کو پیش نظر رکھتے تھے اور ا...

سلسلہ میں کسی چیز کو حائل نہیں ہونے دیتے تھے۔غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ کے ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بڑی بے دردی سے شہید کیے گئے، والدہ محترمہ تجہیز وتکفین کے لیے دو کپڑے لائیں مگر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ایک انصاری صحابی کی لاش بے گور وکفن پڑی تھی، دل نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ دونوں کپڑے ماموں کے کفن کے لیے استعمال ہوں جبکہ انصاری کی لاش بے گور وکفن پڑی رہے، دونوں کپڑوں کو ناپا گیا، اتفاق سے ایک کپڑا بڑا جبکہ دوسرا چھوٹا تھا، یہ بھی گوارا نہ کیا کہ بڑا کپڑا اپنے ماموں کے لیے استعمال کریں اور چھوٹا دوسرے شہید کے لیے، آپ نے قرعہ اندازی کے ذریعے کپڑوں کو تقسیم کیا اور دونوں لاشوں کو ایک ایک کپڑے میں کفن دیا۔اس طرح اسلامی مساوات کے اصول کو پیش نظر رکھا۔

تجارت میں برکت:

آپ بہت بڑے تاجر تھے، تجارت میں کبھی نقصان نہیں ہوا تھا، اس طرح نہایت تجربہ کار تاجر واقع ہوئے تھے، آپ سے تجارت میں نقصان نہ ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب میں فرمایا: میں نے نفع کے خیال سے کبھی تجارت نہیں کی لیکن عیب دار چیز کبھی نہیں خریدی۔

فضائل وکمالات:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات کثیر روایات میں بیان کیے گئے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

قال: كنت يوم الاحزاب جعلت انا و عمر بن ابى سلمة فى النساء، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من يأت بنى قريظة؟ فيأتينى بخبرهم، فانطلقت فلما رجعت جمع لى رسول الله صلى الله عليه وسلم ابويه، فقال: فداك ابى و امى. (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۵۱۵)

غزوہ خندق کے دن میں اور عمر بن ابی سلمہ دونوں خواتین کی حفاظت کے لیے مامور تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی قریظہ کے پاس جا کر معلومات کون لائے گا؟ پس میں گیا اور واپس حاضر خدمت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے فرمایا: میرے والدین تم پر قربان ہوں۔

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان على حراء هو وابوبكر و عمر و عثمان و على و طلحة والزبير فتحركت الصخرة، فقال النبى صلى الله عليه وسلم اهدأ فما عليك الا نبى او صديق او شهيد. (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۴۱۷)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ حراء پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم تھے، تو پہاڑ نے حرکت شروع کر دی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کوہ حراء! اپنی حرکت بند کر دے تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

۳۔حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ابوبكر في الجنة، و عمر في الجنة و عثمان في الجنة وعلى في الجنة وطلحة في الجنة والزبير في الجنة و عبدالرحمن بن عوف في الجنة و سعد في الجنة و سعيد في الجنة و ابو عبيدة بن الجراح في الجنة. (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۳۳)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر صدیق جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے، طلحہ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے، عبدالرحمن بن عوف جنتی ہے، سعد جنتی ہے، سعید جنتی ہے اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم جنتی ہے۔

۴۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال سمعت اذني من في رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقول: طلحة والزبير جاراى في الجنة. (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:۵۵۶۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دونوں کانوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ بات سنی: طلحہ اور زبیر دونوں جنت میں میرے ہمسائے ہوں گے۔

۵۔حضرت عبدالرحمن بن اخنس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال شهدت سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل عند المغيرة بن شعبة فذكر من على شيئا، فقال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول عشرة من قريش في الجنة: ابوبكر في الجنة و عمر في الجنة و على في الجنة و عثمان في الجنة و طلحة في الجنة والزبير في الجنة وعبدالرحمن في الجنة وسعد بن ابى وقاص في الجنة وسعيد بن زيد بن عمر في الجنة.

(السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث:۸۲۱۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش کے دس آدمی جنتی ہیں: (۱) ابوبکر جنتی ہے، (۲) عمر جنتی ہے، (۳) علی جنتی ہے، (۴) عثمان جنتی ہے، (۵) طلحہ جنتی ہے، (۶) زبیر جنتی ہے، (۷) عبدالرحمن جنتی ہے، (۸) سعد بن ابی وقاص جنتی ہے، (۹) سعید بن زید رضی اللہ عنہم جنتی ہے۔

رشتہ مواخات:

ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار صحابہ کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا، مہاجرین میں سے ایک اور ایک انصار میں سے لے کر دونوں کے مابین مواخات کرایا گیا، اس کا مقصد مہاجرین کی بحالی اور باہم محبت والفت پیدا کرنا تھا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا رشتہ اخوت حضرت مسلمہ بن سلمہ بن وقش انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا۔

رشتہ مواخات، حقیقی رشتہ سے بھی زیادہ مستحکم، نتیجہ خیز اور باہم محبت کا باعث بنا۔ چونکہ مہاجرین محض ایمان کی حفاظت کے لیے مدینہ طیبہ آئے تھے جبکہ ان کی جائیداد، گھر بار، اعزاء واقارب اور وطن سب کچھ چھوٹ گیا تھا، انصار نے ان کی بحالی کے لیے پورا پورا تعاون ومعاونت کی، جس انصاری مسلمان کے دو گھر تھے ایک خود رکھ لیا جبکہ دوسرا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا، جس کے دو کھیت تھے ایک خود رکھ لیا دوسرا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا، جس کے دو باغ تھے ایک خود رکھ لیا دوسرا اپنے مہاجر بھائی کو پیش کر دیا حتیٰ کہ جس کی دو بیویاں تھیں اس نے ایک خود رکھ لی دوسری کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دی۔

مواخات جیسا رشتہ پوری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتا، ایسا رشتہ چشم فلک نے بھی پہلی بار دیکھا تھا، یہ رشتہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم کردہ تھا' جو دنیا تک محدود نہ رہا بلکہ قیامت کے دن بھی مفید ونافع ثابت ہوگا۔ اس رشتہ کی بدولت مسلمانوں میں ایثار وقربانی، الفت ومحبت اور خیر خواہی کا جذبہ موجزن ہوا۔

تعداد مرویات اور رواۃ:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار، یکے از عشرہ مبشرہ، آپ کے علمی وروحانی فیض یافتہ تھے۔ آپ کے حوالے سے اڑتیس (۳۸) احادیث مبارکہ روایت کی جاتی ہیں اور یہ روایات کتب صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

آپ کے حوالے سے احادیث روایت کرنے والوں (رواۃ) کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر، (۲) حضرت مصعب بن زبیر، (۳) حضرت عروہ بن زبیر، (۴) حضرت جعفر بن زبیر، (۵) حضرت مالک بن اوس، (۶) حضرت احنف بن قیس، (۷) حضرت عبداللہ بن عامر، (۸) حضرت مسلم بن جندب، (۹) حضرت ابوحکیم وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

سوال: آپ ایسے جلیل القدر صحابی ہیں، جو عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتے ہیں، پھر آپ کی مرویات کی تعداد صرف اڑتیس (۳۸) احادیث تک محدود کیوں ہے؟

جواب: آپ کی مرویات کی تعداد قلیل ہونے کی وجہ روایت حدیث میں احتیاط ہے، کیونکہ اس احتیاط کا درس دیتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كذب على متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار ۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:۳:ص:۵۷)

(جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے)

غزوات میں شرکت:

آپ کی والدہ محترمہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے آپ کی تربیت ایسے خطوط اور مقاصد کے لیے کی تھی کہ جوانی میں قدم رکھتے ہی نتائج سامنے آنا شروع ہو گئے، دور وا کناف میں آپ کی شجاعت وبہادری کے سکے بیٹھ گئے اور کوئی بڑا سے بڑا پہلوان آپ کے سامنے دم نہیں مار سکتا تھا۔

ہجرت مدینہ کے بعد مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو مدینہ طیبہ میں بھی سکون کا سانس لینا دشوار کر دیا تھا، وہ کبھی مسلمانوں کے مویشیوں کو لے جاتے، کبھی موقع پا کر مسلمانوں کو قتل کر دیتے اور بالآخر انہوں نے مسلمانوں سے باقاعدہ جنگ کا پروگرام بنالیا، کیونکہ اسلام کی روشنی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔

مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے مابین جنگوں کا طویل سلسلہ غزوہ بدر سے شروع ہوا، جو فتح مکہ تک جاری رہا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مسلمانوں نے غزوات میں نہایت دلیری و بے باکی سے حصہ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد جہاد دفاعِ اسلام تھا، یہی وجہ ہے کہ کثیر تعداد میں غزوات پیش آنے کے باوجود طرفین سے نہایت قلیل لوگ کام آئے۔ دیگر صحابہ کی طرح حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بھی تمام غزوات میں شرکت کی اور اپنی شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ غزوہ خندق میں تو آپ کی خدمات قابل تقلید، قابل تحسین اور تاریخی نوعیت کی تھیں۔ غزوات میں آپ کے کارنامے عسکری تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ عصر حاضر کے مسلمانوں میں جذبہ جہاد ماند پڑ رہا ہے، ایسے ماحول میں غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت و تعارف کی اہم ضرورت ہے، اس ضمن میں صحابہ کرام بالخصوص حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی شجاعت و بہادری کے کارناموں سے نوجوانوں کو متعارف کرانے کی اشد ضرورت ہے، کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ وہی اقوام ترقی کرتی ہیں جو جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر دشمن کے سامنے باوقار انداز سے مقابلہ کرنا جانتی ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفاء راشدین میں اسلام کی ترقی و دفاع کے حوالے سے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے تاریخ ساز خدمات انجام دیں۔

شہادت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو شہادت کی خوشخبری سنائی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ نے جنگ جمل میں شمولیت کی پھر فریقین سے کنارہ کش ہو کر حجاز واپس ہوئے، نماز ظہر کا وقت ہونے پر نماز میں مشغول ہو گئے، عین نماز کی حالت میں عمرو بن جرموز نے حملہ آور ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔

۱۰ ر جمادی الآخریٰ ۳۶ھ میں بروز جمعرات بصرہ سے اکیس (۲۱) میل کی دوری پر وادی سباع میں آپ شہید ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

شہادت کے وقت آپ کی عمر کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) پچھتر (۷۵) سال، (۲) ساٹھ (۶۰) سال، (۳) پچاس (۵۰) سال، (۴) سڑسٹھ (۶۷) سال، (۵) چھیاسٹھ (۶۶) سال، (۶) چونسٹھ (۶۴) سال، (۷) پچاس (۵۰) سال سے کچھ زائد۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اظہارِ افسوس:

کوئی مومن کامل جرأت نہیں کر سکتا کہ حالت نماز میں کسی کو موت کے گھاٹ اتارے لیکن عمرو بن جرموز وہ شقی القلب انسان

تھا جس نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حالت نماز میں شہید کیا، وہ بد بخت شہید کرنے تک محدود نہ رہا بلکہ رعونت سے آپ کا سر اقدس کاٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اچانک ایسی صورتحال سے چونک گئے۔ پھر اظہار افسوس کرتے ہوئے اعلان کیا:

تبوأ يا اعرابي مقعدك من النار، حدثني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان قاتل الزبير في النار .

(سیر اعلام النبلاء شمس الدین الذہبی، ج ۳ ص ۳۶)

اے اعرابی! تو اپنا ٹھکانہ جہنم بنا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا: بیشک زبیر کا قاتل جہنمی ہے۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء وہاں بیٹھ کر آپ کے قتل پر روتے رہے۔

اولاد امجاد:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے متعدد نکاح کیے، آپ کی ازواج کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق، (ii) حضرت اُم خالد بنت خالد، (iii) حضرت رباب بنت انیف بن عبید، (iv) حضرت اُم جعفر زینب بن مرشد بن عمرو، (v) حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط، (vi) حضرت حلال بنت قیس بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گیارہ (۱۱) صاحبزادوں اور نو (۹) صاحبزادیوں سے نوازا۔

صاحبزادگان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر، (۲) حضرت عروہ بن زبیر، (۳) حضرت منذر بن زبیر، (۴) حضرت عاصم بن زبیر، (۵) حضرت مہاجر بن زبیر، (۶) حضرت خالد بن زبیر، (۷) حضرت عمرو بن زبیر، (۸) حضرت مصعب بن زبیر، (۹) حضرت حمزہ بن زبیر، (۱۰) حضرت عبیدہ بن زبیر، (۱۱) حضرت جعفر بن زبیر رضی اللہ عنہم۔

آپ کی صاحبزادیوں کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت زبیر، (۲) حضرت اُم الحسن بنت زبیر، (۳) حضرت عائشہ بنت زبیر، (۴) حضرت حبیبہ بنت زبیر، (۵) حضرت سودہ بنت زبیر، (۶) حضرت ہند بنت زبیر، (۷) حضرت رملہ بنت زبیر، (۸) حضرت زینب بنت زبیر، (۹) حضرت خدیجہ الصغریٰ بنت زبیر رضی اللہ عنہن۔

قرض کی ادائیگی کا وصیت نامہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو شہادت کی بشارت سنائی گئی تھی، جس پر آپ کا پختہ یقین تھا، جنگ جمل میں شرکت کے وقت آپ کو شہادت کا منظر سامنے نظر آ رہا تھا، آپ نے صاحبزادگان کے نام وصیت نامہ تحریر فرمایا جس میں قرض کی

ادائیگی پر زور دیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ کا وصیت نامہ حسب ذیل ہے:

''بیٹا! آج ظالم قتل کیا جائے گا یا مظلوم، مجھے لگتا ہے کہ آج میں مظلومی کی حالت میں قتل کیا جاؤں گا۔ اس لیے مجھے سب سے بڑی فکر اپنے قرض کی ہے، کیا تمہاری رائے میں ہمارے قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ مال بچ جائے گا؟ اے میرے فرزند! میرا مال بیچ کر قرض ادا کر دینا اور ثلث میں وصی بننا، قرض ادا کرنے کے بعد اگر کچھ بچے تو اس میں سے تیسرا حصہ تمہارے بچوں کے لیے ہے۔''

قرض کی مقدار اور تقسیم میراث:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی وصیت کو یقینی طور پر عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی، حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ بائیس لاکھ (۲۲۰۰۰۰۰) روپے قرضہ ہے، چار سال تک ورثاء کی طرف سے حج کے مواقع پر اعلان کیا گیا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش کر گئے ہیں، اگر کسی کا ان کے ذمہ قرضہ ہو تو وہ ہم سے رابطہ کرے۔

حسب وصیت قرضہ ادا کرنے کے بعد ورثاء میں جو مال وراثت تقسیم کیا گیا اس کی کل رقم پانچ کروڑ دس لاکھ (۵۱۰،۰۰۰۰۰) روپے تھی۔ یہ رقم شرعی اصولوں کے مطابق ورثاء میں تقسیم کی گئی تھی۔

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مقام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کی قدر و منزلت امتیازی تھی، حضرت ابواسحاق سبیعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں ایک محفل میں شامل ہوا جس میں بیس (۲۰) سے زائد جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے، میں نے دریافت کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ عزت و تکریم کس کی تھی؟ سب لوگوں نے متفقہ جواب دیا: حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ معزز تھے۔ (ماخوذ شرح انتخاب احادیث بخاری از صفحہ ۲۸۸ تا ۳۰۴)

مفہوم حدیث:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شمولیت اختیار کی، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے، کارناموں سے تاریخ رقم کی اور قابل تقلید خدمات انجام دیں۔ غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر آپ کی خدمت و قربانی دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت ان کے لیے اپنے والدین کریمین کو جمع کرتے ہوئے فرمایا: **بابی انت و امی!** تم پر میرے والدین قربان! کسی پر اپنی جان یا اپنے والدین کو قربان کرنا، آخری درجہ کا ایثار ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو مشقت یا مصیبت مخاطب (حاضر) پر آنے والی ہے، وہ متکلم پر یا متکلم کے والدین پر آئے جبکہ مخاطب اس سے محفوظ و مامون رہے۔ اس طرح کا تفدیہ ایسے موقع پر کیا جاتا ہے، جو کوئی شخصیت اہم کارنامہ انجام دے مثلاً حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے غزوۂ اُحد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے فرمایا:

یا سعد! ارم فداك ابی وامی ۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۸۳۳)

اے سعد! تم تیراندازی کرو، تم پر میرے والدین قربان!

جب مسلمانوں کی طرف سے یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ کیا گیا تو ان کے ساتھ قبیلہ بنوقریظہ بھی تھا لیکن غزوہ احزاب کے موقع پر قبیلہ بنوقریظہ نے نقض عہد کر کے دشمن کا ساتھ دیا، تو جنگ کے اختتام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احوال کا جائزہ لینے کے لیے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، وہ خطرہ میں کود کر اور جان جوکھوں میں ڈال کر ان کے احوال کا جائزہ لے کر حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قربانی کے اعتراف میں اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے فرمایا: اے زبیر! تم پر میرے ماں باپ قربان! زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان صرف دو صحابہ کے لیے ہوا تھا، ان الفاظ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بے مثال عظمت وفضیلت نمایاں ہوتی ہے۔

3677 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَّاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَيُقَالُ الْحَوَارِيُّ هُوَ النَّاصِرُ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الْحَوَارِيُّ هُوَ النَّاصِرُ

◆◆ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر نبی کا حواری ہوتا ہے' اور میرا حواری' زبیر بن عوام ہے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حواری سے مراد مددگار ہے۔

میں نے ابن ابی عمر کو سفیان بن عیینہ کا یہ قول نقل کرتے ہوئے سنا ہے۔ حواری کا مطلب مددگار ہوتا ہے۔

3678 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَّاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَزَادَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِيْهِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ مَنْ يَّاْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا

3677- اخرجه احمد (۸۹/۱- ۱۰۲- ۱۰۳) عن عاصم عن زر عن علی.

3678- اخرجه البخاری (۶۲/۶): کتاب الجهاد و السیر: باب: فضل الطلیعة، حدیث (۲۸۴۶)، و الحدیث فی (۲۸۴۷- ۲۹۹۷- ۳۷۱۹- ۴۱۱۳- ۷۲۶۱)، و مسلم (۱۸۷۹/۴): کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل طلحة و الزبیر رضی الله عنهما، حدیث (۲۴۱۵/۴۸)، و ابن ماجه (۴۵/۱): المقدمة: باب: فضل الزبیر رضی الله عنه، حدیث (۱۲۲)، و احمد (۳۰۷/۳- ۳۳۸- ۳۴۵- ۳۶۵)، و الحمیدی (۵۱۶/۲)، حدیث (۱۲۳۱)، و عبد بن حمید (۳۲۸): حدیث (۱۰۸۸) عن محمد بن المنکدر، عن جابر بن عبد الله به.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

ابونعیم نامی راوی نے اپنی حدیث میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

غزوۂ احزاب کے دن نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کون شخص ہمارے پاس دشمنوں کی خبر لائے گا؟ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہی بات تین مرتبہ دریافت کی، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہی عرض کی: (تو نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہونا:

دونوں احادیث باب میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حواری قرار دیا گیا ہے، زبان نبوی سے بیان ہوا کہ ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر بن عوام ہیں، یہ اعلان غزوہ احزاب کے موقع پر اس وقت کیا گیا جب زبان نبوت سے تین بار کہا گیا: قبیلہ بنوقریظہ کے کیمپ کی معلومات کون لائے گا؟ ہر بار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ''لبیک'' کہا تھا۔ پھر وہ حسب حکم جان جوکھوں میں ڈال کر گئے اور دشمن کی معلومات فراہم کیں۔

فائدہ نافعہ:

اردو میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے، جو لفظ ''حواری'' کا مکمل معنیٰ ادا کر سکے۔ تاہم اس کے لیے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں: (۱) رفیق کار، (۲) جان نثار، (۳) حامی، (۴) مددگار۔

قرآن کریم میں لفظ ''حواری'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخصوص صحابہ کرام کے لیے استعمال ہوا ہے، اس روایت میں وہاں سے یہ لفظ مستعار لیا گیا ہے۔ قرآن میں بھی یہ لفظ معاون وناصر کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

3679 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَيْرِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَوْصَى الزُّبَيْرُ اِلٰى ابْنِهٖ عَبْدِ اللّٰهِ صَبِيْحَةَ الْجَمَلِ فَقَالَ مَا مِنِّىْ عُضْوٌ اِلَّا وَقَدْ جُرِحَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَهٰى ذَاكَ اِلٰى فَرْجِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

3679 - انفرد به الترمذي انظر (تحفة الاشراف) (۳/۱۸۰) حديث (۳۶۲۷). ولم يخرجه من اصحاب الكتب الستة سوى الترمذي موقوفاً عن عبد الله بن الزبير عن ابيه الزبير بن العوام.

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ جنگ جمل کی صبح یہ بتایا تھا: میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے' جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ میں زخمی نہ ہوا ہو، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی شرمگاہ تک کا بھی تذکرہ کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور حماد بن زید نامی راوی کے حوالے سے' منقول ہونے کے اعتبار سے ''غریب'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی راہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا جسم چھلنی ہونا:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا شمار ایسے صحابہ میں ہوتا ہے' جو دامن اسلام سے وابستہ ہونے سے لے کر تا وصال ترقی اسلام اور دفاع اسلام میں مسلسل مصروف رہے، آپ تمام غزوات میں شامل ہوئے، کارنامے انجام دیے، کردار ادا کیا، کسی بھی قربانی وایثار سے گریز نہ کیا، ہمہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کے منتظر رہتے، اشارہ پاتے ہی حسب حکم خدمت انجام دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت جسم کے لوں لوں میں رچ بس چکی تھی، کئی بار کفار نے اس دولت کو چھیننے کی کوشش کی لیکن اپنے مذموم مقاصد میں ناکام رہے، کئی بار بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنتی ہونے کی خوشخبری ملی، غزوۂ اُحد کے موقع پر اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے کہ تمام جسم زخموں سے معمور ہو گیا حتیٰ کہ شرمگاہ بھی محفوظ نہ رہی تھی۔

آپ کے ایثار، قربانی، جذبہ جہاد، شجاعت اور ثابت قدم جیسے اوصاف کے سبب آخری وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے خوش تھے۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک چھ لوگوں سے زیادہ راضی رہے:

(۱) حضرت علی، (۲) حضرت عثمان، (۳) حضرت زبیر، (۴) حضرت طلحہ، (۵) حضرت سعد، (۶) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۴۹۷)

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 20: حضرت عبدالرحمن بن عوف زہری رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3680 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاَبُو عُبَيْدَةَ ابْنُ

3680- اخرجه احمد (۱/۱۹۳) عن عبد الرحمن بن حميد عن ابيه عن عبد الرحمن بن عوف.

الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ

اسنادِ دیگر: اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ قِرَاءَةً عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے، طلحہ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہے، سعد بن ابی وقاص جنتی ہے، سعید بن زید جنتی ہے اور ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہے۔

ابومعصب نامی راوی نے عبدالعزیز بن محمد نامی راوی کے حوالے سے، عبدالرحمٰن بن حمید کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کی ہے۔

انہوں نے اس روایت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہی روایت عبدالرحمٰن بن حمید کے حوالے سے، ان کے والد کے حوالے سے، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

3681 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مِسْمَارٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ يَعْقُوْبَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ حَدَّثَهُ فِيْ نَفَرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ اَبُوْ بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَّالزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ فَعَدَّ هٰؤُلَاءِ التِّسْعَةَ وَسَكَتَ عَنِ الْعَاشِرِ فَقَالَ الْقَوْمُ نَنْشُدُكَ اللّٰهَ يَا اَبَا الْاَعْوَرِ مَنِ الْعَاشِرُ قَالَ نَشَدْتُمُوْنِيْ بِاللّٰهِ اَبُو الْاَعْوَرِ فِي الْجَنَّةِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اَبُو الْاَعْوَرِ هُوَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَّقُوْلُ هُوَ اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

◆◆ عبدالرحمٰن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کی موجودگی میں انہیں یہ بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: دس آدمی جنتی ہیں۔ ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، زبیر، طلحہ، عبدالرحمٰن، ابوعبیدہ اور سعد بن ابی وقاص (سب جنتی ہیں)

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نو آدمیوں کے نام لئے مگر دسویں آدمی کا نام نہیں لیا تو حاضرین نے کہا

اے ابواعور ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر دریافت کرتے ہیں: دسواں آدمی کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے اللہ کا واسطہ دیا ہے۔ (وہ دسواں آدمی) ابواعور جنتی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس سے مراد خود حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ہے۔

میں نے حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: یہ والی روایت پہلی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نام ونسب:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عام الفیل سے دس (۱۰) سال بعد پیدا ہوئے، زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام: عبدالکعبہ یا عبد عمرو تھا اور قبول اسلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عبدالرحمٰن'' نام تجویز فرمایا۔

آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبدحارث بن زہرہ بن کلاب قریشی زہری۔

آپ کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے، جن پر اللہ تعالیٰ پیدائش سے قبل مہربان ہوتا ہے، ان پر اپنا فضل وکرم کرتا ہے کہ ولادت ہوتے ہی حق وباطل میں امتیاز کرنا شروع کر دیتے ہیں، مرور وقت کے ساتھ ساتھ باطل سے اعراض اور حق کو قبول کرنے میں تاخیر نہیں کرتے۔ حضرت صدیق اکبر، حضرت علی اور حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہم ایسے لوگوں کے سرخیل ہیں۔

شجاعت وغیبی مدد:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جہاں دیگر اوصاف سے سرفراز فرمایا تھا، وہاں انہیں شجاعت و بہادری جیسے اوصاف بھی عطا کیے تھے۔ آپ اکثر غزوات میں شامل ہوئے، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے، غزوۂ اُحد کے موقع پر آپ کی اہم خدمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع ہے، خواہ یہ خدمت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی انجام دے رہے تھے لیکن آپ بھی ان کے شانہ بشانہ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

دفاع نبوت اور دشمنوں کو واصل جہنم کرنے میں آپ کی معاونت ملائکہ بھی کرتے تھے، اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں: ان الملائکۃ تمنعہ یعنی فرشتے ان کا دفاع کرتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ کے پاس کفار کی سات لاشیں دیکھی گئیں، آپ سے دریافت کیا گیا: کیا آپ نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ان میں سے ایک کو ارطاۃ بن شرحبیل نے قتل کیا اور دو کو میں نے موت کے گھاٹ اتارا ہے جبکہ چار کے بارے علم نہیں ہے یعنی انہیں ملائکہ نے واصل جہنم کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی معاونت کے لیے ملائکہ حاضر رہتے تھے۔

امتیازی شان:

دیگر صحابہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی امتیازی شان وفضیلت سے نوازا تھا، وہ امتیازی فضیلت ریشمی کپڑوں کے استعمال کی اجازت ہونا ہے، شرعی نقطہ نظر سے مردوں کے لیے خالص ریشمی کپڑوں کا استعمال حرام ہے مگر آپ امراض جسم کا شکار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ریشمی کپڑوں کا استعمال جائز قرار دیا۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور روایت موجود ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کے لیے ریشمی قمیص کا استعمال جائز قرار دیا تھا، کیونکہ ان کے جسم پر خارش یا کوئی دوسرا مرض نمایاں ہو گیا تھا۔
(الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۲۰۷۶)

عبادت وریاضت:

زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت صحابہ کرام کا خصوصی امتیاز تھا، نوافل کی کثرت ان کا امتیازی نشان تھا، شب بیداری اور سجدہ ریزی ان کا محبوب مشغلہ تھا، ان کی روشن پیشانی اس امر کو واضح کرتی ہے۔ روایات میں موجود ہے کہ وضو کے بعد تحیۃ المسجد دو رکعت نوافل ادا کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جنت کی بشارت دی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بکثرت نوافل ادا کرتے تھے۔ حضرت سعید بن ابراہیم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نماز ظہر سے قبل طویل نماز ادا کرتے تھے پھر اذان ہونے پر اپنا چہرہ کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے۔

زہد وتقویٰ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں زہد وتقویٰ کی صفات کمال درجہ کی ودیعت رکھی تھیں، حضرت نوفل بن ایاس ہذلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے بہت اچھے ساتھی تھے، ایک دفعہ غسل کرنے کے بعد اپنے گھر سے گوشت روٹی لائے، ہمیں کھانا پیش کرتے ہوئے رو پڑے، اس رونے کی وجہ دریافت کرنے پر فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا تھا اور آپ ہمیں ہمیشہ خیر کی تلقین فرماتے تھے۔

آپ اپنے زہد وتقویٰ کو سربستہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے، یہی وجہ ہے نماز مغرب کی سنت عموماً گھر جا کر ادا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہیاج رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ملاحظہ کیا، وہ حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر یوں دعا کر رہے تھے: **اللھم قنی شح نفسی** یعنی اے پروردگار! تو مجھے اپنے نفس کے لالچ سے بچا، جب میں نے قریب ہو کر انہیں معلوم کرنے کی کوشش کی تو وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔

اُمہات المؤمنین کی خدمت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تقویٰ وطہارت، زہد وعبادت اور دین پر ثابت قدمی اس قدر مسلمہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں انہیں جنتی ہونے کی سند عطا کی وہاں رفیق اعلیٰ کے حضور جانے کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

کے بارے بھی وصیت آپ نے کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ نے حسب وصیت امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ آپ ان کے سفر میں ہم رکاب رہے، وہ حج کے لیے روانہ ہوتیں تو ان کے لیے سواریوں کا اہتمام کرتے، سواریوں پر ہودج رکھتے اور راستہ میں محفوظ جگہ میں پڑاؤ کرتے اور اسی طرح واپسی تک خدمات انجام دیتے۔ حضر میں ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے۔

عظیم تر تاجر:

سرزمین مکہ میں اسلام قبول کرنے والے متمول و دولتمند تجار میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام نمایاں تھا، ہجرت کے وقت مدینہ طیبہ میں خالی ہاتھ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں مواخات قائم کیا تو آپ کا مواخات حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا، حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی مالی حالت بہتر تھی، وہ خوشی خوشی اپنے گھر لے گئے، آدھی جائیداد دینے کے ساتھ ساتھ اپنی دونوں بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر ان سے نکاح کرنے کا بھی وعدہ کیا مگر آپ نے اپنے انصاری بھائی کا شکریہ ادا کیا، صبح ہونے پر بازار کا پتہ پوچھا، بازار جا کر گھی اور مکھن کی خرید و فروخت کا سلسلہ شروع کیا۔ چند مہینوں میں بے حد دولت ہاتھ آئی، اس کی دو وجوہات تھیں: (i) ایک وقت تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے تجارت میں برکت کی دعا کی تھی جو رنگ لائی۔ (ii) آپ تجربہ کار تاجر تھے اور خوب محنت کی تھی۔ صحابہ کرام کہا کرتے تھے کہ آپ مٹی میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو وہ بھی سونا بن جاتی ہے۔

چند ایام بعد آپ نے ایک انصاری خاتون سے نکاح کرلیا، بازار جارہے تھے، تو جسمانی خوشبو سے مہک پھیل گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے نکاح کے آثار دیکھ کر اس بارے میں دریافت کیا تو عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ایک انصاری خاتون سے نکاح کرلیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے، مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا: تم نکاح کا ولیمہ بھی کرو خواہ ایک بکری کا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دولت میں اتنی برکت ڈالی کہ کسی شخص کے ذہن میں اس کا تصور بھی نہیں آسکتا تھا، یہ دولت روز بروز ترقی کرتی گئی حتیٰ کہ آپ مدینہ طیبہ کے بہت بڑے تاجر بن گئے تھے۔ وصال کے وقت آپ کی ملکیت میں ایک ہزار (۱۰۰۰) اونٹ، تین ہزار (۳۰۰۰) بکریاں اور ایک سو (۱۰۰) گھوڑے تھے۔

ایثار و قربانی:

قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت آپ ایک کامیاب تاجر کی حیثیت سے مشہور تھے، ممتاز ترین اہل ثروت میں شمار ہوتے تھے، مال تجارت میں کبھی نقصان سے دوچار نہ ہوئے تھے، آپ نبی رحمت کے فیض یافتہ تھے، اس لیے انفاق فی سبیل اللہ، ایثار اور قربانی کا بے مثال تھا۔ راز سربستہ کی بنیاد پر آپ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔

آپ کے ایثار و قربانی کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عہد رسالت میں اپنی دولت کا وافر حصہ اللہ کی راہ میں پیش کیا، پانچ سو مجاہدین کے لیے گھوڑوں کا مع ساز و سامان اہتمام کیا، تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) غلام آزاد کیے اور ہر بدری صحابی کے لیے چار

(٤٠٠) دینار پیش کرنے کی وصیت کی جبکہ اس وقت ایک سو (١٠٠) بدری صحابہ موجود تھے۔

اشاعت حدیث:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر محدث کے طور پر صحابہ میں مشہور تھے، کثیر احادیث مبارکہ روایت فرمائیں اور آپ کے حوالے سے روایت کرنے والے محدثین کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(١) حضرت ابراہیم، (٢) حضرت حمید، (٣) حضرت عمرو، (٤) حضرت مصعب، (٥) حضرت ابوسلمہ، (٦) حضرت مسور بن ابراہیم، (٧) حضرت مسور بن مخرمہ، (٨)، (٩) حضرت عبداللہ بن عباس، (١٠) حضرت عبداللہ بن عمر، (١١) حضرت جبیر بن مطعم، (١٢) حضرت جابر، (١٣) حضرت انس بن مالک، (١٤) حضرت عبداللہ بن عمر، (١٥) حضرت بجالہ بن عبدہ رضی اللہ عنہم۔

آپ کے حوالے سے مروی چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

١- آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: تم نے حجر اسود کو کس طرح چوما؟ میں نے عرض کیا میں نے حجر اسود کو چوم کر اسے چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا۔

٢- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا، جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے میں بھی اس کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور جو قطع رحمی کرتا ہے میں بھی اس سے قطع رحمی کرتا ہوں۔

٣- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ستر (٧٠) درجہ زیادہ ہے اور ہر دو درجات میں زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔

٤- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ صدقہ کرنے سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی لہٰذا تم صدقہ کرو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے معاف کرے گا اور جو شخص دست سوال دراز کرنے کا عادی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی مسلط کر دیتا ہے۔

جسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد میں اتارنے کی خدمت:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کو دفاع اسلام، فروغ دین اور خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ جل شانہٗ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو قبر انور تیار کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو لحد میں اتارنے والوں میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت عباس، حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كأني انظر اليهم اربعة، واذا كان المتولي كان حسنا لانه محتاج الى معرفة مايصنعه في القبر۔

(المغنی، ج ٢، ص ١٩٠)

گویا میں (آج بھی) دیکھ رہا ہوں ان لوگوں کو جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد میں اتارا کہ ان کی تعداد چار تھی، سب نہایت پاک باز، احکام ومسائل سے باخبر اور قبر کے معاملات کو خوب نبھانے والے تھے۔

احکام خداوندی کا علم اور عمل:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا شمار ان چند صحابہ میں ہوتا تھا جن کی احکام خداوندی پر گہری نظر اور ان پر عامل تھے۔ اس بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا ایک مشہور واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک رات اہل مدینہ گہری نیند سو رہے تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو لے کر گلیوں کا گشت کرنے لگے، چلتے چلتے ایک مکان میں روشنی نظر آئی، اس مکان کے پاس پہنچے، اندر سے رونے کی آواز سنائی دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کس کا گھر ہے؟ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا، پھر خود ہی کہا: ربیعہ بن امیہ بن خلف کا گھر ہے اور سب اہل خانہ شراب میں مست ہیں، ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ نے بڑی مشکل سے لب کشائی کرتے ہوئے جواب دیا: میرے خیال کے مطابق ہم احکام خداوندی کو عبور کرتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے، ہم لوگ جاسوسی کرنے میں مصروف ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ہمیں جاسوسی سے منع کیا ہے۔ حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خوب متاثر کیا اور وہ آگے بڑھنے کی بجائے اپنا فیصلہ تبدیل کرتے ہوئے دوسری جانب روانہ ہو گئے۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۸۱۳۶)

فضائل:

آپ کی فضیلت میں کثیر احادیث مبارکہ وارد ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- عن عبدالرحمن بن الاخنس رضی اللہ عنہ انه كان فی المسجد فذكر رجل عليا رضی الله عنه فقام سعيد بن زيد رضی الله عنه فقال: اشهد على رسول الله صلى الله عليه وسلم انى سمعته وهو يقول: عشرة فی الجنة: النبی صلى الله عليه وسلم فی الجنة وابوبكر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة و علی فی الجنة و طلحة فی الجنة والزبير بن العوام فی الجنة وسعد بن مالك فی الجنة و عبدالرحمن بن عوف فی الجنة ولوشئت لسميت العاشر قال: فقال: من هو؟ فسكت، قال: فقالوا: من هو؟ فقال: هو سعيد بن سعد . (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۴۳۷۳)

حضرت عبدالرحمن بن اخنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک وہ مسجد میں تھے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: دس آدمی جنتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں، ابوبکر صدیق جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر بن عوام جنتی ہیں، سعد بن مالک جنتی ہیں، عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں اور اگر میں چاہوں تو دسویں شخص کا نام بھی لے سکتا ہوں، لوگوں نے دریافت کیا: وہ کون

ہے؟ آپ خاموش ہو گئے۔ راوی کا کہنا ہے کہ لوگوں نے پھر دریافت کیا کہ وہ دسواں کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ سعید بن زید ہے۔

۲- عن عبدالرحمن السهو، قال: دخلت على سعيد بن زيد رضى الله عنه فقلت: الا تعجب من هـٰذا الظالم اقام خطباء يشتمون علياً فقال: اوقد فعلوها؟ اشهد على التسعة انهم فى الجنة، ولو شهدت على العاشر لصدقت كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على حراء، فتحرك، فقال: اثبت حراء، فما عليك الا نبى او صديق او شهيد قلت: ومن كان على حراء؟ فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر و عمر و عثمان و على و طلحة والزبير وعبدالرحمن بن عوف و سعد، قلنا: فمن العاشر؟ قال: انا ۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۵۸۹۸)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس ملاقات کے لیے گئے اور میں نے کہا: کیا آپ اس ظالم پر اظہار افسوس نہیں کرتے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے کے لیے خطباء تعینات کیے ہیں؟ انہوں نے پوچھا: کیا انہوں نے واقعی ہی ایسا کیا ہے؟ میں نو (۹) آدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور دسویں کی بھی گواہی دوں تو سچا ہوں گا۔ ایک دفعہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوہ حراء پر موجود تھے تو پہاڑ لرزنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حراء! تو اپنی حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر سوائے نبی یا صدیق یا شہید کے کوئی نہیں ہے، میں نے دریافت کیا: کوہ حراء پر کون لوگ تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم تھے۔ انہوں نے دریافت کیا: دسواں آدمی کون تھا؟ تو جواب دیا: دسواں آدمی میں ہوں۔

۳- عن أم سلمة رضى الله عنها قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لازواجه: ان الذى يحنو عليكن بعدى لهو الصادق البار، اللهم اسق عبدالرحمن بن عوف من سلسبيل الجنة ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۹۱۱۵)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواجِ مطہرات سے فرماتے ہوئے سنا ہے: بیشک میرے بعد تم پر شفقت و مہربانی کرنے والا ایک سچا اور نیک شخص ہوگا، پھر آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! تو عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کے چشمہ سے سیراب کر۔

ان روایات سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت آفتابِ نیم روز کی طرح عیاں ہے۔

وصال:

آپ کا پچپن (۵۵) سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں وصال ہوا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت

البقیع میں مدفون ہوئے۔ (علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور، ص ۳۰۵)

خلاصہ احادیث:

دونوں احادیث باب میں زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جنتی قرار دے کر ان کی عظمت وشان اور قدر ومنزلت بیان کی گئی ہے۔

فائدہ نافعہ:

ان احادیث مبارکہ میں محض اظہار عظمت کی بنا پر دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنتی قرار دیا ہے کہ ورنہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی جنتی ہے بلکہ ہر صحابی کی سفارش سے کثیر لوگ جنت میں جائیں گے۔ (قصوری ۱۲)

3682 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ صَخْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ اَمْرَكُنَّ مِمَّا يُهِمُّنِیْ بَعْدِیْ وَلَنْ يَّصْبِرَ عَلَيْكُنَّ اِلَّا الصَّابِرُوْنَ قَالَ ثُمَّ تَقُوْلُ عَآئِشَةُ فَسَقَى اللّٰهُ اَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ تُرِيْدُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّكَانَ قَدْ وَصَلَ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ يُقَالُ بِيْعَتْ بِاَرْبَعِيْنَ اَلْفًا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد تمہاری زیادہ فکر ہے۔ تمہارے بارے میں صرف صبر کرنے والے لوگ ہی صبر کر سکیں گے۔ (یعنی تمہارے حقوق صحیح طریقے سے ادا کر سکیں گے) نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں' پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے والد کو جنت کے چشمے سے سیراب کرے۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے' کیونکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی ازواج کی خدمت میں کچھ زمین پیش کی تھی' جو چالیس ہزار دینار کے عوض میں فروخت ہوئی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3683 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الْبَصْرِیُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ حَبِيْبِ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اَوْصٰى بِحَدِيْقَةٍ لِّاُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِيْعَتْ بِاَرْبَعِ مِائَةِ اَلْفٍ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین کے لئے ایک باغ کی وصیت کی تھی جو چار لاکھ میں فروخت ہوا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3682- اخرجه احمد (٦/٧٧ - ١٢٠)، عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن عائشة به.

شرح

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرف سے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے ایثار کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا تھا کہ میرے وصال کے بعد کسی معاملہ میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہاری خدمت کے لیے ایسے شخص کو مامور فرمائے گا جو صادق وامین ہونے کے علاوہ صاحب زہد وتقویٰ بھی ہوگا، وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں، جن کے بارے میں یہ دعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے چشمہ سے سیراب کرے پھران کے جنتی ہونے کی بشارت بھی دی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت اور تحفظ عصمت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اعتماد واعتبار حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت اس انداز سے کی کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

ان دونوں روایات میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے مالی ایثار کا ذکر ہے، پہلی روایت کے مطابق آپ نے چالیس ہزار کا ایثار کیا اور دوسری روایت کے مطابق آپ نے چار لاکھ کا ایثار کیا تھا۔

سوال: روایات میں تعارض ہے' کیونکہ پہلی روایت میں ہے باغ چالیس ہزار میں فروخت ہوا تھا جبکہ دوسری روایت میں مذکور ہے کہ باغ کی قیمت چار لاکھ تھی؟

جواب: چالیس سے مراد دینار ہیں اور چار لاکھ سے مراد درہم ہیں، عہد رسالت میں درہم اور دینار دونوں استعمال ہوتے تھے اور دونوں کے درمیان یہی تناسب ہوتی تھی۔ اس طرح یہ ایثار وقربانی ایک خطیر رقم بنتی ہیں جس میں باغ فروخت ہوا تھا۔

فائدہ نافعہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں ایک دینار دس درہم کا ہوتا تھا، دینار سونے کا سکہ تھا اور درہم چاندی کا سکہ تھا۔

بَاب مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

باب 21: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3684 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُذْرِیُّ بَصْرِیٌّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ اَبِی خَالِدٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِی حَازِمٍ عَنْ سَعْدٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ

3684 - انفرد به الترمذی. انظر (تحفة الاشراف) (۳/۳۱۰) حدیث (۳۹۱۴)، و اخرجه الحاکم فی المستدرک (۳/۴۹۹) قال: صحیح الاسناد و لم یخرجاه.

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ قَیْسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ وَهٰذَا اَصَحُّ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے دعا کی تھی۔

''اے اللہ! جب سعد تجھ سے دعا کرے، تو اس کی دعا کی قبولیت کو ظاہر کر''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ اسماعیل نامی راوی کے حوالے سے، قیس سے منقول ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا کی تھی۔

''اے اللہ! سعد جب تجھ سے دعا کرے، تو اس کی قبولیت کو ظاہر کر دے''۔ یہ زیادہ مستند ہے۔

شرح

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نام ونسب:

جلیل القدر صحابی، یکے از عشرہ مبشرہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے تئیس (۲۳) سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب القرشی الزہری۔

والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حمنہ تھا، ان کی طرف سے نسب نامہ یوں ہے: حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

آپ کا نام سعد بن ابی وقاص اور کنیت ابو اسحاق تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ماموں کہہ کر پکارتے تھے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مطابق ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے، اچانک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، آپ نے دیکھتے ہی فرمایا:

هٰذا خالي فليرني امرأ خاله یعنی یہ میرے ماموں ہیں، اگر کسی شخص کا ایسا ماموں ہو، تو وہ مجھے دکھائے۔

آپ کے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں جام شہادت نوش کیا اور دوسرے بھائی حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے، جو غزوۂ یرموک میں شہید ہوئے۔

حلیہ:

آپ کا قد میانہ، جسم ٹھوس، رنگ گندمی، ہاتھوں کی انگلیاں قدرے لمبی، بال گھنگھریالے، سر بڑا، جسم پر بکثرت بال، مجاہد ہونے کے سبب داڑھی اور سر کے بال خضاب سے مزین اور زندگی کے آخری حصہ میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔

قبولِ اسلام:

آپ ''سابقین اولین''، میں شمار ہوتے ہیں، سترہ (۱۷) یا انیس (۱۹) سال کی عمر میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے اور اسلام

قبول کرنے والوں میں آپ کا ساتواں (۷) نمبر تھا۔

آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میرے والد گرامی نے خود بیان کیا کہ قبول اسلام سے قبل میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں بہت تاریکی میں ہوں جس میں کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی، پھر ایک چاند نظر آیا، میں حصول روشنی کی غرض سے اس کے پیچھے چل پڑا، میں نے وہ لوگ بھی دیکھے جو اس چاند کی طرف مجھ سے پہلے اس کی طرف بڑھ رہے تھے، وہ لوگ ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم تھے۔ میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا: آپ لوگ کب یہاں آئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ابھی ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر دعوت اسلام دے رہے ہیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگا تو آپ مجھے اجیاد کی گھاٹی میں مل گئے، آپ نے نماز عصر سے فراغت حاصل کر لی تھی، میں نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا اور سوائے ان تینوں کے کوئی مجھ پر ایمان لانے میں سبقت نہ لے جا سکا۔

(اسد الغابہ فی تمیز الصحابہ، ج اول، ص ۴۳۹)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اپنی والدہ محترمہ کا تابع فرمان لڑکا تھا، میرے قبول اسلام پر انہوں نے فرمایا: اے سعد! تم کیسے دین سے وابستہ ہوئے ہو؟ اس دین کو خیر باد کہہ دو ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی حتیٰ کہ مر جاؤں گی، میں نے جواب دیا: اے والدہ محترمہ! آپ ایسا مت کریں میں دین نہیں چھوڑ سکتا، انہوں نے میری بات نہ مانی حتیٰ کہ ایک رات کھائے پیے بغیر گزار دیا، صبح ہوتے ہی بھوک کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہوگئی، میں نے ایسی حالت میں پھر کہا: اے ماں! اگر تمہاری ہزار جانیں ہوں، ایک ایک کر کے سب ختم ہو جائیں تو میں تب بھی اسلام کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا، میرا جواب سن کر انہوں نے کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (لقمان: ۱۵)

اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح دے، اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا، پھر میری ہی طرف تمہیں پھر آنا ہے، تو میں بتا دوں گا جو تم کرتے تھے۔

امتیازات وخصوصیات:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جلیل القدر صحابہ کے مابین حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کثیر امتیازات وخصوصیات سے سرفراز کیا گیا، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ایک ہیں۔

(ii) ''سابقین اولین'' میں سے ایک ہیں۔

(iii) آپ ان صحابہ میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انتخاب خلیفہ کے لیے بطور مجلس شوریٰ

نامزد کیا تھا۔

(iv) ان صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے وقت بھی خوش تھے۔

(v) فارس اسلام کے لقب سے معروف ومشہور تھے۔

(vi) فارس کے چند ایک ایسے شہر فتح کیے جو کسریٰ کی سلطنت کے خاتمہ کا سبب بنے۔

(vii) آپ مستجاب الدعوات تھے، دعا کرتے تو فوراً قبول ہو جاتی تھی، لوگ آپ کی بددعا سے ڈرتے تھے کہ کہیں آپ کی دعا ہلاکت کا سبب نہ بن جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یوں دعا کی:

اللهم! سدد سهمه واجب دعوته ۔ اے اللہ! سعد کے تیر کو سیدھا رکھ اور ان کی دعا قبول کر۔

(viii) اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے پہلا تیر آپ نے چلایا، یہ واقعہ سریہ عبیدہ بن الحارث کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں بیان کی جاتی ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی سرکوبی اور سرزنش کی غرض سے حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک سریہ روانہ کیا اور اس کو ''سریہ عبیدہ بن حارث'' کہا جاتا ہے، یہ لشکر ساٹھ (۶۰) سے اسی (۸۰) افراد پر مشتمل تھا' جو سب کے سب مہاجرین تھے، ان میں ایک فرد بھی انصار سے متعلق نہ تھا۔ یہ سریہ ''ثنیة المرة'' کے نشیبی علاقہ میں پہنچا، جہاں قریش کے لشکر سے سامنا ہوا مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اس موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر چلایا، مؤرخین کا کہنا ہے کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلا چلنے والا یہی تیر تھا۔

(سیرت ابن ہشام، ج اول، ص۔۵۹۱)

(ix) آپ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کے لیے اپنے والدین کو جمع کر کے فرمایا تھا: فداك ابی و اُمی یعنی میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ ان دونوں صحابہ کے علاوہ کسی کے حصہ میں یہ سعادت نہیں آئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ترکش کھول دیا اور فرمایا: تیر چلاؤ، تم پر میرے والدین قربان ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے لیے اپنے والدین کو جمع کر کے فدا کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔

کوفہ کے گورنر کی حیثیت سے:

دور فاروقی میں کوفہ شہر آباد ہوا تو وہاں بطور گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تعینات کیا گیا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جب رعایا کسی حکمران سے کبھی خوش ہو اور کبھی ناراض ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حاکم نے عدل وانصاف سے کام نہیں لیا ورنہ انصاف کی صورت میں عوام یقیناً خوش ہوتے ہیں لیکن کچھ کینہ پرور لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو عدل وانصاف بھی راس نہیں آتا اور وہ بے تکیاں چھوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا ۱۴ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو عراق کی مہم پر روانہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں عراق اور ایران وغیرہ کثیر شہر فتح کیے۔ مہمات میں کامیابی کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم سے ۱۷ھ میں بحیثیت گورنر کوفہ میں قیام پذیر ہو گئے اور اہم امور بحسن وخوبی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ کے خلاف شکایات بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دیا، جس کے نتیجہ میں آپ کو گورنری سے معزول کر کے مدینہ طیبہ میں طلب کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں دعاء صحت و پیشین گوئی:

۱۰ھ میں جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی حج کا ارادہ کیا تو مہاجرین وانصار صحابہ کرام بھی سعادت حج ادا کرنے کے لیے تیار ہوئے، اس زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی تھی اور آپ بھی حج کے لیے تیار ہوئے۔ مکہ مکرمہ پہنچنے پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شدید علیل ہو گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عیادت کی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ رو پڑے، فرمایا: اے سعد! کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: یارسول اللہ! شدت علالت کی وجہ سے مجھے خوف ہے کہ کہیں مجھے ایسی جگہ میں موت نہ آ جائے جہاں سے میں نے ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی؟ آپ نے فرمایا: اے سعد! ایسا نہیں ہو گا۔ انشاء اللہ۔ عرض کیا: یارسول اللہ! آپ میری صحت کے لیے دعا فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس ان کی پیشانی پر رکھا، پھر چہرے اور شکم پر پھیرتے ہوئے یہ دعا کی: اللھم اشف سعداً واتمم له هجرته۔ ''اے اللہ! سعد بن ابی وقاص کو صحت عطا کر اور ان کی ہجرت کو تام کر۔'' عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس کثیر دولت ہے اور صرف ایک بیٹی ہے، تو کیا میں دو تہائی دولت صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کیا: نصف دولت صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں، عرض کیا: ایک تہائی صدقہ کر دوں؟ فرمایا: ہاں! ایک تہائی ٹھیک ہے۔ تم اپنی اولاد کو اہل ثروت چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تمہارے بعد وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں، جو دولت تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو گے اس کا بھی ثواب ملے گا حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دو اس کا بھی اجر ملے گا۔ عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی ہجرت سے پیچھے رہ جاؤں گا؟ فرمایا: اگر تم پیچھے بھی رہ گئے تو جو اعمال رضائے الٰہی کے لیے کرو گے، اس سے تمہارے مرتبہ ومقام میں اضافہ ہو گا، ہمیں امید ہے کہ ہمارے بعد بھی تم زندہ رہو گے، تمہاری وجہ سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو گا اور بہت سے لوگوں کو نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (یہ روایت تمام کتب احادیث میں موجود ہے)

اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے متعدد پیشین گوئیاں بیان ہوئی ہیں جو سب کی سب پوری ہوئیں، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) حالیہ مرض میں موت واقع نہ ہونا۔

(ii) مرض سے شفاء حاصل ہونا۔

(iii) ایک بیٹی کے بعد کثیر اولاد پیدا ہونا۔

(iv) کثیر لوگوں کو نفع اور کثیر لوگوں کو نقصان ہونا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو شفاء وصحت عطا فرمائی

آپ نے جہاد میں حصہ لیا کہ بہت سے خطے فتح کیے، ایک بیٹی کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو تیس (۳۰) سے زائد اولادیں عطا فرمائیں، مفتوحہ علاقہ جات کے مسلمان لوگوں کو آپ سے فائدہ ہوا اور کفار کا نقصان ہوا۔

تعداد مرویات:

درس حدیث، روایت حدیث اور تدوین حدیث کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ان امور کی کڑی اصحاب صفہ سے جا ملتی ہے جس کی تعلیم وتربیت کا اہتمام سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا۔ ایسے خوش قسمت صحابہ میں سے ایک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، جنہوں نے براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی وروحانی فیضان حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی کل مرویات کی تعداد دو سو اکہتر (۲۷۱) ہے۔

آپ کے حوالے سے روایات بیان کرنے والوں کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) آپ کی اولاد میں سے یہ لوگ ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم بن سعد، (۲) حضرت عامر بن سعد،

(۳) حضرت مصعب بن سعد، (۴) حضرت محمد بن سعد،

(۵) حضرت عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

(ii) صحابہ کرام میں سے یہ لوگ ہیں:

(۱) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، (۲) حضرت عبداللہ بن عباس،

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر، (۴) حضرت جابر بن سمرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

(iii) تابعین میں سے یہ اسماء گرامی ہیں:

(۱) حضرت سعید بن میسّب، (۲) حضرت ابوعثمان نہدی،

(۳) قیس بن ابوحازم، (۴) حضرت علقمہ،

(۵) حضرت احنف وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (علامہ محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، ص: ۳۴۴)

فضائل ومناقب:

آپ کے فضائل ومناقب کثیر ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے، اسی اثناء میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں، ان جیسا کسی کا ماموں ہو تو وہ مجھے دکھائے۔ یاد رہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو زہرہ سے متعلق تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا، اسی بنا پر آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنا ماموں قرار دیا تھا۔

۲- حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: جس دن میں نے اسلام قبول کیا تو اولین اسلام قبول کرنے والوں نے بھی اسی دن قبول اسلام کیا تھا اور سات ایام تک میں تہائی اسلام رہا۔

۳- حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوۂ اُحد کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کریمین کو جمع کیا تھا (یعنی "فداك ابی و امی" فرمایا تھا)

۴- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو تہائی اسلام پایا۔ (مطلب یہ ہے کہ ہم تین آدمی سابقین اولین کے طور پر مسلمان ہوئے تھے)

۵- آپ نے فرمایا: میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے قبل تیر چلایا تھا، ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں، جہاد کرنے کی سعادت حاصل کرتے تھے مگر کھانا میسر نہیں آتا تھا، ہم لوگ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے اور اجابت اونٹ کی طرح کرتے جس میں چکناہٹ نہیں ہوتی تھی۔ بنو اسد کا حال یہ ہے کہ مجھے قابل تعزیر قرار دیتے ہیں، اگر صورتحال اس طرح ہو تو میرے اعمال ضائع ہو گئے اور یہ لوگ میرے بارے میں امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کرتے تھے کہ انہیں ابھی تک نماز ادا کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔

۶- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ چھ (۶) افراد کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ان چھ افراد میں، میں بھی شامل تھا۔ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ ایسے لوگوں کو اپنے پاس بٹھاتے ہیں؟

۷- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ پر مرض نے تسلط جمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس کثیر دولت ہے اور میں یہ تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، تو کیا مجھے آپ کی طرف سے اجازت ہے؟ آپ نے منع فرمایا، میں نے عرض کیا: نصف دولت تقسیم کرنے کی اجازت ہے؟ آپ نے اس سے بھی منع کر دیا، پھر میں نے تہائی مال تقسیم کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے سکوت اختیار فرمایا، پھر تہائی مال کی وصیت کا جواز نازل ہو گیا۔

۸- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک غزوہ میں کثیر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سا مال ملا، اس مال میں ایک تلوار تھی جو میں نے پکڑ لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تلوار مجھے عنایت فرما دیجئے اور آپ میرے حال سے واقف بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے سعد! یہ تلوار جہاں سے پکڑی ہے وہاں رکھ دو۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط الخ

۹- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں ایسے باغ میں گیا جہاں مہاجرین و انصار جمع تھے، یہ واقعہ حرمت شراب سے قبل کا ہے، ان کے پاس بکری کی سری کا بھنا ہوا گوشت اور شراب پڑی ہوئی تھی، انہوں نے مجھے کھانا کھلانے اور شراب نوشی کی دعوت دی، میں نے دعوت قبول کر لی پھر کھانا کھایا اور پیا، وہیں مہاجرین و انصار کے بارے میں طویل گفتگو ہوئی

سلسلہ شروع ہوگیا، میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا: مہاجرین انصار سے بہتر ہیں، یہ بات سن کر انصار کے ایک شخص نے بکری کے سر کی داڑھ مجھے دے ماری جس سے میری ناک زخمی ہوگئی، میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور پیش آنے والی صورتحال کے بارے میں عرض کیا، تو اس موقع پر حرمت شراب کا یہ حکم نازل ہوا:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ بیشک شراب، جوا اور بت و پانسے پلید اور شیطانی کام ہیں۔

۱۰-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین (موزوں) پر مسح کیا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد گرامی سے اس بارے میں وضاحت طلب کرنے کی کوشش کی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! جو روایت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تمہیں بیان کریں، اس بارے میں کسی دوسرے سے مت پوچھو۔

۱۱-حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب سے قبل اس دروازے سے داخل ہوگا وہ جنتی ہے، سب سے پہلے اس دروازے سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔

۱۲-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی لے کر انہیں جنتی قرار دیا تھا، ان میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ہیں یعنی آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

۱۳-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک ہزار (۱۰۰۰) شہسوار کے برابر ہیں۔

۱۴-ایک دفعہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت معدیکرب رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں خیالات بیان کرنے کے لیے کہا، تو انہوں نے بتایا: وہ انکساری سے ٹیکس وصول کرتے ہیں، مردانگی میں عربی ہیں، اپنے کچھار میں شیر ہیں، مقدمات نپٹانے کے لیے عدل وانصاف کے دامن کو تھامے رکھتے ہیں، مال برابری کی بنیاد پر تقسیم کرتے ہیں، مجاہدین کے ساتھ دور دراز تک نکل جاتے ہیں اور ان پر لطف وکرم کرتے ہیں۔

وفات:

آپ کا وصال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مقام عقیق پر اپنے مکان میں ہوا، مقام عقیق مدینہ طیبہ سے دس میل کی دوری پر واقع ہے، جہاں سے میت کاندھوں پر مدینہ طیبہ لائی گئی، مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

وصال کے وقت آپ کی عمر کے بارے میں متعدد اقوال ہیں:

(i) چوہتر (۷۴) سال، (ii) تراسی (۸۳) سال۔

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے ایک پرانا اونی جبہ نکالا، اس کو بطور کفن استعمال کی وصیت کی، اس بارے

بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا: یہ وہ جبہ ہے جس کو زیب تن کر کے میں نے غزوہ بدر میں شرکت، دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے انہیں واصل جہنم کیا پھر میں نے اسی وقت سے اس بابرکت جبہ کو اپنے کفن کے لیے محفوظ کرلیا تھا۔ عشرہ مبشرہ میں سے وصال فرمانے والے آپ آخری ہیں۔ (علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، ص: ۳۵۴)

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بے شمار انعامات سے نوازا تھا جن میں سے ایک انعام کثرت اولاد ہے، کثرت اولاد میں بھی آپ کو اٹھارہ صاحبزادے اور اٹھارہ (۱۸) صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(i) صاحبزادگان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت اسحاق اکبر بن سعد، (۲) حضرت عمرو بن سعد (جن کو مختار ثقفی نے شہید کیا تھا)، (۳) حضرت محمد بن سعد (ان کو حجاج بن یوسف ثقفی نے ظلماً شہید کیا تھا)، (۴) حضرت عامر بن سعد، (۵) حضرت اسحاق الاصغر بن سعد، (۶) حضرت اسماعیل بن سعد، (۷) حضرت ابراہیم بن سعد، (۸) حضرت موسیٰ بن سعد، (۹) حضرت عبداللہ بن سعد، (۱۰) حضرت مصعب بن سعد، (۱۱) حضرت عبداللہ الاصغر بن سعد، (۱۲) حضرت عبدالرحمٰن بن سعد، (۱۳) حضرت عمیر الاکبر بن سعد، (۱۴) حضرت عمیر الاصغر بن سعد، (۱۵) حضرت عمر بن سعد، (۱۶) حضرت عمران بن سعد، (۱۷) حضرت صالح بن سعد، (۱۸) حضرت عثمان بن سعد رضی اللہ عنہم۔

(ii) صاحبزادیوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت اُمّ الحکم الکبریٰ، (۲) حضرت حفصہ، (۳) حضرت اُمّ القاسم، (۴) حضرت اُمّ کلثوم، (۵) حضرت اُمّ عمران، (۶) حضرت اُمّ حکم صغریٰ، (۷) حضرت اُمّ عمرو، (۸) حضرت ہند، (۹) حضرت اُمّ الزبیر، (۱۰) حضرت حمیدہ، (۱۱) حضرت حمنہ، (۱۲) حضرت اُمّ ایوب، (۱۳) حضرت رملہ، (۱۴) حضرت عمرۃ، (۱۵) حضرت اُمّ اسحاق، (۱۶) حضرت عائشہ بنت سعد، (۱۷) حضرت اُمّ موسیٰ بنت سعد، حضرت اُم عمرو رضی اللہ عنہن۔ (علامہ سید محمد اشرف قادری، عشرہ مبشرہ، ص: ۳۲۴)

مفہوم حدیث:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا فرمائی تھی:

اللهم استجب لسعد اذا دعاك، اے پروردگار! سعد جب تجھ سے دعا کریں ان کی دعا قبول کر۔

یہ دعا جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ درحقیقت دو جملوں پر مشتمل ہوتا ہے:

(۱) شرط، (۲) جزا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب بھی دعا کریں تو انکی دعا قبول کی جائے۔ دعاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ اور تاثیر ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر میں جو بھی دعا کی، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی

تھی۔ آپ کئی بار مہلک امراض کا شکار ہوئے، غزوات اور سرایا میں شریک ہوئے مگر دعاء کے سبب اللہ نے شفاء وصحت عطا فرمائی اور دشمن کے حملہ سے محفوظ رکھا۔

3685 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: قَالَ اَقْبَلَ سَعْدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِيْ فَلْيُرِنِيْ امْرُؤٌ خَالَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُجَالِدٍ

توضیحِ راوی: وَكَانَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ مِّنْ بَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَتْ اُمُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِيْ زُهْرَةَ فَلِذٰلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِيْ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ آئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں کوئی آدمی اپنا ماموں دکھائے جو (ان جیسا ہو)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف مجالد نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

(امام ترمذی بیان کرتے ہیں:) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تعلق بنوزہرہ سے تھا اور نبی اکرم ﷺ کی والدہ کا تعلق بھی بنوزہرہ سے تھا۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں۔

شرح

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی ماموں ہونا:

ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہالہ بنائے بیٹھے تھے، اچانک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کرتے ہوئے ان کے بارے میں فرمایا: یہ میرے ماموں ہیں، کوئی ان جیسا اپنا ماموں مجھے دکھائے! یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص بڑی خوبیوں کے مالک ہیں اور اپنی خوبیوں کے سبب دوسرے لوگوں سے ممتاز ومنفرد ہیں۔

سوال: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بھائی نہیں تھے، تو پھر آپ کے ماموں کیسے ہوئے؟

جواب: بلاشبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی

3685 - انفردبه الترمذي. انظر (تحفة الاشراف) (۲۰۷/۳) حديث (۲۳۵۲)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۴۹۸/۳)، و قال: صحيح على شرط الشيخين، و لم يخرجاه، و وافقه الذهبي.

بھائی نہیں تھے لیکن ماموں کہنے کی وجہ خاندانی رشتہ ہے، کیونکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ قریش کی مشہور شاخ بنوزہرہ سے تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی بنوزہرہ کے چشم وچراغ تھے۔

3686 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ وَّيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ سَمِعَا سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ

متنِ حدیث: قَالَ عَلِيٌّ مَا جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَاهُ وَاُمَّهُ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدٍ قَالَ لَهُ يَوْمَ اُحُدٍ ارْمِ فِدَاكَ اَبِىْ وَاُمِّىْ وَقَالَ لَهُ ارْمِ اَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدٍ

◆◆ سعید بن میسّب بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کسی کے لئے بھی اپنے والد اور والدہ کو جمع نہیں کیا۔ صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے جمع کیا تھا۔ غزوہ اُحد کے دن نبی اکرم ﷺ نے ان سے کہا تھا: تم تیراندازی کرو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: اے نوجوان پہلوان! تم تیراندازی کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

کئی راویوں نے اس حدیث کو یحییٰ کے حوالے سے' سعید بن میسّب کے حوالے سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

3687 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَّعَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ

متنِ حدیث: قَالَ جَمَعَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے غزوہ اُحد کے دن میرے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کیا تھا۔ (یعنی فرمایا تھا: میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے' عبداللہ بن شداد بن ہاد کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے بھی منقول ہے۔

3688 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ

متن حدیث: قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَدِّیْ اَحَدًا بِاَبَوَيْهِ اِلَّا لِسَعْدٍ فَاِنِّیْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَوْمَ اُحُدٍ اِرْمِ سَعْدُ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو کسی بھی شخص کے لئے اپنے والدین کو فدا کرتے ہوئے نہیں سنا صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے سنا ہے، غزوۂ اُحد کے دن میں نے سنا' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے سعد! تم تیراندازی کرو! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے والدین کو قربان کرنا:

تینوں رُوایات میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امتیازی شان اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دشمن کے مقابلہ میں شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے، ان کے تیرزنی کا انداز بھی منفرد تھا، اس منظر کو ملاحظہ کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اپنے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کو ان کے لیے جمع کرتے ہوئے فرمایا: ارم فداك ابى و امى، اے سعد! تم تیراندازی کرو، تم پر میرے والدین قربان ہوں!

سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات ثلاثہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "فداك ابى و امى" کے الفاظ صرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال کیے تھے جبکہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مناقب میں گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ان کے لیے بھی استعمال کیے تھے، اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ صرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے سنے تھے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے لیکن ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ ہوا ہو یا براہ راست ان کے بارے میں یہ الفاظ نہ سنے ہوں۔

3689 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ اَنَّ

3688 - اخرجه البخاری (۴/۱۵ ٤): کتاب المغازی: باب: (اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا و الله و ليهما ، و على الله فليتوكل المومنون) (آل عمران: ۱۲۲). حديث (٤۰۵٦ ، ٤۰۵۷ ، ٤۰۵۸ ، ٤۰۵۹). و مسلم (۱۸۷٦/٤) كتاب فضائل الصحابة: باب في فضل سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه. حديث (٤۱/۱۱ ٢٤). و ابن ماجه (٤۷/۱): المقدمة: فضل سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه. حديث (۱۲۹). و اخرجه احمد (۹۲/۱ - ۱۲٤ - ۱۳٦ - ۱۵۸). عن سعد بن ابراهيم، عن عبد الله بن شداد عن علی بن ابی طالب به.

عائشة

متن حدیث: قَالَتْ سَهِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْدَمَهُ الْمَدِيْنَةَ لَيْلَةً قَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ قَالَتْ فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ سَمِعْنَا خَشْخَشَةَ السِّلَاحِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِي وَقَّاصٍ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَاءَ بِكَ فَقَالَ سَعْدٌ وَقَعَ فِي نَفْسِي خَوْفٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَحْرُسُهُ فَدَعَا لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ چند راتوں تک سو نہیں سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش کوئی باصلاحیت شخص آج رات ہماری پہرہ داری کرے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ابھی ہم اسی حالت میں تھے کہ ہم نے سنا کہ ہتھیاروں کی آواز آرہی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا: سعد بن ابی وقاص' نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم کیوں آئے ہو؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اندیشہ تھا' تو میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے کے لئے آیا ہوں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نیک آدمی کا مصداق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہونا:

ہجرت مدینہ کے بعد بھی کفار مکہ نے مسلمانوں کو سکون کا سانس نہ لینے دیا، وہ کبھی جانور ہنکا کر لے جاتے اور کبھی کسی مسلمان کو شہید کر جاتے۔ مسلمان رات کے وقت ایک دوسرے کی نگرانی میں سوتے تھے۔ اسی دور کا واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے خوف کی وجہ سے نیند نہیں آرہی تھی، آپ چاہتے تھے کہ کوئی چوکیدار ہوتا کہ نیند آجائے، اچانک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، ان کے ہتھیاروں کی جھنکار سن کر آپ نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ جواب دیا: یارسول اللہ! سعد بن ابی وقاص ہوں، دریافت فرمایا: اس وقت آنے کا مقصد؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے دل میں خطرہ محسوس کیا تھا پھر چوکیداری کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ جواب سن کر آپ بہت خوش ہوئے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی پھر محو استراحت ہو گئے۔

3689 - اخرجه البخاري (٦/٩٥): كتاب الجهاد والسير: باب: الحراسة في الغزو في سبيل الله، حديث (٢٨٨٥)، و الحديث موجود في (٧٢٣١)، و في (الادب المفرد) ص (٢٥٧) حديث (٨٨٦) و مسلم (١٨٧٥/٤)، كتاب فضائل الصحابة: باب: في فضل سعد بن ابي وقاص، رضي الله عنه، حديث (٣٩/ ٢٤١٠)، و اخرجه احمد (٦/ ١٤٠)، عن يحيى بن سعيد، عن عبد الله بن عامر عن عائشة به.

اس روایت سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی تعلق کا پتہ چلتا ہے یعنی جس طرح محبوب چاہتا ہے بروقت محبّ وعاشق صادق کواس کاعلم ہو جاتا ہے اور وہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر محبوب کے قدموں پر نثار ہونے کے لیے حاضر ہو جاتا ہے۔ اس قلبی وروحانی تعلق کی حقیقت کو اہل دل ہی جان سکتے ہیں۔

بار بار کوشش وارادہ کے باوجود خوف کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند نہیں آ رہی تھی تو دل میں خیال کیا کہ کوئی ''رجل صالح'' ہو جو چوکیداری کی خدمت انجام دے اور میں محو استراحت ہو جاؤں، اس مبارک خواہش کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حاضر ہو گئے، وہ نگرانی کرنے لگے اور آپ محو استراحت ہو گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ''رجل صالح'' کا مصداق حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔

بَاب مَنَاقِبِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 22: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3690 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَالَ اَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ اَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ اٰثَمْ قِيْلَ وَكَيْفَ ذٰلِكَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَاءَ فَقَالَ اثْبُتْ حِرَاءُ فَاِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدٌ قِيْلَ وَمَنْ هُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَّطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قِيْلَ فَمَنِ الْعَاشِرُ قَالَ اَنَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِيْ شُعْبَةُ عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَخْنَسِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نو آدمیوں کے بارے میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں جائیں گے اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دوں تو میں گنہگار نہیں ہوں گا۔ ان سے دریافت کیا گیا: وہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرا پہاڑ پر موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حرا ٹھہرے رہو! کیونکہ تمہارے اوپر

3690 - اخرجه ابوداؤد (٢١١/٤): كتاب السنة: باب: فى الخلفاء، حديث (٤٦٤٩)، و اخرجه الامام احمد (١٨٨/١). عن شعبة عن سعيد بن زيد به.

ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔ ان سے دریافت کیا گیا وہ (دس) لوگ کون ہیں' تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمن بن عوف (جنتی ہیں) ان سے دریافت کیا گیا: دسواں آدمی کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ میں ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نام ونسب:

آپ ہجرت مدینہ سے بائیس (۲۲) سال قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ثانی ص: ۶۱۵)

دسویں پشت میں بزرگ ''کعب بن لوی'' ہیں جن پر آپ کا شجرہ نسب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ ساتویں پشت میں ''عدی'' نامی بزرگ ہیں جن کی نسبت سے ''عدوی'' کہلاتے تھے۔ اسم گرامی: سعید، باپ کا نام: زید، کنیت: ابوالاعور، والدہ کا نام: فاطمہ بنت بعجہ تھا۔ عشرہ مبشرہ صحابہ کے آباؤ اجداد میں سے جو فضیلت حضرت زید بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سلسلہ کو حاصل تھی، وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں تھی۔ (الریاض النضرۃ للشیخ محب طبری ص: ۶۱۴)

والد گرامی: زید بن عمرو زمانہ فطرت میں پیدا ہوئے، توحید پرست آدمی تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو کی لیکن اعلانِ نبوت سے چند سال قبل دنیا سے رخت سفر باندھ گئے، والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت بعجہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی کے وقت موجود تھیں اور دامن اسلام سے وابستہ ہوئیں۔ آپ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور چچا زاد بھائی بھی تھے، کیونکہ حضرت فاطمہ بنت خطاب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حرم میں تھیں۔ آپ کا رنگ گندمی، قد لمبا، داڑھی اور سر کے بال گھنے تھے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے والد گرامی زید بن عمرو زمانہ جاہلیت میں گمراہی سے بیزار، بتوں کی پوجا سے متنفر، بتوں کے چڑھاوا سے منع کرتے اور ان کے نام کا ذبیحہ ہرگز نہ کھاتے۔ زمانہ جاہلیت میں بچیوں کی ولادت کو منحوس تصور کیا جاتا تھا لیکن آپ اس نظریہ کی مخالفت کرتے تھے، بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کرتے، بلکہ ان کی پرورش کا بیڑا اٹھاتے، ان کی کفالت کرتے اور

ان کے بڑا ہو جانے پر والدین پسند کرتے تو ان کے حوالے کر دیتے ورنہ ان کا نکاح مناسب رشتہ دستیاب ہونے پر کرنے میں سعادت سمجھتے تھے۔

زید بن عمرو کا تلاش دین کے حوالے سے طویل قصہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل میں دوستانہ مراسم تھے، دونوں نے دین حق کی تلاش میں ملک شام کا ایک ساتھ سفر کیا تھا، وہاں ان کی ایک یہودی سے ملاقات ہوئی جس نے ان پر اپنا دین پیش کیا تھا، ورقہ بن نوفل نے وہ دین قبول کرلیا لیکن زید بن عمرو نے احتراز کیا، بعدازاں ان کی ملاقات ایک نصرانی سے ہوئی، اس نے ان پر اپنا دین پیش کیا، ورقہ بن نوفل نے یہودیت کو خیرباد کہہ کر نصرانیت کو اپنا لیا مگر حسب سابق اس موقع پر بھی زید بن عمرو نے اعراض کیا۔ موصل میں ایک بہت بڑا راہب رہا کرتا تھا جس کی راہبیت وریاضت کا دور و اکناف میں شہرہ تھا، زید بن عمرو وہاں ان کے پاس گئے، تلاش دین کے حوالے سے اپنا مقصد بیان کیا، اس پر راہب نے کہا کہ تم ایسے دین کے متلاشی ہو جو ہمارے زمانہ میں ناپید ہے، دریافت کیا: وہ کونسا دین ہے؟ راہب نے جواب دیا: وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے، جو محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے تھے، بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے' اوران باتوں کی طرف زید بن عمرو کا دل مطمئن ہو گیا۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے راہب نے زید بن عمرو سے یہ بھی کہا کہ عنقریب حق تمہارے شہر میں اترنے والا ہے، تمہارے قبیلہ میں ایک شخص مبعوث ہوگا جو دین ابراہیمی کی تجدید کرے گا۔ اس کے بعد زید بن عمرو کو مبعوث ہونے والے نبی کا شدت سے انتظار رہا، انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں آسمان کی طرف نظر بلند کر کے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی تھی: **اللهم! ان كنت حرمتنى من هٰذَا الخير فلا تحرمنه ابنى سعيداً** ۔ (رافت پاشا، صور من حیاۃ الصحابۃ ص ۲۳۴) اے اللہ! اگر تو نے مجھے اس خیر سے محروم کر دیا تو میرے بیٹے سعید کو اس سے محروم نہ کر۔

ایک روایت کے مطابق زید بن عمرو نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو پیغام دیتے ہوئے کہا: اگر تمہیں نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل ہو تو میرا اسلام نیاز ضرور پیش کیجئے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کیا تو حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور ساتھ ہی زید بن عمرو کا سلام نیاز وعقیدت بھی پیش کیا، اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قد رأيته فى الجنة يسحب ذيولاً** ۔ (ابوعبداللہ مکی، اخبار مکہ فی قدیم الدہر، ج ۴، ص ۵۳) ''میں نے انہیں (زید بن عمرو کو) جنت میں شان وشوکت سے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔''

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے زید بن عمرو کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ بیت اللہ سے اپنی پشت لگائے کھڑے تھے اور یوں فرما رہے تھے: **يا معشر قريش والله لا اكل ما ذبح لغير الله والله ما على دين ابراهيم احد غيرى** ۔ (العلامہ ابن البر، الاستیعاب، جلد ثانی، ص ۶۱۶)

اے جماعت قریش! میں غیر اللہ کا ذبیحہ نہیں کھاتا، آج روئے زمین پر میرے سوا کوئی دین ابراہیمی پر نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد خطاب بن نفیل زید بن عمرو کے سخت مخالف تھے، انہیں اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کرتے، اذیتیں دیتے، آزمائشوں میں ڈالتے حتیٰ کہ انہیں مکہ معظمہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا، وہ مکہ سے نکل کر جبل حراء میں پناہ گزیں ہو گئے۔

خطاب بن نفیل نے چند نوجوانوں کو اس پر مامور کر دیا کہ زید بن عمرو مکہ میں نہ آنے پائیں مگر وہ پھر بھی چھپ چھپا کر مکہ میں آجاتے تھے۔

زید بن عمرو کو بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل طبعی موت آئی اور جبل حراء میں ان کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دامن اسلام میں:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا، پھر خفیہ طور پر نہایت رازداری سے اپنے با اعتماد لوگوں کو دعوت اسلام دینے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے، ۲ نبوی کا دور ہے کہ دار ارقم میں دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے، یہ وابستی وقتی نہیں تھی بلکہ مستقل بنیادوں پر تھی، کیونکہ والد گرامی دین ابراہیمی پر رہے، غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے اور بتوں کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں آپ کی تربیت قدرت کی طرف سے فطرتی طور پر کی گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ انہیں شمع رسالت سے روشنی حاصل کرنے میں زیادہ تاخیر نہ ہوئی۔ آپ کے ساتھ زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ کا شمار ''سابقین اولین'' اور عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو فطرۃً نیک طبع اور حق پرست واقع ہوئے تھے۔

دین پر ثابت قدمی اور اس کی برکت:

دین اسلام ایک عظیم دولت ہے جس کا مقابلہ دنیا بھر کی دولت نہیں کر سکتی، جو شخص اس کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے، وہ اسے چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے قبل انہیں بہت اذیتیں دیتے تھے، اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے مجبور کرتے، قید وبند اور مظالم کی انتہاء کر دیتے تھے لیکن ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام اور اسلام پر استقامت کا فیض و برکت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے سنگ دل اور سخت مزاج قبول اسلام کے لیے مجبور ہو گئے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ایک دفعہ عمر اپنے ہاتھ میں برہنہ تلوار لے کر دار ارقم کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے، کسی نے دریافت کیا: اے عمر! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ بتایا: بانی اسلام کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں تا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری، بتایا گیا: پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیں کہ آپ کی بہن اور بہنوئی دونوں دامن اسلام سے وابستہ ہو چکے ہیں، آگے بڑھنے کی بجائے عمر نے اپنی بہن کے گھر کا رخ کیا، گھر کے پاس پہنچ کر دروازے سے کان لگا کر اندر کا جائزہ لیا، یہ معلوم ہوا کہ بہن اور بہنوئی کچھ پڑھ رہے ہیں، تیزی سے دروازہ کھٹکھٹایا، دونوں نے محسوس کیا کہ عمر آ گئے ہیں، کانپتے ہوئے اجزاء قرآنی چھپا دیے، دروازہ کھول دیا، عمر اندر داخل ہوئے گرجتی ہوئی آواز میں دریافت کیا: آپ لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ جواب دیا گیا: ہم کچھ پڑھ نہیں رہے تھے بلکہ باتیں

کر رہے تھے، بات کاٹتے ہوئے کہا نہیں، تم کوئی کلام پڑھ رہے تھے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ بھی بے دین ہو گئے ہیں، یہ کہنا تھا کہ اپنی بہن کو خوب پیٹا، وہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑیں، پھر بہنوئی کو پکڑ کر زمین پر پٹک دیا، انہیں خوب زدوکوب کیا، بزور انہیں دین چھوڑنے پر مجبور کیا لیکن انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا، اس ردعمل نے عمر کی طبیعت پر گہرا اثر کیا، کہا: جو کلام آپ لوگ پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی پڑھائیں، کہا گیا: اے عمر! آپ نجس ہیں، نجس لوگ اس پاک کلام کو نہیں پڑھ سکتے، آپ غسل کریں تب یہ کلام پڑھ سکتے ہیں، عمر نے غسل کیا، قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں تو کہا: آپ لوگ قبول اسلام کے لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلیں، عمر دار ارقم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کر لیا، مسلمانوں نے اس موقع پر اظہار مسرت کرتے ہوئے فلک شگاف نعرہ تکبیر بلند کیا۔

ہجرت مدینہ:

جب زمین کے کسی خطہ پر اسلام کے مقابلہ میں کفر کا زور زیادہ ہو، مشرکین مسلمانوں کو تعلیمات و احکام اسلام پر آزادی سے عمل کرنے سے روکیں اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے پر مجبور کریں تو وہاں سے ایسے خطہ کی طرف ہجرت کرنا واجب ہو جاتا ہے جہاں مسلمان آزادی کے ساتھ احکام پر عمل کر سکتے ہوں۔ جس طرح حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ ''سابقین اولین'' میں شمار ہوتے ہیں اسی طرح مہاجرین اولین میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل آپ مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیس (۲۰) افراد کی جماعت کے ساتھ مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اس جماعت میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہجرت کرنے والوں میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت سعید بن زید، (۲) حضرت زید بن خطاب، (۳) حضرت عیاش بن ابی ربیعہ، (۴) حضرت ہشام بن عاص، (۵) حضرت عمر بن سراقہ، (۶) حضرت عبداللہ بن سراقہ، (۷) حضرت خنیس بن حذافہ، (۸) حضرت واقد بن عبداللہ، (۹) حضرت خولہ بن ابی خولہ، (۱۰) حضرت مالک بن ابی خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

رشتہ مواخات:

بعض مؤرخین اور بعض روایات کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ مواخات مکہ مکرمہ میں قائم کیا تھا اور مدینہ طیبہ میں بھی، مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کرنے والے مسلمانوں میں مواخات کیا تھا جس کا مقصد والدین یا رشتہ داروں کی طرف سے مال و دولت سے محروم کیے جانے کی بنا پر معاونت و امداد تھا، مدینہ طیبہ میں مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات قائم تھا جس کا مقصد مہاجرین کی بحالی اور ان کی مالی معاونت تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا رشتہ اخوت حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

سے قائم کیا تھا۔ مدینہ طیبہ میں رشتہ اخوت کے بارے میں دو اقوال ہیں: (i) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا مواخات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قائم کیا۔ (ii) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا رشتہ اخوت حضرت رافع بن مالک زرقی رضی اللہ عنہ سے قائم کیا تھا۔

مستجاب الدعوات:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر یہ انعام تھا کہ آپ جو دعا کرتے وہ تیر بر ہدف ثابت ہوتی تھی اور بلا تاخیر قبول ہو جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں صرف ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں مروان بن حکم مدینہ طیبہ کا گورنر تھا، اروی بنت اویس نامی (جس کی زمین کا رقبہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے متصل تھا) نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروان بن حکم سے شکایت کر دی کہ انہوں نے میری زمین کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا ہے، مروان نے اس بارے میں گفتگو کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، انہوں نے آپ سے زمین پر قبضہ کے سلسلہ میں بات کی تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کسی کی زمین پر کیسے قابض ہو سکتا ہوں جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں یہ فرمایا ہو:

من ظلم شبراً من ارض طوقه يوم القيامة من سبع ارضين . (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۳۱۹۸)

جس شخص نے ظلماً کسی کی ایک بالشت زمین پر قبضہ کیا، تو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

پھر آپ نے حق و باطل کے امتیاز کو واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی:

اللهم! ان كانت كاذبةً فلا تمتها حتى تعمى بصرها وتجعل قبرها فى بئرها .

(اسد الغابہ لابن اثیر، ج:۲، ص:۴۴۴)

اے اللہ! اگر یہ عورت اپنے دعویٰ میں جھوٹی ہے، تو اسے اندھا کر کے موت دے اور اس کا کنواں اس کی قبر بنا۔

اس کے قلیل عرصہ بعد سیلاب آیا جس سے رقبہ کی حد بندی واضح ہوگئی، عورت کا جھوٹ نمایاں ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی صداقت کو بھی روشن کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد عورت بینائی سے محروم ہو کر اندھی ہوگئی، اپنے گھر میں موجود کنویں میں گر کر ہلاک ہوگئی اور وہی کنواں اس کی قبر بنا۔

آپ کی دعا اہل عرب کے ہاں ضرب المثل بن گئی، لڑائیوں کے دوران بھی لوگ اپنے مقابل کو کہا کرتے تھے: اعماك الله كما اعمى اروى . اللہ تعالیٰ تجھے ایسا اندھا کرے جس طرح اروی بنت اویس کو اندھا کیا تھا۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ بعض مقبولان بارگاہ ایزدی مستجاب الدعوات ہوتے ہیں، وہ جو دعا کرتے ہیں فوراً قبول ہوتی ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔

غزوات میں شرکت و کردار:

زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کی طرح شجاعت و بہادری کا وصف بھی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ میں کمال درجہ کا پایا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ غزوہ بدر کے علاوہ آپ نے تمام غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمولیت اختیار کی اور کردار ادا کیا۔

غزوہ یرموک کے حوالے سے آپ اپنا کردار یوں بیان کرتے ہیں:

خرج رجل من صفوف المسلمين وقال ابى عبيدة: انى ازمعت على ان اقضى أمرى الساعة فهل لك من رسالة تبعث بها الى رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم؟ فقال أبو عبيدة: نعم، تقرئه منى ومن المسلمين السلام، وتقول له: يا رسول الله انا وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً فما ان سمعت كلامه ورأيته يمتشق حسامه يمضى الى لقاء أعداء الله حتى اقتحمت الى الأرض وجثوت على ركبتى واشرعت رمحى وطعنت أول فارس أقبل علينا ثم وثبت على العدو وقد انتزع الله كل مافى قلبى من الخوف فثار الناس فى وجه الروم وما زالوا يقاتلونهم حتى كتب الله للمؤمنين النصر.

مسلمانوں کی صفوں سے نکل کر ایک شخص نے کہا: میں نے آج ہی جام شہادت نوش کرنے کا عزم کر لیا ہے، کیا آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں؟ تو حضرت ابوعبیدہ نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اور تمام مسلمانوں کا سلام کہنا اور ان سے عرض کرنا: یا رسول اللہ! ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا۔ حضرت سعید فرماتے ہیں کہ جوں ہی میں نے ان کی بات سنی اور انہیں تلوار بے نیام کرتے اور دشمنوں کی طرف بڑھتے دیکھا تو فوراً ہی زمین پر گھٹنوں کے بل آ بیٹھا اور اپنا نیزہ تان لیا اور اس شخص کو نشانہ لگایا جس نے سب سے پہلے ہماری طرف رخ کیا تھا۔ پھر میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑا، اللہ نے میرے دل کے سارے خوف نکال دیے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے رومیوں پر عام ہلہ بول دیا، لوگ برابر لڑتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کر دیا۔

اشاعت حدیث:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے احادیث مبارکہ روایت کرنا درحقیقت مدرسہ صفہ کے فیضان کا تسلسل ہے، کیونکہ اصحاب صفہ کا مقصد حیات اشاعت دین تھا جس کا ماخذ قرآن و سنت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے بہتر (۴۸) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

آپ کی مرویات میں سے چند ایک احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) کسی مسلمان کی عزت پر ناحق ہاتھ ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ رشتہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک شاخ کی مثل ہے جس نے اسے کاٹا، اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام قرار دے گا۔ (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۱۶۵۱)

(ii) جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے، وہ شہید ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۶۵۲)

(iii) جس شخص نے بنجر زمین (یعنی وہ کسی کی ملکیت نہ ہو) کو آباد کیا، تو وہ اس کی ملک ہوگی۔ جس شخص نے کسی کی مملوکہ زمین میں جبراً کھیتی کاشت کی، تو اسے کھیتی کو باقی رکھنے کا حق نہیں ہے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۰۷۳)

آپ کے حوالے سے کثیر لوگوں نے روایات بیان کی ہیں، ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) صحابہ کرام: (۱) حضرت عبداللہ بن عمر، (۲) حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ لیثی، (۳) حضرت عمرو بن حریث مخزومی وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

(ii) تابعین عظام: (۱) حضرت زر بن جیش اسدی، (۲) حضرت عبداللہ مازنی، (۳) حضرت ابوعثمان نہدی، (۴) حضرت سعید بن مسیب، (۵) حضرت قیس بن ابی حازم، (۶) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، (۷) حضرت عروہ بن زبیر، (۸) حضرت عباس بن سہل بن سعد ساعدی، (۹) حضرت ابوالخیر مرثد بن عبداللہ یزنی، (۱۰) حضرت یزید بن حارث عدی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حق گوئی و بے باکی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو حق گوئی و بے باکی کی بے پناہ جرأت عطا فرمائی تھی، اس سلسلہ میں چند حقائق حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جامع مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے جبکہ اہل کوفہ آپ کے دائیں بائیں موجود تھے، اسی اثناء میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھایا، زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ کوفہ کا ایک باشندہ (قیس بن علقمہ) مسجد میں داخل ہوا، اس نے بڑی بے شرمی سے گالی گلوچ کرنا شروع کر دیا، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: یہ شخص کسے گالی گلوچ کر رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو، یہ جواب سن کر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہو گئے نہایت جرأت سے فرمایا: اے مغیرہ! یہ شخص تمہاری موجودگی میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی بک رہا ہے' تو تم اسے روکتے کیوں نہیں؟ میں گواہی دیتا ہوں جو کچھ میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ رکھا، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی جھوٹی بات بیان نہیں کر سکتا کہ کل ملاقات کے وقت مجھ سے باز پرس کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، سعد بن مالک جنتی ہیں اور ایک نواں مسلمان جنتی ہے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو اس کا نام لے سکتا ہوں' حاضرین کی آواز سے مسجد گونج اٹھی کہ بتایا جائے وہ مومن کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ میں ہوں۔

پھر آپ نے یہ حدیث بیان کی:

واللہ لمشهد شهده رجل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يغبر فيه وجهه مع رسول الله افضل

من عمر احدكم ولو عمر نوح . (علامہ یوسف مزی، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۷، ص ۲۰۰)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں کسی صحابی کا چہرہ غبار آلود ہوا ہو تمہارے زندگی بھر کے اعمال سے بہتر ہے خواہ کسی کو عمر نوح دی جائے۔

۲- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے جامع مسجد کوفہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں مسلمانوں کو غیرت دلاتے ہوئے نہایت دلیری سے فرمایا:

لقد رأيتني وان عمر لموثقي على الاسلام قبل ان يسلم عمرو لو ان احدًا ارفض للذى صنعتم بعثمان لكان محقوقاً ان يرفض . (الصحیح للبخاری، ج اول، ص: ۵۴۵)

میں اپنے ماضی کے واقعات پر غور کرتا ہوں کہ قبول اسلام سے قبل عمر مجھے اذیتیں دیتے تھے جبکہ آج حال یہ ہے کہ قبول اسلام کے باوجود لوگ مسلمانوں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو متوجہ کر کے فرمایا: تم لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، اگر اس پر احد پہاڑ ہل جائے تو بجا ہوگا۔

فضائل:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کثیر ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوہ حراء پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے حرکت شروع کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اثبت حراء فانه ليس عليك الا نبى او صديق او شهيد** ۔ اے کوہ حراء! تو اپنی حرکت بند کر دے، کیونکہ تجھ پر نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی نہیں ہے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں لوگ تھے ان میں سے ایک حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔

۲- حضرت سعید بن حبیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

كان مقام ابى بكر و عمر و عثمان و على و سعد و سعيد و طلحة والزبير و عبدالرحمن بن عوف مع النبى صلى الله عليه وسلم واحدًا، كانوا امامه فى القتال وخلفه فى الصلٰوة .

(علامہ ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ، ج:۳ ص ۹۰)

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں پیش پیش ہوتے تھے جبکہ نماز ادا کرتے وقت پیچھے ہوتے تھے۔

۳- خلیفہ ثانی، امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کرتے وقت کسی کو خلیفہ متعین نہیں کیا تھا لیکن چھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے دی تھی، ان چھ کا تعلق عشرہ مبشرہ سے تھا اور ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت عثمان غنی، (ii) حضرت علی المرتضیٰ، (iii) حضرت طلحہ بن عبید اللہ، (iv) حضرت سعد بن ابی وقاص، (v)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، (۷۱) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اپنے فضل وکمال، زہد وتقویٰ اور بزرگی وتقدس کے سبب اس کمیٹی میں شمولیت کے زیادہ حقدار تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کا نام شامل نہ کرنے کی وجہ قرابت داری تھی کہ آنے والے لوگ آپ کی ذات پر قرابت داری کو ترجیح دینے کاالزام نہ دھر سکیں۔

وفات:

۵۱ھ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے مقام عقیق میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وصال فرمایا۔ انتقال کے وقت عمر مبارک تہتر (۷۳) سال تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعۃ المبارک کی تیاری میں مصروف تھے کہ انہیں آپ کے انتقال کی اطلاع موصول ہوئی، وہ اسی وقت مقام عقیق کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے غسل اور تجہیز وتکفین کی خدمات انجام دیں، کندھوں پر اٹھا کر میت مدینہ طیبہ لائی گئی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

اولاد امجاد:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو اکتیس (۳۱) اولادوں سے نوازا جن میں سے تیرہ (۱۳) صاحبزادے اور اٹھارہ (۱۸) صاحبزادیاں تھیں۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

اسماء صاحبزادگان: (۱) حضرت عبداللہ اکبر، (۲) حضرت عبداللہ اصغر، (۳) حضرت عبدالرحمٰن اکبر، (۴) حضرت عبدالرحمٰن اصغر، (۵) حضرت ابراہیم اکبر، (۶) حضرت ابراہیم اصغر، (۷) حضرت عمر اکبر، (۸) حضرت عمر اصغر، (۹) حضرت اسود، (۱۰) حضرت طلحہ، (۱۱) حضرت محمد، (۱۲) حضرت خالد، (۱۳) زید۔

اسماء صاحبزادیاں: (۱) حضرت اُمّ الحسن کبریٰ، (۲) حضرت اُمّ الحسن صغریٰ، (۳) حضرت اُمّ حبیب کبریٰ، (۴) حضرت اُمّ حبیب صغریٰ، (۵) حضرت اُمّ زید کبریٰ، (۶) حضرت اُمّ زید صغریٰ، (۷) حضرت عائشہ، (۸) حضرت عاتکہ، (۹) حضرت حفصہ، (۱۰) حضرت زینب، (۱۱) حضرت اُمّ سلمہ، (۱۲) حضرت اُمّ موسیٰ، (۱۳) حضرت اُمّ سعید، (۱۴) حضرت اُمّ نعمان، (۱۵) حضرت اُمّ خالد، (۱۶) حضرت اُمّ صالح، (۱۷) حضرت اُمّ حولا، (۱۸) حضرت رجلہ۔

مفہوم حدیث:

یہ حدیث حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پانچ راویوں نے بیان کی ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اوّل: حضرت عبداللہ مازنی رحمہ اللہ تعالیٰ: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لین الحدیث قرار دیا ہے۔ روایت بیان کرنے میں ان سے دو تسامح ہوئی ہیں:

(i) ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کردی ہے۔ کوہ حراء والی روایت الگ مستقل ایک حدیث ہے۔

(ii) اس حدیث میں عشرہ مبشرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شمار کیا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مبشر (خوشخبری سنانے والی) ہے اور مبشر (خوشخبری دیے گئے) نہیں ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو چھوڑا گیا ہے حالانکہ ان کا عشرہ مبشرہ سے ہونا اجماعی ومتفقہ ہے۔

ثانی: حضرت عبدالرحمٰن بن الاخنس رحمہ اللہ تعالیٰ: یہ راوی مستور الحال ہیں، ان کی روایت سنن ابی داؤد میں (رقم الحدیث ۴۶۴۹) موجود ہے، جس میں کوہ حراء والا مضمون نہیں ہے۔ تاہم اس میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عشرہ مبشرہ میں شمار کیا گیا ہے جبکہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو چھوڑا گیا ہے۔

ثالث: حضرت ریاح بن الحارث کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ: یہ راوی ثقہ ہیں، جن کی روایت سنن ابی داؤد (رقم الحدیث ۴۶۵۰) اور مسند امام احمد بن حنبل (ج اول، ص: ۱۸۷) میں موجود ہے مگر مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ والی روایت مفصل ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جامع مسجد کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی بکنے والے کو منع نہ کرنے پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے خوب اظہار ناراضگی کیا تھا، ممکن ہے کہ حالت غصہ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ذہن سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا نام ذہن سے نکل گیا ہو اور تعداد پوری کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی شامل کرلیا ہو۔

رابع: حضرت ہلال بن یساف رحمہ اللہ تعالیٰ: یہ راوی ثقہ ہیں اور ان کی روایت مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جلد اول، ص: ۱۸۷) میں مذکور ہے۔

خامس: حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ تعالیٰ: یہ ثقہ راوی ہیں، جن کی روایت جامع ترمذی میں گزر چکی ہے، اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشرہ مبشرہ میں شمار نہیں کیا گیا جبکہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو شمار کیا گیا ہے۔ یہ روایت تمام روایات سے زیادہ صحیح ہے، کیونکہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پرسکون ماحول میں بیان فرمائی ہے اور جو روایت ایسی حالت میں بیان کی جائے وہ زیادہ قابل اعتبار ہوتی ہے۔

بَاب مَنَاقِبِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 23: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3691 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنُ رَبِيْعَةَ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

متنِ حدیث: اَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا وَّاَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ اِذَا تَلَاقَوْا بَيْنَهُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوْهٍ مُّبْشَرَةٍ وَّاِذَا لَقُوْنَا لَقُوْنَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ قَالَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا يَدْخُلُ

3691 - اخرجه احمد (۲۰۷/۱)، (۱٦٥/٤)، عن يزيد بن ابى زياد، عن عبد الله بن الحارث، عن عبد المطلب بن ربيعة به.

قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ ولرسولہ ثم قال یا ایھا الناس من اذی عمی فقد اذانی فانما عم الرجل صنو ابیہ

حکم حدیث: قال ھذا حدیث حسن صحیح

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس غصے کی حالت میں تشریف لائے' میں بھی اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: آپ کو غصہ کیوں آیا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارا اور قریش کا کیا مسئلہ ہے جب یہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں' تو بڑے خوش ہو کر ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں' تو دوسری حالت میں ملتے ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ غصہ میں آ گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست مبارک میں میری جان ہے۔ کسی بھی شخص میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا' جب تک وہ آپ لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرح محبت نہیں کرے گا پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جس نے میرے چچا کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی' کیونکہ چچا باپ کی جگہ ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

ابوالفضل حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، عمر میں زیادہ فرق نہیں تھا، ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ نام: عباس، کنیت: ابوالفضل، والد کا نام: عبدالمطلب اور والدہ کا نام: نتیلہ تھا۔ شجرہ نسب یوں ہے:

عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف الہاشمی القرشی۔

آپ رشتہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور قبیلہ قریش کے چشم و چراغ تھے۔

ابتدائی حالات:

تذکرہ نگاروں کے مطابق ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ طفولیت میں گم ہو گئے، والدین کو پریشانی لاحق ہوئی، والدہ غم سے نڈھال ہو گئیں، نذر مانی کہ آپ کے صحیح وسلامت دستیاب ہونے کی صورت میں کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔ آپ کے دستیاب ہونے پر والدہ کی طرف سے نذر کی تکمیل کی گئی اور والدہ محترمہ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ کو دیب وحریر سے مزین غلاف پہنانے کی سعادت حاصل کی۔ زمانہ جاہلیت میں آپ قبیلہ قریش کے رئیس، بیت اللہ کے تحفظ و صفائی کا اہتمام والصرام اور زائرین کی خدمت کرنے کا منصب والد گرامی عبدالمطلب کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر مبارک میں اعلانِ نبوت کیا، توحید و رسالت کا پیغام لوگوں کو دینا شروع کیا، رفتہ رفتہ لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہونے لگے، اسلام قبول کرنے والوں کو مظالم کا تختہ مشق بنایا جاتا اور انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اس دور میں خواہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عجلت سے قبول اسلام کے لیے دست بیعت دراز نہیں کیا تھا لیکن مشرکین مکہ کی طرح اس تحریک کی مخالفت بھی نہیں کی تھی بلکہ تحریک اسلامی کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔

جب اس زمانہ میں اہل یثرب کے بہتر (۷۲) افراد نے مشرکین مکہ سے بچتے ہوئے راز داری سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے دنوں میں منیٰ کی گھاٹی میں مدینہ طیبہ تشریف لانے کی دعوت دی، اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، آپ نے اس موقع پر انصار مدینہ سے یوں کہا: اے گروہ خزرج! یہ بات آپ لوگوں سے مخفی نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے محترم رہے ہیں، دشمن کے مقابلہ میں ہم نے ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے، اب وہ آپ کے ہاں جانا چاہتے ہیں، آپ لوگ تاحیات ان کا ساتھ دے سکتے ہیں تو بہتر ہے ورنہ ابھی صاف الفاظ میں انکار کر دیں؟ انصار نے آپ کے جواب میں جان نثاری، دفاع و حفاظت، وفاداری و وفا شعاری اور خدمت و تواضع کے حوالے سے تاحیات ساتھ دینے کی یقین دہانی کرائی۔

حلیہ:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک یوں بیان کیا جاتا ہے: قد لمبا، چہرہ خوبصورت، رنگ سفید، شجاع و بہادر، جسم نرم و نازک اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔

جنگِ بدر میں:

مشرکین مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے، کفار مکہ نے یہاں بھی مسلمانوں کو سکون کا سانس نہ لینے دیا، آئے دن قتل و ڈکیتی کا بازار گرم کرتے رہے، بالآخر اس عداوت و مخالفت کے نتیجہ میں جنگ بدر پیش آئی، مشرکین کے سپاہی نوسو (۹۰۰) یا اس سے زائد تھے لیکن مسلمان مجاہدین کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی۔

آغاز جنگ سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو ہدایات جاری فرمائیں، ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ دوران جنگ ابوالبختری عباس یا بنو ہاشم کا کوئی شخص سامنے آ جائے تو اس پر تلوار نہ چلائی جائے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہم جس طرح اپنے اعزاء و اقارب پر تلوار چلائیں گے، اسی طرح بنو ہاشم پر تلوار چلائیں گے، بنو قریش پر تلوار نہ چلانے کی کوئی وجہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام لازم ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو حذیفہ کی گردن اڑا دوں؟ آپ کی طرف سے اجازت نہ دی گئی، کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بلند پایہ صحابی تھے اور بر سبیل اتفاق یہ بات ان کی زبان سے نکل گئی تھی۔

بہر کیف کفر و اسلام کے مابین پہلی حق و باطل کی جنگ ۲ھ میں لڑی گئی، قلیل تعداد ہونے کے باوجود مسلمانوں نے کفار کا خوب مقابلہ کیا، مسلمانوں کا مقصد کشور کشائی نہیں بلکہ اعلاء کلمۃ الحق تھا، اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال ہوئی اور انہیں نصرت و کامرانی حاصل ہوئی۔ نتیجہ یہ سامنے آیا کہ ستر (۷۰) کفار مارے گئے اور ستر (۷۰) گرفتار ہوئے جبکہ چودہ (۱۴) مسلمان شہید ہوئے۔

قیدی بننے والے کفار کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا گیا، انہیں خورد ونوش کی اشیاء فراہم کی گئیں، اکثر پر کپڑے نہیں تھے تو انہیں کپڑے فراہم کیے گئے۔ کفار کی طرف سے جنگ کرنے والوں، جنگ بدر میں شامل ہونے والوں اور قیدی بننے والوں میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ قیدی بنانے پر جب ان کی مشکیں باندھی گئیں تو وہ شدت کی وجہ سے رات بھر کراہتے رہے اور ان کے کراہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات بھر نیند نہ آئی۔

قیدیوں کو جہاں کھانا فراہم کیا گیا وہاں انہیں جسم چھپانے کے لیے کپڑے بھی فراہم کیے گئے، چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ طویل القامت تھے، اس لیے انہیں عام شخص کا کپڑا ٹھیک نہیں بیٹھتا تھا۔ لہٰذا عبداللہ بن ابی بھی طویل القامت تھا، اس نے اپنا لباس منگوا کر انہیں پیش کیا، منافق ہونے کے باوجود اس کے مرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عوض اپنا کرتہ اس کی لاش پر ڈال دیا تھا۔

دامن اسلام میں:

غزوہ بدر کے نتیجہ میں کفار کے قیدیوں میں ایک عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے، قیدیوں میں فدیہ دے کر رہائی اختیار کرنے کا اعلان ہوا تو فدیہ دے کر قیدی رہائی حاصل کرتے رہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مجبوری ظاہر کی کہ وہ لڑنے کے لیے از خود نہیں بلکہ مجبوری کی وجہ سے حاضر ہوئے تھے، زبان نبوت سے اس کا جواب دیا گیا کہ آپ ارادۃً یا مجبوراً شامل ہوئے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے مگر بظاہر شامل ہونے کی وجہ سے فدیہ کی ادائیگی ضروری ہے، پھر عذر پیش کرتے ہوئے اپنی مفلسی ظاہر کی، اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ سے روانہ ہوتے وقت آپ نے جو دولت ہماری چچی اُم الفضل کو چھپانے کے لیے دی تھی، وہ آپ کے متمول وصاحب ثروت ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ سن کر عباس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور بروقت قبول اسلام کر کے مسلمان ہو گئے۔

سعادتِ ہجرت:

قبول اسلام کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ واپس مکہ روانہ ہو گئے، اپنے اسلام وعقیدہ کو کفار مکہ سے مخفی رکھا، بیت اللہ کا طواف کیا، چند ایام قیام کے بعد عازم ہجرت ہوئے اور مدینہ طیبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مکہ جانے کے آپ کے دو مقاصد تھے:

(i) وہاں سے مدینہ کی طرف سے ہجرت کر کے مہاجرین میں شامل ہوں۔

(ii) مکہ میں موجود دولت مدینہ میں لاسکیں۔

نکاح واولاد:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے جن سے گیارہ (۱۱) اولادیں پیدا ہوئیں اور ان کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت فضل، (۲) حضرت عبداللہ، (۳) حضرت عبدالرحمٰن، (۴) حضرت قثم، (۵) حضرت معبد اُم حبیبہ، (۶)

حضرت کثیر، (۷) حضرت تمام، (۸) حضرت صفیہ، (۹) امیمہ، (۱۰) حضرت عبیداللہ، (۱۱) حضرت حارث۔

غزوات میں شرکت:

خواہ غزوہ بدر میں آپ اسلام کے خلاف کفار کے سپاہی کی حیثیت سے شامل ہوئے مگر قبول اسلام اور ہجرت کے بعد غزوات میں شامل ہوئے، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ محاصرہ طائف اور غزوۂ تبوک وغیرہ میں شریک ہوئے۔

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قدر ومنزلت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دلی احترام کرتے تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا احترام بجالاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ کے محصل تعینات ہوئے، سب لوگوں سے رقم وصول کی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی رقم کا تقاضا کیا، انہوں نے رقم کی فراہمی سے انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منصب کے مطابق قدرے سختی سے تقاضا کیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمر! تم عباس سے کیا چاہتے ہو؟ بدر کے موقع پر تم ان سے بہت کچھ وصول کر چکے ہو، عباس عم رسول ہیں اور چچا باپ کے قائمقام ہوتا ہے۔

وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا غم:

۱۰ ہجری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپسی پر علیل ہو گئے، پھر روز بروز مرض میں اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت علی، حضرت عباس اور دوسرے بنو ہاشم تیمارداری کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ انتقال کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نکلے تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب افاقہ ہے، کیونکہ بظاہر صحیح محسوس ہو رہی تھی لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: تمہارا کیا خیال ہے؟ قسم بخدا! تین ایام بعد تم غلامی کرنے والے ہو، عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مرض میں وصال فرمانے والے ہیں، کیونکہ میں اپنے خاندانی اکابر کے چہروں سے خوب اندازہ لگالیتا ہوں اور اب آپ میرے ساتھ آئیں کہ ہم آپ سے منصب خلافت کے بارے میں دریافت کرلیں کہ ہم اس کے حقدار ہوں گے تو آپ اس سلسلہ میں وصیت فرما دیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! میں اس بارے میں ہرگز نہیں دریافت کروں گا، اگر دریافت کرنے پر آپ نے انکار کر دیا تو میں ہمیشہ اس سے محروم قرار پاؤں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار پر حضرت ابوالفضل عباس رضی اللہ عنہ کو بھی دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی روز انتقال ہوا۔ حضرت عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہما اور دیگر بنو ہاشم نے تجہیز وتکفین کی خدمات انجام دیں۔ چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اور خاندانی معمر تھے جس وجہ سے لوگ تعزیت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

خلفاء راشدین کے ہاں مرتبہ ومقام:

خلفاء راشدین حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دلی طور پر ادب واحترام بجالاتے تھے، اگر وہ سواری پر ہوتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو احتراماً سواری سے اتر جاتے تھے اور یہ ادب واحترام عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر پریشانی کے موقع پر ان سے دعا کراتے تھے اور مشوروں میں شامل کرتے تھے۔ قحط عام الرمادہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر کہا: اے اللہ! پہلے ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑتے تھے اور اب ہم عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا واسطہ لاتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اپنے نورانی ہاتھ اٹھا کر دعا کی، دعا کے وقت مطلع شفاف تھا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادل نمودار ہوئے اور خوب بارش ہوئی حتیٰ کہ ماحول جل تھل ہوگیا۔

درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو اپنی شاعری میں یوں بیان کرتے ہیں:

۱- سأل الامام وقد تنابع جدبنا ۔۔۔ فسقى الغمام بعزة العباس رضى الله عنه

۲- عم لانبي وصنو والده الذى ۔۔۔ ورث النبى بذاك دون الناس

۳- احيى الاله به البلاد فاصبحت ۔۔۔ محضرة الاجناب بعد الباس

ترجمہ: ۱- امام وقت کے دعا کرنے پر خشک سالی بڑھ گئی مگر عباس کی شرافت کی وجہ سے ابر نے سیراب کردیا۔

۲- عم رسول کے حقیقی بھائی ہیں جنہوں نے تمام لوگوں کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت پائی۔

۳- اب ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے ملک کو زندہ کردیا، خشکی کے بعد تمام میدان سرسبز ہوگئے۔

فضائل عباس رضی اللہ عنہ

عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر مشتمل کثیر احادیث ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

• اما علمت ان عم الرجل صنوا ابيه .

"کیا آپ جانتے ہیں کہ بیشک آدمی کا چچا اس کے باپ کے قائمقام ہوتا ہے۔

۲- حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

اقبل العباس بن عبدالمطلب وعليه حلمة وله صفيرتان وهو ابيض بض، فلما راه النبى صلى الله عليه وسلم تبسم فقال له العباس: ما اضحك يا رسول الله، اضحك الله سنك؟ قال: اعجبنى جمالك يا عم النبى، فقال العباس، ما الجمال فى الرجل يا رسول الله؟ قال: اللسان

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس حالت میں آئے انہوں نے ایک چوغہ پہنا ہوا تھا اور آپ کی دو مینڈھیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکرا دیے۔ ایسی صورتحال پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! اللہ

تعالیٰ آپ کو مسکراتا رکھے، آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: اے عم رسول! مجھے آپ کی خوبصورتی پسند لگی ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آدمی میں خوبصورتی کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: زبان۔

۳-حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

دخل العباس على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! انا لنخرج فنر قريشا تحدث فاذا رؤنا سكتوا، فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم ودر عرق بين عينيه قال: والله لايدخل قلب امرء ايمان حتى يحبكم لله ولقرابتي .

حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! جب ہم باہر نکلتے ہیں اور قریش کو دیکھتے ہیں کہ وہ باتوں میں مصروف ہوتے ہیں مگر جب وہ ہمیں دیکھتے ہیں تو خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناراضگی کیا اور آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ گیا، آپ نے فرمایا: قسم بخدا! کسی شخص کے دل میں اس وقت ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور میری قرابت داری کے لیے تم سے محبت نہ کرنے لگ جائے۔

۴-حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قلت للنبي صلى الله عليه وسلم: ما اغنيت عن عمك فقد كان يحوطك، ويغضب لك، قال: هو في ضحضاح، قال ابن مهدي: من النار ولولا انا لكان في الدرك الاسفل من النار .

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا (ابوطالب) کو کیا فائدہ دیا جو کہ آپ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کی وجہ سے لوگوں سے ناراض ہوتا تھا؟ آپ نے جواب دیا: وہ ٹخنوں تک ہلکی آگ میں ہوگا اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے نچلے گڑھے میں ہوتا۔

۵-حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كان للعباس ميزاب على طريق عمر بن الخطاب، فلبس عمر ثيابه يوم الجمعة، وقد كان ذبح للعباس فرخان، فلما وافى الميزاب صب ماء بدم الفرخين، فاصاب عمر وفيه دم الفرخين، فامر عمر بقلعه ثم رجع، فطرح ثيابه وللبس ثيابا غير ثيابه ثم جاء فصلى بالناس فاتاه العباس فقال: والله انه للموضع الذى وضعه النبى صلى الله عليه وسلم فقال عمر للعباس: وانا اعزم عليك لما صعدت على ظهرى حتى تضعه فى الموضع الذى وضعه رسول الله صلى الله عليه وسلم، ففعل ذالك العباس .

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک پرنالہ تھا' جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے راستہ میں نصب تھا، ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نئے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اور اسی دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں دو مرغے

ذبح ہوئے تھے۔ جب آپ پرنالے کے پاس پہنچے تو اوپر سے خون پر پانی انڈیلا گیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر آ گرا جس میں مرغوں کا خون بھی شامل تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں سے پرنالے کو اکھاڑنے کا حکم دیا، خود گھر واپس آ کر کپڑے تبدیل کیے۔ پھر جا کر لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور کہا: قسم بخدا! یہ پرنالہ مقررہ جگہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا، یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ سے تاکیداً گزارش کرتا ہوں کہ آپ میرے کندھے پر سوار ہو کر پرنالہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا، وہاں لگائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

وصال:

۳۲ھ میں عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بروز جمعہ وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر اٹھاسی (۸۸) سال تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ (ماخوذ از شرح انتخاب احادیث بخاری جلد اول از صفحہ ۲۲۰ تا ۲۸۶)

مفہوم حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نہایت درجہ کی محبت تھی، ہر موقع پر ان کا احترام فرماتے تھے، انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی عقیدت تھی اور قبول اسلام کے بعد ہر موقع پر عقیدت و جان نثاری کا بے مثل مظاہرہ کرتے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا کہ قریش باہم شیر و شکر ہو کر رہتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان بالخصوص حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں دلوں میں کدورت رکھتے ہیں تو آپ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے اعلان کیا: خدا کی قسم! جو شخص میرے قرابت داروں سے محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے لیے محبت نہیں رکھتا، وہ مومن بھی نہیں ہو سکتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصوصی علاقہ و تعلق کو بیان کرتے ہوئے صریح الفاظ میں اعلان فرمایا: اے لوگو! جس نے میرے عم محترم (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی، کیونکہ آدمی کا چچا اس کے باپ کے قائم مقام ہوتا ہے۔

اس اعلان سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جس طرح انسان اپنے والدین کی توہین برداشت نہیں کر سکتا، اسی طرح اپنے چچا کی توہین گوارا نہیں کر سکتا۔ عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام بجالانا امت پر واجب ہے، کیونکہ ان کو اذیت دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوتی ہے اور آپ کو اذیت دینے والا صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔

شرح

چچا اور بھتیجے کا ہم مزاج ہونا:

عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت اور کمال درجہ کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے فر-

العباس منی وانا منه یعنی عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ایک دوسری روایت میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ان علیاً منی وانا منه . بیشک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔

اس فقرے کے متعدد مطالب بیان کیے گئے ہیں:

۱-دونوں میں گہرا تعلق ہے کہ ایک کی توہین دوسرے کی توہین اور ایک کا احترام دوسرے کے احترام کو مستلزم ہے۔

۲-دونوں ہم مزاج اور ہم مشرب ہیں۔

۳-دونوں کا رشتہ باپ بیٹا کی طرح ہے۔

باب 23-حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کے فضائل

3691 سندحدیث: حدثنا محمود بن غیلان، نا وکیع، نا سفیان عن ابی اسحاق، عن صلة ابن زفر، عن حذیفة بن الیمان:

متن حدیث: قال: جاء العاقب والسید الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالا: ابعث معنا امینك، قال: "فانی سأبعث معکم امیناً حق امین" فأشرف لها الناس، فبعث ابا عبیدة .

سند دیگر: قال: وکان ابو اسحاق اذا حدث بهذا الحدیث عن صلة، قال: سمعته منذ ستین سنة .

حکم حدیث: هذا حدیث حسن صحیح

◆◆ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عاقب اور سید دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، انہوں نے عرض کیا: آپ ہمارے ساتھ کوئی امانتدار آدمی بھیج دیں؟ آپ نے فرمایا: میں بہت جلد تمہارے ساتھ ایسا امانتدار شخص بھیجوں گا جو واقعی امانتدار ہے، پس لوگ اس کے لیے بلند ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ جب یہ حدیث حضرت صلہ بن زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کرتے تو فرماتے کہ میں نے یہ حدیث ان سے ساٹھ (۶۰) سال قبل سنی تھی۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3692 سندحدیث: وقد روی عن ابن عمرو انس عن النبی صلی الله علیه وسلم

متن حدیث: انه قال: لکل امة امین وامین هذه الامة ابو عبیدة بن الجراح .

سند دیگر: حدثنا محمد بن بشار، ناسلم ابن قتیبة، و ابوداؤد عن شعبة، عن ابی اسحاق، قال: قال حذیفة: قلب صلة بن زفر من ذهب

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے، اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد بن بشار نے ہم سے مسلم بن قتیبہ اور ابوداؤد کے حوالے سے شعبہ سے اور انہوں نے ابواسحاق سے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صلہ بن زفر کا دل سونے کی مثل (اچھا) ہے۔

3692 سندِحدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْعَبَّاسُ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ إِسْرَائِيْلَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسرائیل نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

امین الامت حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کا شمار "السابقون الاولون" میں ہوتا ہے، آپ کا سال ولادت معلوم نہیں ہوسکا، جونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ترغیب وتلقین کے نتیجہ میں اسلام قبول کیا۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر بن مالک۔

ساتویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، قبیلہ قریش کے چشم وچراغ تھے۔

آپ کا اسم گرامی: عامر، کنیت: ابوعبیدہ، لقب: امین الامۃ، باپ کا نام: عبداللہ، دادا کا نام الجراح تھا۔ جس طرح آپ نام کی بجائے کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، اسی طرح باپ کی بجائے دادا جان کی نسبت سے زیادہ مشہور تھے جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد گرامی کی بجائے حضرت عبدالمطلب (ابن المطلب) کی نسبت سے مشہور تھے۔

فہر بن مالک کے تین صاحبزادے تھے: (۱) محارب، (۲) حارث، (۳) غالب۔ آپ حارث کی اولاد سے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غالب کی اولاد سے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت امیمہ بنت غنم رضی اللہ عنہا بھی حارث کی اولاد سے تھیں، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، دولت اسلام سے مالا مال ہوئیں، وصف صحابیہ سے متصف ہوئیں اور تاحیات اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ باپ عبداللہ حالت کفر میں رہے، کفار کی معیت میں

3692۔ اخرجہ احمد (۱/ ۳۰۰)، عن اسرائیل عن عبد الاعلی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس بہ۔

غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور اپنے بیٹے امین الامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں آں جہانی ہوئے۔

فہر کے صاحبزادوں میں سے دولڑکوں محارب اور حارث کی اولاد بنومحارب اور بنوحارث سے مشہور ہوئی اور مکہ مکرمہ کے بیرونی علاقہ جات میں آباد ہوئے پھر آگے چل کر ''قریش الظواہر'' کہلائے۔قریش سے متعلق وہ شاخ جو مکہ معظمہ میں آباد ہوئی، وہ ''قریش البطاح'' کے نام سے مشہور ہوئے وہ بطحاء مکہ کے باشندے کہلائے اور شہری ریاست کا انتظام واہتمام ان کے ہاتھ تھا۔ان سے دوقبائل مشہور ہوئے: (۱) قبیلہ بنوہاشم، (۲) قبیلہ بنوامیہ۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق قبیلہ بنوہاشم سے تھا۔

حلیہ:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قد دراز، پتلا ودبلا، چہرہ پتلا وسمارٹ، داڑھی کے بال قدرے کم، رنگ سفید مائل بگندمی، رخساروں پر گوشت کم اور سامنے والے دودانت موجود نہیں تھے، کیونکہ یہ دودانت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر غزوۂ اُحد کے موقع پر قربان کردیے تھے۔

ابتدائی حالات:

آپ کا بچپن قابل تقلید اور قابل تحسین تھا، کیونکہ اپنے دادا ''جراح'' کی زیرنگرانی تربیت پائی تھی۔شراب نوشی، بت پرستی، گالی گلوچ اور کذب بیانی سے سخت نفرت تھی۔صداقت وحق گوئی، بے نفسی وبے غرضی، حسن معاملہ اور سادگی کی طرف طبیعت بچپن سے ہی مائل تھی۔گھڑسواری، تیراندازی، نیزہ بازی اور تلوارزنی بہترین مشاغل تھے۔شرفاء کے پاس نشست وبرخواست، لوگوں سے حسن معاملہ اور بے سہارا لوگوں کی معاونت وغیرہ اموراوائل عمر سے معمولات کا حصہ بن چکے تھے۔

دامن اسلام میں:

بت پرستی، شراب نوشی، زناکاری اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے نہایت درجہ کی نفرت تھی بلکہ ان امور کے مرتکب لوگوں کو منع کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتے تھے۔جب سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو آپ دوراندیش نوجوان تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر دعوت اسلام دے رہے تھے، قبول اسلام کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسی تحریک کے متحرک پیشوا تھے اور ان کی ترغیب وتبلیغ اور ذہن سازی سے آپ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔اعزاء واقارب اور مشرکین کی طرف سے ہزار مخالفت اور مصائب وآلام کھڑا کرنے اور مظالم ڈھانے کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی تھی۔آپ کا شمار ''السابقون الاولون'' میں ہوتا ہے۔

سعادت ہجرت کا حصول:

جب کفار کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم ومصائب کی انتہاء ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو مکہ چھوڑنے اور مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کرجانے کی اجازت مل گئی۔دیگر مسلمانوں کی طرح آپ نے بھی ہجرت کی، آپ نے تین بار سعادت ہجرت حاصل کی، دوبار حبشہ کی طرف اور ایک بار مدینہ طیبہ کی طرف ۱ھ نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے گیارہ (۱۱) مردوں

اور پانچ (۵) خواتین نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، ان میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تین چار ماہ بعد حبشہ میں یہ اطلاع موصول ہوگئی کہ تمام اہل مکہ مسلمان ہو چکے ہیں، یہ اطلاع ملتے ہی ایک قافلہ مکہ کی طرف واپس روانہ ہوگیا، اس قافلہ میں آپ بھی شامل تھے۔

مکہ واپس آنے پر معلوم ہوا کہ حبشہ پہنچنے والی اطلاع یقینی نہیں تھی بلکہ افواہ تھی، کسی بااثر شخصیت کی پناہ لے کر مکہ میں قیام پذیر ہوگئے لیکن مشرکین مکہ کی طرف سے مظالم وستم گری کا سلسلہ حسب سابق جاری رہا، مظالم سے محفوظ رہنے کے لیے ۶ نبوی میں ایک سو (۱۰۰) سے زائد افراد (خواتین وحضرات) پر مشتمل ایک قافلہ دوبارہ حبشہ کی طرف عازم ہجرت ہوا، حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے۔ اس طرح آپ نے چھ (۶) سال تک حبشہ میں مہاجر کی حیثیت سے گزارے۔ ہجرت مدینہ کا حکم نازل ہونے پر آپ حبشہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر گئے، وادی قبا میں قیام پذیر ہوگئے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر قبا میں ٹھہرنے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ بھی اس قافلہ میں شامل تھے اور مدینہ پہنچ کر مستقل قیام پذیر ہوگئے۔

رشتہ مواخات:

ہجرت مدینہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قیام اختیار کرنے کے بعد مسجد نبوی تعمیر فرمائی، پھر مہاجرین اور انصار صحابہ کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا، اس موقع پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی مواخات حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم کی۔

غزوات میں شرکت اور کردار:

سپہ گری، تیر اندازی اور شمشیر زنی میں آپ کو خوب مہارت تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد جب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی، دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کیا، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے اور تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوہ بدر تھا' جو۲ھ میں پیش آیا، یہ جنگ کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان لڑی گئی، یہ لڑائی کسی رشتہ کی پرواہ کیے بغیر لڑی گئی، اسی معرکہ میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ غیر مسلم تھے اور وہ کفار کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے تھے لیکن بیٹے (حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی بکر (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) کفار کی رفاقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے تھے، دوران جنگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی تلوار کی زد میں کئی بار آئے لیکن احترام پدری کی بنا پر وار نہ کیا، مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے ایک دن اپنے والد گرامی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے ابا جان! غزوہ بدر کے موقع پر آپ کئی بار میری تلوار کی زد میں آئے تھے لیکن تعلق پدری کی بنا پر میں نے وار کرنے سے احتراز کیا، اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم میری تلوار کی زد میں آتے تو میں ہرگز معاف نہ کرتا، کیونکہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں خوب جوہر دکھائے، بالخصوص غزوۂ اُحد کے موقع پر تو آپ کی خدمات تاریخ ساز تھیں۔ نوجوانوں سے غفلت کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی، کفار کے جوابی حملہ سے سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات متاثر ہوئی، آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے، صحابہ کی جان نثاری ودفاع کے باوجود ایک کافر کے حملہ کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں پیوست ہوگئیں، جس سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے کڑیوں کو نکالنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں جہاں کڑیاں نکالنے میں کامیابی حاصل ہوئی وہاں آپ کے سامنے والے دونوں دانت شہید ہوگئے اور اس ہمت وایثار اور قربانی پر فخر کیا کرتے تھے۔

مسئلہ خلافت کے حل میں کردار:

ارشاد خداوندی: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے) کے مطابق خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ کے حضور پہنچ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو داغ مفارقت دے گئے۔ اب ملت اسلامیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت وخلافت کا مسئلہ درپیش تھا، جس کا حل فوری وبروقت ضروری تھا، اس کے حل کے لیے انصار ساعدہ بنی ثقیفہ (بنو ساعدہ کی پنچایت گاہ) میں جمع ہوئے، وہ بڑے زور وشور سے بحث کرتے ہوئے خلافت وامارت کو اپنا استحقاق سمجھنے لگے، ان کا خیال تھا کہ اسلام کی ترقی کے لیے، ہم معاون ومدد ہے لہٰذا خلافت بھی ہمارا حق ہے۔ زمانہ قدیم سے انصار کے دو قبائل تھے:

(۱) اوس، (۲) خزرج۔

یہ دونوں زمانہ قدیم سے باہم حریف چلے آرہے تھے، اسلام کی برکت سے ان کی عصبیت کم ہوگئی تھی لیکن اس موقع پر پھر موجزن ہوگئی، دونوں کے مابین خلافت کے مسئلہ میں نزاع ہوا، چونکہ قبیلہ اوس کے مقابلہ میں قبیلہ خزرج کی تعداد زیادہ تھی اس لیے اس کے رئیس "حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ" کی خلافت پر اتفاق ہوگیا لیکن اوس دلی طور پر مطمئن نہیں تھے۔

علاوہ ازیں مہاجرین صحابہ بھی ثقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لائے، انہوں نے خلافت کو اپنا حق قرار دیا، ان کا کہنا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق مہاجرین وقریش سے تھا، لہٰذا آپ کے بعد خلافت وامارت بھی ہمارا حق ہے۔ مہاجرین میں ایک نظریہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں، غدیر خم کے مقام پر ان کی خلافت کا اعلان بھی کیا تھا، لہٰذا خلافت کے زیادہ حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے غدیر خم کے مقام پر دوٹوک اعلان نہیں ہوا تھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تحریری یا زبانی طور پر اعلان خلافت کرانے کی کوشش کیوں کی تھی؟ مہاجرین صحابہ میں ایک نظریہ یہ سامنے آیا کہ چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمات زیادہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت میں حکم نبوی کی تعمیل میں امامت بھی کراتے رہے لہٰذا خلافت کے زیادہ حقدار آپ ہیں۔

اس طرح ثقیفہ بنی ساعدہ میں مسئلہ خلافت پیچیدہ صورت اختیار کر گیا، اس کو حل کرنے کی مختلف تجاویز سامنے آئیں لیکن متفقہ

طور پر کسی تجویز کو تسلیم نہیں کیا جا رہا تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے متعدد آیات واحادیث سے انصار کی فضیلت وخدمات پر روشنی ڈالی، ساتھ ہی فرمایا کہ تمام عرب آپ لوگوں کی قیادت پر متحد نہیں ہوں گے۔ لہٰذا آپ لوگ وزیر کی حیثیت سے خدمات دیں تو بہتر ہوگا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے انصار کو بھولا ہوا یہ سبق یاد کرایا: **یا معشر الانصار انکم کنتم اول نصر فلا تکونوا اول غیر** اے انصار! بیشک آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کی معاونت کی، اب تم سب سے پہلے اس کی مخالفت کرنے والے نہ بنو۔ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے نہ صرف مہاجرین بالخصوص قریش سے خلیفہ ہونے کی حمایت کی بلکہ اس سلسلہ میں یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بطور دلیل پیش کیا تھا: **الآئمة من القريش** یعنی امام قریش سے ہوں گے۔ اب تک بحث وتمحیص سے حاضرین کے اذہان مہاجرین صحابہ بالخصوص قریش کی قیادت کو تسلیم کرنے کی طرف مائل ہو چکے تھے، اب مسئلہ کے حل کی روشنی نظر آنے لگی تھی، ایسی صورتحال میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا: اس وقت دو شخصیات ہمارے درمیان موجود ہیں، ایک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، ان دونوں کی خدمات بھی مسلمہ ہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں سے ایک پر اتفاق کرلیں، ایک کو خلافت وامارت کے لیے تعینات کرلیں، دونوں نے بیک وقت اعلان کیا: اے صدیق اکبر! آپ کے ہوتے ہوئے ہم خلافت کے اہل نہیں ہو سکتے، آپ ہی ہمارے خلیفہ حق ہیں، دونوں نے بڑھ کر آپ کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کرلی، پھر ہر طرف سے بلا امتیاز انصار ومہاجرین آگے بڑھے، انہوں نے دست صدیقی پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس طرح حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی کاوش سے ایک طرف مسلمانوں (مہاجرین وانصار) میں اتفاق واتحاد کی فضاء قائم ہوئی اور دوسری طرف مسئلہ خلافت مضبوط بنیادوں پر حل ہوگیا۔

صدیقی وفاروقی ادوار میں خدمات:

دورِ صدیقی اور دورِ فاروقی میں حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کی دفاعی، تعمیری اور استحکامی خدمات قابل ستائش تھیں۔ اس کا مختصر جائزہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد تمام صحابہ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے خلیفہ تعینات ہوتے ہی مختلف فتنوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا:

(i) ضعیف الاعتقاد مسلمانوں نے ارتداد کا راستہ اختیار کر کے مرتد ہونا شروع کر دیا۔

(ii) بعض لوگوں نے مسلمان رہتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔

(iii) بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے جھوٹے نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔

(iv) دمشق کی رومی حکومت جو زمانہ قدیم سے اہل عرب کی حریف چلی آرہی تھی، مدینہ طیبہ کی اسلامی حکومت ختم کرنے کے لیے کوشاں تھی۔

امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حالات پر قابو پانے کے لیے نہایت حکمت عملی سے مرتدین کی سرکوبی،

مانعین زکوٰۃ سے جہاد اور مدعین نبوت کے خاتمہ کی عملی سعی فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامرانی سے ہمکنار کیا۔

اندرونی فتنوں پر قابو پانے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رومی حکومت کا مقابلہ کرنے اور دشمن کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت فرمائی، مجلس مشاورت میں تمام صحابہ کرام کا اس پر اتفاق ہوا کہ رومی حکومت کا مقابلہ کیا جائے اور اسے دندان شکن جواب دیا جائے۔

مختلف امراء کی زیر قیادت متعدد اسلامی گروہ دشمن سے مقابلہ، فتوحات کا دروازہ کھولنے اور کفر کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے روانہ کیے۔ روانگی سے قبل سب امراء کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ جب کسی خطہ میں اسلامی لشکر متحد ہو کر دشمن کا مقابلہ کرے تو متحدہ اسلامی فوج کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو تعینات کیا جائے اور ان کی قیادت میں کفر کا مقابلہ کیا جائے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پابند کیا کہ کسی بھی محاذ پر دشمن سے مقابلہ کے وقت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی راہنمائی کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ آپ کی قیادت میں جہاد کو یقینی بنایا جائے۔ اسلامی افواج کے امراء نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر مکمل طور پر عمل کیا، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو ہر محاذ پر کامرانی حاصل ہوئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال فرمانے کے بعد تعیین خلیفہ کے سلسلہ میں چھ (۶) ارکان پر مشتمل کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ خلیفہ بنتے ہی آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امارت لشکر سے معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کو قیادت سونپ دی، اس تبدیلی کی مشہور دو وجوہات حسب ذیل ہیں:

(i) کسی محاذ پر اسلامی لشکر کی کامیابی کا راز لوگوں کے نزدیک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ذات تھی جبکہ حقیقت میں کامرانی ونصرت عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ تھا۔

(ii) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شجاعت میں طاقت کا استعمال تو ضرور تھا لیکن ہوش و دانش نام کی کوئی چیز نہیں تھی، آپ دشمن کی فوج میں جان جوکھوں میں ڈال کر داخل ہوتے جس کے نتیجہ میں فائدہ بھی ہوتا تھا اور نقصان بھی۔

یہ دونوں وجوہات حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں ناپسندیدہ تھیں، اسی وجہ سے آپ نے اسلامی لشکر کی قیادت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دونوں ادوار میں اسلامی لشکر کی قیادت فرماتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنے میں تاریخ ساز خدمات انجام دیں۔ ایران، قادسیہ اور شام کے محاذوں پر آپ کی خدمات اسلامی تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ آپ کی خدمات کے اعتراف میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ۱۲ھ میں دمشق کا حاکم مقرر کیا تھا۔

فضائل وکمالات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ ذیشان اور امتیازی فضیلت کے حامل ہیں لیکن خدمات کے حوالے سے بعض صحابہ امتیازی شان کے مالک ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کثیر خوبیوں کے باعث امتیازی

شان رکھتے تھے اور آپ کے فضائل وکمالات میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) نجران کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب وتلقین کے نتیجہ میں انہوں نے جزیہ اور خراج دینے کا عہد و پیمان کرلیا اور واپس روانگی سے قبل انہوں نے عرض کیا: آپ ہمارے ساتھ کوئی امانتدار شخص بھیج دیں، آپ نے جواب دیا: میں تمہارے ساتھ ایسا شخص روانہ کروں گا جو واقعی امانتدار ہوگا، آپ نے ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔

(ii) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل امة امين و امين هذه الامة ابو عبيدة بن الجراح رضى الله عنه . (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث:۳۵۵۲)

ہرامت میں ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔

(iii) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابوبكر فى الجنة و عمر فى الجنة وعثمان فى الجنة وعلى فى الجنة وطلحة فى الجنة والزبير فى الجنة وعبدالرحمن بن عوف فى الجنة وسعد فى الجنة وسعيد فى الجنة و ابو عبيدة بن الجراح فى الجنة . (سنن ابن ماجۃ، رقم الحدیث:۱۳۳)

''حضرت ابوبکر صدیق جنتی ہیں، حضرت عمر جنتی ہیں، حضرت عثمان جنتی ہیں، حضرت علی جنتی ہیں، حضرت طلحہ جنتی ہیں، حضرت زبیر جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، حضرت سعد جنتی ہیں، حضرت سعید جنتی ہیں اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔'' اس روایت کے مطابق حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہوئے۔

وفات:

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ملک شام میں تشریف فرماتھے، اچانک ۱۸ھ میں وہاں عمواس کا طاعون پھیل گیا، کثیر تعداد میں آپ کے سپاہی لقمہ اجل بن گئے، آپ بھی اسی مرض کا شکار ہوئے، بالآخر عہد فاروقی میں اٹھاون (۵۸) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ زندگی کے آخری ایام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب تعینات کیا، جنہوں نے تجہیز وتکفین اور تدفین کا اہتمام کیا تھا۔

اولاد امجاد:

حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ہند بنت جابر سے نکاح کیا، ان کے بطن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے:

(i) یزید بن عامر، (ii) عمیر بن عامر۔

دونوں صاحبزادگان زندگی میں داغ مفارقت دے گئے، آپ نے لاولد وصال فرمایا اور نسل منقطع ہوگئی تھی۔

(ماخوذ حیات صدر الصحابہ مصنف ڈاکٹر عبدالرحمن راحت شاپاڑ صفحہ ۱۵۸)

3693 سندحدیث: حدثنا احمد الدورقی، نا اسماعیل بن ابراهیم عن الجریری عن عبدالله بن شقیق، قال: قلت لعائشة:

متن حدیث: ای اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم کان احب الیه؟ قالت: ابوبکر قلت: ثم من؟ قالت: ثم عمر، قلت: ثم من؟ قالت: ثم ابو عبیدة بن الجراح، قلت: ثم من؟ فسکتت .

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: صحابہ میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، میں نے دریافت کیا: پھر کون؟ انہوں نے جواب دیا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، میں نے دریافت کیا: پھر کون؟ انہوں نے جواب دیا: پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، میں نے دریافت کیا: پھر کون؟ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں۔

3694 سندحدیث: حدثنا قتیبة، نا عبدالعزیز بن محمد، عن سهیل ابن ابی صالح، عن ابیه، عن ابی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

متن حدیث: نعم الرجل ابوبکر! نعم الرجل عمر! نعم الرجل ابو عبیدة بن الجراح

حکم الحدیث: هذا حدیث حسن، انما نعرفه من حدیث سهیل .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین آدمی ابوبکر ہیں، بہترین آدمی عمر ہیں، بہترین آدمی ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے، بیشک ہم اسے حضرت سہیل بن ابی صالح کی روایت سے جانتے ہیں۔

3693 سندِحدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنِي اَبِي قَالَ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعُمَرَ فِي الْعَبَّاسِ اِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيهِ وَكَانَ عُمَرُ تَكَلَّمَ فِي صَدَقَتِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا: آدمی کا چچا اس کے باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صدقہ دینے کے بارے میں کوئی بات کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3693 - اخرجه احمد (۱/ ۹۴) عن عمرو بن مرة عن ابی البختری عن علی۔ رضی الله عنه۔ فذکره.

3694 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيهِ اَوْ مِنْ صِنْوِ اَبِيهِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي الزِّنَادِ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے چچا ہیں اور چچا' باپ کی طرح ہوتا ہے۔ (راوی کو شک ہے) شاید یہ الفاظ ہیں: ''باپ کا حصہ'' ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف ابوزناد نامی راوی کے حوالے سے' صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

باپ اور چچا کا ایک جڑ سے نکلنے والے دو درخت ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محصل تعینات کیا تھا کہ اہل مدینہ اور قرب و جوار کے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسب حکم سب لوگوں سے زکوٰۃ وضع کر لی لیکن حضرت عباس، حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابن جمیل رضی اللہ عنہم نے زکوٰۃ جمع نہ کروائی۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: تو آپ نے جواب میں فرمایا: میں عباس کی دو سال پیشگی زکوٰۃ وصول کر چکا ہوں، لہٰذا ان کی زکوٰۃ میرے ذمہ ہے۔ پھر بطور فہمائش و تربیت فرمایا: اے عمر! عباس میرے چچا ہیں، چچا بمنزل باپ کے ہوتا ہے اور باپ کی شکایت بیٹے سے اس اسلوب میں کی جائے تو اسے اذیت ہوتی ہے۔ اس لیے شکایت کا انداز ایسا نہیں بلکہ اس سے مختلف ہونا چاہیے۔

اسی طرح مرشد کامل کا صاحبزادہ یا معلم زادہ آوارہ ہو رہا ہو' تو مریدین یا تلامذہ شیخ طریقت اور معلم محترم کے حضور صاحبزادہ کی اصلاح و تربیت کے بارے میں شکایت کرنا چاہتے ہوں تو لفظ آوارہ کا استعمال کرنے کی بجائے متبادل لفظ کا انتخاب کرنا چاہیے جس سے دلی اذیت نہ ہو۔ ورنہ مقصود کا حصول ممکن نہیں ہوگا بلکہ معاملہ بگڑ سکتا ہے' جو ناراضگی کا سبب بن سکتا ہے۔

3694 - اخرجه البخاری (۳۸۸/۳): كتاب الزكاة: باب: قول الله تعالىٰ: (و في الرقاب و الغارمين و في سبيل الله) (التوبة: ۶۰)، حديث (۱۴۶۸)، و مسلم (۶۷۶/۲): كتاب الزكاة، باب: فی تقديم الزكاة و منعها، حديث (۹۸۳/۱۱)، و ابوداؤد (۱۱۵/۲): كتاب الزكاة: باب: فی تعجيل الزكاة، حديث (۱۶۲۳)، و النسائی (۳۴/۵): كتاب الزكاة: باب: اعطاء السيد المال بغير اختيار المصدق حديث (۲۴۶۵)، و احمد (۳۲۲/۲)، و ابن خزيمة (۲۸/۴): حديث (۲۳۲۹ - ۲۳۳۰). عن ابی الزناد، عن الاعرج عن ابی هريرة به.

فائدہ نافعہ:

لفظ "صنو" سے مراد ایسے دو درخت ہیں جو ایک جڑ سے پیدا ہوئے ہوں مثلاً پپیتا، کیلا اور گنا وغیرہ۔ اسی مناسبت سے انسان کے چچا پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے، کیونکہ باپ اور چچا دونوں دادا سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح صنو اخیہ (حقیقی بھائی) اور ھما صنوان (دو یکساں دو بھائی) الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی توصیف فرمانا:

دونوں روایات میں امین الامت حضرت ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کی توصیف وستائش بیان کی گئی، پہلی روایت میں بیان ہوا ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تمام صحابہ سے محبوبیت کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر تھے اور دوسری روایت میں آپ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد یعنی امت کا تیسرا بہترین آدمی قرار دیا گیا ہے۔ یہ اعزاز آپ کو اکثر صحابہ کرام سے ممتاز کرتا ہے اور اس سے عظمت وفضیلت بھی عیاں ہوتی ہے۔

سوال: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہوتا ہے صحابہ میں فضیلت کے اعتبار سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا تیسرا نمبر ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مطابق تیسرا نمبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (i) یہ راویوں کے اپنے اپنے انداز اور اندازے ہیں جن میں عموماً اختلاف رائے ہو جاتا ہے۔

(ii) محبوبیت اور افضلیت میں فرق کر لیا جائے، اول میں تیسرا درجہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا ہے اور ثانی میں تیسرا درجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا۔ محبوبیت اور افضلیت کے مابین تلازم نہیں ہے۔

3695 سند حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لِلْعَبَّاسِ اِذَا كَانَ غَدَاةَ الْاِثْنَيْنِ فَاْتِنِيْ اَنْتَ وَوَلَدُكَ حَتّٰى اَدْعُوَ لَكَ بِدَعْوَةٍ يَّنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا وَوَلَدَكَ فَغَدَا وَغَدَوْنَا مَعَهُ وَاَلْبَسَنَا كِسَاءً ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَّا تُغَادِرُ ذَنْبًا اللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِيْ وَلَدِهٖ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پیر کے دن آپ

3695 - انفرد به الترمذي. انظر (التحفة) (٥/ ٢١٠) حديث (٦٣٦٤)، و ذكره المتقي الهندي في كنز العمال (١١/ ٧٠٧) حديث (٣٣٤٤٢)، و عزاه للترمذي، و لابي يعلى عن ابن عباس.

میرے پاس تشریف لائیے گا اور آپ اپنی اولاد سمیت آئیے گا تاکہ میں ان سب کے لئے دعا کروں گا' جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو نفع دے گا' تو اس دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور آپ کے ہمراہ ہم بھی حاضر ہوئے' تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی چادر ہمیں اوڑھادی اور دعا کی۔

''اے اللہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی مغفرت کردے جو ظاہری بھی ہو' اور باطنی بھی ہو' اور کسی گناہ کو باقی نہ رہنے دے۔ اے اللہ ان کی اولاد کے (حقوق کے معاملے میں) ان کی حفاظت کرنا''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے لیے دعاء مغفرت کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ہونے والے احسانات کا ایک طویل سلسلہ ہے' جن کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے' اس سلسلہ کی ایک کڑی حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عم محترم! آپ اپنی اولاد کو لے کر بروز پیر میرے پاس آئیں' حسب حکم آپ کے حاضر ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے اپنے کمبل میں چھپالیا اور ان کے بارے میں یہ دعا فرمائی:

اللهم اغفر للعباس وولده مغفرةً ظاهرةً و باطنةً، لا تغادر ذنباً، اللهم احفظه فی ولده .

اے اللہ! تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی ظاہری و باطنی مغفرت فرما کہ کوئی گناہ باقی نہ چھوڑ۔ اے اللہ! عباس کی ان کی اولاد کے بارے میں حفاظت کر۔

اس دعا سے ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال درجہ کی شفقت معلوم ہوتی ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہیں معزز ترین بنانے کی خواہش کا اظہار ہوتا ہے اور اس دعا کی قبولیت میں شک و شبہ نہیں ہوسکتا۔

بَاب مَنَاقِبِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 24: حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3696 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: رَاَیْتُ جَعْفَرًا یَطِیْرُ فِی الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ

3696- انفرد به الترمذی، ینظر (تحفة الاشراف) (۱۰/۳۳۰) حدیث (۴۰۳۵)، و اخرجه الحاكم فی المستدرك (۳/۲۰۸) و قال: صحیح الاسناد ولم یخرجاه، و تعقبه الذهبی بقوله: المدینی واه.

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ

توضیح راوی: وَقَدْ ضَعَّفَهٗ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ وَّغَيْرُهٗ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ هُوَ وَالِدُ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے جعفر کو دیکھا' وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے' منقول ہونے کے اعتبار سے ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف عبداللہ بن جعفر نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ یحییٰ بن معین اور دیگر راویوں نے عبداللہ بن جعفر کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ صاحب علی بن مدینی کے والد ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تعارف

ابتدائی حالات:

اولادِ عبد مناف میں پانچ ایسے نفوس قدسیہ گزرے ہیں، جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہت رکھتے تھے، اگر کمزور نظر والا یا عدم توجہ کا شکار شخص انہیں دیکھتا تو مشابہت کی وجہ سے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتا تھا۔ ان پانچ شخصیات کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی اور چچازاد بھائی)، (۲) حضرت قثم بن عبدعباس بن عبدالمطلب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی)، (۳) حضرت سائب بن عبید بن عبد یزید (حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دادا)، (۴) حضرت حسن بن علی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے)، (۵) حضرت جعفر بن ابی طالب (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی) رضی اللہ عنہم۔

ابوطالب بنو ہاشم اور قریش کے ممتاز ترین وشان وشوکت شخصیت کے مالک تھے لیکن کثیر العیال تھے، قحط سالی کی وجہ سے وہ مزید مفلوج الحالی کا شکار ہوگئے، کیونکہ پانی کی عدم دستیابی کے نتیجہ میں جانور ہلاک ہورہے تھے اور فصلیں تباہ ہورہی تھیں حتیٰ کہ لوگ درختوں کے پتے اور بوسیدہ ہڈیاں چبانے پر مجبور ہوگئے تھے۔ ایسے حالات میں حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ خوشحال تھے۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عم محترم! آپ کے بھائی ابوطالب کثیر العیال شخص ہیں، لوگ قحط سالی اور فاقہ کے شکار ہیں، ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ ان کے پاس جائیں، ان کے کچھ بچوں کی کفالت

اپنے ذمے لے لیں تاکہ ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خیر خواہانہ تجویز سے اتفاق کیا اور کہا: ''بیشک آپ نے کارِ خیر کی دعوت دی ہے اور حسن سلوک کی ترغیب دی ہے۔''

پھر دونوں ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے یوں کہا:

''جب تک لوگوں کے سروں سے مصائب کے بادل چھٹ نہیں جاتے، ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ بچوں کی پرورش کا جو بوجھ آپ کے کندھوں پر ہے، اس میں آپ کا ہاتھ بٹائیں اور آپ کے اس بوجھ کو ہلکا کریں۔''

اس پیشکش پر ابو طالب نے اپنے بھتیجے اور بھائی کو جواب دیتے ہوئے کہا:

''تم لوگ عقیل کو میرے لیے چھوڑ کر باقی بچوں کے بارے میں جو چاہو فیصلہ کر سکتے ہو۔''

چنانچہ ابو طالب کی اجازت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے کر اپنے بچوں میں شامل کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مستقل طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں رہے حتیٰ کہ آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو وہ بچوں میں سے پہلے ایمان لا کر دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ اسی طرح حضرت جعفر بن ابی طالب مسلسل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی کفالت میں رہے حتیٰ کہ وہ جوان ہوئے، پھر تحریک اسلامی سے متاثر ہو کر داخل اسلام ہوئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔

قبولِ اسلام:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت کرنے کے بعد مشرکین کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، آپ نے اپنے طور پر دعوت اسلام کا سلسلہ جاری رکھا، آپ کی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی دعوت اسلام کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا، ان کی ترغیب وتلقین پر حضرت جعفر اور حضرت اسماء بنت عمیس دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ پھر دونوں دارارقم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے دست اقدس پر بھی اسلام لائے۔ قبول اسلام سے لے کر دخول جنت تک جن مصائب اور خاردار وادیوں سے مسلمان کو گزرنا پڑتا ہے، ان سب سے گزرے اور مصائب و مشکلات کا دیوانہ وار مقابلہ کیا۔ بڑی سے بڑی مصیبت اور آزمائش میں ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ کفار مکہ نے نہ صرف جینا دوبھر کر دیا تھا بلکہ لذت عبادت سے بھی محروم کر دیا تھا۔

سعادتِ ہجرت:

مشرکین مکہ کے مصائب و مظالم اور آزمائشوں سے تنگ آ کر ایک دن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ کی طرف سے اجازت ہو تو ہم دونوں میاں بیوی صحابہ کی مختصر جماعت کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کر جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں اجازت دے دی گئی لیکن اس بات پر افسوس بھی تھا کہ انسان کو اپنے

وطن، اپنے شہر، اپنے محلہ اور گلی کوچوں سے فطرتی طور پر محبت ہوتی ہے، بلاوجہ ان تمام امور سے دست بردار ہونا پڑ رہا ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہجرت کرنے والا یہ پہلا قافلہ حبشہ پہنچا، دشمن سے دوری، نیک دل بادشاہ نجاشی کی طرف سے قیام پذیر ہونے کے لیے سہولیات میسر آنے پر سکون کا سانس لیا اور عبادت خداوندی میں لذت وحلاوت محسوس کرنے لگا، ان لمحات میں وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دشمن عبادت کا مزا کرکرا کرے گا یا کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ کفار مکہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ جعفر، ان کی اہلیہ اور کچھ مسلمان عازم ہجرت ہو کر حبشہ جا چکے ہیں۔ وہاں سلطان حبشہ نجاشی کی طرف سے انہیں باعزت طور پر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ اس بارے میں سوچنے لگے، نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا، وفد نے حبشہ پہنچ کر بادشاہ کی خدمت میں تحائف پیش کیے، پھر مسلمانوں کے بارے میں نجاشی کو اکسانے کی کوشش کی تاکہ وہ مسلمانوں کو یا قتل کرادے یا ان کے حوالے کردے تاکہ وہ انہیں مکہ لے جا کر قید میں ڈال دیں۔ مشرکین کی یہ تحریک ناکام ہوئی، حبشہ جانے والا قافلہ ناکامی کے بعد مکہ واپس آ گیا۔ مسلمان پہلے سے بھی باعزت طور پر زندگی گزارنے لگے۔

ہجرتِ مدینہ:

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ذوالہجرتین کے لقب سے ملقب ہوئے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سمیت پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، وہاں دس سال کا طویل عرصہ گزارنے کے بعد شاہ حبشہ کی اجازت سے عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا:

ما ادری بأیهما انا اشد فرحاً أبفتح خیبر أمّ بقدوم جعفر

مجھے نہیں معلوم کہ دونوں باتوں میں سے کس کی زیادہ مجھے خوشی ہے، آیا فتح خیبر کی وجہ سے یا جعفر کی آمد کی؟

ایثار وقربانی:

قیام مدینہ کے بعد غرباء ومساکین اور بے کسوں پر انفاق وایثار حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بہترین مشغلہ تھا۔ یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات اور حضرت عباس بن عبدالمطلب کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ عام غرباء کے علاوہ اصحاب صفہ کی خدمت وتواضع اور ان کی معاونت کرنا بھی آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

آپ کے ایثار کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت یوں منقول ہے:

''ہم مساکین کے حق میں جعفر بن ابی طالب سب سے اچھے تھے، وہ ہمیں اپنے گھر لے جاتے اور جو کچھ بھی پاس ہوتا، ہم کو کھلاتے یہاں تک کہ اگر کھانے کی چیز ختم ہو جاتی تو وہ گھی رکھنے کا خالی شدہ مشکیزہ لا کر ہمارے آگے رکھ دیتے جس کو پھاڑ کر ہم گھی کی وہ معمولی مقدار بھی جو اس کی اندرونی دیوار کے ساتھ لپٹی ہوتی، چاٹ لیتے تھے۔''

غزوہ میں شرکت:

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد کچھ عرصہ مکہ میں گزارا، جس میں مشرکین مکہ کے مظالم و

مصائب نہایت استقامت وصبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مکہ سے حبشہ کی طرف عازم ہجرت ہو گئے، وہاں دس سال کا عرصہ گزارنے کے بعد مدینہ طیبہ میں پہنچے اور مدینہ طیبہ میں قیام کا بہت قلیل عرصہ ملا۔ آپ نے چند ایک غزوات میں بھی حصہ لیا بلکہ غزوات میں قیادت وشرکت کے دوران آپ کی شہادت ہوئی۔

فضائل ومناقب:

احادیث مبارکہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کثیر فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے حق میں دعا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

اللهم ان جعفرًا قد قدم اليك احسن الثواب، فاخلفه فی ذريته بخير ما خلفت عبدًا من عبادك الصالحين . (فضائل الصحابة للشیبانی، رقم الحدیث: ۱۶۹۰)

اے اللہ! بیشک حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے تیری بارگاہ میں بہترین عمل پیش کیا ہے، لہٰذا تو اس کی اولاد میں اس کا بہترین جانشین پیدا کر جس طرح کہ تو اپنے نیک بندوں میں سے کسی بندے کو جانشین عطا کرتا ہے۔

۲- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد رأيته فی الجنة و جناحيه مضراجين بالدماء مصبوغ القوادم يعنی جعفراً . (ایضاً، رقم الحدیث: ۱۶۹۱)

میں نے اسے (جعفر کو) جنت میں دیکھا کہ اس کے دو پر تھے جو خون سے لت پت تھے اور اس کے اگلے حصے اس میں رنگے ہوئے تھے۔

۳- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وانت يا جعفر اشبهت خلقی و خلقی و خلقت من طينتی التی خلقت منها . (ایضاً، رقم الحدیث: ۱۶۹۲)

اے جعفر! تم میری سیرت وصورت میں مشابہت رکھتے ہو، تمہیں بھی اسی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جس سے مجھے پیدا کیا گیا ہے۔

شہادت:

۸ھ کے آغاز میں مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاد شام میں رومیوں کے ساتھ معرکہ آرائی کے لیے ایک فوج تیار کی اور اس فوج کی قیادت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ دیتے ہوئے آپ نے بطور ہدایت فرمایا:

''اگر زید بن حارثہ قتل یا زخمی ہو جائیں تو فوج کی امارت جعفر بن ابی طالب کے ذمہ ہوگی۔ اگر جعفر بھی شہید یا مجروح ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے لیکن عبداللہ بن رواحہ بھی جنگ میں کام آ جائیں یا گھائل ہو جائیں تو مسلمان خود اپنے میں سے کسی کو اپنا سپہ سالار بنالیں۔''

جب مسلمان مجاہدین ''موتہ'' پہنچے تو دشمن سے گھمسان کا مقابلہ ہوا، مجاہدین نے شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ اس دوران یکے بعد دیگرے تینوں سپہ سالار شہید ہو گئے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چوتھا سپہ سالار منتخب کرلیا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تینوں سالاروں کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ رنج اور صدمے سے نڈھال ہو گئے اور تعزیت کے لیے اپنے ابن عم حضرت جعفر بن ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہیں وہ روٹی کے لیے آٹا گوندھ کر رکھ چکی تھیں اور بچوں کو نہلا دھلا کر، تیل وغیرہ لگا کر صاف ستھرے کپڑے پہنا کر تیار کر چکی تھیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس یہاں تشریف لائے تو میں نے حزن وملال کے وہ سائے آپ کے چہرہ انور پر پھیلے ہوئے دیکھ لیے تھے جو آپ کے اندرونی کرب کی غمازی کر رہے تھے۔ آپ کو اس طرح رنجیدہ دیکھ کر میرے دل میں مختلف اندیشے اور وسوسے سر اٹھا رہے تھے مگر اس وقت میں جعفر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال اس لیے نہیں کرنا چاہتی تھی کہ مبادا مجھے آپ کی زبان مبارک سے کوئی ناپسندیدہ بات سننی پڑ جائے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد مجھ سے فرمایا: جعفر کے بچوں کو میرے پاس لاؤ، میں نے انہیں آواز دی تو وہ خوشی سے چہکتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے۔ وہ آپ کے پاس پہنچنے کے لیے ایک دوسرے کو دھکا دے رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ سب سے پہلے آپ کے پاس پہنچ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا، ان کے اوپر جھک گئے اور انہیں چومنے لگے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو جاری تھے۔ جب میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کیوں رو رہے ہیں کیا آپ کے پاس جعفر اور ان کے دونوں ساتھیوں کے متعلق کوئی ناخوشگوار اطلاع آئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں، آج وہ سب شہید ہو گئے۔ اس وقت جب چھوٹے بچوں نے اپنی ماں کو روتے دیکھا تو ان کے معصوم چہروں سے تبسم کی کرنیں غائب ہو گئیں اور وہ سب اپنی جگہ پر اس طرح بے حس وحرکت اور ساکت وجامد ہو گئے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آنسو پونچھتے اور یہ کہتے ہوئے واپس تشریف لے گئے: اے اللہ! جعفر کے پیچھے اس کے بچوں کی کفالت فرما۔ پھر فرمایا: میں نے جعفر کو جنت میں اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے دو بازو ہیں جو خون سے رنگین ہیں۔

سوال: روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے ذریعے جنت میں جاتی ہیں، گویا سبھی شہداء جنت میں جاتے ہیں تو پھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی خصوصیات کیا باقی رہ جاتی ہیں؟

جواب: (i) شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں بیٹھ کر جنت میں جاتی ہیں، وہاں سے کھا پی کر پھر واپس آجاتی ہیں لیکن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ خود اپنے پروں کے ذریعے جنت میں داخل ہوئے۔ دونوں صورتوں میں فرق نمایاں ہے۔

(ii) عام شہداء کی ارواح تنہا جنت میں جاتی ہیں، انہیں کوئی لینے نہیں آتا، وہ جنت سے کھا پی کر واپس آجاتی ہیں لیکن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرشتوں کے جھرمٹ میں جنت میں داخل ہوئے، وہاں جہاں چاہا گھومتے رہے یعنی میزبان کے پورے اعزاز کے ساتھ گئے۔ دونوں کے جانے میں فرق واضح ہے اور یہی آپ کا امتیاز ہے۔ (ماخوذ: حیات صور الصحابہ، عبدالرحمٰن پاشا، صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۶)

3697 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: مَا احْتَذَى النِّعَالَ وَلَا انْتَعَلَ وَلَا رَكِبَ الْمَطَايَا وَلَا رَكِبَ الْكُورَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيْبٌ وَّالْكُوْرُ الرَّحْلُ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جوتا بنانے' جوتا پہننے' سواری پر سوار ہونے اور سواری پر بیٹھنے کے حوالے سے (یعنی عادت واطوار اور خصائل کے اعتبار سے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے بہتر اور کوئی شخص نہیں ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ لفظ ''کور'' کا مطلب سواری ہے۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام باحیثیت لوگوں سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا:

دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں باحیثیت اور اہل ثروت لوگ جوتا استعمال کرتے، جانور پر سواری کرتے اور کجاوے پر بیٹھا کرتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ سہولیات میسر نہ ہونے کے باوجود سب لوگوں سے افضل ومعزز تھے۔ افضلیت کی وجہ غرباء ومساکین کی معاونت اور ان سے شفقت ومحبت تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے آیات قرآنی دریافت کرتا، وہ مجھے اپنے گھر لے جاتے، اپنی اہلیہ کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیتے، کھانا ہمارے سامنے آ جاتا، ہم دونوں کھانا کھاتے اور ساتھ ساتھ میں آیات کے بارے میں معلومات محفوظ کر لیتا تھا۔

3698 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وَفِی الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسناد دیگر: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ اِسْرَآئِيلَ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: تم صورت اور سیرت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتے ہو۔

اس حدیث میں پورا واقعہ منقول ہے۔

3697۔ اخرجه احمد (۲/ ۴۱۳) من طريق خالد الحذاء، عن عكرمة عن ابی هريرة رضی الله عنه فذكره.

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ سفیان نے ابی کے حوالے سے اسرائیل سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شرح

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا حلیہ اور اخلاق کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہونا:

حدیث باب کا شان ورود یوں بیان کیا جاتا ہے کہ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ اور بچی مکہ میں اقامت پذیر تھیں، عمرۃ القضاء سے فراغت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے واپس ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا چچا کہتی ہوئی پیچھے دوڑ پڑی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دی۔ جب قافلہ مقام ''مرالظہران'' میں پہنچا تو بچی کی پرورش و کفالت کا مسئلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: چونکہ یہ بچی میری چچا زاد بہن ہے اور میں نے اسے لیا تھا، لہٰذا اس کی پرورش میرا حق ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بچی میری چچا زاد ہمشیرہ ہے، اس کی خالہ (اسماء بنت عمیس) میرے عقد میں ہیں، لہٰذا میرا حق ہے کہ میں اس کی پرورش و کفالت کروں۔ حضرت زید بن حارثہ نے کہا: یہ بچی میری بھتیجی ہے، میں قریبی رشتہ دار ہوں۔ لہٰذا اس کی پرورش و کفالت کرنا میرا زیادہ حق ہے۔

اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کی پرورش و کفالت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور وجہ ترجیح یہ بیان فرمائی: خالہ ماں کی مثل ہوتی ہے، پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اشبهت خلقی و خلقی ۔ تم حلیہ اور اخلاق کے لحاظ سے میرے زیادہ مشابہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: انت منی و انا منك ۔ ہم دونوں ہم مزاج و ہم مشرب ہیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت اخونا و مولانا ۔ تم ہمارے (دینی و اسلامی) بھائی اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سے تینوں حضرات خوش ہو گئے مگر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ترجیح بھی حاصل ہو گئی۔

3699 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَبُوْ يَحْيَى التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْمَخْزُوْمِيُّ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ اِنْ كُنْتُ لَاَسْاَلُ الرَّجُلَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاٰيَاتِ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَنَا اَعْلَمُ بِهَا مِنْهُ مَا اَسْاَلُهُ اِلَّا لِيُطْعِمَنِىْ شَيْئًا فَكُنْتُ اِذَا سَاَلْتُ جَعْفَرَ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ لَّمْ يُجِبْنِىْ حَتّٰى يَذْهَبَ بِىْ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَيَقُوْلُ لِامْرَاَتِهٖ يَا اَسْمَاءُ اَطْعِمِيْنَا شَيْئًا فَاِذَا اَطْعَمَتْنَا اَجَابَنِىْ وَكَانَ جَعْفَرٌ يُحِبُّ

3699 ۔ اخرجه ابن ماجه (۱۳۸۱/۲): كتاب الزهد: باب: مجالسة الفقراء، حديث (۴۱۲۶) من طريق ابى سعيد الاشج عبد الله بن سعيد الكندى، قال: حدثنا اسماعيل بن ابراهيم، ابويحيى التيمى. قال: حدثنا ابراهيم ابواسحاق المخزومى، عن سعيد المقبرى عن ابى هريرة، فذكره.

الْمَسَاكِيْنَ وَيَجْلِسُ اِلَيْهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُوْنَهُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْنِيْهِ بِاَبِي الْمَسَاكِيْنِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ اِسْحٰقَ الْمَخْزُوْمِيُّ هُوَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْفَضْلِ الْمَدَنِيُّ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ وَلَهُ غَرَائِبُ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے تعلق رکھنے والے کسی شخص سے قرآن کی کسی آیت کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا' حالانکہ اس کے بارے میں مجھے اس شخص سے زیادہ پتا ہوتا تھا جس سے میں نے سوال کیا ہوتا' لیکن میں اس سے صرف اس لئے سوال کرتا تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلا دے اور میں جب بھی حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے کوئی سوال کرتا' تو وہ مجھے جواب نہیں دیتے تھے، بلکہ اپنے ساتھ مجھے لے کر اپنے گھر چلے جاتے تھے' اور اپنی اہلیہ سے فرماتے تھے: اے اسماء! ہمیں کچھ کھلاؤ! جب وہ ہمیں کھانا دیدیتی تھی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مجھے جواب دیا کرتے تھے۔

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غریبوں سے محبت کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ گفتگو کرتے تھے' اور وہ لوگ بھی ان کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے' تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی کنیت ''ابوالمساکین'' تجویز کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ابواسحاق مخزومی نامی راوی ابراہیم بن فضل مدنی ہیں۔

ان کے بارے میں بعض محدثین نے ان کے حافظے کے حوالے سے' کلام کیا ہے۔ ان سے ''غریب'' روایات منقول ہیں۔

3700 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَاتِمُ بْنُ سِيَاهٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ كُنَّا نَدْعُو جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَبَا الْمَسَاكِيْنِ فَكُنَّا اِذَا اَتَيْنَاهُ قَرَّبَنَا اِلَيْهِ مَا حَضَرَ فَاَتَيْنَاهُ يَوْمًا فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُ شَيْئًا فَاَخْرَجَ جَرَّةً مِّنْ عَسَلٍ فَكَسَرَهَا فَجَعَلْنَا نَلْعَقُ مِنْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؟ ہم لوگ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو ''ابوالمساکین'' کہا کرتے تھے۔ بعض اوقات جب ہم ان کے ہاں جاتے' تو وہ جو کچھ بھی کھانے کے لئے ہوتا' آگے کر دیتے۔ ایک مرتبہ ہم ان کے پاس گئے' تو انہیں (ہمیں دینے کے لئے) کچھ نہ ملا' تو انہوں نے شہد کی کُپی توڑی اور ہم نے اُسی سے شہد چاٹ لیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

شرح

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غریب پرور ہونا:

صحابہ کرام میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا غریب پرور ہونا مشہور تھا اور اسی وصف کی وجہ سے آپ ابوالمساکین کی کنیت سے بھی پکارے جاتے تھے۔ آپ غرباء، مساکین، بے سہارا، یتیموں اور مسافروں کو اپنے گھر لے جاتے پھر ماحضر سے ان کی تواضع کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو عموماً آپ کے گھر جانے، لنگر جعفری سے استفادہ کرنے کا موقع میسر آتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے گئے لیکن اتفاق سے کھانے کے لیے کوئی چیز میسر نہیں تھی، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے گھی والا برتن ہی آگے رکھ دیا جس میں بظاہر گھی موجود نہیں تھا لیکن شدت بھوک کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گھی کے ذرات نکال کر کھاتے رہے، یہ ایک اتفاق کی بات تھی ورنہ عموماً آپ کے گھر میں اشیاءِ خوردونوش کی فراوانی ہوتی تھی اور آپ کا گھر غرباء پروری کا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔

بَاب مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 25: امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3701 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ زِيَادٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ نُعْمٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَزِيْدَ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَابْنُ اَبِىْ نُعْمٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ نُعْمٍ الْبَجَلِيُّ الْكُوْفِيُّ وَيُكْنٰى اَبَا الْحَكَمِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

یہی روایت اور ایک سند کے حوالے سے' یزید نامی راوی کے حوالے سے' منقول ہے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

(اس کے ایک راوی) ابن ابی نعم' یہ عبدالرحمٰن بن ابی نعم بجلی کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ''ابوالحکم'' ہے۔

3701 - اخرجه احمد (۳/۳ - ۶۲ - ۶٤ - ۸۰ - ۸۲) من طريق عبد الرحمن بن ابى نعم عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه فذكره

شرح

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نام ونسب:

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نور نظر علی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۳ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے:

حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود رہیں، بچے کی پیدائش ہونے پر کانوں میں اذان واقامت پڑھی جائے پھر میرے آنے تک کچھ نہ کرنا۔

ولادت باسعادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اپنے دہن مبارک سے کھجور چبا کر بچے کو چٹائی پھر اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے اللہ! میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں راندے ہوئے شیطان سے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت میں آپ کی قابلہ (دایہ) تھی مگر میں نے عام بچوں کی طرح بوقت ولادت کوئی خون ونجاست نہ دیکھی اور نہ ہی خاتون جنت کے جسم اطہر پر، حیرانگی و تعجب کے عالم میں، میں نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں علم نہیں ہے کہ میری صاحبزادی پاک وصاف ہے، ان کا خون حیض دیکھا گیا اور نہ خون نفاس۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: بچے کا نام کیا تجویز ہوا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! حرب، آپ نے فرمایا: نہیں، اس کا نام ''حسن'' ہے۔ آپ کی کنیت: ابومحمد اور القاب: السید، التقی، الزکی، السبط اور الولی تھے۔

عقیقہ:

ولادت کے ساتویں روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں جلوہ افروز ہوئے تو دو موٹے تازہ دنبے لائے، انہیں ذبح کر کے عقیقہ کیا گیا اور ایک ران قابلہ (دایہ) کو بھیجی گئی۔ پھر سر کے بال منڈوا کران کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔

حضرت اُمّ فضل رضی اللہ عنہا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں، نے حضرت قثم کے ساتھ دودھ پلایا۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا خواب بیان کیا کہ یارسول اللہ! میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آ گرا ہے، آپ نے تبسم فرماتے

ہوئے فرمایا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ خواب برا نہیں ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بیٹا دے گا اور آپ اسے اپنے بیٹے قثم کے ساتھ دودھ پلائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اخلاقِ عالیہ:

نواسۂ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پروردہ ولایت اور تربیت یافتہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ اعلیٰ اخلاق وخصائل کے مالک تھے، اس سلسلہ میں چند حقائق حسب ذیل ہیں:

حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جتنے فصحاء کا کلام سنا ہے سب سے زیادہ پسندیدہ گفتگو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی سنی ہے، دل چاہتا تھا کہ آپ بولتے جائیں اور میں سنتا جاؤں اور میں نے کبھی ان کی زبان سے فحش گوئی نہیں سنی۔ تاہم ایک موقع پر جب آپ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مابین زمین کا تنازع تھا، انہوں نے تنازع حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن مدمقابل کی ضد کی بنا پر حل ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا، تو آپ نے فرمایا: ''ہمارے پاس سوائے اس کے کچھ نہیں ہے مگر یہ کہ جس سے اس کی ناک مٹی میں لگے۔'' یہ آپ کی زبان سے نکلنے والے سخت ترین الفاظ تھے۔

جس زمانہ میں مروان مدینہ طیبہ کا حاکم تھا، آپ کا قیام مدینہ طیبہ میں تھا، وہ جمعۃ المبارک کے ہر خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا تھا لیکن آپ تحمل و برداشت کی تصویر بن کر سنتے رہتے مگر اسے جواب نہیں دیتے تھے۔

آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر مروان نے ایک دفعہ ایک شخص کو آپ کی خدمت میں یہ کہلا کر روانہ کیا کہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین بار اور تین بار اپنی قسم ہے کہ میں نے آپ کی مثال نہیں دیکھی مگر خچر کی سی کہ وہ کہتا ہے کہ میری ماں اصیل گھوڑی ہے۔ یہ بات سن کر آپ نے قاصد سے فرمایا: جاؤ اسے جا کر کہہ دو جو تو نے کہا میں اس کو مٹا نہیں سکتا اور نہ میں تیری طرح گالیاں دے سکتا ہوں، میرا اور تیرا وعدہ اللہ کے حضور میں ہے۔ اگر تو اپنے کہنے میں سچا ہے تو اللہ تجھ کو تیری سچائی کا بدلہ دے گا اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ خوب انتقام لینے والا ہے۔

حضرت اشعث بن شور کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلق بہت وسیع ہے، ایک بار آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا کہ آپ کی برخاست کا وقت تھا، آپ نے فرمایا: آپ ہماری برخاست کے وقت تشریف لائے اور کیا آپ ہمیں برخاست کی اجازت دیتے ہیں؟

آپ کی جوادی وفیاضی نہایت درجہ کی وسیع تھی کئی بار آپ نے ایک ایک شخص کو لاکھ روپے کے انعام سے نوازا تھا۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس حالت میں اس سے ملاقات کروں کہ اس کے گھر (بیت اللہ) تک نہ گیا ہوں اور آپ نے مدینہ طیبہ سے پا پیادہ بیس حج کیے جبکہ تیز ہوئی سواریاں آپ کے آگے پیچھے ہوتی تھیں۔

آپ نے دو بار اپنا تمام مال اور تین بار نصف مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیا حتیٰ کہ اگر دو موزے یا دو جوتے ہوتے تو ایک اللہ

کی راہ میں دے دیتے اور ایک اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔

رات کی تاریکی میں مدینہ طیبہ کی گلیوں کا گشت کرتے، کپڑے میں باندھ کر رقوم غریب لوگوں کے گھروں میں پھینکتے تھے اور خفیہ طور پر چارسو بے سہارا لوگوں کی مالی معاونت فرماتے تھے لیکن کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔ تاہم جب آپ کا وصال ہوا تو لوگ خفیہ مالی معاونت سے محروم ہو گئے اور ان پر یہ راز کھلا کہ خفیہ طور پر آپ معاونت فرماتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا، اس نے اپنی مالی بدحالی کا ذکر کیا، خازن سے دریافت کیا کہ ہمارے پاس کتنی رقم موجود ہے؟ اس نے عرض کیا: پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) درہم ہیں، پھر دریافت کیا: پانچ سو (۵۰۰) سرخ دینار کہاں گئے؟ عرض کیا گیا: وہ بھی موجود ہیں، فرمایا: وہ بھی لاؤ۔ خادم نے رقم پیش کر دی۔ آپ نے یہ پہلی رقم کے ساتھ ملا کر اس شخص کو پیش کر دیے اور ساتھ ہی معذرت خواہ ہوئے کہ فی الحال ہمارے پاس صرف اتنی رقم ہے، آپ قبول فرمائیں۔

علمی مقام ومرتبہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ صاحب فراست، دوراندیش اور بے مثل صاحب علم تھے۔ اس سلسلہ میں چند حقائق حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بزرگ لوگوں میں تشریف فرما ہیں، لوگ ان سے مسائل دریافت کررہے ہیں تو اس نے بھی سوال کیا: شاہد اور مشہود سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: شاہد سے مراد یوم الجمعہ اور مشہود سے مراد ہے: یوم عرفہ۔ پھر اس نے دوسری جماعت دیکھی جس میں ایک معزز بزرگ جلوہ افروز ہیں، لوگ ان سے سوال کررہے ہیں تو اس نے بھی دریافت کیا: شاہد اور مشہود سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: شاہد سے مراد یوم جمعہ اور مشہود سے مراد ''یوم النحر'' ہے۔ پھر اس نے تیسرا حلقہ دیکھا کہ ایک بزرگ سے لوگ سوال کررہے ہیں، اس سے بھی دریافت کیا: شاہد اور مشہود سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: شاہد سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے، کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

(i) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۝

اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد (گواہ)، مبشر (خوشخبری سنانے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے۔

(ii) ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ۝

وہ دن ہے جس میں لوگ جمع کیے جائیں گے اور وہی دن مشہود یعنی جس میں اولین وآخرین سب لوگ جمع ہوں گے۔

پھر سائل نے جواب دینے والے تینوں بزرگوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہیں جواب دیا گیا: پہلے حلقے والے بزرگ حضرت عبداللہ بن عباس، دوسرے حلقہ والے بزرگ حضرت عبداللہ بن عمر اور تیسرے حلقہ والے بزرگ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم تھے۔

۲- ایک دن آپ شاہانہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھے، راستہ میں ایک ایسا یہودی ملا جس کے کپڑے بوسیدہ، مفلس وتنگ

دست، شدید گرمی کی وجہ سے جسم سوجا ہوا تھا اور اپنے سر پر گھڑا اٹھائے جارہا تھا۔ اس کی نظر آپ پر پڑی تو اس نے کہا: اے شہزادے! اگر اجازت ہو تو میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: پوچھو کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟ عرض کیا: حضور! آپ کے جد امجد کا ارشاد ہے: الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر ''یعنی دنیا مسلمان کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔'' میں ملاحظہ کر رہا ہوں کہ دنیا جنت آپ کے لیے ہے مگر ہمارے لیے قید خانہ ہے، کیونکہ شدائد دنیا نے مجھے ہلاک کر دیا ہے؟ فقر و فاقہ ہمارے گلے کا ہار بنا ہوا ہے؟

آپ نے جواب میں فرمایا: اے یہودی! اگر تو دیکھ لے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آخرت میں جمع کر رکھا ہے، تو میری دنیا کی حالت اس کے مقابل یقیناً قید خانہ ہے۔ اسی طرح تمہیں معلوم ہو جائے جو عذاب و تکلیف آخرت میں تمہارے لیے جمع کی گئی ہے، تو یقیناً تم تسلیم کرلو گے کہ اس کے مقابلہ میں دنیا تمہارے لیے جنت ہے۔ آپ کا جواب سن کر یہودی حیران رہ گیا۔

۳- آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے تونگری کی بجائے تنگی سے اور صحت کی بجائے مرض سے زیادہ پیار ہے۔ یہ بات سن کر آنے والے نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مراتب میں اضافہ فرمائے، مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو حال عطا کیا ہے، وہی اس کے لیے معراج ہے اور اسے دوسرے حال کی طرف ہرگز توجہ نہیں پھیرنی چاہیے۔

کرامات:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ باب العلم کے لخت جگر اور پروردہ ولایت تھے، ان کے صاحب کرامت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور آپ کی کرامات بے شمار ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- آپ کو قرآن و سنت پر عبور حاصل تھا، جو سوال کیا جاتا اس کا جواب تسلی بخش دیتے اور شکل و صورت دیکھ کر انسان کا شقی و سعید ہونا معلوم کر لیتے تھے۔ جب ایک رائے قائم کر لیتے تو اس میں تبدیلی کی ضرورت ہرگز پیش نہ آتی تھی۔ یہ آپ کی بہت بڑی کرامت تھی۔

۲- آپ نے وصال سے قبل اپنے برادر حقیقی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بھائی! والد محترم کو امر خلافت کا خیال ہوا تھا کہ اسلام کی خدمت کریں مگر اللہ تعالیٰ نے بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے سبب ان کو خلافت نہ دے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا مالک بنا دیا، ان کے وصال کے بعد پھر ابا جان کو خیال ہوا تو سلطنت خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی گئی اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مجلس شوریٰ میں ابا جان کو یقین تھا کہ خلافت ان کو تجاوز نہ کرے گی یعنی وہی خلیفہ مقرر کیے جائیں گے لیکن خلافت کی باگ ڈور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی گئی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ابا جان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی یعنی وہ خلیفہ بنائے گئے۔ پھر ایک فتنہ برپا ہوا جس میں تلواریں کھینچ لی گئیں اور لڑائیاں ہوئیں یعنی وہ خلافت ابا جان کو بلا غبار نہیں ملی، خدا کی قسم! میں یہ امر تجویز نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع کر دے۔ یعنی اندازہ یہ ہے کہ خلافت اہل بیت میں نہیں رہے

گی اور یقیناً میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوفہ کے بیوقوف تم کو حرکت دے کر جنگ وجدال کی طرف متوجہ کر دیں اور تم کو وطن سے باہر نکال دیں۔

ان امور کا اس وقت تک بظاہر کوئی قرینہ تو نہ تھا کہ کوئی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نازیبا برتاؤ کرے گا لیکن آپ کا کشف کے ذریعے یہ سب کچھ معلوم ہو جانا، آپ کی بہت بڑی کرامت تھی۔

عبادت وتلاوت:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ قرآن پر مکمل عبور رکھتے تھے، تلاوت کرتے تو مضامین پر غور کرتے، نماز کے دوران آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا، جسم مبارک لرز جاتا اور کمال درجہ کی عبادت وتلاوت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو امام العابدین کہا جاتا ہے۔ جب آپ تلاوت قرآن کا آغاز کرتے تو جب یہ الفاظ آتے: يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا، تو آپ جواباً: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے تھے۔ اے میرے پروردگار! میں حاضر ہوں۔ تلاوت کے دوران جس آیت میں جنت کا مضمون بیان ہوتا، اس پر اظہار مسرت کرتے اور جس آیت میں عذاب کا ذکر ہوتا اس پر کانپ جاتے تھے۔

عفو ودرگذر:

دیگر قابل تقلید وقابل تحسین صفات کے علاوہ آپ میں عفو ودرگذر کی صفت کمال درجہ کی پائی جاتی تھی۔ آپ کی ذات کے حوالے سے یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک دفعہ کھانا کھا رہے تھے، شاہانہ لباس زیب تن کر رکھا تھا، خادم کے ہاتھ سے سالن کا برتن گرا، وہ برتن ٹوٹ گیا، کپڑے سالن آلود ہو گئے، آپ نے غصہ کی نظر سے اس کی طرف دیکھا۔ خادم عالم القرآن تھا، اس نے موقع کی مناسبت سے پڑھا: وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ یعنی نیک سیرت لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب کسی معاملہ میں انہیں غصہ آئے وہ اسے پی جاتے ہیں، آپ نے فرمایا: كظمت غيظي یعنی میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ خادم نے آیت کا دوسرا حصہ پڑھا: وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: عفوتك یعنی میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ پھر خادم نے آیت کا تیسرا حصہ تلاوت کیا: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو پسند کرتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تمہیں آزاد کیا۔

۲- آپ کے دور خلافت میں جبکہ آپ نماز میں مصروف تھے، ایک شقی القلب شخص نے خنجر سے آپ پر حملہ کر دیا، حکومتی اختیارات استعمال کرتے ہوئے اسے گرفتار کر کے سزا دینے کی بجائے آپ نے ناصحانہ انداز میں فرمایا:

اے اہل عراق! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں۔ ہم لوگ وہ اہل بیت ہیں، جن کی طہارت وپاکی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے۔

۳- جب مروان حاکم مدینہ تھا، وہ ہر جمعہ میں اپنے خطبہ کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں توہین آمیز فقرات استعمال کرتا تھا، آپ سننے کے باوجود تحمل وبردباری سے کام لیتے تھے۔ ایک دن آپ نے مروان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اگر تو سچا ہے تو اللہ تمہیں سچائی کی جزاء دے، اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے۔ قسم بخدا! میں تیری گالیوں کے جواب میں گالی دے کر کوئی بات مٹانا نہیں چاہتا اور جو تو نے کہا اللہ کے ہاں تیرے اور میرے جمع ہونے کی ایک جگہ مقرر ہے۔

منصب خلافت:

اہل سنت و جماعت کی معتبر کتب کے مطابق خلیفہ چہارم امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، لوگوں نے باقاعدہ آپ کی بیعت کی اور چھ ماہ تک امور خلافت انجام دیتے رہے۔

روایات سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کے دور کا تعین تیس (۳۰) سال فرمایا، یہ دور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مکمل ہو جاتا ہے لیکن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا دور چھ (۶) ماہ خلفاء راشدین کا تتمہ یا ضمیمہ ہے، یہی وجہ ہے کہ مؤرخین نے آپ کے دور کو خلفاء راشدین کے دور کا حصہ قرار دیا ہے اور آپ کو آخری خلیفہ راشد شمار کیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ نواسہ دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کرائے گا، آپ چھ ماہ امور خلافت انجام دینے کے بعد ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حالات کے تقاضا کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں منصب خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ماہ ربیع الاول ۴۱ھ میں حسب ذیل شرائط پر عنان خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دیا:

(i) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچے۔

(ii) اہل حجاز اور اہل عراق کے پاس جو کچھ دور علی رضی اللہ عنہ سے چلا آ رہا ہے، ان سے کچھ نہ لیا جائے۔

(iii) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے قرض کو ادا کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرائط تسلیم کر لیں اور فریقین کے مابین صلح ہو گئی۔

خوشحالی کی دعا اور اس کی قبولیت:

گزر اوقات کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو سالانہ ایک لاکھ درہم بطور وظیفہ پیش کیے جاتے تھے، ایک سال وظیفہ پیش کرنے میں قدرے تاخیر ہو گئی، آپ نے وظیفہ کے بارے میں یاد دہانی کے لیے خط لکھنے کا ارادہ کیا، پھر ارادہ ملتوی کر دیا، رات کو خواب میں نانا جان حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے دریافت کیا: آپ کیسے ہیں؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! مالی پریشانی ہے، فرمایا: آپ نے خط لکھنے کا ارادہ کیا تھا، اپنے جیسی مخلوق سے مانگنے سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو، عرض کیا: پھر میں کیا کرتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھو مقصد پورا ہو جائے گا:

اللهم اقذف في قلبي رجاء ك واقطع رجائي عمن سواك حتى لا ارجو احدًا غيرك، اللهم وما ضعفت عنه قوتي وقصر عنه عملي ولم تنته اليه رغبتي ولم تبلغه مسئألتي ولم يجر على لساني مما اعطيت احدًا من الاولين والآخرين من اليقين فخصني به يا رب العلمين .

اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید ڈال دے اور اپنے غیر سے میری امید ختم کر دے حتیٰ کہ تیرے غیر سے مجھے امید باقی نہ رہے۔ اے اللہ! اس سے میری قوت کمزور نہیں ہوئی، نہ میرے عمل میں کمی آئی ہے، نہ میری رغبت کمال کو پہنچی ہے، نہ میرا سوال اس تک پہنچا ہے اور نہ ہی وہ میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ تو مجھے بھی وہ عطا کر جو تو نے اولین و آخرین کو عطا کیا ہے، پس اے جہانوں کے پالنے والے! تو مجھے بھی اس کے ساتھ خاص کر۔

بیدار ہونے کے بعد آپ نے اس دعا کا وظیفہ باقاعدگی سے شروع کر دیا، ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پندرہ لاکھ (۱۵،۰۰۰۰۰) درہم بطور وظیفہ موصول ہو گئے اور آپ مالی اعتبار سے خوشحال ہو گئے۔

ازواج واولاد:

مسلمان خواتین سے نکاح کرنا سنت ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے، مؤرخین کے مطابق آپ نے سو (۱۰۰) خواتین سے نکاح کیا، خواتین اپنا تعلق اہل بیت سے قائم کرنے کے لیے نکاح کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتیں، آپ بھی اس نسبت سے سرفراز کرنے کے لیے نکاح کرتے، ایک بیوی دو تین ایام تک اپنے پاس رکھتے پھر طلاق دے کر فارغ کر دیتے اور اتنی دولت سے نوازتے کہ تاحیات ختم نہ ہوتی تھی۔ آپ کی دس معروف ازواجِ مطہرات کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت اُمِ بشیر بنت ابی مسعود بن عتبہ، (۲) حضرت خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر، (۳) حضرت فاطمہ بنت ابی مسعود بن عتبہ، (۴) حضرت اُمّ ولد، (۵) حضرت اُمّ اسحٰق بنت طلحہ بن عبیداللہ، (۶) حضرت رملہ، (۷) حضرت اُمّ الحسن، (۸) حضرت تقضیہ، (۹) حضرت جعدہ بنت اشعث، (۱۰) حضرت امراَۃ القیس رضی اللہ عنہن۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو بارہ (۱۲) صاحبزادوں اور پانچ (۵) صاحبزادیوں سے نوازا اور ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

صاحبزادوں کے اسماء گرامی:

(۱) حضرت زید، (۲) حضرت حسن مثنیٰ، (۳) حضرت حسین الاثرم، (۴) حضرت طلحہ، (۵) حضرت حمزہ، (۶) حضرت اسماعیل، (۷) حضرت یعقوب، (۸) حضرت عبداللہ، (۹) حضرت عبدالرحمٰن، (۱۰) حضرت ابوبکر، (۱۱) حضرت عمر، (۱۲) حضرت قاسم رضی اللہ عنہم۔

صاحبزادیوں کے اسماء گرامی:

(۱) حضرت فاطمہ، (۲) حضرت اُمّ سلمہ، (۳) حضرت اُمّ عبداللہ، (۴) حضرت اُمّ الحسین، (۵) حضرت اُمّ الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

فضائل ومناقب:

کثیر روایات میں آپ کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت وہب بن جحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان الحسن بن على يشبهه . (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث:۱۳۴۸)

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ سے مشابہت رکھتے تھے۔

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا:

اللهم! انى احبه فأحبه واحب من يحبه . (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث:۱۳۴۹)

اے اللہ! بیشک میں ان سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرتا ہے۔

۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت سے مخاطب ہو کر فرمایا:

انا حرب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم . (ایضاً، رقم الحدیث:۱۳۵۰)

میں پیغام جنگ ہوں اس کے لیے جو تمہارے ساتھ جنگ کرے گا اور سلامتی کا پیغام ہوں اس کے لیے جو تمہارے ساتھ سلامتی سے پیش آئے۔

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا:

اللهم! انى احبه فأحبه .

اے پروردگار! بیشک میں ان سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت کر۔

۵-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

ان ابنى هٰذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين من المسلمين .

بیشک میرا یہ بیٹا (نواسہ) سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

۶-حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

مابين جابرس وجابلق رجل جده نبى غيرى وانى رأيت ان اصلح بين امة محمد صلى الله عليه وسلم وكنت احقهم بذالك الا انا، قد بايعنا معاوية ولا ادرى لعله فتنة لكم ومتاع الى حين .

مشرق ومغرب کے درمیان میرے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کا نانا نبی ہو، مجھے یقین ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں صلح کراؤں گا اور میں ہی اس کا زیادہ حق رکھتا ہوں، بیشک ہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ شاید تمہارے لیے ایک آزمائش ہے اور ایک معین وقت تک سامان نفع ہے۔

۷-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة وفاطمة سيدة نسائهم الا ما كان لمريم بنت عمران .

حسن اور حسین دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ اہل جنت خواتین کی سردار ہیں سوائے مریم بنت عمران کے۔

۸- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

لما ولد الحسن جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: اروني ابني ما سميتموه؟ قلت: سميته حربا قال: بل هو حسن، فلما ولد الحسين، قال: اروني ابني ما سميتموه؟ قلت: سميته حربا، قال: بل هو حسين، فلما ولد الثالث جاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال: اروني ابني ما سميتموه؟ قلت: حربا، قال: بل هو محسن، ثم قال: انى سميتهم باسماء ولد هارون شبر و شبير و مبشر . (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث:۱۳۶۵)

جب حسن کی ولادت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا: آپ لوگ میرا بیٹا مجھے دکھائیں اور بتائیں کہ اس کا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے، آپ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ اس کا نام حسن ہے۔ پھر جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: لاؤ میرا بیٹا مجھے دکھاؤ اور بتاؤ اس کا نام کیا تجویز کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا: اس کا نام حرب ہے، آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس کا نام حسین ہے۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تیسرا بچہ پیدا ہوا تو آپ تشریف لائے، دریافت کیا: اس کا نام کیا رکھا گیا ہے؟ عرض کیا: میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ تو محسن ہے۔ پھر فرمایا: میں نے ان بچوں کے اسماء حضرت ہارون علیہ السلام کے بچوں پر رکھے ہیں یعنی شبر، شبیر اور مبشر۔

۹- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

الحسن اشبه الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم مابين الصدر الى الرأس، والحسين اشبه الناس بالنبي صلى الله عليه وسلم ما كان اسفل من ذالك .

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر سے لے کر اپنے سینے تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت امام حسین اس سے نیچے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔

۱۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احبهما فقد احبني ومن ابغضهما فقد ابغضني .

جس شخص نے ان دونوں (حسنین کریمین) سے محبت کی پس اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

۱۱- حضرت عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے:

ان اباهريرة لقى الحسن ابن علي، فقال: ارفع ثوبك حتى اقبل منك حيث رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل، فرفع عن بطنه فوضع فمه على سرته.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے عرض کیا اے نواسۂ رسول! آپ اپنے جسم سے کپڑا اٹھائیے تاکہ میں وہاں بوسہ دینے کی سعادت حاصل کروں جہاں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ناف پر اپنا منہ رکھ دیا۔

۱۲-حضرت علی بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

ان فتية من قريش خطبوا بنت سهيل بن عمرو و خطبها الحسن بن علي فشاورت اباهريرة وكان لنا صديقا، فقال ابوهريرة: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل فاه فان استطعت ان تقبلي مقبل رسول الله فافعلي فتزوجته.

بیشک قریش کے کچھ نوجوانوں نے حضرت سہیل بنت عمرو رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھیجا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی اسے پیغام نکاح بھیجا۔ انہوں نے ہمارے دوست حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ان کا منہ چوم رہے تھے، لہٰذا آپ بھی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے بوسے والا منہ چومنا چاہتی ہو، تو نکاح کرلو۔ چنانچہ بنت سہیل نے آپ سے نکاح کرلیا۔

شہادت:

آپ نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ میری آنکھوں کے درمیان سورہ اخلاص لکھی ہوئی ہے، اس کی تعبیر حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے دریافت کی، انہوں نے تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا: اگر آپ کا یہ خواب درست ہے، تو آپ کی زندگی بالکل قلیل ہے۔ چنانچہ اس خواب کے چند ایام بعد آپ شہید کر دیے گئے۔

آپ کی شہادت ایک سازش کا نتیجہ تھی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث سے یزید بن معاویہ نے قتل پر اکساتے ہوئے کہا: اگر آپ امام حسن کو قتل کر دیں تو میں تم سے نکاح کرلوں گا، اس نے آپ کو شہید کرنے کے لیے سازش تیار کی، آپ کو زہر دیا، جس کے نتیجہ میں آپ کو تیز پاخانے لگ گئے، پیٹ سے انتڑیاں کٹ کٹ کر پاخانے کے ذریعے نکلنا شروع ہوگئیں، آپ میں نہایت درجہ کی کمزوری آگئی بلکہ قریب الشہادت ہوگئے۔ ایسی صورتحال میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے، گزارش کی کہ بھائی آپ اپنا قاتل بتانا پسند کریں گے؟ فرمایا: کیا آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، فرمایا: اگر قاتل وہی ہے جسے میں خیال کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لینے کے لیے کافی ہے، اگر قاتل کوئی دوسرا شخص ہے، تو میں شک کی بنیاد پر کسی کو بے گناہ قتل کرانا پسند نہیں کروں گا۔ مجھے کئی بار زہر پلایا گیا مگر اس بار نہایت تلخ قسم کا زہر پلایا گیا ہے۔ چالیس

(۴۰) ایام تک موت و حیات کی کشمکش میں رہنے کے بعد آپ کی شہادت زہر کے باعث مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ سال شہادت کے بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) ۴۹ھ، (۲) ۵۰ھ، (۳) ۵۱ھ

اسی طرح شہادت کے وقت آپ کی عمر کے بارے میں بھی متعدد اقوال ہیں:

(۱) پینتالیس (۴۵) سال، (۲) سینتالیس (۴۷) سال، (۳) انچاس (۴۹) سال انیس ایام، (۴) چھیالیس (۴۶) سال۔

کوئی شخص کسی سلطنت کا ایک بھی دن سربراہ تعینات ہوا ہو، وہ اس سلطنت کی تاریخ کا حصہ بن جاتا ہے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چھ (۶) ماہ تک صاحب اقتدار رہے اور آپ کو خلفاء راشدین کا خلیفہ خامس تسلیم کیا گیا ہے۔ چھ ماہ تک عدل وانصاف پر مبنی حکومت کرنے کے بعد آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے تھے۔

(ماخوذ حیات صور الصحابہ للکبری از صفحہ ۱۸۹ تا ۲۱۲)

☆☆☆

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت اور نام ونسب:

آپ کی ولادت باسعادت ۵ رشعبان المعظم ۴ھ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں ہوئی۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہ۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہونے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھائیں اور بتائیں کہ آپ لوگوں نے اس کا نام کیا تجویز کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے، فرمایا: نہیں، اس کا نام ''حسین'' ہے۔ اس طرح زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نام تجویز کیا گیا۔

حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا نے آپ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت اُم الفضل (جو کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھیں) نے عجیب وغریب خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کٹ کر ان کی گود میں آگرا ہے، اس خواب سے وہ بہت متعجب ہوئیں، پریشانی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنا خواب عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ خواب برا نہیں بلکہ اچھا ہے، پھر خود ہی اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے اُم الفضل! اللہ تعالیٰ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرزند عطا کرے گا، وہ آپ کی گود میں آئے اور آپ اسے دودھ پلائیں گی۔ چنانچہ حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوتے وقت آپ کے برادر اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی مدت رضاعت ابھی پوری نہیں ہوئی تھی، جس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچی حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلائیں۔ چنانچہ حسب حکم انہوں نے رضاعت کی خدمات انجام دیں۔

ابتدائی حالات:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر شفقت فرماتے اور محبت کرتے تھے۔ حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے پیار کر رہے تھے، ساتھ ہی اپنی آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ میری قوم میرے اس نور نظر کو شہید کرے گی۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے، کانوں میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنائی دی، آگے جانے کی بجائے آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے اور حضرت خاتون جنت سے فرمایا: اے میری لخت جگر! حسین کو مت رلایا کریں، جب یہ روتے ہیں تو مجھے اذیت ہوتی ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک طباق پیش کیا گیا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے وہاں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور نکال لی پھر فرمایا: یہ صدقہ کی کھجوریں ہیں، نبی کے گھر والے صدقہ کی چیز نہیں کھاتے۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقیقی لخت جگر حضرت ابراہیم اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی ران پر بٹھا کر پیار کر رہے تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ ان دونوں شہزادوں کو اکٹھا آپ کے پاس نہیں رکھے گا، ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب فرمالیں، آپ نے خیال کیا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتخاب کرنے کی صورت میں حضرت خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا زیادہ پریشان ہوں گی، آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمالیا اور اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: حسین وہ ہیں جن پر میں نے اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قربان کیا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سات (۷) سال، سات (۷) ماہ اور سات (۷) دن اپنے نانا جان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں تربیت پائی۔

حُسنِ اخلاق:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ و تربیت یافتہ تھے، جس وجہ سے آپ اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے بارے میں اعلان خداوندی ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ اے محبوب! آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔

ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو روانہ کیا، اسے آپ کی علامت بتاتے ہوئے فرمایا مسجد نبوی میں داخل ہونے کے بعد وہاں ایک حلقہ ایسا نظر آئے گا کہ سب لوگ سراپا ادب بن کر بیٹھے ہوں گے، سمجھ لینا کہ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا، ایک کنیز نے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا، آپ نے گلدستہ سونگھا، بہت خوش ہوئے، کنیز سے خوش ہوکر فرمایا: آج کے بعد تم آزاد ہو۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا: حضور! آپ نے محض پھولوں کے گلدستہ کی وجہ سے خوبصورت کنیز کو آزاد کرنے کا اعلان کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ارشاد خداوندی ہے: ''جب تمہیں کوئی تحفہ پیش کیا جائے تو تم اس جیسا یا اس سے بہتر تحفہ پیش کرو۔'' میرے لیے بہترین تحفہ یہ ہوسکتا تھا کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے آزاد کردوں۔

فیاضی وجوادی:

ایثار وقربانی، فیاضی وجوادی اور خدمت خلق ومہمان نوازی کے اعتبار سے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم تھے۔ اس حوالے سے چند ایک واقعات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے والد گرامی (حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ) کو ایثار وقربانی اور مہمان نوازی سے نہایت درجہ کا شغف تھا، یتامیٰ وغرباء کے گھروں میں کھانا لے کر جاتے تھے اور اس طرح مسلسل مشقت کی وجہ سے پشت مبارک پر آثار نمایاں ہوگئے تھے۔

۲- ایک دفعہ کوئی محتاج شخص آپ کے دروازے پر حاضر ہوا، اس نے تحریری طور پر چند گزارشات گھر میں بھیج دیں اور گزارشات کا مضمون حسب ذیل ہے:

''میرے پاس اتنی رقم بھی موجود نہیں ہے، جس سے ایک دانہ بھی خریدا جاسکے، مجھے مزید اپنی حالت بتانے کی ضرورت نہیں ہے، میں نے اپنی آبرو بچا رکھی تھی، اسے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن اب خریدار مل گیا ہے۔''

اندر سے اس مضمون کا جواب آنے میں تاخیر ہونے پر اس نے مزید چند فقرات لکھ کر اندر پہنچادیے، جو حسب ذیل ہیں:

''جب میں واپس آؤں گا تو مجھ سے دریافت کریں گے کہ صاحب فضل سخی سے تجھے کیا ملا ہے، تو میں کیا جواب دوں گا؟ اگر کہوں گا کہ مجھے دیا گیا ہے، تو جھوٹ ہوگا اور اگر کہوں گا کہ سخی نے اپنا مال روک لیا ہے، تو یہ بات مانی نہ جائے گی۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہزار درہم کی تھیلی ان کے لیے بھیج دی اور اس کی گزارشات کا جواب یوں دیا:

''آپ نے جلدی مچادی ہے سو تمہیں قلیل مال مل گیا ہے، اگر تم جلدی سے کام نہ لیتے تو تمہیں مزید ملتا۔ اب لے لو اور یوں سمجھنا کہ سوال کیا ہی نہیں اور ہم خیال کریں گے کہ گویا ہم نے کچھ دیا ہی نہیں۔''

۳- ایک دیہاتی سائل آپ کے دروازے پر آیا، اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نماز میں مصروف تھے، نماز مختصر کرکے فراغت حاصل کی، دروازے پر آئے تو دیکھا کہ واقعی ایک محتاج آدمی موجود ہے، سائل محتاج بھی ہے، خادم سے دریافت کیا: ہمارے گھر

میں کتنی رقم موجود ہے؟ اس نے عرض کیا: دوسو (۲۰۰) درہم ہیں، فرمایا: وہ رقم لے آؤ، خادم نے عرض کیا: حضور! وہ اہل بیت کے اخراجات کے لیے ہے، فرمایا: ہمارا گزارہ ہو جائے گا، محتاج کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اب یہ لے لو یوں سمجھنا کہ ہم سے کسی نے سوال کیا ہی نہیں تھا اور ہم خیال کریں گے کہ کسی کو کوئی چیز فراہم نہیں کی تھی۔

۴- ایک دفعہ حاکم مدینہ مروان نے عرب کے مشہور شاعر فرزدق کو مدینہ بدر کر دیا، اس وقت فرزدق بے سروسامان تھا، وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے بہت سی رقم سے نوازا تھا۔

۵- ایک دفعہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ علالت کا شکار ہو گئے، معلوم ہونے پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا: واغماۃ و اغماۃ (افسوس کتنا بڑا غم ہے، افسوس کتنا بڑا غم ہے) آپ نے دریافت فرمایا: اے میرے بھائی آپ کو کون سی پریشانی لاحق ہے؟ انہوں نے جواب دیا: موت میرے سامنے ہے جبکہ میں لوگوں کا مقروض ہوں، اس قرضہ کی عدم ادائیگی سے پریشان ہوں، آپ نے فرمایا: اے بھائی! آپ غمگین مت ہوں، آپ کے قرضہ کی ادائیگی میرے ذمہ ہے، عرض کیا: حضور! مجھے اس بات کا خوف ہے کہ حالت قرضہ میں نہ مر جاؤں، آپ نے فرمایا: جب میں نے آپ سے ادائیگی قرض کا وعدہ کر لیا ہے تو اس کا ایفاء بھی میں کروں گا۔ تیمارداری کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لائے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے تمام قرض خواہوں کو اپنے گھر طلب کیا اور تمام کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قرضہ ادا کر دیا، آپ نے اس موقع پر جو بطور ادائیگی قرض رقم تقسیم کی تھی وہ ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) درہم تھی۔ یہ بات سن کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

شجاعت و بہادری:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پروردہ آغوش ولایت اور تربیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، شجاعت و بہادری کا وصف بھی آپ کو وراثت میں ملا تھا، آپ نے فاتح خیبر کی یاد تازہ کر دی تھی۔ جب بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا، کھانے پینے کی کوئی چیز اندر جانے سے روک دی، وہ ظلماً آپ کو شہید کرنا چاہتے تھے، ایسی صورتحال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں شہزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو آپ کی حفاظت کے لیے دروازے پر تعینات کر دیا تھا اور ان کی بہادری و قوت سے مرعوب ہو کر کسی شقی کو آپ تک جانے کی جرأت نہ ہوئی لیکن یہ اور بات ہے کہ دیوار پھلانگ کر قاتل آپ تک پہنچ گئے تھے۔

اسی طرح آپ جنگ صفین، جنگ جمل اور معرکہ نہروان میں شامل ہوئے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ ایک معرکہ میں آپ شامل ہوئے، اپنے مقابل کو یوں للکارا: هل مبارز؟ تم میں سے کوئی شخص ہے، جو میرے مقابلہ میں آئے؟ کسی دشمن و ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ کے مقابلہ میں آئے۔ آپ کی طرح آپ کی اولاد امجاد بھی شجاعت و بہادری میں یکتائے روزگار تھی۔

عبادت و ریاضت:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دیگر اوصاف کے علاوہ عبادت و ریاضت میں بھی اپنی مثال آپ تھے، کیونکہ حضرت خاتون

جنت اور سرچشمہ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہما کی شبانہ روز دعاؤں کے مصداق تھے۔ تلاوت قرآن اور عبادت وریاضت میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

حضرت امام ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان اوصاف جلیلہ کے حامل تھے:

علم وحلم، عمل وعبودیت، صبر واستقلال، اولوالعزمی وصبر، سخاوت وشجاعت، تدبر وعاجزی، حق گوئی وحق پسندی اور برضائے مولیٰ کی تصویر تھے۔

مزید آپ فرماتے ہیں:

كان عالماً بالقرآن عاملاً زاهدًا تقياً ورعاً جواداً فصيحاً بليغاً عارفاً بالله ودليلاً على ذاته تعالى

كان الحسين السبط آية من آيات الله .

''حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قرآن کے عالم باعمل، زاہد، متقی، منزہ عن المعاصی، صاحب جود وکرم، صاحب فصاحت و بلاغت، عارف باللہ اور ذات باری تعالیٰ کی حجت تام تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نواسۂ رسول، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔''

صرف آپ کی ذات نہیں بلکہ اہل بیت کا ایک ایک فرد عبادت وریاضت، تلاوت ووظیفہ اور وعظ وتبلیغ میں بے مثل تھا۔

ایثار ومہمان نوازی:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ تھے۔ عبادت وریاضت، ایثار وقربانی اور مہمان نوازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ایک دفعہ عراق سے کچھ لوگ آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، پوچھتے ہوئے آپ کے دروازے پر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، آپ گھر سے باہر تشریف لائے، انفرادی طور پر سب سے مصافحہ کیا، سب کو ایک صاف ستھرے مکان میں ٹھہرایا، دو بکریاں ذبح کر کے کھانا تیار کیا، کھانا مہمانوں کے لیے لگا دیا گیا، خدام موجود ہونے کے باوجود آپ نے بذات خود مہمانوں کے ہاتھ دھلائے، خدام نے اپنی خدمات پیش کرنے کی خواہش کی تو آپ نے جواب دیا: آپ لوگ مجھے ثواب کیوں نہیں لینے دیتے؟ اس طرح مہمان نوازی آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔

ایک دفعہ درجن کے قریب مہمان ایسے وقت میں آئے کہ گھر میں خورد ونوش کی کوئی چیز موجود نہیں تھی، آپ نے اہل خانہ کا کھانا مہمانوں کو کھلا دیا، اہل خانہ اور خود بھوکے رہے۔ اس طرح آپ نے اپنے نانا جان حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا۔

شاعر آپ کی مہمان نوازی پر یوں ہدیہ تحسین پیش کرتا ہے:

دنیا مدحت سرا ہے حضرت حسین کی — الفت دل کی صفاء ہے حضرت حسین کی
خالی نہیں جاتے ان کے در کے فقیر — خصلت میں پائی سخا ہے حضرت حسین کی

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کی بارگاہ میں یوں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین، دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

حسن و جمال:

آپ نواسۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے حسن و جمال میں بے مثل اور سینے سے لے کر ٹخنوں تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے سر سے لے کر سینے تک نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب صحابہ کرام کو آپ کی یاد ستاتی تو دونوں شہزادوں (حضرات حسنین رضی اللہ عنہما) کو جمع کر لیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری صورت سامنے آجاتی اور زیارت کا لطف اٹھالیتے تھے۔

آپ کا چہرۂ انور پرکشش، شخصیت باوقار و بارعب، آنکھیں چمکدار و دوربین، پیشانی کشادہ، ناک مبارک قدرے بلند، رنگ سفید، اعضاء جسم میں تناسب، انداز گفتار میں ٹھہراؤ اور اسلوب رفتار میں قدرے تیزی تھی۔ یہ موزوں اوصاف آپ کے حسن و جمال کو واضح کرتے ہیں۔

اسی طرح انداز تلاوت قرآن، اسلوب عبادت و ریاضت، وعظ و تبلیغ، حسن معاملہ، مزاج میں نرمی، ایثار و مہمان نوازی، خدام سے حسن سلوک، صداقت و شرافت اور ایفاء عہد وغیرہ خصائل کے سبب بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ یہ تمام امور آپ کے حسن و جمال کے ترجمان تھے۔

سیرت فاطمہ کی تو صورت علی کی ہے
دنیا میں مصطفی کی نشانی حسین ہے

فضائل و مناقب:

آپ کے فضائل و کمالات اور مناقب کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔ تاہم چند ایک فضائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

الحسن اشبه الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم مابين الصدر الى الرأس، والحسين اشبه الناس بالنبى صلى الله عليه وسلم ما كان اسفل من ذلك. (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث ۱۳۶۶)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر سے لے کر سینے تک سب لوگوں سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نیچے والے جسمانی حصہ میں سب لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

۲۔ حضرت سالم بن ابوالجعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

انی سمیت ابنی هذین حسن و حسین باسماء ابنی هارون شبراً و شبیراً. (ایضاً، رقم الحدیث ۱۳۶۷)

بیشک میں نے اپنے ان دونوں بیٹوں کے نام حسن اور حسین حضرت ہارون علیہ السلام کے دونوں بیٹوں شبر اور شبیر کے

ناموں کی مناسبت سے تجویز کیے ہیں۔

۳- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة .

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۴- ایک دفعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

من احب ان ينظر الى سيد شباب الجنة، فلينظر الى هٰذا، سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم .

جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھے، تو اسے چاہیے کہ وہ اسے دیکھ لے۔ میں نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔

۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه حسن وحسين، هٰذا على عاتقه وهٰذا على عاتقه وهو يلثم هٰذا مرة، ويلثم هٰذا مرة حتى انتهى الينا، فقال له رجل: يا رسول الله! انك لتحبهما، فقال: من احبهما فقد احبني ومن ابغضهما فقد ابغضني . (ایضاً، رقم الحدیث ۱۳۷۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف برآمد ہوئے جبکہ آپ کے ساتھ حضرت امام حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے، ایک نواسہ ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر تھا، آپ یکے بعد دیگرے دونوں کو بوسے دیتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! بیشک آپ ان دونوں (نواسوں) سے محبت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جس شخص نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

۶- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

انى اوشك ان أدعىٰ فأجيب وانى تارك فيكم الثقلين، كتاب الله وعترتى اهل بيتى، وان اللطيف الخبير اخبرنى انهما لن يتفرقا حتى يردا على الحوض، فانظروا بما تخلفونى فيهما .

(ایضاً، رقم الحدیث ۱۳۸۳)

بیشک عنقریب مجھے بلایا جائے گا تو مجھے جانا پڑے گا، بیشک میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں: (i) کتاب اللہ، (ii) میری عترت یعنی میرے اہل بیت، بیشک مہربان وخبیر (اللہ تعالیٰ) نے مجھے بتایا یہ دونوں اشیاء مجھ سے جدا نہیں ہوں گی حتیٰ کہ حوض کوثر پر مجھے آملیں، پس تم دیکھو میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔

۷- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

كان جبرائيل عليه السلام عند النبی صلی الله عليه وسلم والحسين معی فبكی. فتركته فدنا من النبی صلی الله عليه وسلم فقال جبريل: أتحبه يا محمد؟ فقال: نعم. فقال: ان امتك ستقتله وان شئت أريتك من تربة الارض التی يقتل بها. فاراه اياه فاذا الارض يقال لها كربلاء.

(ایضاً، رقم الحدیث ۱۳۹۱)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میرے ساتھ تھے، وہ روئے تو میں نے انہیں چھوڑ دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد! کیا آپ اسے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ہاں، انہوں نے کہا: یقیناً آپ کی امت انہیں عنقریب شہید کر دے گی، اگر آپ پسند کرتے ہیں تو میں قتل گاہ کی مٹی لا کر آپ کو دکھاتا ہوں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مٹی لا کر دکھائی جو قتل گاہ سے لائی گئی تھی اور اس جگہ کا نام کربلا ہوگا۔

۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلی صلوٰة العشاء وكان الحسن والحسين يثبان على ظهره، فلما صلى قال: ابوهريرة: يا رسول الله! الا اذهب بهما الى امهما؟ فقال: رسول الله: لا، فبرقت، برقة فماز الافی ضوئهما حتى دخلا الى امهما.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھایا کرتے، تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے۔ جب آپ نے نماز سے فراغت حاصل کی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ان بچوں کو میں ان کی والدہ کے ہاں نہ چھوڑ آؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، پھر ایک بجلی سی روشنی نمودار ہوئی، وہ دونوں روشنی کی طرف چلے گئے پھر دونوں اپنی والدہ کے پاس چلے گئے۔

۹- حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

طلبت على ابن ابی طالب فی منزله فقالت فاطمة: قد ذهب يأتی برسول الله صلى الله عليه وسلم، اذجاء فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم ودخلت، فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم على الفراش، واجلس فاطمة على يمينه وعلى على يساره وحسن و حسين بين يديه فلفع عليهم بثوبه، فقال: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا○

(الاحزاب ۳۳)

میں حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ کی تلاش میں ان کے گھر گیا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ گھر لوٹ آئے، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی اندر داخل ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف فرما ہو گئے، حضرت فاطمہ کو اپنی دائیں جانب

حضرت علی کو اپنی بائیں جانب اور حسنین کو اپنے سامنے بٹھا لیا پھر ان پر اپنا کپڑا تان کر فرمایا: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ

۱۰-حضرت یعقوب بن ابی نعم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

كنت عند ابن عمر فساله رجل عن دم البعوض، فقال: ممن انت؟ قال: من اهل العراق قال: انظروا الى هٰذا يسالنى عن دم البعوض وقد قتلوا ابن رسول الله، وقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: هما ريحانتى من الدنيا رضى الله عنهما.

میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، ان میں سے ایک شخص نے مچھر کے خون (یعنی مچھر مارنے کے گناہ) کے بارے میں دریافت کیا؟ تو آپ نے دریافت کیا: تمہارا تعلق کن لوگوں سے ہے؟ اس نے جواب دیا: اہل عراق سے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس شخص کو دیکھیں کہ یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں شرعی مسئلہ دریافت کرتا ہے جبکہ انہوں نے نواسۂ رسول کو شہید کر دیا ہے! میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: یہ دونوں (حسنین کریمین) میرے دو خوشبودار پھول ہیں۔

۱۱-حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قالت لى امى: متى عهدك بالنبى صلى الله عليه وسلم فذكر الحديث، وقال: فى آخره: سيأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فيستغفر لى ولك، فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فصليت معه المغرب قال: فصلى ما بينهما مابين المغرب والعشاء ثم انصرف فاتبعته قال: فبينما هو يمشى اذ عرض له عارض فناجاه ثم مضى، واتبعته فقال: من هٰذا؟ قلت: حذيفة، قال: ماجاء بك يا حذيفة؟ فأخبرته بالذى قالت لى امى، فقال: غفر الله لك يا حذيفة ولامك اما رأيت العارض الذى عرض لى؟ قلت: بلىٰ، بابى انت وامى قال: فانه ملك من الملائكة لم يهبط الى الارض قبل ليلته هذه، استأذن ربه فى ان يسلم على فبشرنى او فأخبرنى: ان الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة وان فاطمة سيدة نساء اهل الجنة. (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث: ۱۴۰۶)

مجھ سے میری والدہ نے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کب جاتے ہو؟ پھر راوی نے مکمل حدیث بیان کی اور اس کے آخر میں کہا: عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو وہ میرے لیے اور آپ کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں گے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب اور نماز عشاء کے درمیان والی نماز پڑھی (یعنی مغرب کی سنتیں ادا کیں) پھر آپ نے نماز مکمل کر لی تو میں آپ کے پیچھے چل پڑا۔ اسی دوران کہ آپ چلے جا رہے تھے تو ایک آدمی آپ کے سامنے آیا اور اس نے آپ سے سرگوشی کی اور پھر چلا گیا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: حذیفہ۔ آپ نے فرمایا: حذیفہ! کس

لیے آئے ہو؟ میں نے آپ کو وہ بات بتلائی جو میری والدہ نے مجھ سے کی تھی (انہوں نے دعا کی درخواست کی تھی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حذیفہ! اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت فرمائے۔ کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو میرے سامنے آیا تھا؟ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! کیوں نہیں (ضرور دیکھا تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فرشتہ تھا، جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا تھا، اس نے اپنے پروردگار سے مجھ کو سلام کرنے کی اجازت طلب کی، پھر اس نے مجھے یہ بشارت دی، یا (فرمایا کہ) مجھے خبر دی کہ بلاشبہ حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) نوجوان جنتیوں کے سردار ہوں گے اور یقیناً فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔

شہادت:

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کی خبر آپ کی ولادت سے ہی مشہور ہو گئی تھی، مدینہ طیبہ میں قیام تھا، اہل عراق نے خطوط لکھ کر کوفہ بلایا، خطوط میں انہوں نے آپ کی بیعت کرنے کا وعدہ کیا۔ آپ بہتر (۷۲) جان نثاروں کی قیادت کرتے ہوئے عراق (کوفہ) پہنچے، آپ کے آتے ہی اہل کوفہ نے آپ سے بے وفائی کی، آپ کے خون کے پیاسے بن گئے، جنگ و جدال کے لیے تیار ہو گئے، کھانے پینے کی اشیاء حسینی لشکر سے روک لی گئیں، تین ایام تک پانی سے بھی محروم رکھا گیا پھر یکے بعد دیگرے رفقاء کو شہید کر دیا گیا۔

بالآخر یزیدی درندوں کے ہاتھوں ۱۰ محرم ۶۱ھ کو بروز جمعۃ المبارک میدان کربلا میں آپ کی شہادت ہوئی۔

کونین میں بلند ہے رتبہ حسین کا — فرش زمین سے عرش تک شہرہ حسین کا
بے مثل ہے جہاں میں کنبہ حسین کا — سلطان دو جہاں ہے نانا حسین کا
قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے — اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس کہاں دفن کیا گیا؟ شہادت کے بعد آپ کا جسد اقدس عراق میں مدفون ہوا لیکن سر اقدس کے بارے میں مشہور دو قول ہیں:

(i) سر اقدس سرزمین عراق (کوفہ) میں دفن کیا گیا۔

(ii) مدینہ طیبہ روانہ کیا گیا تھا، جنت البقیع میں حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اولاد امجاد:

امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پانچ خواتین سے نکاح کیا، جن کے بطن سے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت شہربانو رضی اللہ عنہا: آپ فا[illegible] ہور حکمران نوشیرواں العادل کی اولاد سے تھیں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فارس فتح ہوا تو یہ اسیر ہو کر بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئیں، حضرت امام عالی مقام کے حرم میں آئیں

اوران کے بطن سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۲۔ حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا: ان کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے: لیلیٰ بنت ابی مرہ بن مرہ بن عروہ بن مسعود بن معتب الثقفی۔ آپ، امام عالی مقام کے عقد میں آئیں اوران کے بطن سے حضرت علی اکبر پیدا ہوئے۔

۳۔ حضرت رباب رضی اللہ عنہا: آپ مشہور شاعر عرب امراء القیس کی اولاد سے ہیں، حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اوران کے بطن سے حضرت سکینہ اور حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

۴۔ حضرت اُمّ اسحاق رضی اللہ عنہا: آپ، مشہور صحابی رسول حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے حرم میں آئیں اوران کے بطن سے حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

۵۔ حضرت قضاعیہ رضی اللہ عنہا: آپ قبیلہ بنو قضاعیہ سے متعلق تھیں، اسی لیے قضاعیہ نسبت سے مشہور تھیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اوران کے بطن سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حدیث باب پرایک اعتراض اوراس کا جواب:

حدیث باب میں حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کو جنتی نو جوانوں کا سردار قرار دیا گیا ہے، اس طرح انہیں نہ صرف جنتی بلکہ جنتی لوگوں کا سردار بتا کران کی عظمت وشان بیان کی گئی ہے۔

سوال: روایات سے ثابت ہے کہ سب اہل جنت نو جوان ہوں گے تو پھر حسنین رضی اللہ عنہما کو جنتی نو جوانوں کے رئیس قرار دینے کا کیا مطلب ہوا؟

جواب: بلاشبہ سب اہل جنت نو جوان ہوں گے مگر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جولوگ جوانی کے عالم میں فوت ہوئے ہوں گے، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ان کے سردار ہوں گے۔

سوال: سب اہل جنت نو جوان ہوں گے، نو جوانوں کے سردار حسنین (رضی اللہ عنہما) ہوں گے، تو اس سے غیر نبی کا نبی پر اور خلفاء راشدین سے افضل ہونا لازم آتا ہے، جو درست نہیں ہے؟

جواب: حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی اس افضلیت سے انبیاء ومرسلین علیہم السلام اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم مستثنیٰ ہیں۔

(ماخوذ از فضائل صحابہ للبکری از ۲۱۳ تا ۲۲۲)

3702 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْمُهَاجِرِ اَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ اَبِي سَهْلٍ النَّبَّالُ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَخْبَرَنِي اَبِي اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

3702 - انفرد به الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (١/٤٤) حديث (٨٦)، و ذكره المتقي الهندي في كنز العمال (١٢/١٠٤) حديث (٣٤٢٥٥)، و عزاه للترمذي، و ابن حبان عن اسامة بن زيد.

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي قُلْتُ مَا هَذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ قَالَ فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِيَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا

حکم حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں: میرے والد حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا: ایک رات میں کسی کام سے گیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے چادر کے اندر کوئی چیز اوڑھ رکھی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا تھا۔ جب میں آپ ﷺ سے اپنی بات کر کے فارغ ہوا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ اندر کیا چیز ہے؟ جس کی وجہ سے آپ نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے چادر کو اتارا تو آپ کے پہلو پر حضرت امام حسن اور امام حسین تھے۔ یہ دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ میرے نواسے ہیں' میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں' تم بھی ان دونوں سے محبت کرو اور اس شخص سے بھی محبت کرو جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت کرنے والوں کے حق میں دعا فرمانا:

اس روایت میں حسنین رضی اللہ عنہما کی فضیلت دو طریقہ سے بیان کی گئی ہے:

(i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شہزادوں کو شفقت و محبت سے اپنے دونوں کولہوں پر اٹھا کر اوپر کپڑا ڈال رکھا تھا، پھر انہیں اپنے بیٹے قرار دیا جبکہ وہ دونوں آپ کے نواسے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دونوں نواسوں سے نہایت درجہ کی محبت تھی اور یہ محبت ان کی فضیلت کو اجاگر کرتی ہے۔

(ii) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہوئے کہا: اے پروردگار! میں ان دونوں شہزادوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور جو شخص ان سے محبت کرتا ہے' تو اس سے بھی محبت کر۔ اس دعا سے عیاں ہوتا ہے کہ حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنالیتا ہے، اہل آسمان اور اہل زمین بھی اس سے محبت کرتے ہیں یعنی اس کی عظمت و محبت کے ڈنکے زمین و آسمان میں بجتے ہیں۔

3703 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ

3703۔ اخرجه البخاری (۱۱۹/۷): كتاب فضائل الصحابة، باب: مناقب الحسن و الحسين رضی الله عنهما، حديث (...) (۱۰/۰٤٤): كتاب الادب، باب: رحمة الولد و تقبيله و معانقته، حديث (۵۹۹۴) وفی ... المفرد (...) و احمد (۹۳/۲ - ۱۱٤ - ۱۵۳) من طريق محمد بن ابی يعقوب، عن عبد الرحمن بن ابی نعم عن ابن عمر، فذكره.

بْنِ اَبِی یَعْقُوْبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی نُعْمٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ انْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا يَسْاَلُ عَنْ دَمِ الْبَعُوْضِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْيَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَمَهْدِیُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِی يَعْقُوْبَ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ عبدالرحمن بن ابی نعم بیان کرتے ہیں: عراق سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مچھر کے خون کے بارے میں دریافت کیا جو کپڑے پر لگ جاتا ہے' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص کو دیکھو! یہ مچھر کے خون کے بارے میں دریافت کررہا ہے جبکہ ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے کو شہید کیا ہے' تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ امام حسن اور حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

اس روایت کو شعبہ اور مہدی بن میمون نے محمد بن یعقوب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے' اس کی مانند ایک روایت نقل کی ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حسنین رضی اللہ عنہما پھول ہونا:

اس روایت میں بھی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی دو طریقے سے فضیلت بیان کی گئی ہے:

(i) کسی عراقی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ مچھر کو مارنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: تم مچھر کے ہلاک کرنے کا شرعی مسئلہ دریافت کرتے ہو حالانکہ تم لوگوں نے نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کر دیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا مسئلہ دریافت کرنے سے تمہیں شرم وحیاء آنی چاہیے۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں نواسوں سے پیار کرتے، انہیں اٹھاتے، انہیں چومتے اور انہیں سونگھتے تھے۔ آپ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! لوگ بچوں سے پیار کرتے ہوئے چومتے ہیں لیکن سونگھتے نہیں ہیں جبکہ آپ شہزادوں کو سونگھتے بھی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں نواسے دنیا میں میرے پھول ہیں اور بلاشبہ پھولوں کو سونگھا جاتا ہے۔

اس روایت میں لفظ ''ریحان'' استعمال کیا گیا ہے جس کا لغوی معنیٰ ہے: راحت، رحمت، رزق، آسائش، اطمینان، پھول اور خوشبودار گھاس وغیرہ۔ یہاں اس لفظ سے مراد ہے: رحمت، راحت، پھول اور خوشبودار گھاس وغیرہ۔

3704 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ حَدَّثَنَا رَزِيْنٌ قَالَ حَدَّثَتْنِىْ سَلْمٰى

متن حدیث: قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ وَهِىَ تَبْكِىْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِىْ فِى الْمَنَامِ وَعَلٰى رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ اٰنِفًا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◆◆ سلمٰی نامی خاتون بیان کرتی ہیں: میں (اُم المومنین) سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی' تو وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے ابھی نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے' یعنی خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ کے سر مبارک پر اور داڑھی مبارک پر مٹی تھی میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ یہ کس وجہ سے ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابھی میں حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

شرح

خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتل حسین رضی اللہ عنہ دیکھنا:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت کے وقت سے شہادت کا تذکرہ شہرہ پذیر تھا، ایک موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شہادت گاہ کی مٹی لاکر بھی دکھائی تھی اور حدیث باب میں بھی اس سے ملتا جلتا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

سوال: اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۵۹ھ میں ہوا جبکہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا قیامت خیز حادثہ ۶۱ھ میں پیش آیا، تو حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حادثہ شہادت دیکھنا اور بیان کرنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟

جواب: روایت میں موجود لفظ ''آنفاً'' بتا رہا ہے کہ حادثہ شہادت قدرت کی طرف سے خواب میں قبل از وقت دکھایا گیا تھا اور ایسا ہونا محالات میں سے ہرگز نہیں ہے۔

3705 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنِىْ يُوْسُفُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ

متن حدیث: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ اَهْلِ بَيْتِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ ادْعِىْ لِىَ ابْنَىَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا اِلَيْهِ

3705۔ انفرد به الترمذی. ينظر (تحفة الاشراف) (۱/ ۴۴۰) حديث (۱۷۰۷).من هذا الطريق، و اخرج الطبرانی فی (الصغير ۱/ ۶۵) عن ام سلمة من حديث شهر بن حوشب عنها بلفظ: (دخل علی رسول الله صلی الله عليه وسلم فجلس علی منامة لنا فجاءته فاطمة رضی الله عنها ببرمة ... فقال: ادعی لی حسنا و حسينا ... الحديث.

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا آپ کے اہل بیت میں آپ کے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: حسن اور حسین۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہا کرتے تھے: میرے دونوں بچوں کو بلا کر لاؤ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو سونگھا کرتے تھے' اور پھر اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے تھے۔

یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' منقول ہونے کے اعتبار سے'' غریب'' ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حسنین رضی اللہ عنہما سب سے زیادہ محبوب ہونا:

اس روایت میں اس حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے کہ اہل بیت اطہار میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محترم ومعزز حضرات حسنین رضی اللہ عنہما تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا عملی مشاہدہ اپنی آنکھوں سے اس وقت کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نواسوں کو بوسے دیتے، انہیں سونگھتے، انہیں اٹھاتے، اپنے جسم سے چمٹاتے، انہیں کپڑے میں چھپاتے اور انہیں اپنے کندھوں پر سوار کرتے تھے۔ پیار و محبت اور شفقت ایسا انداز دیکھ کر آسمان کے ملائکہ بھی ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے تھے کہ ایسا منظر پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

3706 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ يُصْلِحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قَالَ يَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا (یعنی امام حسن) سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

3706 - اخرجه البخاری (٥/٣٦١): كتاب الصلح. باب: قول النبی صلی الله علیه وسلم للحسن بن علی رضی الله عنهما: (ابنی هذا سعید، و لعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین)، حدیث (٢٧٠٤)، و اطرافه فی (٣٦٢٩ - ٣٧٤٦ - ٧١٠٩)، و ابوداؤد (٢/٦٢٧): كتاب السنة: باب: ما یدل علی ترك الكلام فی الفتنة، حدیث (٤٦٦٢)، و النسائی (٣/١٠٧): كتاب الجمعة: باب مخاطبة الامام رعیته و هو علی المنبر، و احمد (٥/٣٧ - ٤٤ - ٤٩ - ٥١) و الحمیدی (٢/٣٤٨) حدیث (٧٩٣) من طریق الحسن عن ابی بكرة الثقفی فذكره، و اخرجه احمد (٥/٤٧) قال: حدثنا عبد الرزاق، قال اخبرنا معمر، قال: اخبرنی من سمع الحسن یحدث عن ابی بكرة، فذكره.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی مراد امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے۔

شرح

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا دوگروہوں میں صلح کرانا:

خلیفہ چہارم، باب العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور دوسرے گروہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ اس طرح دو گروہ باہم سامنے آ گئے، دونوں میں روز بروز کشیدگی کی فضا میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، یہ کشیدگی کسی بھی وقت آتش نشاں پہاڑ کی طرح پھٹ کر جنگ کی صورت اختیار کر سکتی تھی۔ دونوں گروہوں کے مابین صلح کی اشد ضرورت تھی ورنہ ملت اسلامیہ ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہو سکتی تھی۔ چنانچہ چھ ماہ تک خلافت کی خدمات انجام دینے کے بعد ملت اسلامیہ کے اتحاد کے لیے قربانی دیتے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ آپ کی طرف سے دستبرداری کا اعلان اللہ تعالیٰ کی مدد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے عین مطابق تھا۔ علاوہ ازیں اتحاد و اتفاق میں تو برکت ہوتی ہے مگر مخالفت و جدال میں نقصان کے علاوہ کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔

3707 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ (إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) فَنَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ

◆◆ حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے اور اسی دوران حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ آئے ابھی (دونوں بچے تھے) انہوں نے سرخ قمیص پہنی ہوئی تھیں یہ چلتے تھے تو چلتے ہوئے گر پڑتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ منبر سے نیچے اترے اور آپ ﷺ نے دونوں کو اٹھایا اور اپنے آگے بٹھا لیا اور پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ ارشاد فرمایا ہے:

3707 - اخرجه ابوداؤد (۱/۳۵۸): كتاب الصلاة باب: الامام يقطع الخطبة للامر يحدث، حديث (۱۱۰۹)، و النسائی (۳/۱۰۸): كتاب الجمعة: باب: نزول الامام عن المنبر قبل فراغه من الخطبة و قطعه كلامه، ورجوعه اليه يوم الجمعة (۳/۱۹۲): كتاب صلاة العيدين: باب: نزول الامام عن المنبر قبل فراغه من الخطبة، و ابن ماجه (۲/۱۱۹۰): كتاب اللباس باب لبس الاحمر للرجال ... و اقد عن عبد الله بن بريدة عن ابيه، فذكره.

"بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں"۔

جب میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا' یہ دونوں آتے ہیں اور چلتے ہوئے گر جاتے ہیں' تو مجھ سے صبر نہیں ہوا' تو میں نے اپنی گفتگو روک کر ان دونوں کو اٹھالیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف حسین بن واقد نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

اولاد سے محبت فطری امر ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسوں سے محبت کی ایک جھلک حدیث باب میں دکھائی گئی ہے۔ دونوں شہزادوں کا بچپن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف کے منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں، دونوں نواسے لڑکھڑاتے منبر شریف کی طرف بڑھ رہے ہیں، مجمع کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کا مرکز بنے ہوئے ہیں، منبر کے قریب آنے پر محبت اس قدر غالب آتی ہے کہ خطبہ منقطع کر کے آپ انہیں آغوش میں اٹھا لیتے ہیں، پھر خطبہ کا سلسلہ جاری کرتے ہیں اور یہ ارشاد خداوندی پڑھتے ہیں: اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن: ۱۵) بیشک تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہے۔

3708 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: حُسَيْنٌ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّاِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ وَّقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ

◆◆ حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت رکھے' جو حسین سے محبت رکھتا ہے۔ حسین (میرا) نواسہ ہے۔ (یعنی مجھے اس پر فخر ہے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف عبداللہ بن عثمان سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔ کئی راویوں نے اسے عبداللہ بن عثمان سے نقل کیا ہے۔

3708۔ اخرجه ابن ماجه (۵۱/۱): المقدمة، حديث (۱۴۴)، و احمد (۱۷۲/۴)، من طريق عبد الله بن عثمان بن خيثم عن سعيد بن ابى راشد، فذكره.

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہم مزاج ہونا:

حدیث باب کے متعدد مطالب ومفاہیم بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک آسان وعام فہم مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہم مزاج وہم مشرب ہیں۔ ایک مفہوم یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک سے محبت دوسری ذات سے محبت ہے اور ایک کی توہین دوسری ذات کی توہین کو مستلزم ہے۔ یعنی حضرت امام سے عقیدت ومحبت، نبی کریم علیہ السلام سے محبت ہے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

لفظ ''سبط'' سے مراد درخت کی جڑ ہے جس سے کثیر درخت بن جاتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق لفظ ''سبط'' کا اطلاق باپ پر ہوتا ہے جس سے بکثرت اولاد پیدا ہوتی ہے۔ بلا شبہ یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کا رنگ دھار چکا ہے اور اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج بھی اولاد حسین رضی اللہ عنہ کروڑوں کی تعداد میں موجود ہے۔

3709 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کوئی شخص، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت نہیں رکھتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3710 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهٗ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ الزُّبَيْرِ

◆◆ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3709۔ اخرجه البخاری (۱۱۹/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب الحسن و الحسين رضي الله عنهما، حديث (۳۷۵۲)، احمد (۱٦٤/۳ ۔ ۱۹۹) و عبد بن حميد ص (۳۵۱) حديث (۱۱٦۰) من طريق معمر عن الزهري عن انس، فذكره.

اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) سے بھی روایت منقول ہے۔

3711 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ اَسْلَمَ اَبُوْ بَكْرٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ قَالَتْ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيْءَ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَقُوْلُ بِقَضِيْبٍ لَّهٗ فِيْ اَنْفِهٖ وَيَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا قَالَ قُلْتُ اَمَا اِنَّهٗ كَانَ مِنْ اَشْبَهِهِمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ابن زیاد کے پاس موجود تھا۔ اس کے پاس امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا۔ اس نے اپنے پاس موجود چھڑی کے ذریعے ان کی ناک کو کریدا اور بولا: میں نے ایسا خوبصورت شخص نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے کہا: یہ نبی اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3712 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ هَانِئِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ عَلِيٍّ

متنِ حدیث: قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّاْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حسن نبی اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ سینے سے لے کر سر تک اور حسین نبی اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس کے نچلے حصے کے اعتبار سے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہونا:

ان روایات میں ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ شکل وصورت کے اعتبار سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر سے لے کر سینہ مبارک تک اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سینہ مبارک سے لے کر ٹخنوں تک زیادہ مشابہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ستاتی یا آپ کی زیارت کرنا مقصود ہوتا تو وہ دونوں نواسوں کو اکٹھا کرتے اور ان کو دیکھنے سے آپ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ دونوں نواسے محض شکل و

3712 - اخرجه احمد (۱/۹۹ - ۱۰۸) من طريق اسرائيل، عن ابی اسحاق، عن هانی بن هانی عن علی فذكره.

صورت میں ہی اپنے نانا جان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں تھے بلکہ حسن اعتقاد و اعمال، عبادت و ریاضت، نشست و برخاست، رفتار و گفتار، ایثار و قربانی، حق گوئی و صداقت اور خدمت خلق و حسن معاملہ وغیرہ امور میں بھی مظہر اتم و مشابہ تھے۔

سوال: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ زیادہ مشابہ تھے، یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: (i) جب تک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بقید حیات رہے، آپ زیادہ مشابہ تھے اور ان کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ زیادہ مشابہ تھے۔

(ii) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے سر مبارک سے سینۂ اقدس تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے لے کر پاؤں تک زیادہ مشابہ تھے۔

3713 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا جِیْءَ بِرَاْسِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَّاَصْحَابِهٖ نُضِّدَتْ فِي الْمَسْجِدِ فِي الرَّحَبَةِ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ جَائَتْ قَدْ جَائَتْ فَاِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَائَتْ تَخَلَّلُ الرُّؤُسَ حَتّٰى دَخَلَتْ فِيْ مَنْخَرَيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتّٰى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوْا قَدْ جَائَتْ قَدْ جَائَتْ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عمارہ بن عمیر بیان کرتے ہیں: جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کا سر لایا گیا اور اسے رحبہ میں' مسجد میں رکھا گیا' تو میں بھی وہاں آیا' تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا: وہ آ گیا وہ آ گیا' وہاں ایک سانپ تھا' جو آیا۔ وہ سانپ سروں کے درمیان میں سے گزرتا ہوا عبید اللہ بن زیاد' کے نتھنوں کے اندر گھس گیا۔ تھوڑی دیر ٹھہرا پھر نکلا اور چلا گیا اور پھر غائب ہو گیا۔ پھر لوگ بولے: وہ آ گیا' وہ آ گیا' سانپ نے دو یا تین مرتبہ ایسا کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

ابن زیاد کو گستاخی کی سزا دنیا میں ملنا:

عبید اللہ بن زیاد، زیاد کا لڑکا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھتیجا اور یزید بن معاویہ کا چچا زاد بھائی تھا۔ حادثۂ کربلا کے وقت عبید اللہ بن زیاد کوفہ کا گورنر تھا، یزید اور اس کی ناپاک کوشش سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کو شہید کیا گیا

3713 - انفرد به الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۳/۳۱۷، ۳۱۸) حديث (۱۹۱٤۰). عن عمارة بن عمير التيمي الكوفي.

تھا، شہادت کے بعد حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا، اس نے گستاخانہ انداز میں آپ کی ناک اور آنکھ کو چھڑی لگائی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن زیاد! اپنی چھڑی اٹھاؤ یہ وہ چہرۂ انور ہے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسے دیے ہیں۔ یہ بات سن کر اس نے اپنی ناپاک چھڑی ہٹالی۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کرنے والوں سے قدرت نے انتقام اس طرح لیا کہ ۶۲ھ میں ابراہیم بن الاشتر کے ہاتھوں ابن زیاد اور اس کے تمام رفقاء قتل کیے گئے، ان کی لاشیں نذر آتش کی گئیں اور ان کے سر مکہ میں حضرت محمد بن حنفیہ یا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے پاس بھیجے گئے، یہ تمام سر مسجد رحبہ میں ترتیب سے رکھے گئے تھے۔ حدیث باب کے مطابق ایک باریک سانپ ان سروں میں گھسنے لگا، ابن زیاد کے دونوں نتھنوں سے داخل ہو کر کچھ دیر اندر ٹھہرا رہا پھر نکل کر چلا گیا حتیٰ کہ غائب ہو گیا۔ پھر لوگوں نے کہا: آ گیا آ گیا، سانپ نے تین بار ایسا کیا۔

3714 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَا اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيْبٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ

متنِ حدیث: قَالَ سَاَلَتْنِیْ اُمِّیْ مَتٰی عَهْدُكَ تَعْنِیْ بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا لِیْ بِهٖ عَهْدٌ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَنَالَتْ مِنِّیْ فَقُلْتُ لَهَا دَعِيْنِیْ اٰتِی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُصَلِّیَ مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَاَسْاَلُهٗ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ لِیْ وَلَكِ فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلّٰى حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ انْفَتَلَ فَتَبِعْتُهٗ فَسَمِعَ صَوْتِیْ فَقَالَ مَنْ هٰذَا حُذَيْفَةُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ قَالَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَاْذَنَ رَبَّهٗ اَنْ يُّسَلِّمَ عَلَیَّ وَيُبَشِّرَنِیْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِسْرَآئِيْلَ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری والدہ نے مجھ سے دریافت کیا: تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کب ملاقات کی تھی۔ میں نے کہا میں نے فلاں دن سے ملاقات نہیں کی ہے، تو میری والدہ نے مجھے برا کہنا شروع کیا تو میں نے کہا آپ مجھے چھوڑیں میں ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کروں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے اور آپ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مغرب کی نماز ادا کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کر لی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز سن لی اور دریافت کیا: کون ہے؟ حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے

3714 - اخرجه احمد (۵/۳۹۱ - ۴۰۴)، و النسائی فی فضائل الصحابة (۱۹۳ - ۲۶۰)، و ابن خزيمة (۲/۲۰۶) حديث (۱۱۹۴) من طريق اسرائيل بن يونس، عن ميسرة بن حبيب، عن المنهال بن عمرو، عن زر بن حبيش عن حذيفة بن اليمان، فذكره.

دریافت کیا: تمہیں کیا کام ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت کرے! (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) بعد میں نبی اکرم ﷺ نے بتایا: آج ایک فرشتہ نازل ہوا جو پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے پروردگار سے یہ اجازت مانگی کہ وہ مجھے سلام کرے اور مجھے یہ خوشخبری دی ہے: فاطمہ جنت کی تمام خواتین کی سردار ہے اور حسن اور حسین جنت کے تمام نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اس کو صرف اسرائیل نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی خواتین کی سردار ہونا:

خواہ اس حدیث میں متعدد امور کا تذکرہ ہے لیکن اہم ترین مضمون حضرت خاتون جنت اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کی عظمت وفضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلی دفعہ زمین میں نزول کرنے والا فرشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خوشخبری لے کر حاضر ہوا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی خواتین کی رئیسہ ہیں اور حسنین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

اس خوشخبری سے حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو آخرت میں یعنی دخول جنت کے بعد یہ مقام حاصل ہوگا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی خواتین کی سردار ہوں گی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسے جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔

3715 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ حَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

⇔ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور دعا کی۔

''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں' تو بھی ان دونوں سے محبت کر''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3716 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ

3715۔ انفردبه الترمذی، من اصحاب الكتب الستة و ذكره المتقی الهندی فی كنز العمال (۱۱۹/۱۲)، حدیث (۳٤۲۸۰)، و عزاه للترمذی، وقال: حسن غریب عن البراء بن عازب۔

متن حدیث: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهُوَ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الْفُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور آپ ﷺ یہ دعا کر رہے تھے۔

''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ یہ فضیل بن مرزوق سے منقول حدیث سے زیادہ مستند ہے۔

3717 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَهْرَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَزَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ قَدْ ضَعَّفَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ ایک صاحب بولے: اے لڑکے! تم کتنی بہترین سواری پر سوار ہو؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سوار بھی تو خوب ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اس کے راوی زمعہ بن صالح کو بعض اہل علم نے ان کے حافظے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

فضائل حسنین رضی اللہ عنہما پر تین متفرق احادیث مبارکہ:

پہلی دو احادیث میں ایک دعا کا تذکرہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ سے التجاء کی گئی ہے کہ وہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت

3716 ۔ اخرجه البخاری (۱۱۹/۷): کتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب الحسن و الحسین رضی الله عنهما، حدیث (۳۷۴۹)، و فی الادب المفرد (۸۶)، و مسلم (۲۷۵/۸ ۔ الابی) کتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم، باب: فضائل الحسن و الحسین رضی الله عنهما، حدیث (۵۸ ۔ ۲۴۲۲/۵۹)، و احمد (۲۸۳/۴ ۔ ۲۹۲) من طریق شعبة، عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب فذکره.

3717 ۔ انفردبه الترمذی. ینظر (تحفة الاشراف) (۱۳۵/۵) حدیث (۶۰۹۶). من هذا الطریق، و اخرج الطبرانی فی الکبیر (۶۲/۳) نحوه عن ابی البختری عن سلمان فذکره.

یعنی زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان ہوا ہے کہ میں اپنے ان دونوں نواسوں سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا اے اللہ! تو بھی ان سے محبت کر۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کرنے سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جائے گا۔

ایک روایت میں یوں بھی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور جو شخص ان سے محبت کرتا ہے تو ان سے بھی محبت کر۔

تیسری حدیث باب میں صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر سوار کیے ہوئے جا رہے تھے کہ کسی نے دیکھ کر کہا: نعم المرکب یعنی سواری بہت خوبصورت ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً فرمایا: نعم الراکب ۔ سوار بھی تو خوبصورت ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے زمانہ بچپن کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں سواری بنے ہوئے تھے، بطور لگام ایک رسی اپنے منہ میں لیے ہوئے تھے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی پشت مبارک پر سوار کیے ہوئے تھے، وہ رسی بطور لگام امام حسین کو تھمائے ہوئے تھے اور اپنے گھر کے صحن میں چکر کاٹ رہے تھے۔ اسی دوران حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور صورتحال سے متاثر ہو کر عرض گزار ہوئے: نعم المرکب یعنی سواری بہت خوبصورت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم الراکب یعنی سوار بھی خوبصورت ہے۔

بَاب مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 26: نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کے مناقب کا بیان

3718 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ هُوَ الْاَنْمَاطِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّتِهٖ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَيْتِیْ

فی الباب: قَالَ : وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ وَّاَبِیْ سَعِيْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3718 ۔ تفرد بهذا الرواية من هذا الطريق الترمذی من اصحاب الكتب الستة، و اخرجه الطبرانی (۶۳/۳)، حديث (۲۶۸۰)، و ذكره الشيخ الالبانی فی (السلسلة الصحيحة) (۳۵۵/۴)، حديث (۱۷۶۱)، و صححه، و قال: و للحديث شاهد من حديث زيد بن ارقم، اخرجه مسلم (۱۲۲/۷، ۱۲۳)، و الطحاوی فی (مشكل الآثار) (۳۶۸/۴)، و احمد (۳۶۶/۴، ۳۶۷)، و ابن ابی عاصم فی السنة (۱۵۵۰، ۱۵۵۱)، و الطبرانی فی الكبير رقم (۲۶۸۰).

توضیح راوی: قَالَ وَزَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ قَدْ رَوَى عَنْهُ سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت امام جعفر صادق اپنے والد (امام محمد باقر) کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے دن دیکھا۔ آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''اے لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم اس کو تھامے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت''۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

زید بن حسن نامی راوی سے سعید بن سلیمان اور کئی اہل علم نے احادیث روایت کی ہیں۔

شرح

اہل بیت اطہار: خصوصیات، محبت اور ثمرات محبت

خصائص اہل بیت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات، حسنین کریمین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سب اہل بیت اطہار میں شامل وداخل ہیں۔ قرآن وسنت میں ان کے فضائل وکمالات، خصائص ومناقب اور مراتب ومقامات بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے چند حقائق حسب ذیل ہیں:

ارشاد خداوندی ہے:

۱- قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ط (شوریٰ: ۲۳)

''(اے محبوب!) آپ فرمادیں کہ میں اس (دعوت وتبلیغ حق) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا بجز اقارب کی محبت کے۔''

حضور ضیاء الامت رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا کہ اللہ کے بندے جو طرح طرح کی گمراہیوں کے باعث اپنے رب سے دور جاچکے ہیں پھر قریب ہوجائیں۔ کفر وشرک کے اندھیروں سے نکل کر پھر نور ہدایت سے اپنے قلب ونظر کو روشن کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لگن کا یہ عالم تھا کہ دن رات اسی میں مشغول رہتے۔ ان کو سمجھاتے وہ غصہ میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیتے، وہ گالیاں بکتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا دیتے۔ وہ روشن معجزات دیکھ کر اور

آیات الٰہی سن کر بھی کفر سے چمٹے رہنے پر اصرار کرتے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیق دل پر غم واندوہ کے بادل گھر آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر اللہ کی جناب میں ان کی مغفرت اور ہدایت کے لیے دعائیں مانگتے۔ اخلاص و محبت کے یہ بے مثل انداز کفار مکہ نے بھلا کب کہیں دیکھے تھے۔ وہ دل ہی دل میں خیال کرتے کہ اس ساری جدوجہد اور شبانہ روز تگ ودو کے پس منظر میں کوئی بڑا مقصد ہے۔ جس کے حصول کے لیے یہ شخص محنت اور مشقت برداشت کر رہا ہے، اور ہمارے جور وجفا پر اتنے حوصلہ اور حلم کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ دولت جمع کرنا چاہتا ہے یا اقتدار کی ہوس ہے یا ہمارا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔ جس کے باعث انہوں نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ اے نادانو! تم کس ادھیڑ پن میں ہو۔ لو سن لو میں اپنی جان کاہیوں کا، ان دل سوزیوں کا تم سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرنا چاہتا نہ آج نہ کل اور نہ کبھی قیامت تک۔ البتہ میری یہ خواہش ضرور ہے کہ تم نے آپس میں قتل وغارت کا جو بازار گرم کر رکھا ہے، اور ایک دوسرے کو ایذاء پہنچانے میں اپنی قوتیں صرف کر رہے ہو اس سے باز آجاؤ اور آپس میں محبت کرو۔ تمہاری باہمی رشتہ داریاں اور قرابتیں ہیں تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ بھائی بھائی کا گلا کاٹے۔ چھوٹا بڑے کی پگڑی اچھالے، کسی کی جان، کسی کا مال محفوظ نہ ہو۔ مجھے تمہارا انداز پسند نہیں ہے۔ میں تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ایک دوسرے سے محبت اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھو تاکہ تمہاری زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی نمودار ہو جائے۔ (پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ج:۴، ص:۳۷۶)

حضرت پیر صاحب دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ قرابت داروں، خاندان بنو ہاشم خصوصاً اہل بیت کرام کی محبت، ان کا ادب واحترام عین ایمان بلکہ جان ایمان ہے، جس کے دل میں اہل بیت کے لیے محبت نہیں وہ یوں سمجھے کہ اس کی شمع ایمان بجھی ہوئی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ جتنی کسی کی قرابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اس کی محبت واحترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ ایک نہیں صدہا ایسی صحیح احادیث موجود ہیں جن میں اہل بیت پاک سے محبت کرنے اور ان کا ادب ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بیشک اہل بیت پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ شجر ایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس گل کی مہک ہے، یہ اس خورشید کی چمک ہے جہاں ایمان ہوگا وہاں حب آل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہوگی۔

(پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ج:۴، ص:۳۷۷)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حب اہل بیت عین ایمان بلکہ جان ایمان ہے۔ جس مسلمان کو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی محبت ہوگی تو اسے آپ کے اہل بیت سے بھی اتنی محبت ہوگی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے اہل بیت اطہار سے غیر مشروط محبت کی جائے۔

قرآن کریم کا دوسرا اعلان ہے:

۲۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (الاحزاب:۳۳)

''اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کر دے اور تمہیں مکمل طور پر پاک کر دے۔''

اُم المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اس آیت کا شانِ نزول یوں بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف فرما تھے کہ آپ نے فرمایا: اے اُمّ سلمہ! گھر میں کسی کو داخل نہ ہونے دینا، حضرت خاتونِ جنت تشریف لائیں تو میں انہیں منع نہ کر سکی، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے انہیں روکنا آداب کے خلاف سمجھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اپنی چادر میں چھپالیا پھر دعا کی: ''اے پروردگار! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے پلیدی کو دور کر دے اور انہیں پاک کر دے۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ (امام ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج:۳،ص:۸۰۷)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے کہ اطلاع ملی کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما آئے ہیں، آپ نے فرمایا: اے سلمہ! تم میرے اہل بیت سے ایک طرف ہو جاؤ۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر الگ ہو کر بیٹھ گئی، ان کے ساتھ حسنین رضی اللہ عنہما تھے، آپ نے دونوں شہزادوں کو بوسہ دیا، پھر سب کو اپنی چادر میں چھپالیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے پروردگار! تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف میں اور میرے اہل بیت، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی؟ فرمایا: تم بھی۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ میں آپ کی دعا کے وقت گھر کے ایک کونے میں موجود تھی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم بھلائی کی جانب ہو، تم نبی کی بیویوں میں سے ایک ہو۔ اس وقت گھر میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ (امام ابن کثیر، تفسیر القرآن، ج:۳،ص:۸۰۸)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ کی قسم! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے حسن سلوک مجھے اپنے قرابت داروں کے سلوک سے زیادہ پیارا ہے۔''

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ کا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام سے بھی زیادہ اچھا لگا اگر وہ اسلام لاتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا اسلام خطاب کے اسلام سے زیادہ پسند تھا۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ہم اہل سنت کے نزدیک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بھی اہل بیت، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت سیدہ طاہرہ، حضرات حسنین کریمین بھی اہل بیت ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی طور پر ان کو اپنی عباء کے سایہ میں لینے اور ان کو: ''هٰؤلاءِ بيتي'' فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ عرب میں بھی بلکہ ہر جگہ مسلمہ دستور یہ ہے کہ نسب باپ کی طرف سے چلتی ہے نہ کہ ماں کی طرف سے مثلاً اگر باپ گوندل ہو اور ماں راجپوت ہو، تو اس کے بطن سے جو اولاد ہوگی وہ گوندل کہلائے گی نہ کہ راجپوت۔ اس بین الاقوامی طور پر مسلمہ قاعدہ کے مطابق حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے فرزندان ارجمند حضرت ابوطالب کی اولاد اور نسل سے شمار ہونے چاہئیں تھے نہ کہ حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور نسل سے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح دیگر بے شمار خصوصیات سے نوازا ہے یہ خصوصیت بھی بخشی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد حضرت سیدہ طاہرہ کے بطن سے اولاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شمار ہوئی نہ کہ ذریت ابوطالب۔ اسی نسبت کی برکت سے سادات کرام میں سے جو حضرات شریعت اسلامیہ کی پابندی کرتے اور راہوار عزیمت پر سوار ہوکر ریاضت اور مجاہدہ کے میدان میں قدم رکھتے ہیں وہ دیگر حضرات سے گوئے سبقت لے جاتے ہیں۔''

محبت اہل بیت کے فوائد وثمرات:

اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت عبادت سے کم نہیں ہے اور عبادت کا صلہ مغفرت ذنوب، بلندی درجات، بارگاہ خداوندی میں قدر ومنزلت میں اضافہ اور دخول جنت ہے۔ اس حوالہ سے چند ایک شواہد حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے ایمان والو! آگاہ ہو جاؤ جو محبت اہل بیت میں مرے گا وہ شہید ہوگا، وہ بخشا ہوا ہوگا، اس کی قبر میں جنت کے دروازے کھولے جائیں گے، اسے مرتے وقت ملک الموت جنت کی بشارت دے گا، منکر ونکیر قبر میں اسے جنت کا مژدہ سنائیں گے، دولہن کی طرح بخوشی وہ جنت میں جائے گا، وہ توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوگا، رحمت کے فرشتے اس کی قبر پر آئیں گے اور وہ کامل الایمان ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ! جو شخص آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت وبغض رکھے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ رحمت خداوندی سے محروم ہے، وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا اور وہ کافر ہو کر مرے گا۔

(نواسۂ سید الابرار، ص:۱۷۳)

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرد اہل بیت حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن رضی اللہ عنہم کی حمایت کے نتیجہ میں قید کیا گیا جبکہ بظاہر منصب قضاء قبول نہ کرنے کا بہانہ تھا۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابراہیم بن زید بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہم کی حمایت کا اعلان کیا تھا، جس کے نتیجہ میں حکومتی عتاب سے محفوظ رہنے کے لیے کئی ایام تک چھپے رہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے یزید پلید کے کفر کا فتویٰ دیا تھا اور یزید پر لعنت جائز قرار دی تھی۔

(امام ابویوسف النبہانی، الشرف المؤبد، ص:۲۴۱)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی لگاؤ کی وجہ سے اہل بیت سے جنون کی حد تک عقیدت و محبت تھی، جس کے نتیجہ میں گمراہ اور کج فہم لوگوں نے آپ پر رافضی کا الزام عائد کیا تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔

چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱- یا اہل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

۲- کفاکم من عظیم القدر انکم — من لم یصل علیکم لاصلوٰۃ لہ

۳- اذا نحن فضلنا علیاً فاننا — روافض بالتفضیل عند ذی الجھل

۴- وفضل ابی بکر اذا ما ذکرتہ — رمیت بنصب عند ذکری للفضل

۵- قالوا الرفضۃ قلت کلا — ما الرفض دینی ولا اعتقادی

۶- ولٰکن تولیت غیر شک — خیر امام وخیر ھادی

۷- ان کان رفضاً حب اٰل محمد — فلیشھد الثقلان انی رافض

i- اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار! تم سے محبت کرنا قرآن میں اللہ نے فرض قرار دیا۔

ii- اے اہل بیت! تمہاری عظمت وفضیلت کے لیے یہی بات کافی ہے جس نے تم پر درود نہ بھیجا اس کی نماز نہیں ہے۔

iii- جب ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی تو اس فضیلت بیان کرنے کی وجہ سے جہلاء کے نزدیک ہم رافضی قرار پائے۔

iv- جب ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے تو اس وقت ہم پر ناصبی ہونے کا الزام عائد کیا جاتا تھا۔

v- جن جہلاء نے مجھے رافضی قرار دیا تو میں نے جواب دیا: حاشا میرا دین اور اعتقاد رافضیوں جیسا نہیں ہے۔

vi- لیکن اس بات میں شک نہیں ہے کہ میں بہتر وافضل امام اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی رکھتا ہوں۔

vii- اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا رافضیت ہے، تو دونوں جہاں اس بات پر گواہ ہو جائیں کہ بیشک میں رافضی ہوں۔

۳- جب نجران نے دعوت توحید کو تسلیم نہ کیا اور اپنے عقیدہ تثلیث پر اڑے رہے تو ان معاندین پر حجت قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ (آل عمران: ۶۱)

''پس (اے محبوب!) آپ اعلان فرمادیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلا لاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو لے آؤ، ہم اپنی عورتوں کو لے آتے ہیں اور تم اپنی عورتوں کو لے آؤ، ہم اپنے آپ کو لے آتے ہیں اور تم اپنے آپ کو لے آؤ۔ پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اور ہم سب جھوٹوں پر لعنت کرتے ہیں۔''

چنانچہ یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین کو اٹھائے، حضرت امام حسن کو انگلی سے پکڑے تشریف لائے اور حضور کے پیچھے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور ان کے پیچھے حضرت حیدر کرار آرہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد نجران کو دعوت مباہلہ دی، جب انہوں نے یہ نورانی چہرے دیکھے تو ان کے اسقف (پادری) نے کہا: اگر تم نے ان سے مباہلہ لیا تو یاد رکھو! تمہارا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے صلاح ومشورہ کے لیے مہلت طلب کی اور دوسرے روز مباہلہ کرنے

سے انکار کردیا اور جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور صلح کرلی۔ اس طرح دشمنان اسلام کو اہل بیت کے سامنے ٹھہرنے اور مقابلہ ومباہلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

۴- ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کل صبح آپ اپنی اولاد کو لے کر میرے پاس آنا، دوسرے دن حسب حکم اپنی اولاد کو لے کر حاضر خدمت ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کی اولاد کو اپنی چادر سے چھپا کر اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے پروردگار! یہ میرے چچازاد اور ان کی اولاد ہیں، جو میرے اہل بیت ہیں، ان کو عذاب سے اس طرح محفوظ کر جس طرح میں نے ان کو ڈھانپ رکھا ہے۔ راوی کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے وقت در و دیوار سے آمین! کہنے کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ (قاضی عیاض، کتاب الشفاء، ج:۲،ص:۹۹)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب عزیز واقارب (جو مسلمان تھے) اہل بیت میں شامل تھے۔

حضرت ابوبکر بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر میرے پاس کسی اہم مقصد وضرورت کی غرض سے ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم آئیں تو میں ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے فوقیت دوں گا۔ (ایضاً،ص:۱۰۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ تین ہزار (۳۰۰۰) اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار پانچ سو (۳۵۰۰) مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اے پدر بزرگوار! انہوں نے کسی جنگ میں مجھ سے سبقت نہیں کی، ان کے وظیفہ میں اضافہ کی وجہ کیا ہے؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے والد کو بارگاہِ رسالت میں زیادہ قدر ومنزلت حاصل تھی، وہ تمہارے باپ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے تھے۔ اسی طرح اسامہ بھی تم سے زیادہ محبوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔ (ایضاً،ص:۱۰۱)

بلخ میں ایک علوی بزرگ نے قیام فرمایا، پھر وہاں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کی اہلیہ دشمنوں کے خوف سے صاحبزادیوں کو لے کر سمرقند تشریف لے گئیں، آپ شدید سردی میں سمرقند پہنچیں اور صاحبزادیوں کو مسجد میں بٹھا کر کھانے کی تلاش میں باہر آ گئیں۔ آپ بیان فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھے کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ شہر کا شیخ ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر اپنا حال بتایا تو اس نے کہا: اپنے علوی ہونے پر دلیل پیش کرو؟ میں یہ سن کر واپس آ گئی تو راستے میں ایک اور بوڑھے کو دیکھا جو اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اور لوگ اس کے پاس جمع تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: شہر کا ضامن ہے اور مجوسی ہے۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر شیخ بلد کے سلوک کے بارے میں بتایا اور یہ بتایا کہ میری بیٹیاں مسجد میں بیٹھی ہوئی ہیں اور کھانے کے لیے کچھ نہیں۔ اس مجوسی نے اسی وقت نوکر کو بلا کر کہا: میری بیوی کو پیغام پہنچا دے کہ لباس تبدیل کر کے تیار ہو جائے بعد ازاں وہ مکان کے اندر گیا اور اپنی بیوی کو کہا: کنیزوں کو ساتھ لے کر اس علویہ خاتون کے ساتھ مسجد میں جاؤ اور ان کی بیٹیوں کو گھر لے آؤ۔ وہ میرے ساتھ آئی اور سب کو لے کر اپنے گھر آ گئی۔ ان لوگوں نے ہمیں علیحدہ کمرہ دیا، غسل کا انتظام کروایا، پہننے کے لیے نفیس لباس مہیا کیا اور انواع واقسام کے کھانے کھلائے۔ اسی آدھی رات کے وقت شہر کے شیخ نے خواب میں دیکھا کہ

قیامت برپا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس کے اوپر پرچم لہرا رہا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ انور اس کی طرف سے پھیر لیا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھ سے رخ پھیر رہے ہیں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مسلمان ہونے پر دلیل پیش کر؟ شیخ بلد یہ سن کر حیران رہ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تجھے یاد نہیں کہ تو نے ایک علویہ سے کہا تھا کہ علویہ ہونے پر دلیل لاؤ۔ ''یہ اس شخص کا محل ہے، جس کے گھر میں اس علویہ خاتون کا قیام ہے۔'' (علامہ ابو یوسف نبہانی، اشرف المؤید، ص: ۲۶۳)

متقدمین میں سے حج کا شوق رکھنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ مجھے بغداد شریف میں حج کے لیے جانے والے ایک قافلے کی آمد کا پتہ چلا تو میں نے اس کے ساتھ جانے کا ارادہ کر لیا اور پانچ سو (۵۰۰) دینار لے کر سامان حج خریدنے کے لیے بازار گیا۔ بازار میں گھوم رہا تھا کہ وہاں پر ایک خاتون نے مجھے کہا: میں سیدزادی ہوں میری بچیوں کی ردائیں نہیں ہیں اور ہم نے چار روز سے کچھ نہیں کھایا۔ اس بی بی کی بات نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ چنانچہ میں نے وہ پانچ سو (۵۰۰) دینار ان کی جھولی میں ڈال دیے اور عرض کیا: آپ جا کر اپنی ضرورت پوری فرمائیں، اس کے ساتھ ہی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہی واپس لوٹ آیا، اللہ تعالیٰ نے اس سال حج پر جانے کا شوق میرے دل سے محو کر دیا اور قافلہ چلا گیا۔ جب وہ لوگ حج کر کے واپس آئے تو میں نے سوچا کہ احباب سے ملاقات کر کے سلام پیش کروں۔ چنانچہ میں ان لوگوں کے پاس گیا اور جس دوست کو ملتا وہ مجھے حج کی مبارک باد دیتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا حج قبول فرمائے۔ میں اس بات پر تعجب کرتا ہوا رات کو سو گیا اور خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے فرماتے ہیں: لوگوں نے جو تجھے حج کی مبارک باد پیش کی ہے، اس پر تعجب نہ کر تو نے جب ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کیا اور ضعیف کو غنی کر دیا تو ہم نے خدائے لم یزل کے حضور درخواست پیش کی جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے تیری صورت پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا، جو ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے گا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مجھ سے ایک اجل بزرگ نے بیان کیا کہ عراق کا ایک امیر سادات کی بے حد تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے ہاں ایک سید صاحب تشریف لائے اور امیر کی خوشی کے لیے سب سے اونچی جگہ پر بیٹھ گئے اور ان کا حق بھی یہی تھا۔ اس مجلس میں ایک بلند مرتبہ عالم بھی موجود تھا، اسے ان کا اونچی جگہ پر بیٹھنا سخت ناگوار گزرا اور کوئی غلط بات بھی کہہ دی۔ جس کا امیر نے فوری طور پر کوئی نوٹس نہ لیا اور دوسری بات شروع کر دی۔ جب عالم کے ذہن سے یہ قصہ نکل گیا تو امیر نے پوچھا: کیا آپ کا کوئی بیٹا علم حاصل کر رہا ہے؟ عالم نے کہا: متن حفظ کر رہا ہے اور سبق پڑھتا ہے۔ میں نے اسے یہ پڑھایا ہے، صبح کو فلاں درس لیتا ہے یعنی تمام حال وضاحت سے بیان کیا۔ امیر نے کہا: تم نے اس کے لیے نسب و شرف کا ایسا بندوبست کیوں نہ کیا کہ جس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد بن جاتا؟ عالم چونکہ پہلی بات بھول چکا تھا کہنے لگا: یہ شرف مرتبہ تعلیم و تربیت سے حاصل نہیں ہو سکتا یہ تو عنایت الٰہی ہے، اس میں کسب کو دخل نہیں۔ امیر نے چیخ کر کہا: اے خبیث! جب تجھے یہ بات معلوم ہے تو پھر سید کے بلند جگہ پر بیٹھنے پر اظہار بیزاری کیوں کیا؟ واللہ اب کبھی میری مجلس میں نہ آنا اور پھر حکم دیا کہ اسے مجلس سے

نکال دیا جائے، تو اس کو نکال دیا گیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اہل بیت اطہار کی عظمت وفضیلت کے بارے میں یوں اظہار عقیدت کرتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا — تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا — ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

(حدائق بخشش، ص: ۱۹۷)

مفہوم حدیث:

اہل سنت کے نزدیک "اہل بیت" کا مصداق اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ہیں اور اس کا مصداق ثانوی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اہل بیت میں داخل ہوئے ہیں۔ روافض اور مخالفین صحابہ کا مؤقف ہے کہ اہل بیت کا مصداق محض آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس نظریہ کی خوب تشہیر کی گئی جس کے نتیجہ میں لوگ بہت متاثر ہوئے حتیٰ کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی متاثر نظر آتے ہیں، کیونکہ اہل بیت کے مناقب وفضائل کا ذکر حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ذکر کے بعد آنا چاہیے تھا مگر معاملہ اس کے برعکس ہوا ہے۔ یہ نظریہ درست نہیں ہے، کیونکہ ازواجِ مطہرات کو اس سے خارج قرار دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں مذکور ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(اے ازواجِ مطہرات!) مجھے تمہارا معاملہ اپنے بعد فکر مند کیے ہوئے ہے کہ میں نے تمہارے لیے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا اور تم نے بھی دار آخرت کو اختیار کیا ہے اور کچھ جمع نہیں کیا ہے، تم پر صرف صابر لوگ صبر کر سکیں گے۔" خلفاء راشدین کے دور میں امیر وقت ازواجِ مطہرات کے لیے وظائف مقرر کرتا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف امور کی وصیت فرمائی ہے اور وہ امور حسب ذیل ہیں:

(۱) کتاب اللہ پر عمل کرنا۔

(۲) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا۔

(۳) نماز کی پابندی کرنا۔

(۴) اہل بیت مطہرات (ازواجِ مطہرات) کے ساتھ حسن سلوک۔

(۵) غلاموں سے حسن سلوک۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام خم (یہ مقام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے) میں خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! توجہ سے سن لو، میں بھی انسان ہوں، ممکن ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کا قاصد (ملک الموت) میرے پاس آجائے، تو

میں اس موقع پر لبیک کہوں گا، میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، پہلی چیز کتب اللہ ہے، جو ہدایت و نور ہے اسے مضبوطی سے تھامے رہو اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں اور آپ نے تین بار فرمایا: میں اپنے گھر والوں کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ (امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۰۸)

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: اہل بیت سے مراد کون لوگ ہیں؟ کیا ازواجِ مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اہل بیت ہیں مگر جن پر صدقہ وزکوٰۃ لینا حرام قرار دیا گیا وہ اہل بیت ہیں۔ معلوم ہوا کہ اہل بیت کا مصداق محض آل رسول نہیں ہے بلکہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مصداق اول ہے۔

3719 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَصْبَهَانِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ رَبِيبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا) فِي بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ وَّعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ اَنْتِ عَلٰى مَكَانِكِ وَاَنْتِ اِلٰى خَيْرٍ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَّاَبِي الْحَمْرَاءِ وَاَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے صاحبزادے ہیں، بیان کرتے ہیں: (یہ آیت)

''بے شک اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے اے اہل بیت! تم سے ناپاکی کو دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح سے پاک صاف کر دے''

یہ آیت حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں چادر کے اندر کر لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی پشت پر موجود تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی چادر میں کر لیا اور دعا کی۔

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے ناپاکی کو دور کر دے اور انہیں اچھی طرح سے پاک کر دے''

سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر ہو اور بھلائی کی جگہ پر ہو۔

اس بارے میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمراء رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے آل رسول کا اہل بیت میں داخل ہونا:

اس روایت سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ ''اہل بیت'' کا مصداق اول ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کا مصداق ثانوی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اہل بیت کا محض آل رسول مصداق قرار دینا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو فارغ کر دینا درست نہیں ہے۔ حدیث باب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں آل رسول، اہل بیت میں شامل ہوئی ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اصل ہیں اور آل رسول فرع کی حیثیت رکھتے ہیں اور فرع اصل کے تابع ہوتی ہے۔

دعاءِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت وفضیلت اور مقبولیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جس طرح دعاءِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مرید ومراد بنے اسی طرح آل رسول اہل بیت میں شامل وداخل ہوئے۔

3720 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّالْاَعْمَشُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے' تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے' ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظمت والی ہے۔ اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین پر لٹکی ہوئی ایک رسی ہے میری عترت یعنی میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ یہ دونوں حوض پر مجھ تک پہنچ جائیں گے۔ تم اس بات کا خیال رکھنا! تم میرے بعد ان سے کیا برتاؤ کرتے ہو؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3720- انفردبه الترمذی. ینظر (تحفة الاشراف)(۱۹۲/۳) حدیث (۳۶۵۹). من هذا الطریق، و اخرجه الحاکم فی المستدرك (۱۴۸/۳)، وقال: صحیح الاسناد علی شرط الشیخین و لم یخرجاه، و وافقه الذهبی من طریق مسلم بن صبیح عن زید بن ارقم.

شرح

قرآن اور آل رسول دونوں کا تا قیامت ساتھ باقی رہنا:

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بہت پیار ہے، آپ امت کی اصلاح و بہتری کی کوشش فرماتے رہے اور حدیث باب میں بھی گمراہی سے بچنے کا امت کے لیے ایک نسخہ تجویز فرمایا ہے۔ فرمایا: جب تک تم دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے، تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

(i) قرآن کریم کو مضبوطی سے تھامنا: اس کا مطلب ہے قرآن پر ایمان رکھنا، اس کی تلاوت کرنا، اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کا مطلب ہے: اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرنا ہے۔

(ii) اہل بیت اطہار: یعنی اہل بیت کے حقوق کو پورا کرنا، ان سے حسن سلوک کرنا، ان کے آداب بجالانا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی ازواجِ مطہرات اور آل پاک سے بھی عقیدت و محبت رکھی جائے۔

فائدہ نافعہ:

قرآن و آل رسول کا باہم گہرا تعلق ہے، دونوں کا تعلق تا قیامت باقی رہے گا۔ قرآن دین کا ماخذ ہے اور آل رسول عملی طور پر محور ہے۔ جو شخص ان دونوں سے اپنا تعلق استوار رکھے گا، وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ ایک مشہور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آل کشتی نوح علیہ السلام کی مثل ہے، جو شخص اس پر سوار ہوگا وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔

3721 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ كَثِيْرِ النَّوَّاءِ عَنْ اَبِیْ اِدْرِيْسَ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ نَجَبَةَ قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ

متنِ حدیث: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ كُلَّ نَبِیٍّ اُعْطِیَ سَبْعَةَ نُجَبَاءَ اَوْ نُقَبَاءَ وَاُعْطِيْتُ اَنَا اَرْبَعَةَ عَشَرَ قُلْنَا مَنْ هُمْ قَالَ اَنَا وَابْنَایَ وَجَعْفَرٌ وَحَمْزَةُ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّبِلَالٌ وَّسَلْمَانُ وَالْمِقْدَادُ وَحُذَيْفَةُ وَعَمَّارٌ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَلِیٍّ مَوْقُوْفًا

◆◆ حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر نبی کو سات نجیب دوست (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ساتھی دیے گئے ہیں اور مجھے چودہ دیے گئے ہیں۔ (راوی بیان کرتے ہیں) ہم نے

3721 - انفرد به الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (٧/٧ : ٤٤) حديث (١٠٢٨٠)، وذكره الهندي في (كنز العمال) ([illegible]) حديث (٣٣١١٤)، وعزاه للترمذي، وللحاكم في المستدرك عن علي.

دریافت کیا: وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں، میرے بیٹے (حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ) جعفر، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ''موقوف'' روایت کے طور پر بھی منقول ہے۔

شرح

چودہ منتخب ساتھیوں والی حدیث:

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع الصفات بنایا، جتنے کمالات ومعجزات دیگر انبیاء علیہم السلام کو عنایت فرمائے وہ سب کے سب آپ کی ذات میں رکھ دیے۔ ہر نبی علیہ السلام کو سات منتخب معاون ونگہبان عطا کیے گئے تھے مگر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے چودہ (۱۴) ساتھی عطا کیے تھے، جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت علی،	(۲) حضرت امام حسن،
(۳) حضرت امام حسین،	(۴) حضرت ابوبکر صدیق،
(۵) حضرت عمر،	(۶) حضرت حذیفہ،
(۷) حضرت عبداللہ بن مسعود،	(۸) حضرت سلمان فارسی،
(۹) حضرت عمار،	(۱۰) حضرت مقداد،
(۱۱) حضرت مصعب،	(۱۲) حضرت حمزہ،
(۱۳) حضرت جعفر،	(۱۴) حضرت بلال رضی اللہ عنہم۔

معاونت رسول، اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کے حوالے سے ان سب حضرات کی خدمات تاریخ اسلام کا ایک سنہرا باب ہے، جو تا قیامت ملت اسلامیہ میں بیداری کا جذبہ پیدا کرتا رہے گا۔

3722 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْاَشْعَثِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُلَيْمَانَ النَّوْفَلِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِهٖ وَاَحِبُّوْنِيْ بِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوا اَهْلَ بَيْتِيْ بِحُبِّيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3722- انفردبه الترمذی. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۸٤/٥) حديث (٦٢٩١)، و اخرجه الحاكم فی المستدرك (١٥٠/٣) وقال: صحيح الاسناد و لم يخرجاه، من طريق محمد بن علی بن عبد الله بن عباس عن ابيه عن ابن عباس.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس وجہ سے محبت کرو کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور میرے اہل بیت کے ساتھ میری محبت کی وجہ سے محبت کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب اہل بیت سے محبت کرنا:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے کوئی ذی شعور شخص انکار نہیں کر سکتا کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت لذاتہ ہوتی ہے، کیونکہ اس کی نعمتوں اور انعامات کی بارش کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لغیرہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے سبب ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آل رسول سے محبت کی جاتی ہے۔ خواہ اہل بیت کا مصداق اول ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور آل رسول مصداق ثانوی ہے، ان سب سے محبت رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔

فائدہ نافعہ:

اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت اطہار، اولیاء اللہ اور صالحین سے محبت کرنا واجب ہے۔ ان سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ضروری ہے۔

بَاب مَنَاقِبِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِىْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

باب 27: حضرت معاذ بن جبل' حضرت زید بن ثابت' حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہم) کے مناقب کا بیان

3723 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ دَاوُدَ الْعَطَّارِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَرْحَمُ اُمَّتِىْ بِاُمَّتِىْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّاَشَدُّهُمْ فِىْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّاَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّاَقْرَؤُهُمْ اُبَىٌّ وَّلِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَّاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ اَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَالْمَشْهُوْرُ حَدِيْثُ اَبِىْ قِلَابَةَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے' اور میری امت میں سب سے سخت عمر ہے حیا کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچا عثمان ہے' اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے۔ وراثت سے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا زید بن ثابت ہے' اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب ہے' اور ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے قتادہ نامی راوی کے حوالے سے' صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

ابوقلابہ نامی راوی نے اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مانند نقل کیا ہے۔

ابوقلابہ سے منقول ہونے کے حوالے سے یہ حدیث مشہور ہے۔

3724 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَرْحَمُ اُمَّتِىْ بِاُمَّتِىْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّاَشَدُّهُمْ فِىْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَاَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ اُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ وَّاَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنًا وَّاِنَّ اَمِيْنَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے' اور میری امت میں سب سے سخت عمر ہے حیا کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچا عثمان ہے' اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے۔ وراثت سے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا زید بن ثابت ہے' اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے' اور ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3724 - اخرجه ابن ماجه (۱/۵۵): المقدمة، حديث (۱۵۴ - ۱۵۵)، و احمد (۳/۱۸۴ - ۲۸۱) من طريق خالد الحذاء عن ابى قلابة عن انس به.

شرح

۱۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا شمار اجلہ وممتاز ترین صحابہ کرام میں ہوتا ہے، قبیلہ خزرج کے خاندان ادی بن سعد کے چشم و چراغ تھے اور نسب نامہ یوں منقول ہے:

معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن سارده بن یزید بن جشم بن خزرج اکبر۔

آپ کا نام: معاذ، کنیت: ابوعبدالرحمٰن، القاب: کنز العلماء، امام الفقہاء اور عالم ربانی وغیرہ تھے۔ سعد بن علی کے دو فرزند تھے:

(۱) سلمہ: ان کی نسل سے بنوسلمہ قبیلہ وجود میں آیا اور اسی سے متعلق یہ صحابہ گزرے ہیں: حضرت ابوقتادہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت کعب بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

(۲) ادی: ہجرت مدینہ کے وقت ان کا ایک فرزند موجود تھا‘ جو بعد میں فوت ہو گیا اور ان کا خاندان آگے نہ بڑھ سکا بلکہ نسل نامہ منقطع ہو گیا۔

دامن اسلام میں:

آپ کی طبیعت فطرۃً اثر پذیر تھی، نبوت کے بارہویں سال مدینہ منورہ میں تبلیغ دین کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے قبول اسلام میں تاخیر سے کام نہ لیا۔ حج کا موسم آنے پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک جماعت مکہ کی طرف روانہ ہوئی جس میں کفار ومشرکین سب لوگ شامل تھے، رات کے وقت اس قافلہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت اسلام لی۔ بیعت کرنے کے بعد یہ قافلہ مدینہ طیبہ واپس پلٹا تو مدینہ طیبہ مطلع انوار اور مرکز اسلام بن گیا۔

حضرت معاذ بن جبل کو کم سن ہونے کے باوجود بتوں کے وجود اور ان کی عبادت سے سخت نفرت تھی، بنوسلمہ کے اکثر گھروں میں شمع اسلام روشن ہو چکی تھی۔ کچھ ایسے لوگ بھی موجود تھے، جو اپنے آباؤ اجداد کے دین پر قائم تھے، بتوں کا دفاع کرتے، ان کی عبادت کرتے اور ان کے نام پر نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری سے ان لوگوں کی بھی اصلاح ہوگئی اور وہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بھی بتوں سے محبت کرنے والے لوگوں میں شمار ہوتے تھے، انہوں نے لکڑی کا ایک خوبصورت بت بنا رکھا تھا، گھر کے مخصوص مقام پر رکھا ہوا تھا، صبح وشام اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک رات وہ غفلت کی نیند سوئے ہوئے تھے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے چند نوجوان ساتھیوں کے ہمراہ عمرو بن جموح کے گھر پہنچے، بت اپنے مقام سے اٹھایا، ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ عمرو بن جموح بیدار ہوئے، بت کو نہ پا کر پریشان ہو گئے، بت کی تلاش میں نکل پڑے،

کوشش کے بعد ایک گڑھے سے بت دستیاب ہوا، اسے پکڑا، دھویا اور خوشبو لگا کر پھر اپنے مقام پر رکھ دیا۔ پھر غیض وغضب میں ڈوب کر اعلان کیا: اگر بت کے ساتھ یہ معاملہ کرنے والے کا علم ہو جائے تو میں اس کی بری خبر لوں گا۔ بت کے ساتھ ایسا کئی بار واقعہ پیش آنے پر وہ بھی بتوں سے بیزار ہو کر دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طبیعت ابتداء سے ہی اسلامی تعلیمات کی طرف راغب تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ میں تشریف لائے تو آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے پھر فیضان نبوت کے باعث اجلہ صحابہ میں شمار ہونے لگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر شفقت ومہربانی فرمایا کرتے تھے، انہیں اسرار ورموز کی تعلیم فرمایا کرتے' اور اپنی سواری پر انہیں اپنا ردیف بنالیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا ردیف بنایا، پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! عرض کیا: لبیک یا رسول الله و سعدیك! آپ نے تین دفعہ انہیں انہی الفاظ سے مخاطب کیا اور انہوں نے ہر بار انہی الفاظ کے ساتھ جواب دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی صدق دل سے کلمہ توحید پڑھ لیتا ہے، اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے، عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اس بشارت کا لوگوں میں اعلان کر دوں؟ فرمایا: نہیں، ورنہ لوگ عمل کرنا ترک کر دیں گے۔ (الصحیح للبخاری)

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے معاذ بن جبل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، فرمایا: وہ یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت وریاضت کریں، کفر وشرک سے اجتناب کریں۔ پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! کیا تمہیں علم ہے کہ بندوں کا خداوند پر کیا حق ہے؟ جواب دیا: اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، فرمایا: بندوں کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دروازے پر کھڑے دیکھا تو ایک چیز کی تعلیم دی۔ پھر ایک موقع پر فرمایا: اے معاذ! کیا میں تمہیں جنت کا دروازہ بتاؤں؟ عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! فرمایا: وہ یہ ہے: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں سفر پر تھے، دوران سفر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیں جس کی وجہ سے جہنم سے نجات حاصل ہو جائے اور جنت میں داخل ہو جاؤں؟ فرمایا: تم نے بہت اہم سوال کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ کام بہت آسان ہے، وہ یہ ہے: شرک سے اجتناب کرو، اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کرو، نماز ادا کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور حج بیت اللہ کرو۔ پھر فرمایا: خیر کے کئی دروازے ہیں جو میں بتاتا ہوں: روزہ ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے، صدقہ آتش معصیت کو بجھا دیتا ہے اور رات کے وقت پڑھی جانے والی نماز۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ الخ۔ پھر فرمایا: میں تمہیں اسلام کے سر، عمود اور چوٹی کے بارے میں بتاتا ہوں

اس کا سر اور پاؤں تو نماز ہے اور چوٹی جہاد ہے۔

مواخات:

ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے مابین رشتہ اخوت قائم کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا مہاجر بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔

غزوات میں شمولیت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شجاعت و بہادری کے اوصاف کے جامع تھے، ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا کم سن ہونے کے باوجود آپ اس میں شامل ہوئے۔ آپ نے تمام غزوات میں شمولیت کی سعادت حاصل کی اور کردار ادا کیا۔

خدمت امامت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسلام سے وابستہ ہونے کے بعد حفظ قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا، نزول قرآن کا سلسلہ مکمل ہوتے ہی آپ حافظ قرآن بن چکے تھے۔ محلہ بنوسلمہ میں مسجد تعمیر کی گئی، جس میں بطور امام آپ خدمات انجام دینے لگے۔ ایک دن نماز عشاء میں آپ نے طویل قرأت کی، صفوں میں ایک شخص معمر ہونے کے علاوہ کھیتوں میں ہل چلانے کی وجہ سے تھکا ماندا تھا، وہ زیادہ دیر کھڑا نہ ہوسکا، نیت توڑ کر گھر واپس آ گیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس شخص کے بارے میں علم ہوا تو فرمایا: یہ منافق شخص ہے، جو نماز توڑ کر گھر روانہ ہو گیا اور اس نے بارگاہِ رسالت میں طویل سورتوں کے تلاوت کرنے کی شکایت کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور انہیں فرمایا: کیا آپ لوگوں میں فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نماز میں قرآن کی چھوٹی سورتوں کی قرأت کیا کریں، کیونکہ نمازیوں میں ضعیف، بوڑھے اور ارباب حاجت ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

امارت یمن اور اشاعت اسلام:

اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، آپ میں امارت و اہتمام کی خوبی بھی کمال درجہ کی پائی جاتی تھی، ۹ھ میں اہل یمن دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تو وہاں کا قاصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی طرف سے انہیں یمن کا حاکم بنا دیا گیا، یمن روانگی سے قبل آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے معاذ! تمہارے ہاں کوئی قضیہ آئے تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! قرآن کی روشنی میں مسئلہ کا حل تلاش کروں گا، فرمایا: اگر قرآن سے اس کا حل نہ مل سکا' تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! اس کا حل احادیث کی روشنی میں تلاش کروں گا، فرمایا: اگر اس کا حل احادیث میں بھی موجود نہ ہو' تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! ایسی صورت میں قرآن وسنت کے احکام کو پیش نظر رکھتے ہوئے قیاس سے کام لوں گا۔ اس جواب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور خصوصی دعاؤں کے ساتھ یمن روانہ

کیا۔ آپ یمن میں عرصہ دراز تک نہایت کامیابی کے ساتھ امارت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ محض امیر ہی نہیں تھے بلکہ بیک وقت امارت، قضاء اور درس و تبلیغ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ انتظامی امور میں سہولت کے لیے یمن کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ہر حصہ کا حاکم الگ تھا جبکہ مرکزی امارت آپ کے پاس تھی۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(i) حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ	صنعاء کے حاکم
(ii) حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ	کندہ کے حاکم
(iii) حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ	حضرموت کے حاکم
(iv) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	زبید اور ساحل کے حاکم

یہ چاروں امراء نہایت دیانت وامانت کے ساتھ جزیہ، زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ وضع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

رکن مجلس شوریٰ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قرآن واحادیث پر مہارت تامہ حاصل تھی، کئی اہم امور کا فیصلہ آپ نے فرمایا تھا اور اس علمی فیضان کا نتیجہ تھا کہ آپ دور صدیقی اور دور فاروقی میں مجلس شوریٰ کے سرکردہ رکن رہے تھے۔

تلامذہ:

آپ نے دو شادیاں کیں، ایک بیٹا تھا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ آپ تاحیات تدریس قرآن، تبلیغ دین اور اشاعت دین کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی روحانی اولاد (تلامذہ) کی تعداد کثیر ہے، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابن عدی، (۲) حضرت ابن ابی اوفیٰ اشعری، (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ، (۴) حضرت جابر بن انس، (۵) حضرت ابوثعلبہ خشنی، (۶) حضرت جابر بن سمرہ السوائی، (۷) حضرت مالک بن نیجامر، (۸) حضرت عبدالرحمٰن بن غنم، (۹) حضرت ابومسلم خولانی، (۱۰) حضرت ابوعبداللہ صنابحی، (۱۱) حضرت ابووائل، (۱۲) حضرت مسروق، (۱۳) حضرت جنادہ بن ابی امیہ، (۱۴) حضرت ابوادریس خولانی، (۱۵) حضرت جبیر بن نفیر، (۱۶) حضرت اسلم مولیٰ حضرت عمر، (۱۷) حضرت اسود بن بلال، (۱۸) حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

وفات:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ۱۸ھ کو چھتیس (۳۶) سال کی عمر میں دمشق اور بیت المقدس کے مابین صوبہ غور کے شہر "بیسان" میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ یہ وہ مقدس شہر ہے جس کے مشرقی حصہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا تھا۔ (ماخوذ حیات صور الصحابہ از ڈاکٹر عبدالرحمٰن رافت پاشا از صفحہ ۴۱۵ تا ۴۲۰)

☆☆☆☆

۲- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: زید، کنیت: ابوخارجہ، ابوعبدالرحمن، القاب: مقری، فرضی، حبر الامت، کاتب الوحی، باپ کا نام: ثابت اور قبیلہ خزرج کے خاندان نجار کے چشم و چراغ تھے۔ شجرہ نسب حسب ذیل ہے:

زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار۔ والدہ محترمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھیں اور ان کا اسم گرامی: نوار بنت مالک بن معاویہ بن عدی۔

زمانہ جاہلیت میں متعدد لڑائیاں وقوع پذیر ہوئیں، ان میں سے زیادہ مشہور لڑائی ''یوم بعاث'' تھی، جو ہجرت مدینہ سے چھ سال قبل لڑی گئی تھی، اس میں آپ کے والد گرامی قتل ہوئے جبکہ آپ کی عمر چھ (۶) سال تھی۔

دامن اسلام میں:

قبول اسلام سے قبل آپ کو بتوں اور ان کی عبادت سے نفرت تھی، جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں ایک مدرس و مبلغ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے، قبل از بلوغت گیارہ (۱۱) سال کی عمر میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، اگر کسی کا قبول اسلام قبل از بلوغت قابل فخر ہوسکتا تو آپ کا اسلام تھا اور دامن اسلام سے وابستہ ہونے سے پہلے آپ کو شرک اور غیر اللہ کی عبادت سے سخت نفرت تھی۔ اس طرح آپ کا بچپن، جوانی اور زندگی کا آخری حصہ پاک وقابل ستائش تھا۔

غزوات میں شرکت:

دامن اسلام سے وابستہ ہونے کے بعد آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے وقت تک متعدد سورتوں کے حافظ بن چکے تھے، نہایت خوبصورتی سے تلاوت قرآن کرتے تھے، آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو بتایا گیا: حضور! یہ لڑکا بنی نجار سے متعلق ہے، قرآن کریم خوبصورتی سے پڑھتا ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تلاوت قرآن سنائی جس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔

سنہ ۲ ھ میں غزوہ بدر پیش آیا، اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر تیرہ (۱۳) سال تھی، آپ نے جہاد میں شمولیت کا عزم بالجزم کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم سن بچوں کو واپس کر دیا تھا اور آپ بھی دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر واپس پلٹ آئے تھے۔

سنہ ۵ ھ میں غزوۂ اُحد پیش آیا، اس وقت آپ کی عمر سولہ (۱۶) سال تھی، اس غزوہ میں آپ نے شرکت کی، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ علاوہ ازیں آپ غزوہ خندق، غزوۂ تبوک وغیرہ میں بھی شامل ہوئے۔ دور صدیقی میں مسیلمہ کذاب کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے جنگ یمامہ لڑی گئی، آپ اس میں شامل تھے۔

اتحاد واصلاح امت کا جذبہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے پر انصار صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، اس اجلاس کے صدر نشین حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے، انصار نے مسئلہ خلافت پر زور وشور سے تقاریر کیں، اس بات پر زور دیا کہ خلافت مہاجرین کا نہیں بلکہ انصار کا حق ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں موجود تھے لیکن کم سن ہونے کی وجہ سے انصار کے سامنے لب کشائی نہ کر سکے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم وغیرہ مہاجرین سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لائے، مسئلہ خلافت پر سب سے قبل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، تو انصار کی طرف سے سب سے قبل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کی تائید کی، آپ نے نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من المهاجرين وانما الامام يكون من المهاجرين ونحن انصاره كما كنا انصار رسول الله صلى الله عليه وسلم .

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق مہاجرین سے تھا، امیر مہاجرین سے ہونا چاہیے اور ہم اس کے انصار ہوں گے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم انصار تھے۔

آپ کی اس تجویز کو پسند کیا گیا، اہل مجلس آپ کی آواز کو دبا نہ سکے، پھر انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دست اقدس اپنے ہاتھ میں لے کر اعلان کیا: سب سے پہلے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کی تجویز کو بنیاد بنا کر مسئلہ خلافت حل کر لیا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلاطین و والیان ملک کے خطوط آتے تھے، اکثر خطوط سریانی وعبرانی زبان میں ہوتے تھے، یہود کے علاوہ سریانی زبان کو کوئی نہیں جانتا تھا، مسلمانوں کو یہود پر اعتماد نہیں تھا، پھر خطوط راز داری پر مبنی ہوتے تھے، ان کے مضمون کا صرف مسلمانوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہونا چاہیے تھا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نہایت درجہ کے ذہین وفطین تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم سریانی وعبرانی زبان سیکھ لو، چنانچہ انہوں نے چند ایام میں ان زبانوں کو اتنا سیکھ لیا کہ خطوط پڑھ لیتے تھے اور ان کے جواب لکھ لیتے تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ذہانت وفطانت کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منصب کتابت پر فائز فرمایا، آپ کے وصال تک یہ خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر دور صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی اسی منصب پر خدمات انجام دیتے رہے۔ تاہم کثرت امور کے سبب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت معیقیب دوسی رضی اللہ عنہ کو ان کا معاون تعینات کیا گیا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ کو بطور قاضی تعینات کیا گیا، عہدہ قضاء میں بھی آپ نے عدل وانصاف کا معیار بلند رکھا۔ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (خلیفہ وقت) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا کسی معاملہ میں نزاع

ہو گیا، قضیہ آپ کی عدالت میں پیش کیا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر آپ اٹھ کھڑے ہوئے، اپنی کرسی انہیں پیش کر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے زید! یہ ناانصافی کا پہلا اقدام ہے، یہ عدالت ہے مجھے فریق کے برابر رکھا جانا چاہیے۔ چنانچہ دونوں بزرگ مساوی سطح پر عدالت میں بیٹھے، مقدمہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدعی تھے، جن کے ذمہ گواہ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدعی علیہ تھے جن کے انکار پر قسم واجب ہوتی تھی، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے خلافت کے آداب کے پیش نظر مدعی سے فرمایا: خواہ یہ قاعدہ یا شرعی مسئلہ نہیں ہے لیکن آپ امیر المؤمنین کو قسم سے معاف کر سکتے ہیں۔ اس درخواست پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس رعایت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، فیصلہ میں عمر اور ایک عام مسلمان آپ کے نزدیک برابر ہونے چاہییں۔

رکن مجلس شوریٰ:

مسائل کے حل اور شرعی فیصلوں کو نپٹانے کے لیے مہاجرین اور انصار صحابہ پر مشتمل عہد صدیقی میں مجلس شوریٰ تجویز کی گئی تھی، آپ اس کے متحرک رکن تھے۔ یہ مجلس دور فاروقی میں بھی برقرار رکھی گئی، تو آپ اس دور میں بھی باقاعدہ اس کے رکن تھے۔

امارت مدینہ کی خدمت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو انتظامی امور کے حوالے سے بھی کثیر خوبیوں سے نوازا گیا تھا، دور فاروقی اور عہد عثمانی میں آپ کو کئی بار امارت مدینہ تفویض کی گئی اور آپ نے نہایت امانت و دیانت کے ساتھ خدمات انجام دیں۔ ۱۶ھ اور ۱۷ھ میں دوبار حج پر روانگی کے وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امارت مدینہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سفر شام پر روانہ ہوتے وقت بھی آپ کو اپنا نائب قرار دیا تھا۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوتے تو امارت مدینہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دیتے تھے۔

تقسیم مالِ غنیمت:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور اقدس رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ اور علمی جانشین تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد ہمایوں میں مالِ غنیمت خود تقسیم فرماتے تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یرموک میں مسلمانوں کے ہاتھ میں آنے والا مالِ غنیمت حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تقسیم کیا تھا، جب انصار صحابہ کے وظائف مقرر کیے گئے تو ان کے تقسیم کی خدمت بھی آپ کے سپرد تھی، آپ کی تقسیم کاری میں کسی شخص کو کبھی اعتراض کا موقع نہیں ملا تھا، کیونکہ آپ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: لا ایمان لمن لا امانة له، کی حقیقت سے خوب آگاہ تھے۔

خانگی حالات اور اولاد امجاد:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام: جمیلہ، کنیت: اُمّ سعد، مشہور صحابی رسول حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی

اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں جبکہ خود بھی صحابیہ تھیں۔آپ کے بیٹوں اور پوتوں کا علم حدیث میں ایک نام اور مقام تھا اور مختصر شجرہ یوں بیان کیا جاتا ہے:

حضرت زید، حضرت یحییٰ، حضرت سلیمان، حضرت عمارہ، حضرت سعد، حضرت اسماعیل، حضرت سلیط، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت عبداللہ، حضرت سعید، حضرت قیس، حضرت یعقوب اور حضرت زکریا رضی اللہ عنہم۔

وفات:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ۴۶ھ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں چھپن (۵۶) سال کی عمر میں مدینہ میں وصال فرمایا۔مروان بن حکم (امیر مدینہ) نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع (قبرستان) میں مدفون ہوئے۔آپ کے وصال کی خبر سن کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آج دنیا سے حبر الامہ اٹھ گیا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: دیکھو! علم اس طرح دنیا سے جاتا ہے، آج علم کا بہت بڑا حصہ دفن ہوگیا۔حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بطور مرثیہ یہ شعر کہا تھا:

فمن للقوا فی بعد حسان وابنه ومن للمعانی بعد زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

حسان، اس کے بیٹے کے بعد اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے بعد معنیٰ فہمی کا خاتمہ ہوگیا ہے۔(ایضاً از صفحہ ۳۰۲ تا ۳۰۶)

۳-حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: ابی، کنیت: ابوالطفیل، ابوالمنذر، القاب: سید المسلمین، سید الانصار، قبیلہ: نجار کے مشہور خاندان معاویہ سے متعلق تھے۔آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار۔

والدہ کا اسم گرامی: صہیلہ تھا' جو عدی بن نذر کے سلسلہ سے متعلق تھیں اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔اسی تعلق کی وجہ سے حضرت ابوطلحہ انصاری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما دونوں پھوپھی زاد بھائی تھے۔

آپ کی دو کنیتیں تھیں: (۱) ابوالمنذر: یہ کنیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تجویز کی گئی تھی۔(۲) ابوالطفیل: یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے لخت جگر "طفیل" کی نسبت سے تجویز فرمائی تھی۔آپ کے ابتدائی حالات پردہ خفا میں ہیں۔تاہم زمانہ جاہلیت میں شراب خوری آپ کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کا ایک حلقہ قائم کیا تھا، آپ اس حلقہ کے ایک ممتاز رکن تھے۔

حلیہ:

آپ کا قد میانہ، جسم دبلا، رنگ سفید مائل بہ سرخی، چہرہ خوبصورت، گفتار ورفتار میں میانہ روی۔

دامن اسلام میں:

مدینہ طیبہ میں یہود کا مذہبی تسلط وغلبہ تھا، آسمانی کتب بالخصوص توراۃ کا مطالعہ کر چکے تھے، اسلامی پیغام نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا اور کچھ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عقبہ میں بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا تھا، آپ ان میں سے ایک تھے اور یہی ان کے قبول اسلام کی تفصیل ہے۔

مواخات:

ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار میں رشتہ مواخات قائم کیا تھا، اس مواخات کی تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت ہے، آپ کا رشتہ مواخات مشہور عشرہ مبشرہ میں شامل صحابی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے قائم ہوا تھا۔

اخلاق واطوار:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں تکلف تھا، گھر میں گدوں پر نشست کرتے تھے، دیوار پر لگائے گئے شیشہ سے کنگھی کرتے تھے، بڑھاپے کے دنوں میں سر اور داڑھی کے بال درست رکھتے تھے جبکہ بال سفید ہونے پر کنیز بال سنوارتی تھی۔

آپ نے ایک دفعہ کسی شخص کو قرآن کی ایک آیت سکھائی، اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ آیت سنی، دریافت کیا: تم نے کس سے یہ آیت سیکھی تھی؟ اس نے جواب دیا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے۔ آپ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، دریافت کیا: کیا آپ نے وہاں کسی شخص کو آیت سکھائی تھی؟ جواب دیا: ہاں، دریافت کیا: آپ نے کس سے آیت سیکھی تھی؟ جواب دیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پھر دریافت کیا: کیا تم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت خود سکھائی تھی؟ آپ غصہ میں آگئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جبریل پر نازل کی تھی، حضرت جبریل علیہ السلام نے قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی، اس میں خطاب یا اس کے لڑکے سے مشورہ نہیں لیا۔ یہ جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے گھر پلٹ گئے۔

ایک دفعہ ایک آیت کے بارے میں اختلاف رائے ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو طلب کیا، ان سے وہ آیت سنی، انہوں نے اس آیت کی تلاوت کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ناک کی طرف اشارہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ آیت دوسرے طریقہ سے پڑھی تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ناک کی طرف اشارہ کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب ہم آپ کی پیروی کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ شامیوں کی ایک جماعت مدینہ میں لائے تاکہ انہیں قرآن کی تعلیم سے مزین کیا جائے، ان لوگوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن سیکھا، ایک شخص قرآن کی ایک آیت تلاوت کر رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر دریافت کیا: تم نے یہ آیت کس سے سیکھی ہے؟ اس نے جواب دیا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ایک شخص کو بھیجا تاکہ وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بلا لائیں، وہ دونوں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، وہ اس وقت اونٹ کو چارہ دے رہے تھے، وہ پیغام ملتے ہی اپنا دامن چڑھاتے ہوئے، اپنے ہاتھ میں

چارہ پکڑے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے، انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان سے وہ آیت سنی، دونوں کی قرأت میں اختلاف تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید کی، اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے غصہ کی حالت میں فرمایا: خدا کی قسم! اے عمر! تم خوب جانتے ہو کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندر ہوتا تھا جبکہ تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے، آج تم لوگ میرے ساتھ یہ سلوک کرتے ہو؟ قسم بخدا! اگر تم چاہتے ہو تو میں تاحیات نہ سکھاؤں گا، اپنے گھر میں بند ہو کر رہ جاؤں گا اور کسی سے بولوں گا بھی نہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا ہے، آپ اس کا فیضان عام کریں۔

علم وفضل:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو علوم قدیمہ وجدیدہ سب سے سرفراز فرمایا گیا تھا، یہ علم وفضل فیضان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نظر کرم کا نتیجہ تھی۔ اس سلسلہ میں چند حقائق حسب ذیل پیش کیے جاتے ہیں:

مدینہ طیبہ میں مہاجرین وانصار کاروبار سے اپنا بازار گرم کیے ہوئے تھے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں قرآن فہمی، تدریس قرآن، قرأت قرآن اور تلاوت قرآن کے حوالے سے اپنی الگ دکان سجائے ہوئے تھے۔ قرآن فہمی کے حوالے سے آپ مہاجرین وانصار میں سے کوئی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے تلاوت قرآن سنا کرتے تھے۔

آسمانی کتب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد واوصاف کے حوالے سے مذکور مضامین سے آپ واقف تھے، صحابہ کرام کے ہاں آپ کی جلالت علمی مسلمہ تھی حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے در دولت میں جا کر مختلف مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن اور حبر الامت ہونے کے باوجود آپ کی درسگاہ میں حاضر ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔

آپ نے براہ راست رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم اسلامیہ اور علوم قرآنیہ کا فیضان حاصل کیا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا ہر صحابی آپ کے حلقہ درس میں بیٹھنا سعادت تصور کرتا تھا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ میں امامت واجتہاد کا منصب حاصل تھا۔ آپ قرأت قرآن، تفسیر قرآن، شان نزول آیات، آیات ناسخ ومنسوخ، علم حدیث اور علم فقہ وغیرہ میں اپنی مثال آپ تھے۔

دور رسالت میں فقط پانچ صحابہ ایسے تھے جنہوں نے حفظ اور علوم قرآن میں مہارت حاصل کی تھی، آپ ان کے بھی امام وقائد تھے اور آپ کی قرآن فہمی کے نتیجہ میں حسب ذیل علمی تصورات سامنے آئے:

(الف) قرآن مکمل ضابطہ حیات ہے۔

(ب) قرآن مسلمانوں کے لیے بے مثال دستور العمل ہے۔

(ج) اس میں اقوام ماضی کا دلپذیر تذکرہ ہے۔

(د) قرآن آخری آسمانی کتاب ہے، جو تمام کتب سماوی کی جامع ہے۔

(ر) قرآن کے احکام دائمی اور تا قیامت مسلمانوں کے لیے راہنما ہیں۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

ہر صحابی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگا ہوا تھا لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ ان کے امام تھے، رات کے وقت جب لوگ غفلت کی نیند کے مزے لوٹ رہے ہوتے تھے، تو آپ اپنے گھر کے ایک کونے میں مصلیٰ بچھا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتے تھے، زبان سے قرأت کرتے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے۔

آپ تین رات میں قرآن ختم کیا کرتے، اور رات کے ایک حصہ میں درود وسلام کا وظیفہ کر کے اپنے عشق رسول کا ثبوت فراہم کرتے تھے۔ استن حنانہ کو اٹھا کر بطور تبرک اپنے گھر رکھ لیا تھا، جب تک دیمک نے اسے کھا نہ لیا اسے اپنے گھر سے جدا نہ کیا۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب آپ کو بدعات ومنکرات سے سخت نفرت تھی۔ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو چکا تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز عشاء کے بعد مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ انفرادی طور پر نماز تراویح ادا کر رہے ہیں، آپ نے خیال کیا کہ کیوں نہ سب نمازی ایک امام کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کرنے کی سعادت حاصل کریں، اس مقصد کی تکمیل کے لیے آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بطور امامت خدمات انجام دینے کا حکم دیا، انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا: جو کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ میں کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کام میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ چنانچہ حسب حکم آپ نے باجماعت نماز تراویح پڑھانے کا سلسلہ جاری کیا پھر آج تک مسلمان رمضان المبارک میں باجماعت نماز تراویح کرتے آ رہے ہیں۔

ایک دفعہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! ہم زندگی میں بیمار ہوتے ہیں یا مختلف تکالیف اٹھاتے ہیں، تو کیا ان کا بھی کوئی ثواب ہے؟ فرمایا: ہاں، یہ امور گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا چھوٹی تکالیف بھی گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں؟ فرمایا: ہاں، حتیٰ کہ کانٹا لگنے سے بھی گناہ مٹ جاتے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس خواہش کا اظہار کیا: کاش! ہمہ وقت میں بخار میں مبتلا رہوں، تا کہ میرے گناہ مٹتے رہیں۔ تاہم جسم میں اتنی قوت باقی رہے کہ نماز پڑھ سکوں، حج وعمرہ ادا کر سکوں اور رمضان المبارک کے روزے رکھ سکوں۔

وفات:

۳۹ھ کو دور عثمانی میں جمعۃ المبارک کے دن مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی زوجہ کا نام اُمّ الطفیل تھا، جو صحابیہ رسول اور راویات حدیث میں سے ایک تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں اور ایک صاحبزادی سے نوازا، ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت طفیل، (۲) حضرت محمد بن ابی، (۳) حضرت ربیع، (۴) حضرت اُمّ عمر رضی اللہ عنہم۔

(ماخوذ از شرح انتخاب احادیث بخاری ج اص ۵۷۲ تا ۵۸۵)

۴- حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا تعارف

آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، آپ کا تذکرہ وتعارف اصحاب عشرہ مبشرہ کے ضمن میں آ چکا ہے۔ لہٰذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

خلفاء ثلاثہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم کے امتیازات وخصوصیات:

ان روایات میں سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امتیازات وخصوصیات بیان کی گئی ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پوری امت میں سب سے زیادہ مہربان اور نرم مزاج تھے۔

۲- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ذات باری تعالیٰ اور دین کے حوالے سے سب سے زیادہ سخت گیر تھے۔

۳- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شرم وحیاء کے اعتبار سے بے مثل و بے مثال تھے۔

۴- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ دین کے حلال وحرام احکام جاننے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

۵- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ علم میراث کے احکام ومسائل جاننے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔

۶- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ علم قرأت میں اپنی مثال آپ تھے۔

۷- حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ امانت ودیانت کے حوالے سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

3725 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِیْ قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3725 - اخرجه البخاري (۱۵۸/۷): كتاب مناقب الانصار: باب: مناقب ابی بن كعب رضی الله عنه، حديث (۳۸۰۹). (۵۹۷/۸): كتاب التفسير، حديث (۴۹۵۹ - ۴۹۶۰ - ۴۹۶۱)، ومسلم (۱۴۱/۳ - الابی) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: استحباب قراءة القرآن على اهل الفضل و الحذاق فيه، و ان كان القاری افضل من القروء عليه، حديث (۲۴۵ - ۷۹۹/۲۴۶)، و(۲۴۸/۸ - الابی): كتاب فضائل الصحابة رضی الله تعالى عنهم، باب: من فضائل ابی بن كعب و جماعة من الانصار، رضی الله تعالى عنهم، حديث (۱۲۱ - ۷۹۹/۱۲۲)، و احمد (۱۳۰/۳ - ۱۳۷ - ۱۸۵ - ۲۱۸ - ۲۳۳ - ۲۷۳ - ۲۸۴)، و عبد بن حميد ص (۳۵۹) حديث (۱۱۹۳) من طريق قتادة عن انس رضی الله عنه، فذكره.

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَہُ نَحْوَہُ

ابوقلابہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے سورہ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کی تلاوت کروں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا اس نے میرا نام لیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! تو حضرت ابی رو پڑے۔

3726 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَۃُ عَنْ عَاصِمٍ قَال سَمِعْتُ زِرَّ بْنَ حُبَیْشٍ یُحَدِّثُ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہُ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْکَ فَقَرَاَ عَلَیْہِ (لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ) فَقَرَاَ فِیْھَا اِنَّ ذَاتَ الدِّیْنِ عِنْدَ اللّٰہِ الْحَنِیْفِیَّۃُ الْمُسْلِمَۃُ لَا الْیَھُوْدِیَّۃُ وَلَا النَّصْرَانِیَّۃُ مَنْ یَّعْمَلْ خَیْرًا فَلَنْ یُّکْفَرَہُ وَقَرَاَ عَلَیْہِ وَلَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیًا مِّنْ مَالٍ لَّابْتَغٰی اِلَیْہِ ثَانِیًا وَّلَوْ کَانَ لَہُ ثَانِیًا لَّابْتَغٰی اِلَیْہِ ثَالِثًا وَّلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ ھٰذَا الْوَجْہِ

اختلافِ روایت: رَوَاہُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ وَقَدْ رَوٰی قَتَادَۃُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاُبَیٍّ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ

حضرت اُبی بن کعب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے تلاوت کروں، نبی اکرم ﷺ نے لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ تلاوت کی۔ آپ ﷺ نے اس میں یہ بھی فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقی دین وہ ہے، جو باطل سے ہٹ کر حق پر گامزن ہو اور مسلمان ہو، یہودیت یا عیسائیت نہیں ہے۔ جو شخص جو نیکی کرے گا، اسے ضائع نہیں کیا جائے گا''۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کے سامنے یہ بھی فرمایا:

''ابنِ آدم کے پاس اگر مال کی ایک وادی ہو، تو وہ دوسری حاصل کرنا چاہے گا، اگر دو ہوں، تو وہ تیسری کا طلبگار ہو گا۔ ابنِ آدم کے پیٹ کو صرف مٹی بھر سکتی ہے، اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

ایک سند کے ہمراہ یہ منقول ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے

3726 - اخرجہ احمد (۱۳۱/۵)، و عبد اللہ بن احمد فی زوائدہ علی المسند (۱۳۲/۵) من طریق شعبۃ عن عاصم بن بھدلۃ، عن زر، فذکرہ.

یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے تلاوت کروں۔

ایک سند کے ساتھ یہ منقول ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے تلاوت کروں۔

شرح

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو نامزد کر کے تلاوت قرآن سنانے کا حکم ہونا:

ان روایات میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت بیان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اے محبوب مکرم! آپ اپنے ہونہار شاگرد وصحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سورۃ البینۃ سنائیں، آپ نے حسب حکم انہیں مذکورہ سورت سنائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح امت کے لیے چار اہم امور بھی بیان فرمائے:

۱- دین اسلام صرف درست ہے، باقی تمام ادیان باطل ومردود (منسوخ) ہیں۔

۲- جو شخص کوئی نیکی کرتا ہے، اسے اس کے اجر سے ضرور نوازا جائے گا اور اس کی نیکی ضائع نہیں کی جائے گی۔

۳- انسان از راہ طبع لالچی واقع ہوا ہے، تاحیات طلب دنیا کو اپنا مقصد حیات تصور کرتا ہے۔

۴- انسان جب کسی برائی کا ارتکاب کر لیتا ہے، تو توبہ کرنے سے اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

سوال: سورہ بینہ سنانے کے لیے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو نامزد کرنے کی وجہ سے وہ کیوں روئے تھے؟

جواب: (i) یہ رونا مسرت وخوشی کی وجہ سے تھا۔ (ii) حقوق اللہ کی ادائیگی میں تقصیر کے سبب۔

3727 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَّمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَّأَبُو زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ مَنْ أَبُو زَيْدٍ قَالَ أَحَدُ عُمُومَتِي

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں چار لوگوں نے قرآن مجید جمع کیا

3727 - اخرجه البخاری (۱۵۹/۷): كتاب مناقب الانصار باب: مناقب زيد بن ثابت رضى الله عنه، حديث (۳۸۱۰)، و (۶۶۴/۸): كتاب فضائل الصحابة: باب: القراء ة من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، حديث (۵۰۰۳)، و مسلم (۳۴۵/۸ - الابى) كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب: من فضائل ابى بن كعب و جماعة من الانصار، رضى الله عنهم، حديث (۱۱۹ - ۲۴۶۵/۱۲۰)، واحمد (۲۳۳/۳ - ۲۷۷) من طريق قتادة عن انس بن مالك، فذكره.

تھا یہ انصاری تھے۔ یہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ ہیں۔

راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: حضرت ابوزید کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: میرے ایک چچا ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں چار صحابہ کا حفظ قرآن کرنا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنا مقصد حیات دین فہمی اور اس پر عمل قرار دیا تھا۔ اصحاب صفہ کی شکل میں صحابہ قرآن فہمی کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، احکام ومسائل سمجھتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ انہیں قرآن سے جنون کی حد تک دلی لگاؤ تھا، ناظرہ قرآن پڑھتے، زبانی یاد کرنے کی کوشش کرتے' اور بہت سے صحابہ ایسے تھے جنہوں نے دورِ رسالت میں مکمل قرآن حفظ کرلیا تھا۔

سوال: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حفاظ قرآن تھے لیکن حقائق بتاتے ہیں کہ حفاظ صحابہ کی تعداد کثیر تھی؟

جواب: اس روایت میں کل حفاظ صحابہ کی تعداد بیان نہیں کی گئی بلکہ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حفاظ قرآن کی تعداد بیان کی گئی ہے، جو کہ چار تھے۔

3728 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُو بَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ سُهَيْلٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر اچھے آدمی ہیں عمر اچھے ہیں ابوعبیدہ اچھے ہیں اسید بن حضیر اچھا آدمی ہے' ثابت بن قیس اچھا آدمی ہے معاذ بن جبل اچھا آدمی ہے معاذ بن عمرو اچھا آدمی ہے۔

3728 - اخرجه احمد (٤١٩/٢)، و البخاری فی الادب المفرد (٣٣٧)، من طريق سهيل بن ابی صالح، عن ابيه، عن ابی هريرة، فذكره.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے، ہم اسے صرف سہیل نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چند صحابہ کرام کی ستائش فرمانا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بہت شفقت تھی، آپ چاہتے تھے کہ سب کے سب جنت میں داخل ہوں، اس مقصد کے حصول کے لیے آپ نے شب و روز کوشش کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ و مقام پوری امت سے ارفع و اعلیٰ تھا اور اسی وجہ سے آپ اپنے صحابہ کی ستائش فرمایا کرتے تھے۔ حدیث باب میں سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ستائش فرمائی گئی ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ (۳) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ (۴) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ (۵) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ (۶) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ (۷) حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ستائش کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شایان شان نہیں تھا، تو پھر ایسا کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: انبیاء و مرسلین علیہم السلام شاہکار ربوبیت ہیں، جن کی ستائش اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے، کیونکہ مصنوع کی تعریف درحقیقت صانع کی ہی تعریف ہوتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، شاہکار رسالت ہیں اور ان کی ستائش کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و منزلت کے منافی ہرگز نہیں ہے بلکہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و بزرگی کا اظہار ہوتا ہے۔

3729 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ

متنِ حدیث: قَالَ جَآءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا ابْعَثْ مَعَنَا اَمِيْنًا فَقَالَ فَاِنِّیْ سَاَبْعَثُ مَعَكُمْ اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ فَاَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ فَبَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَكَانَ اَبُوْ اِسْحٰقَ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ صِلَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ مُنْذُ سِتِّيْنَ سَنَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3729 - اخرجه البخاری (۱۱۷/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب ابی عبيدة بن الجراح رضی الله عنه، حديث (۳۷٤۵)، و (٦۹۵/۷): كتاب المغازی: باب: قصة اهل نجران، حديث (٤۳۸۰ - ٤۳۸۱)، (۱۳/۲٤۵): كتاب اخبار الاحاد، باب: ما جاء فی اجازة خبر الواحد، حديث (۷۲۵٤)، و مسلم (۸/۲٦٤ - الابی) كتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم، باب: فضائل ابی عبيدة بن الجراح، رضی الله تعالٰی عنهم، حديث (۵۵/۲٤۲۰) و ابن ماجه (۱/٤۸): المقدمة، حديث (۱۳۵)، و احمد (۵/۳۸۵ - ۳۹۸ - ٤۰۰ - ٤۰۱)، من طريق ابی اسحاق عن صلة بن زفر، عن حذيفة بن اليمان، فذكره.

حدیث دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَمِیْنٌ وَاَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ

اختلاف سند: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَیْبَةَ وَاَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ حُذَیْفَةُ قَلْبُ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ مِنْ ذَهَبٍ

⇔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک سردار اور اس کا نائب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے ساتھ کسی امین شخص کو بھیج دیں! تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایسے امین کو بھیجوں گا' جو واقعی امین ہو گا لوگوں نے اس معاملے میں دلچسپی لی تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھجوا دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابو اسحٰق نامی راوی جب یہ حدیث بیان کرتے تھے' اور اسے صلہ کے حوالے سے' روایت کرتے تھے' تو یہ کہا کرتے تھے: میں نے یہ حدیث ساٹھ سال پہلے سنی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں: صلہ بن زفر کا دل سونے کا ہے۔

شرح

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا امین ہونا:

اس روایت میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا امتیاز وفضیلت بیان کی گئی ہے کہ آپ امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہیں۔ ایک سردار اور اس کا نائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے علاقہ کے لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہو چکے ہیں، ہماری راہنمائی کے لیے کسی امین وصادق شخص کو ہمارے ساتھ روانہ فرما دیں، آپ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایسے شخص کو روانہ کروں گا جو واقعی امین ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو روانہ کر دیا۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

سوال: خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی صادق وامین تھا، آپ کا تربیت یافتہ تھا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی تخصیص کا کیا مطلب ہوا؟

جواب: بلاشبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی صادق وامین تھا لیکن کمال درجہ کا یہ وصف حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ میں پایا جاتا تھا۔

3730 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ الدَّوْرَقِيُّ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ

متن حدیث: قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَيُّ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ قَالَتْ اَبُوْ بَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَتْ ثُمَّ عُمَرُ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَتْ ثُمَّ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ فَسَكَتَتْ

◆◆ عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے کون سے صحابی نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ تھے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر۔ میں نے دریافت کیا: پھر کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا: عمر۔ میں نے دریافت کیا: پھر کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا: پھر ابوعبیدہ بن الجراح تھے۔ میں نے دریافت کیا: پھر کون تھے؟ تو وہ خاموش رہیں۔

3731 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْ بَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ سُهَيْلٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ابوبکر اچھا آدمی ہے۔ عمر اچھا آدمی ہے، ابوعبیدہ بن الجراح اچھا آدمی ہے۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے اور ہم اسے صرف سہیل نامی راوی سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں محبوب ترین صحابی:

ہر صحابی شاہکار رسالت تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض یافتہ اور تربیت یافتہ تھا۔ ہر صحابی آپ کا محبوب و پسندیدہ تھا لیکن بعض صحابہ کرام کو بعض امور میں امتیاز بھی حاصل تھا۔ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محبوب صحابی کون تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کیونکہ آپ نے اپنی جان، مال، اولاد اور وطن سب کچھ ایثار کر دیا تھا۔ سائل نے دوبارہ سوال کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے ہاں پسندیدہ شخصیت کون سی تھی؟ آپ نے جواب دیا: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے، کیونکہ دین کے معاملہ میں آپ نہایت درجہ کے سخت گیر تھے۔ سائل کی طرف سے تیسری بار سوال کرنے پر حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے، جنہیں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا امین و صادق ہونے کا امتیاز و اعزاز حاصل تھا۔

دوسری حدیث باب کی تشریح گزشتہ صفحات میں آ چکی ہے، لہٰذا یہاں اعادہ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

باب 28: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3732 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي رَبِيعَةَ الْإِيَادِيِّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِنَّ الْجَنَّةَ لَتَشْتَاقُ إِلَى ثَلَاثَةٍ عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ

حکمِ حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت تین لوگوں کی مشتاق ہے علی' عمار اور سلمان

یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف حسن بن صالح نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تعارف

قبول اسلام کا تفصیلی واقعہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک وقت تک بتوں کی پوجا پاٹ کرتے رہے، پھر بت پرستی کو چھوڑ کر نصرانیت کو قبول کر لیا، پادریوں سے علوم حاصل کرتے رہے، یہی شوق انہیں عموریہ میں لے گیا، وہاں ایک معمر پادری تھا' جو آسمانی کتب کا ماہر تھا، اس میں روحانی کشش بھی موجود تھی، اس سے خوب علمی استفادہ کیا، پادری کا آخری وقت آیا تو ان کے انتقال سے قبل مشورہ کیا کہ وہ کس کے پاس جائے، انہوں نے بطور مشورہ کہا: اب کسی پادری کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے، اب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بالکل قریب، آپ کی جائے پیدائش مکہ ہے، ہجرت گاہ یثرب ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات بتائیں، صورت و مہر نبوت سے بھی آگاہ کیا، پھر پادری دنیا سے رخصت ہو گیا۔ آپ کچھ عرصہ تک عموریہ میں رہے، پھر تجار کے ایک قافلہ کے چنگل میں پھنس گئے، وہ آپ کو مکہ لے آئے۔ ایک دن انہوں نے آپ کو یثرب کے یہودی کے ہاتھوں فروخت کر دیا، وہ آپ کو لے کر یثرب پہنچا، وہاں آپ یہودی کے ہاں کام کرتے رہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، آپ مبعوث ہوئے، ہجرت کر کے یثرب تشریف لائے، آپ نے نبی آخر الزمان کی خدمت میں حاضر ہو کر علامات سے آپ کو پہچان لیا۔ پھر ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ قبول اسلام کا مکمل اور تفصیلی واقعہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی زبانی سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

3732 ۔ اخرجه الترمذی، بطرف (تحفة الاشراف) (۱/۱۶۶) حدیث (۵۳۲)، و ذکره السیوطی فی (جمع الجوامع)، حدیث ۲۹ ۔ ۹٤۳ ۵٤)، و عزاه للترمذی، و ابی یعلی، و الحاکم، و للطبرانی عن انس۔

میں اصفہان کی ایک بستی ''جیان'' کا رہنے والا ایک ایرانی نوجوان تھا۔ میرے والد اس گاؤں کے زمیندار، اس کے باشندوں میں سب سے زیادہ مالدار اور سماجی لحاظ سے سب سے بلند مقام ومرتبہ کے مالک تھے۔ وہ میرے روز پیدائش ہی سے میرے ساتھ غیر معمولی محبت رکھتے تھے اور ان کی یہ محبت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی اور اس میں شب وروز ترقی واضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے نقصان پہنچنے کے موہوم خطرات کے پیش نظر انہوں نے لڑکیوں کی طرح میرے گھر سے نکلنے پر سخت پابندی عائد کر دی۔ میں نے اپنے آبائی مذہب مجوسیت کا علم حاصل کرنے اور اس کے احکام وفرائض پر عمل کرنے میں غیر معمولی محنت اور دلچسپی سے کام لیا اور ترقی کر کے آتش کدہ کا مرزبان ہوگیا اور شب وروز اس کو دہکانے اور روشن رکھنے کی ذمہ داری میرے سپرد کر دی گئی۔

میرے والد کے پاس کافی زمین تھی جس سے بڑی مقدار میں غلہ حاصل ہوتا تھا۔ زمین کا انتظام اور فصلوں کی دیکھ بھال وہ بذات خود کرتے تھے۔ ایک بار کسی مصروفیت کی وجہ سے وہ گاؤں نہیں جا سکے اس لیے مجھ سے کہا: بیٹا! تم دیکھ رہے ہو کہ اپنی مصروفیت کے سبب میں کھیت پر نہیں جا سکتا۔ آج میری جگہ تم وہاں چلے جاؤ اور اس کی نگرانی کرو۔ والد صاحب کی ہدایت کے مطابق کھیت پر جانے کے ارادے سے گھر سے نکلا۔ راستے میں میرا گزر عیسائیوں کے ایک گرجا کی طرف سے ہوا۔ اس وقت گرجا میں نماز ہو رہی تھی۔ ان کی آواز کانوں میں پڑی تو میری توجہ ان کی طرف مبذول ہوگئی، چونکہ میرے والد نے گھر سے نکلنے اور لوگوں کے ساتھ ربط وتعلق قائم کرنے پر پابندی لگا دی تھی اس لیے میں نصاریٰ اور دیگر اہل مذاہب کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ چنانچہ جب میں نے ان کی آواز سنی تو یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں، گرجا میں داخل ہوگیا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو اس کی عبادت اور نماز کا یہ انداز مجھے بہت پسند آیا اور میرے اندر ان کے مذہب سے رغبت پیدا ہوگئی۔ میں نے دل میں کہا: بخدا! ان کا مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے، پھر میں غروب آفتاب تک ان کے ساتھ رہا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس کی اصل شام میں ہے۔ جب رات کو گھر واپس آیا تو میرے والد مجھ سے ملے اور انہوں نے میری کارگزاریوں کی روداد پوچھی۔ میں نے کہا: ابا جان! میرا گزر کچھ لوگوں کی طرف ہوا جو کنیسہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ مجھے ان کا طریقہ عبادت بہت پسند آیا اور غروب آفتاب تک ان کی صحبت میں رکا رہا۔ میرے اس عمل سے میرے والد صاحب بہت گھبرائے اور انہوں نے کہا: بیٹا! اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے۔ تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین اس سے بہتر ہے۔ میں نے کہا: ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! ان کا دین ہمارے دین سے اچھا ہے۔ میری بات سن کر والد صاحب کو اس بات کا خدشہ پیدا ہوگیا کہ کہیں میں اپنے دین سے پھر نہ جاؤں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے گھر میں قید کر کے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔

موقع پا کر میں نے نصاریٰ کے یہاں پیغام بھیجا کہ اگر شام جانے والا کوئی قافلہ تمہارے پاس پہنچے تو مجھے آگاہ کر دینا۔ خوش قسمتی سے چند ہی روز کے بعد شام جانے والا ایک قافلہ ان کے پاس پہنچ گیا اور انہوں نے مجھے اس کی اطلاع کر دی۔ میں نے کوشش کر کے اپنے آپ کو بیڑیوں سے آزاد کیا اور چپکے سے ان کے ساتھ پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دریافت کیا کہ دین مسیحیت کا سب سے افضل آدمی کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ پادری جو گرجا کا متولی ومنتظم ہے، اس وقت کا سب سے افضل اور بہتر نصرانی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں نصرانیت کی طرف مائل ہونا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس رہوں،

آپ کی خدمت کروں۔ آپ سے اس کی تعلیم حاصل کروں اور آپ کے ساتھ نماز پڑھوں۔ اس نے میری درخواست قبول کر لی اور مجھے اپنے ساتھ قیام کی اجازت دے دی۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ گرجا میں رہنے اور اس کی خدمت کرنے لگا لیکن چند ہی روز رہنے کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ اپنے اخلاق و عادات اور اپنی سیرت و کردار کے اعتبار سے وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہے۔ وہ اپنے متبعین کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا اور ثواب کی خوشخبری سناتا۔ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے لوگ اسے مال دیتے تو وہ سب کچھ اپنے لیے جمع کر لیتا، فقراء و مساکین کو اس میں سے کچھ نہ دیتا۔ یہاں تک کہ دھیرے دھیرے اس کے پاس کافی دولت جمع ہو گئی اور اس کے یہاں سونے سے بھرے ہوئے سات گھڑے اکٹھے ہو گئے، اس کا رویہ دیکھ کر مجھے اس سے شدید نفرت ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد جب اس کا انتقال ہو گیا اور نصرانی اس کی تجہیز و تکفین کے لیے جمع ہوئے تو میں نے ان کو بتایا کہ یہ بہت برا شخص تھا، تم لوگوں کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا مگر تمہاری دی ہوئی پوری کی پوری رقم اپنی ذات کے لیے جمع کر لیتا تھا، اس میں سے محتاجوں اور ضرورت مندوں کو ایک حبہ نہیں دیتا تھا۔ انہوں نے کہا: تم کو کیسے معلوم؟ میں نے کہا: میں تم کو اس کا خزانہ دکھاتا ہوں اور میں نے وہ جگہ دکھاوی۔ انہوں نے وہاں سے سات گھڑے نکالے جو سونے چاندی سے پر تھے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: ''بخدا ہم اس کو ہرگز دفن نہیں کریں گے۔'' پھر انہوں نے اس کی لاش کو صلیب پر لٹکا کر اس پر پتھروں کی بارش کر دی۔

اس کے چند روز بعد انہوں نے اس جگہ ایک دوسرے شخص کو مقرر کر دیا اور میں اس کی صحبت میں رہنے لگا۔ میں نے دنیا میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ دنیا سے بے نیاز، آخرت کا مشتاق اور عبادت کا پابند ہو۔ میں اس سے غیر معمولی محبت کرنے لگا اور ایک مدت تک اس کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو میں نے اس سے عرض کیا:

''محترم! میرے لیے آپ کی کیا وصیت ہے؟ آپ مجھے اپنے بعد کس کی صحبت اختیار کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں؟'' اس نے جواب دیا:

بیٹا! اپنے علم کی حد تک میں صرف ایک شخص کو جانتا ہوں جو اس دین پر قائم ہے جس پر میں تھا۔ وہ فلاں شخص ہے، جو موصل میں رہتا ہے۔ اس نے صحیح دین میں کوئی تحریف نہیں کی ہے۔ حق اب صرف اسی کے پاس ہے۔

جب میرے مرشد کا انتقال ہو گیا تو میں موصل پہنچا اور اس شخص کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو اپنی پوری سرگزشت سے آگاہ کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ فلاں بزرگ نے اپنی موت کے وقت مجھے آپ کی صحبت اختیار کرنے کی وصیت کی تھی۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ اب صرف آپ ہی اس دین پر قائم ہیں جس پر وہ خود تھے۔ میری بات سن کر انہوں نے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی اور میں وہاں رہنے لگا۔ میں نے ان کو بہترین حالت پر پایا لیکن بدقسمتی سے میں زیادہ دنوں تک ان کی صحبت سے استفادہ نہ کر سکا۔ ان کی موت کا پروانہ جلد آ گیا، جب ان کے انتقال کی گھڑی قریب آ گئی تو میں نے عرض کیا:

''محترم! آپ کا وقت موعود آ گیا ہے اور آپ میرے مسئلے سے بخوبی واقف ہیں۔ اب آپ کی طرف سے میرے لیے کیا وصیت ہے، مجھے کس کے پاس جانے کی ہدایت فرماتے ہیں؟'' میری بات سن کر انہوں نے فرمایا:

''بیٹا! مجھے نہیں معلوم کہ ''نصیبین'' کے فلاں شخص کا سا کوئی دوسرا آدمی اس دین پر باقی ہے جس پر ہم لوگ ہیں۔ بس تم

وہاں جاؤ اور اسی کی صحبت اختیار کرو۔''

اس بزرگ کی تجہیز و تکفین کے بعد میں نصیبین والے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اپنے حالات اور اپنے مرشد کی ہدایت سے آگاہ کیا۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر رضامندی ظاہر کی اور میں ان کے پاس مقیم ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اسی حق پر قائم ہیں جس پر پہلے دونوں بزرگ تھے لیکن مجھے ان کی صحبت میں رہتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ان کا وقت بھی پورا ہو گیا۔ جب ان کی موت کا وقت آ گیا تو میں نے ان سے کہا:

''آپ کو میرے بارے میں سب معلوم ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میرا مقصد کیا ہے۔ جس کے لیے دردر کی خاک چھانتا پھر رہا ہوں۔ اب اپنے بعد آپ مجھے کس کے پاس جانے کی ہدایت فرما رہے ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا:

''بیٹا! میری معلومات کی حد تک اب روئے زمین پر صرف ایک شخص رہ گیا ہے' جو اس دین پر قائم ہے۔ وہ فلاں شخص ہے' جو ''عموریہ'' میں رہتا ہے میرے بعد تم اسی کے پاس چلے جانا۔

میں ان کی ہدایت کے مطابق ''عموریہ'' پہنچا۔ تمام حالات و واقعات سے انہیں باخبر کیا اور بزرگ کی وصیت کا ذکر کرتے ہوئے ان کی خدمت میں قیام کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے اجازت دے دی اور میں ان کے ساتھ رہنے لگا۔ بخدا! وہ مذکورہ بزرگوں کے طریقے پر قائم تھے۔ میں ان کی صحبت سے مستفیض ہونے لگا۔ ان کے یہاں رہتے ہوئے میں نے کچھ گائیں اور بکریاں پال لیں۔ جب ان کی موت کا وقت آ پہنچا تو میں نے ان سے کہا:

آپ میرے معاملے سے اچھی طرح واقف ہیں، میرے بارے میں کس کو وصیت کر رہے ہیں اور مجھے کیا حکم دے رہے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: ''بیٹا! بخدا میرے علم کی حد تک روئے زمین پر اب ایسا کوئی شخص نہیں بچا ہے' جو اس دین پر قائم ہو جس پر ہم تھے لیکن وہ وقت قریب آ گیا ہے جب سرزمین عرب میں ایک نبی دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوگا، پھر وہ اپنے وطن سے کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا جو حرتین کے درمیان واقع ہے۔ اس کی چند واضح نشانیاں ہیں۔ وہ ہدیہ قبول کرے گا، صدقہ نہیں کھائے گا اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر ہو سکے تو تم اسی علاقے میں چلے جاؤ۔

ان کے انتقال کے بعد کچھ دنوں تک میں عموریہ میں مقیم رہا، ایک دن ادھر سے کچھ عرب تاجروں کا گزر ہوا' جو قبیلہ بنی کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: اگر تم لوگ مجھے اپنے عرب لیتے چلو تو میں تمہیں اپنی ساری گائیں اور بکریاں دے دوں گا۔ وہ تیار ہو گئے اور میں نے اپنے جانور ان کے حوالے کر دیے۔ جب قافلہ مدینہ اور شام کے درمیان واقع ایک مقام ''وادی القریٰ'' میں پہنچا تو انہوں نے میرے ساتھ غداری کی اور مجھے غلام بنا لیا۔ کچھ عرصہ بعد بنو قریظہ کا ایک یہودی اس کے یہاں آیا اور مجھے خرید کر اپنے ساتھ ''یثرب'' لے گیا۔ میں نے وہاں کھجوروں کے پیڑ دیکھے جن کا ذکر عموریہ والے بزرگ نے کیا تھا۔ اس کی بیان کردہ علامتوں کی مدد سے میں نے مدینہ کو پہچان لیا۔ اب میں اپنے نئے یہودی آقا کے ساتھ مدینہ میں رہنے لگا۔

اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تھے اور اپنی قوم میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اس دوران اپنی غلامی کی مصروفیات اور عدیم الفرصتی کے سبب ان کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر سکا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ ایک روز میں اپنے آقا کے باغ میں ایک کھجور پر چڑھا ہوا کچھ کام کر رہا تھا۔ میرا آقا اسی درخت کے نیچے بیٹھا تھا، اتنے میں اس کے قبیلے کا کوئی شخص آیا اور کہنے لگا:

"اللہ تعالیٰ بنوقیلہ کو ہلاک کرے۔ وہ سب قبا میں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو آج ہی مکہ سے ان کے یہاں پہنچا ہے اور خود کو نبی بتا رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی میرے اوپر بخار کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور میرا پورا جسم کانپنے لگا۔ مجھے ایسا لگا کہ میں اپنے آقا کے اوپر گر پڑوں گا۔ میں جلدی جلدی درخت سے اترا اور اس آدمی سے پوچھنے لگا:

ابھی تم کیا کہہ رہے تھے ذرا وہ بات مجھے دوبارہ بتاؤ۔

اس پر میرا آقا غضب ناک ہو گیا اور اس نے مجھے ایک گھونسہ مار کر کہا:

تمہیں اس سے کیا مطلب؟ چلو، جا کر اپنا کام کرو۔

شام کو کچھ کھجوریں ساتھ لے کر جو میں نے جمع کر رکھی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا اور ان کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں اور آپ کے کچھ غریب الوطن اور ضرورت مند ساتھی ہیں۔ یہ صدقہ کی تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ میرے خیال میں آپ لوگ اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کھاؤ، مگر خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا: یہ پہلی علامت ہے۔

اس کے بعد میں واپس چلا آیا اور پھر کھجوریں پس انداز کرتا رہا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینے آئے تو میں نے دوبارہ حاضر خدمت ہو کر عرض کیا:

اس روز میں نے دیکھا کہ آپ نے صدقے کی کھجوریں نہیں کھائیں اس لیے آج یہ تھوڑی سی کھجوریں ہدیہ خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں میں سے خود بھی کھائیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی شریک کیا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا: یہ دوسری نشانی ہے۔

تیسری بار جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بقیع میں تشریف فرما تھے۔ وہاں آپ اپنے کسی صحابی کی تدفین میں شریک تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس وقت آپ کے جسم مبارک پر دو چادریں تھیں۔ میں نے قریب پہنچ کر سلام کیا اور گھوم کر پشت کی جانب آ گیا کہ شاید میں وہ خاتم نبوت دیکھ سکوں جس کو عموریہ میں میرے مرشد نے بتایا تھا۔ جب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی پشت مبارک کی طرف نظر اٹھائے ہوئے دیکھا تو میرا مقصد سمجھ گئے اور پشت پر سے چادر مبارک سرکا دی۔ میں نے خاتم نبوت کو دیکھا، اسے پہچانا اور جھک کر اسے بے ساختہ چومنے لگا۔ اس وقت میری آنکھوں سے مسرت کے آنسو جاری تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا بات ہے؟

میں نے اپنی پوری سرگزشت بیان کردی جس کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوش ہوئے کہ آپ کے اصحاب نے میری زبان سے میری تلاش حق کی داستان سن لی۔ ان لوگوں نے بھی اس پر انتہائی حیرت واستعجاب کا اظہار کیا اور بے حد مسرور ہوئے۔

فضائل:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت کے حوالے سے چند ایک حقائق حسب ذیل ہیں:

(i) آپ غلام کی حیثیت سے دس سے زائد مالکوں کے ہاتھوں فروخت ہوئے، غلام کی حیثیت سے عموریہ سے مکہ مکرمہ آئے، پھر مملوک کی حیثیت سے مدینہ طیبہ (یثرب) پہنچے اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خرید کر آزاد کیا۔

(ii) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ ایسے ہیں کہ جنت ان کے دخول کی مشتاق ہے، آپ کا شمار بھی ایسے صحابہ میں ہوتا ہے۔

(iii) حضرت منصور بن بزرج رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ بکثرت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے تھے، بکثرت ذکر کرنے کی وجہ دریافت کرنے پر حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اسے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نہ کہو بلکہ مسلمان محمدی کہو، میرا ان کا بکثرت ذکر کرنے کا سبب ان کی تین فضیلتیں ہیں: اول: انہوں نے اپنی خواہش پر امیر المؤمنین کی خواہش کو ترجیح دی۔ دوم: آپ فقراء کو دوست رکھتے تھے اور انہیں اہل ثروت پر ترجیح دیتے تھے۔ سوم: آپ علم وعلماء سے دوستی رکھتے تھے۔

(iv) ایک دفعہ چند صحابہ تشریف فرما تھے، جو باہم اپنے نسب کا ذکر مباہات وفخر سے کر رہے تھے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی طرف چہرہ کر کے فرمایا: تمہارا اصل اور نسب کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں اللہ کے بندے کا بیٹا مسلمان ہوں، میں گمراہ تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی، فقیر ومحتاج تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مجھے تونگر کیا اور غلام تھا کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب خدا نے مجھے آزاد کیا۔

(v) آپ کی روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین چھ سو (۶۰۰) سال کا فاصلہ تھا۔

وفات

۳۶ھ کو مدائن میں خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وصال فرمایا، حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے نماز

جنازہ پڑھائی اور مدائن میں مدفون ہوئے۔مزار مبارک مدائن میں مرجع خلائق ہے۔(ماخوذ از حیات صور الصحابہ رافت پاشا از صفحہ ۹۹ تا ۱۰۵)

بَاب مَنَاقِبِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 29: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3733 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ هَانِئِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متن حدیث: جَاءَ عَمَّارٌ يَسْتَاْذِنُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عمار بن یاسر نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے اندر آنے کے لئے کہو! پاک شخصیت اور پاک خصلت والے شخص کو خوش آمدید

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی: عمار، کنیت: ابوالیقظان، باپ کا اسم گرامی: یاسر، والدہ محترمہ کا نام: سمیہ تھا۔شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس الحصین بن الودیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر الاکبر بن یام بن عنس بن مالک العنسی القحطانی۔

آپ کے والد گرامی حضرت یاسر رضی اللہ عنہ یمن کے باشندے اور قحطانی النسل تھے، وہ ایک دفعہ اپنے گمشدہ بھائی کی تلاش میں اپنے دو بھائیوں مالک اور حارث کے ساتھ مکہ گئے، دونوں بھائی تو واپس آ گئے مگر خود وہاں قیام پذیر ہو گئے، بنومخزوم سے حلیفانہ تعلق پیدا کر لیے اور ابوحذیفہ بن المغیرہ مخزومی کی سمیہ نامی کنیز سے نکاح کر لیا جبکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ابوحذیفہ نے انہیں زمانہ بچپن میں آزاد کر دیا تھا پھر تاحیات باپ بیٹا دونوں کو نہایت شفقت ومحبت سے اپنے ساتھ رکھا۔

3733 ـ اخرجه ابن ماجه (۵۲/۱): المقدمة، حديث (۱۴۶)، و البخاري في الادب المفرد (۱۰۳۱) و احمد (۹۹/۱ ـ ۱۲۳ ـ ۱۲۵ ـ ۱۳۰ ـ ۱۳۷) من طريق ابي اسحاق، عن هاني، عن علي بن ابي طالب، فذكره.

دامن اسلام میں:

حذیفہ کی وفات کے بعد اسلام کا چرچا ہوا، حضرت عمار اور حضرت صہیب ابن سنان رضی اللہ عنہما دونوں ایک ساتھ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کو ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر پایا، دریافت کیا: کس ارادہ سے آئے ہو؟ جواب دیا: پہلے آپ اپنا مقصد بیان کریں؟ میں نے جواب دیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے ان کی باتیں سننا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا: میرا بھی یہی ارادہ ہے، دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور ایک ساتھ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ چند دن کے وقفہ سے آپ کے والدین بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے تھے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اس دور میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے کہ ابھی چند لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے قبول اسلام کے وقت چند افراد نے اظہار اسلام کیا تھا ورنہ قبول اسلام کرنے والوں کی تعداد تیس کے قریب تھی مگر انہوں نے مشرکین کے خوف سے اپنے ایمان واسلام کو مخفی رکھا ہوا تھا۔ تاہم آپ کا شمار ''السابقون الاوّلون'' میں ہوتا ہے۔

صبر واستقامت:

جو شخص دامن اسلام سے وابستہ ہوتا، کفار ومشرکین کی طرف سے اسے خوب تختہ مشق بنایا جاتا تھا، اکثر مسلمانوں کی حالت یہی رہی کہ انہوں نے اذیتیں تو برداشت کر لیں لیکن دامن اسلام سے وابستی میں کمی نہیں آنے دی اور ایسے ہی لوگوں میں سے ایک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تھے۔

آپ غریب الوطن تھے، مالی حالت بھی اچھی نہیں تھی اور والدہ محترمہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بنومخزوم کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئی تھیں لیکن آپ نے ایک دن سے زیادہ اپنے ایمان کو مشرکین مکہ سے پوشیدہ نہیں رکھا تھا۔ مشرکین مکہ کی طرف سے آپ مختلف تکالیف میں مبتلا کیے گئے۔ آپ کو نیم روز کے وقت تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا، آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا، پانی میں غوطے دیے گئے لیکن آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی بلکہ کوہ استقامت بنے رہے۔

ایک دفعہ کفار مکہ نے آپ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا رکھا تھا، پاس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا اور آپ نے اپنا دست اقدس ان کے سر پر پھیرتے ہوئے فرمایا: ''اے آتش! تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما پر بھی ٹھنڈی ہو جا۔''

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر آپ کے گھر کے پاس سے ہوا، آپ کے حضور دشمنوں کی طرف سے تکالیف میں مبتلا کرنے کی شکایت کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ صبر کرو، پھر یہ دعا کی: اے پروردگار! آل یاسر کی بخشش کر دے۔

ایک دفعہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: کیا کفار مکہ مسلمانوں کو اتنی تکالیف دیتے تھے کہ وہ اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور ہو جائیں؟ انہوں نے جواب دیا: قسم بخدا! ایسا ہی تھا، مشرکین انہیں پیٹتے،

بھوکا پیاسا رکھتے حتی کہ وہ اس قدر کمزور ہو جاتے کہ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت ختم ہو جاتی۔ پھر اس حالت میں جو کچھ وہ کرنا چاہتے تو ان کے ضمیر کے خلاف کہلا لیتے تھے۔

ایک دفعہ مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو پانی میں خوب غوطے دیے، اپنی زبانوں سے جو کچھ بک سکتے تھے خوب بکا، بڑی مشکل سے ان تکالیف سے جان چھوٹی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے، دریافت فرمایا: اے عمار! کیسی خبر ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! بری خبر ہے، کفار نے اس وقت تک میری جان نہیں چھوڑی جب تک آپ کی شان کے خلاف اور بتوں کی تعریف میں الفاظ استعمال نہ کیے، آپ اٹھے از راہ شفقت ان کے آنسو صاف کیے اور دریافت فرمایا: تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا: میرا دل ایمان سے مطمئن ہے۔ فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ

جس شخص نے قبول اسلام کے بعد ذات باری تعالیٰ کا انکار کیا جبکہ اس کا دل مطمئن ہو ایمان کے ساتھ تو اس کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔

حلیہ مبارک:

قد قدرے بلند، آنکھیں سرمگیں، سینہ کشادہ، جسم بھرا ہوا اور آخری وقت تک جوان و طاقتور دکھائی دیتے تھے۔

سعادت ہجرت:

کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم و تکالیف ڈھائے جانے پر انہیں ہجرت کی اجازت مل گئی، آپ بھی عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ میں آ گئے، حضرت مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا حضرت حذیفہ بن الیمان انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم کیا گیا۔ قطعہ زمین ملنے پر مدینہ طیبہ میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

تعمیر مسجد:

ہجرت مدینہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے قبل مسجد نبوی شریف تعمیر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر مسجد میں عملی طور پر حصہ لیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی پیروی کی، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی پتھر اور گارا اٹھا کر لاتے زبان پر یہ رجز تھا: نحن المسلمون نبتنی المساجدا۔ ''یعنی ہم ایسے مسلمان ہیں جو تعمیر مساجد کرتے ہیں۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تعمیر مسجد نبوی کے وقت ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے جبکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ ایک موقع پر آپ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا: افسوس! تمہیں باغی گروہ شہید کرے گا۔

ایک دفعہ لوگوں نے آپ کے سر پر اتنا وزن لاد دیا جو تکلیف مالا یطاق کا مصداق تھا، لوگوں نے پکارنا شروع کر دیا کہ آج عما

بچ نہیں سکیں گے بلکہ مر جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اینٹیں اتار کر پھینک دیں اور فرمایا: ابن سمیہ! تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

غزوات میں شرکت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو شجاعت و بہادری جیسے اوصاف سے سرفراز فرمایا گیا تھا، آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور کردار ادا کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جنگ یمامہ میں ان کا ایک کان کٹ گیا جو سامنے پڑا پھڑک رہا تھا مگر آپ تھے کہ حملہ سے حملہ کر رہے تھے اور صفوں کی صفیں تہہ و بالا کرتے جاتے تھے۔ ایک موقع پر دوران جنگ مسلمانوں کے پاؤں آگے بڑھنے سے رک گئے، اس موقع پر آپ نے بلند و بالا چٹان پر چڑھ کر یوں اعلان کیا: اے گروہ مسلمانان! کیا تم جنت سے بھاگنا پسند کرتے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں، تم لوگ میری طرف آؤ، اس اعلان سے لوگوں کے حوصلے بلند ہوئے اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

شجاعت و بہادری

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کی، دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے ناکام بنایا اور اعلاء کلمۃ الحق کا کردار ادا کیا۔ آپ نے جنگ تبوک، جنگ یمامہ، جنگ جمل اور جنگ صفین وغیرہ میں بھی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ جنگ جمل میں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شامل ہوئے تھے، دوران جنگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علمبردار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر آپ کی نظر پڑی تو کہا: اسی علمبردار سے تین دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اب چوتھی بار ہے، خدا کی قسم! اگر وہ ہم کو شکست دیتے ہوئے مقام ہجر تک بھی پسپا کر دیں جب بھی میں یہی خیال کروں گا کہ ہم لوگ حق پر ہیں اور وہ غلطی پر۔

حسن اخلاق:

تقویٰ و طہارت، استقامت و استقلال اور حسن اخلاق کے حوالے سے آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ غزوہ ذات العشیرہ کے موقع پر بنومدلج سے متعلق چند لوگ نخلستان سے نہر کھود رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے ابوالیقظان! چلو دیکھیں کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں، وہاں جا کر کئی گھنٹے تک صورتحال کا جائزہ لیتے رہے، نیند کا غلبہ ہونے پر بغیر بستر کے سادہ زمین پر سوئے رہے۔

زمانہ فاروقی میں آپ کوفہ کے حاکم تھے، آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ اپنا سودا سلف خود بازار جا کر خرید لیتے تھے۔ حضرت مطرف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں کوفہ میں اپنے ایک دوست کو ملنے گیا، دوران ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بعض خامیوں کا ذکر ہوا، وہاں بیٹھا ہوا ایک شخص اپنے چرمی لباس کو ٹانک رہا تھا، اس نے برہم ہو کر کہا: اے فاسق! کیا تو امیر المؤمنین کی عیب جوئی کرتا ہے، میرے دوست نے معذرت خواہانہ لہجہ میں کہا: ابوالیقظان! معاف کریں یہ میرے مہمان ہیں، اس وقت مجھے

معلوم ہوا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما یہی شخصیت ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تمام غزوات اور جنگوں میں اسلامی تعلیمات اور اصولوں کو پیش نظر رکھتے تھے۔ آپ جنگ صفین میں ساحل فرات کی طرف بڑھ رہے تھے اور بار بار یوں فرمارہے تھے: اے پروردگار! اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ پہاڑ سے کود کر یا آگ میں جل کر یا پانی میں ڈوب کر جان دینا تیری رضا کا سبب ہوسکتا ہے' تو میں ضرور تجھے خوش کرتا، میں لڑتا ہوں اس میں بھی یہی مقصد پیش نظر ہوتا ہے، مجھے یقین ہے کہ تو مجھے ناکام نہیں رکھے گا۔ آپ کے حسن کردار و حسن اخلاق کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے: ''عمار کے رگ و پے میں ایمان سرایت کر چکا ہے اور شر شیطان سے محفوظ رہنے کی دعا ہے۔''

شہادت:

۳۷ھ کو جنگ صفین کے موقع پر ترانوے (۹۳) سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ شہادت کی خبر سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈی سانس کھینچتے ہوئے اظہار افسوس کیا تھا اور نماز جنازہ خود پڑھائی تھی۔

(ماخوذ شرح انتخاب احادیث صحیح بخاری از صفحہ ۳۸۰ تا ۳۸۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے طیب و مطیب القاب عطا ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق ایک دفعہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، آداب و اکرام نبوت کے پیش نظر اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا: خوش آمدید، طیب و مطیب کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔

مرحباً: خوش آمدید، کشادہ جگہ۔ طیب: پاکیزہ، طاہر، مطیب: مقدس' پاکیزہ۔ یہاں خوشبو کا معنی نہیں ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی خدمات اور مقام و مرتبہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں طیب و مطیب القاب سے نوازا گیا، تاحیات بلکہ آج تک یہ القاب ان کے اسم گرامی کا حصہ بنے ہوئے ہیں جس سے آپ کی فضیلت عیاں ہوتی ہے اور ان کے ہاں اسم سے زیادہ یہ القاب زیادہ پسندیدہ تھے، کیونکہ یہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا کیے گئے تھے۔

3734 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سِيَاهٍ كُوفِيٌّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متن حدیث: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اخْتَارَ اَرْشَدَهُمَا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ

3734 - اخرجه ابن ماجه (۵۲/۱): المقدمة، حديث (۱۴۸)، و احمد (۱۱۳/۶) من طريق حبيب بن ابي ثابت عن عطاء بن يسار، عن عائشة، فذكرته.

سیاہ

توضیح راوی: وَهُوَ شَيْخٌ كُوفِيٌّ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ النَّاسُ لَهُ ابْنٌ يُقَالُ لَهُ يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ثِقَةٌ رَوَى عَنْهُ يَحْيَى بْنُ آدَمَ

◈◈ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمار کو جب بھی دو معاملات کے بارے میں اختیار دیا گیا تو اس نے اس کو اختیار کیا جو زیادہ بہتر والا ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف عبدالعزیز نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں' جو کوفہ کے رہنے والے بزرگ ہیں۔

ان سے کئی لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔

ان کے ایک صاحبزادے بھی ہیں' جن کا نام یزید بن عبدالعزیز ہے یہ ثقہ ہیں ان سے یحییٰ بن آدم نے احادیث نقل کی ہیں۔

شرح

راست روی کا راستہ اختیار کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مطابق زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ جب بھی انہیں دو امور میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی تو انہوں نے راست روی کا معاملہ اختیار کیا۔ گویا یہ ان کی خصوصیت یا دور اندیشی کا نتیجہ ہے۔

سوال: ایک روایت میں ہے: **ایسرھما** (زیادہ آسان راستہ) اور دوسری کے الفاظ یہ ہیں: **اصعبھما** (دشوار گزار راستہ)، دونوں میں تضاد ہوا؟

جواب: تطبیق کی صورت یہ ہے کہ دوسروں کے لیے آسان اور اپنے لیے محتاط راستہ اختیار کرنا۔

3735 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مَوْلًى لِرِبْعِيٍّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ

متن حدیث: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَا أَدْرِي مَا قَدْرُ بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاهْتَدُوا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَمَا حَدَّثَكُمُ ابْنُ مَسْعُودٍ فَصَدِّقُوهُ

حکم حدیث: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

اسناد دیگر: وَرَوَى إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ هِلَالٍ مَوْلَى رِبْعِيٍّ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَدْ رَوَى سَالِمٌ الْمُرَادِيُّ الْكُوفِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے آپ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم میں تمہارے درمیان کتنا عرصہ رہوں گا؟ میرے بعد دولوگوں کی پیروی کرنا! نبی اکرم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: (آپ نے یہ بھی فرمایا) اور عمار کے طریقے کی پیروی کرنا اور ابن مسعود تمہیں' جو بات بتائے اس کی تصدیق کرنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابراہیم بن سعد نے اس حدیث کوسفیان ثوری کے حوالے سے' عبدالملک بن عمیر کے حوالے سے' ہلال کے حوالے سے' ربعی کے حوالے سے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

سالم مرادی کوفی نے اس روایت کو عمرو بن ہرم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' ربعی بن حراش حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند نقل کیا ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی سیرت اپنانا:

اس روایت میں بالترتیب خلافت حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے حق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا مستقبل قریب میں لڑی جانے والی جنگ صفین کی طرف اشارہ ہے، یہ جنگ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہوں گے اس لیے کہ ان کی رفاقت میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہوں گے جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی واقع ہوگی جو معاف کردی جائے گی۔

اس روایت میں خصوصیت سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی سیرت کو اختیار کرنے کا درس دے کر ان کی عظمت وقدر بیان کی گئی ہے۔ گویا ان کی سیرت، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہے، جس کے بارے میں قرآن کا فیصلہ ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

3736 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ الْمَدَنِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَبْشِرْ عَمَّارُ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ

فی الباب: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَفِی الْبَابِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِی الْیَسَرِ وَحُذَیْفَةَ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ مِّنْ حَدِیْثِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اے عمار! یہ بات جان لو! تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

3736 ۔ انفردبه الترمذی. ینظر (تحفة الاشراف) (۲۳۵/۱۰) حدیث (۱٤۰۸۱)، و ذکره الشیخ الالبانی فی (السلسة الصحیحة) (۳۳۵/۲). حدیث (۷۱۰)، و عزاه للترمذی، وقال. و اسناد صحیح علی شرط مسلم، وقد اخرجه فی (صحیحه) عن ابی سعید.

اس بارے میں سیدہ اُمّ سلمہ، عبداللہ بن عمرو حضرت ابوبسر اور حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور ''غریب'' ہے، جو علاء، بن عبدالرحمن سے منقول ہے۔

شرح

باغی گروہ کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا:

کئی روایات میں مذکور ہے کہ جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افسوس! اے عمار! ایک باغی گروہ تمہیں شہید کرے گا۔ اس روایت سے دو اہم مسائل ثابت ہوتے ہیں:

(i) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے، کیونکہ آپ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے باغی گروہ کے ہاتھوں شہید ہونے کی خبر دی تھی، پھر تاریخ نے ثابت کر دیا کہ آپ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک باغی گروہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

(ii) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر آپ کے قبول اسلام کے وقت مشہور ہو گئی تھی لیکن آپ اپنی جان ہاتھ میں رکھ کر تا حیات شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔

سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت واضح ہونے کے باوجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مؤقف پر کیوں ڈٹے رہے؟

جواب: ہر انسان حصول مقصد کے لیے روایات کی تاویل کرتا ہے، جس طرح منکرین اسلام کے ذہن میں اسلام کی حقانیت نہیں آتی تو وہ شرک کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی تاویل سے کام لیا، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی شہادت پر انہیں اطلاع دی گئی تو انہوں نے فرمایا: ان کی شہادت کے ذمہ دار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ وہ انہیں اپنے ساتھ لائے تھے۔

بَاب مَنَاقِبِ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 30: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3737 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُمَيْرٍ وَّهُوَ اَبُو الْيُقْظَانِ عَنْ اَبِیْ حَرْبِ ابْنِ اَبِی الْاَسْوَدِ الدِّيْلِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متنِ حدیث: مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ اَصْدَقَ مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ

3737- اخرجه ابن ماجه (۵۵/۱): المقدمة حديث (۱۵۶)، و احمد: (۱۶۳/۲ - ۱۷۵ - ۲۲۳) من طريق الاعمش، عن عثمان بن عمير ابی اليقظان، عن ابی حرب بن الاسود الديلی عن عبد الله بن عمرو، فذكره.

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ وَاَبِي ذَرٍّ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ابوذر سے زیادہ سچے کسی شخص پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اُسے اٹھایا نہیں ہے۔ (یعنی ابوذر دنیا کے سب سے سچے آدمی ہیں)

اس بارے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب نامہ:

آپ کا نام: جندب، کنیت: ابوذر، لقب: مسیح الاسلام ہے۔ شجرہ نسب یوں ہے: جندب بن جنادہ بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حزام بن غفار بن ملیل بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ غفاری۔ والدہ کا نام: رملہ، قبیلہ کا نام: بنی غفار تھا، جو وادی ''وذان'' میں آباد تھا اور باہر کی دنیا کو مکہ سے ملاتا تھا۔

ابتدائی حالات:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنو غفار راہزنی کرتا تھا قبل از اسلام آپ نے بھی اسی پیشہ کو اپنا رکھا تھا اور علاقہ بھر کے مشہور راہزن تھے۔ اپنے پیشہ کے حوالہ سے آپ نہایت دلیر، شجاع اور بہادر واقع ہوئے تھے، تنہا قافلہ کو لوٹنے کا فن جانتے تھے، یک لخت ان کی زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا اور وہ راہزنی ترک کر کے خدا پرست بن گئے۔ حضرت ابومعشر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قبل از اسلام موحد تھے، غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے، بتوں کو خدا نہیں سمجھتے تھے اور آپ کی خدا پرستی سب لوگوں میں مشہور تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سب سے پہلے شخص نے انہیں اطلاع دیتے ہوئے کہا تھا: اے ابوذر! مکہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے، جو تمہاری طرح: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کہتا ہے۔ آپ کی توحید پرستی اور خدا پرستی محدود نہیں تھی بلکہ ممکنہ حد تک کسی نہ کسی انداز میں نماز پڑھتے تھے، انہوں نے خود بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری، ملاقات اور قبول اسلام سے تین سال قبل میں نماز ادا کرتا تھا، لوگوں نے دریافت کیا: کس کے لیے نماز ادا کرتے تھے؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے لیے، دریافت کیا گیا: کس طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے؟ جواب دیا: جس طرف خدا پھیر دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ یعنی ہر جانب ذات باری تعالیٰ موجود ہے۔

حلیہ:

رنگ سیاہی مائل، قد دراز، سر اور داڑھی کے بال سفید، داڑھی گھنی اور رفتار و گفتار میں میانہ روی، خوراک متوازن، صحتمند و توانا،

تارک دنیا ہو کر صحرا نشینی اختیار کر لی تھی۔

ترکہ و دولت:

آپ کی کل کائنات: تین گدھے (دو مادہ ایک نر)، چند سواریاں اور چند بکریاں تھیں۔

تلاش اسلام میں آزمائش:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو تلاش حق کا شوق تھا، جونہی آواز حق کان میں پڑی تو دلیل طلب کیے بغیر لبیک کہا، دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے، آپ سے قبل چار آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، پانچواں نمبر آپ کا تھا اور آپ کے قبول اسلام کی داستان طویل ہے، جو آپ کی زبانی حسب ذیل ہے:

جب میں قبیلہ غفار میں تھا، تو مجھ کو معلوم ہوا کہ مکہ میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، میں نے اپنے بھائی کو واقعہ کی تحقیق کے لیے بھیجا، وہ واپس آئے تو میں نے پوچھا: کیا خبر لائے؟ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! یہ شخص نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، اس قدر مجمل بیان سے میری تشفی نہیں ہوئی، اس لیے میں خود سفر کا مختصر سامان لے کر مکہ چل پڑا، وہاں پہنچا تو یہ دقت پیش آئی کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا نہ تھا اور کسی سے پوچھنے میں بھی مصلحت نہ تھی، اس لیے خانہ کعبہ میں جا کر ٹھہر گیا اور زمزم کے پانی پر بسر اوقات کرنے لگا، اتفاق سے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس سے گزرے، انہوں نے پوچھا: تم مسافر معلوم ہوتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ مجھ کو اپنے گھر لے گئے لیکن مجھ سے ان کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی، صبح اٹھ کر میں پھر کعبہ گیا کہ لوگوں سے اپنے مقصود کا پتہ دریافت کروں، کیونکہ ابھی تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بے خبر تھا، اتفاق سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ گزرے اور پوچھا: اب تک تم کو اپنا ٹھکانہ نہیں معلوم ہوا، میں نے کہا: نہیں، وہ پھر دوبارہ مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے، اس مرتبہ انہوں نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: اگر اس کو راز میں رکھیں تو عرض کروں؟ فرمایا: مطمئن رہو، میں نے کہا: میں نے سنا تھا کہ یہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، پہلے اس خبر کی تصدیق اور اس شخص کے حالات دریافت کرنے کے لیے میں نے اپنے بھائی کو بھیجا، مگر وہ کوئی تشفی بخش خبر نہ لایا، اس لیے اب میں خود اس سے ملنے آیا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے نیکی کا راستہ پالیا، سیدھے میرے ساتھ چلے آؤ، جس مکان میں جاؤں تم بھی میرے ساتھ چلے آنا، راستہ میں اگر کوئی خطرہ پیش آئے گا تو میں جوتا درست کرنے کے بہانے سے دیوار کی طرف ہٹ جاؤں گا اور تم بڑھتے چلے جانا۔ چنانچہ میں حسب ہدایت ان کے ساتھ ہو لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے سامنے اسلام پیش کریں، آپ نے اسلام پیش کیا اور میں اسلام کے عقیدت مندوں میں داخل ہو گیا، قبول اسلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! ابھی تم اس کو پوشیدہ رکھو اور اپنے گھر لوٹ جاؤ، میرے ظہور کے بعد واپس آنا، میں نے قسم کھا کر کہا: میں اسلام کو چھپا نہیں سکتا، ابھی لوگوں کے سامنے پکار کر اعلان کروں گا، یہ کہہ کر مسجد میں آیا، یہاں قریش کا مجمع تھا، میں نے سب کو مخاطب کر کے کہا: اے قریشیو! میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں

نے للکارا کہ اس بے دین کو لینا، اس آواز کے ساتھ ہی چاروں طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بے دم کر دیا، یہ دردناک منظر دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا، وہ مجھ کو بچانے کے لیے میرے اوپر گر پڑے اور ان لوگوں سے کہا تم لوگ ایک غفاری کی جان لینا چاہتے ہو، حالانکہ یہ قبیلہ تمہاری تجارت کی گزرگاہ ہے۔ یہ سن کر سب ہٹ گئے لیکن اسلام کا وہ نشہ نہ تھا جس کا خمار قریش کے غیظ وغضب کی ترشی سے اتر جاتا، دوسرے دن بھی اس حق گو کی زبان پر یہ نعرہ مستانہ تھا:

در عجا بھائے طور عشق حکمتہا کم است　　　　عشق را با مصلحت اندیشی مجنوں چہ کار

پھر وہی مسجد تھی، وہی صنادید قریش کا مجمع تھا اور وہی ان کی ستم آرائی تھی۔

ایک دوسری روایت جوان سے منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اپنے وطن سے اپنے بھائی انیس اور امنا کو لے کر اپنے ماموں کے یہاں گئے، کچھ دنوں کے بعد ان سے خفاء ہو کر چلے گئے، اتفاق سے ایک مرتبہ انیس کسی ضرورت سے مکہ گئے، وہاں سے لوٹ کر ابوذر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات بیان کیے، آپ کے اوصاف سن کر وہ خود تحقیقات کے لیے مکہ پہنچے اور ایک شخص سے آپ کا پتہ پوچھا، پوچھتے ہی ہر طرف سے مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بیدم کر دیا لیکن یہ نہ ہٹے۔ تیسرے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، وہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور یہ مشرف باسلام ہوئے۔

وطن واپسی اور تبلیغ دین:

مکہ مکرمہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ جب دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وطن واپس جانے کا حکم دیا، وہاں لوگوں میں تبلیغ اسلام کرنے کی ہدایت کی، ہجرت مدینہ کی اجازت ملنے سے مدینہ آجانے کا بھی موقع دیا۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے دونوں بھائیوں انیس وامنا کو ساتھ لیا جو مکہ میں پہلے سے موجود تھے، وہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور اپنے وطن روانہ ہو گئے۔ وطن واپس جا کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے، نصف قبیلہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا اور باقی نصف ہجرت کرنے کے بعد دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا۔

ہجرت مدینہ اور رشتہ مواخات:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد فوراً مدینہ نہ آئے بلکہ غزوہ بدر، غزوۂ اُحد اور غزوہ خندق کے بعد مدینہ طیبہ پہنچے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواخات میں اختلاف ہے۔ علامہ واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آپ آیت میراث کے نزول کے بعد مدینہ پہنچے تھے اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رشتہ مواخات درست نہیں رہا تھا۔

مدینہ میں آمد وقیام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور یہاں مستقل بنیاد پر قیام پذیر ہو گئے۔ قیام مدینہ کے دوران آپ اکثر اوقات خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزارتے تھے اور خدمت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ آپ غزوۂ تبوک کے علاوہ کسی غزوہ میں شریک نہ ہوئے، غزوۂ تبوک کے موقع پر لوگ راستے سے

واپس جانے لگے، آپ کا اونٹ سست تھا، اسے چلانے کی کوشش کی لیکن اس کے نہ چلنے پر اپنا ساز و سامان کندھوں پر اٹھا لیا پا پیادہ تبوک کی طرف چل پڑے۔ کسی شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! دور سے کوئی شخص آ رہا ہے، آپ نے فرمایا: شاید ابوذر غفاری ہوں گے، لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آنے والا شخص ابوذر غفاری ہیں، جب آپ مزید قریب ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کے حق میں یوں دعا کی: ''اے اللہ! ابوذر پر رحم کر، وہ تنہا چلتے ہیں، تنہا مریں اور قیامت کے دن تنہا اٹھیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا لفظ بلفظ پوری ہوئی۔

عزلت پسندی اور ربذہ میں قیام:

دعاء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا دل مدینہ میں نہیں لگتا تھا، آپ لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کو ترجیح دیتے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ عجیب طرح کا دکھائی دیتا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اجازت سے آپ ربذہ گاؤں (جو مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے) میں مقیم ہو گئے، پھر تا وصال اسی میں مقیم رہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنون کی حد تک محبت تھی، جس کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ ایک دفعہ آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آدمی جس جماعت سے تعلق رکھتا ہے، اس کے اعمال کی طاقت نہیں رکھتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تم جس سے محبت کرتے ہو اس کے ساتھ ہو جاؤ، عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس سے محبت کرتے ہو اس کے ساتھ ہو گے۔

وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنتے تو آنکھوں میں آنسو امڈ آتے تھے۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے بیت المقدس میں ایک ایسا شخص دیکھا جو مسلسل سجدے کر رہا تھا، یہ صورتحال دیکھ کر میرے دل میں ایک خاص اثر پیدا ہوا، جب میں دوبارہ اس کے پاس گیا تو انہوں نے دریافت کیا کہ آپ اس بارے میں بتا سکتے ہیں کہ میں نے طاق نماز پڑھی ہے یا جفت؟ پھر انہوں نے کہا: اگر میں لاعلم ہوں تو میرا پروردگار ضرور جانتا ہے، پھر کہا: میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا، یہ الفاظ زبان سے نکلے تو پھر رونے لگے، دوبارہ کہا: میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا، ابھی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ آنکھوں میں آنسو امڈ آئے، پھر سنبھل کر فرمایا: میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے، اس کا ایک گناہ معاف کر کے نیکی لکھ دیتا ہے، میں نے دریافت کیا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوذر غفاری ہوں۔ یہ سن کر میں اپنی تقصیر پر بہت نادم ہوا۔

دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پذیرائی:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت میں خوب نیاز مندی اور قدر و منزلت حاصل تھی۔ مجلس میں موجود ہوتے تو آپ ہی کو تخاطب کا اعزاز حاصل ہوتا اور عدم حاضری کی صورت میں آپ کے بارے میں دریافت کیا جاتا تھا۔ آپ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم آہنگی و محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے راز کی باتیں بھی ان سے بیان کر دیتے تھے اور وہ بھی اسرار و رموز نبوت کے امین ثابت ہوتے تھے۔ اگر کوئی شخص حاضر خدمت ہو کر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کرتا تو راز والے ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے مصافحہ اور سلام کرنے میں پیشگی فرماتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو امور اپنے لیے پسند کرتے وہی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے لیے بھی پسند کرتے' اور جو اپنے لیے ناپسند کرتے وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ناپسند کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے لیے امارت کی خواہش ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تم ناتواں ہو، میں تمہارے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ارشادات و تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دلی طور پر احترام کرتے اور انہیں معمول بہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اگر تم پر ظالم حکمران مسلط ہو جائیں تو تم کیا کرو گے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان کے بارے میں تلوار سے کام لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اس سے بہتر مشورہ دیتا ہوں کہ تم اس وقت صبر و تحمل سے کام لینا حتیٰ کہ مجھ سے آملو۔ آپ نے اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تاحیات عمل کیا۔

ایک دفعہ آپ (عام) مسجد میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، دریافت کیا: اے ابوذر! اگر یہاں سے تمہیں نکال دیا جائے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یا اپنے گھر چلا جاؤں گا، فرمایا: اگر تمہیں وہاں سے بھی نکالا جائے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: تب میں تلوار سے کام لوں گا، آپ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تین بار فرمایا: اے ابوذر! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے، تلوار ہرگز نہ نکالنا بلکہ نکالنے والے جہاں لے جانا چاہیں چلے جانا۔ چنانچہ دور عثمانی میں خلیفہ وقت کے حکم پر آپ نے ''ربذہ'' گاؤں میں جا کر رہائش اختیار کر لی، سیاہ فام کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ لوگوں نے آپ کو بھڑکانے کی کوشش کی لیکن آپ صبر و تحمل کی تصویر بنے رہے۔ آپ سے ایک روایت منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم خود کھاتے ہو وہی اپنے غلاموں کو کھلاؤ اور جو تم خود پہنتے ہو وہی اپنے غلاموں کو پہناؤ۔

پیکرِ زہد و تقویٰ:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پیکر زہد و تقویٰ تھے بلکہ جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی تھی وہ بھی صاحب زہد و تقویٰ بن جاتا تھا۔

آپ کی فقیرانہ زندگی کو دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ابوذر غفاری کا زہد عیسیٰ بن مریم کے زہد جیسا ہے۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام میں معمولی تبدیلی آ گئی تھی لیکن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ روز اول سے تا وصال یکساں رہا جس میں ہرگز تبدیلی نہ آئی۔

حضرت عمران بن حطان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں حضرت ابوذر اکیلے بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دریافت کیا: اے ابوذر! آپ تنہائی پسند کیوں بن گئے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تنہائی برے ہمنشین سے بہتر ہے۔ حضرت ابو اسماء رحبی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ''ربذہ'' میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کی اہلیہ محترمہ نہایت کمزور حالت میں تھیں، فرمایا: یہ میری بیوی مجھ سے کہتی ہے کہ تم عراق جاؤ، اگر میں عراق جاؤں تو وہاں کے لوگ میرے سامنے دنیا پیش کریں گے۔ میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا: جہنم کے پل کے سامنے پاؤں پھسلانے والا راستہ ہے، آپ لوگوں کو وہاں سے گزرنا ہے اور تم اپنا بوجھ ہلکا رکھو تا کہ وہاں سے گزرنے میں آسانی ہو۔

عجز وانکسار اور سادگی:

تمام صحابہ عجز وانکسار اور سادگی پسند تھے لیکن کمال درجہ کا یہ وصف حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ میں پایا جاتا تھا، آپ نے فقیرانہ حالت میں زندگی گزار دی اور آپ کو ترفع وخود پسندی سے سخت نفرت تھی۔ حضرت عبداللہ بن خراش رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ ''ربذہ'' میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صوف کے ایک نمدے پر تشریف فرما تھے، زوجہ سیاہ فام تھیں، کسی نے دریافت کیا: اب آپ کی اولاد بقید حیات نہیں رہی؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری زندگی ہی میں اولاد کو دار الفناء سے دار البقاء میں لے کر ذخیرہ آخرت بنا دیا ہے، لوگوں کی طرف سے کہا گیا: کاش! آپ دوسری عورت سے نکاح کر لیتے جو خوب رو ہوتی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے ایسی عورت سے نکاح کرنا زیادہ پسند ہے' جو عاجزی پیدا کرے بہنسبت ایسی عورت سے جو ترفع وتکبر پیدا کرے۔

حضرت جعفر بن زبرقان رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت غالب بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میری ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت المقدس میں نماز ادا کرتا تھا، اس نے بتایا اگر ابوذر رضی اللہ عنہ کا تمام اثاثہ جمع کیا جائے تو ایک چادر کے برابر بھی نہ ہو۔ حضرت مہران بن میمون کا بیان ہے کہ میرے خیال کے مطابق آپ کا کل اثاثہ دو درہم سے زائد نہیں ہوگا۔

حاضر خدمت اور زیارت کے لیے آنے والے لوگ آپ کی خدمت کرنا چاہتے تو آپ ان کو منع کر دیتے تھے، ایک دفعہ حاکم شام حبیب بن مسلمہ فہری نے آپ کی خدمت میں تین سو اشرفیاں ارسال کیں تا کہ وہ ضروریات میں خرچ ہوں، آپ نے وہ رقم واپس کرتے ہوئے فرمایا: کیا ان کو میرے علاوہ دوسرا شخص اللہ کے معاملہ میں دھوکہ کھانے والا نہیں ملا؟ ہمارے لیے سر چھپانے کے لیے ایک جھونپڑی، دودھ پینے کے لیے چند بکریاں اور خدمت کے لیے ایک کنیز کی ضرورت ہے باقی سب کچھ زائد ہیں۔

ایک دفعہ ابومروان نے آپ کو پشمینہ کی چادر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا، دریافت کیا: ابوذر! اس چادر کے علاوہ آپ کے پاس کوئی دوسری چادر نہیں ہے؟ فرمایا: اگر اس چادر کے علاوہ میرے پاس کوئی کپڑا ہوتا تو آپ ضرور دیکھ لیتے، انہوں نے عرض کیا حضور! چند ایام قبل آپ کے پاس دو کپڑے موجود تھے؟ فرمایا: ایک کپڑا میں نے کسی حاجتمند کو دے دیا تھا، اس نے عرض کیا: آپ کو بھی تو اس کی ضرورت تھی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے! تم دنیا بڑھانا چاہتے ہو۔ آپ کو علم ہے کہ میرے پاس ایک چادر ہے جو زیب تن کی ہوئی ہے، ایک دوسری چادر ہے جو مسجد میں جاتے وقت استعمال میں لاتا ہوں، میرے پاس چند بکریاں ہیں جن کا دودھ پیتا ہوں، کچھ خچر ہیں جو بار برداری کے لیے استعمال ہوتے ہیں، ایک نوکر ہے جو کھانا تیار کرتا ہے اور اس سے زائد نعمتوں کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

ایک دفعہ آپ نے مفید ترین (اصلاحی) گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: لوگ مرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں جبکہ برباد ہونے والی آبادیاں بساتے ہیں، ختم ہو جانے والی اشیاء کی حرص وطمع کرتے ہیں جبکہ باقی رہنے والی چیزوں سے صرف نظر کرتے ہیں۔ دو ناپسندیدہ اشیاء مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں:

(i) موت (ii) فقر

عادات واطوار:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ عالم ربانی اور عالم باعمل تھے، آپ کو دنیا و مافیہا سے نفرت اور آخرت پسند تھی، آپ عملی طور پر دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیتے تھے، آپ کے نزدیک وہ اشیاء زیادہ پسند تھیں جن کا تعلق آخرت کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی آپ کی زندگی کا مقصد وحید تھا، بیت المال سے آپ کے لیے سالانہ چار ہزار درہم وظیفہ مقرر تھا، جب وہ خدمت میں پیش کیا جاتا تو سال بھر کی ضروریات خرید لیتے اور باقی رقم خادم کو بھیج کر لوگوں میں تقسیم کرا دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے: جو شخص سونا چاندی تھیلوں میں محفوظ کرتا ہے گویا وہ اپنے لیے آگ کے انگارے جمع کرتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما دونوں اولوالقدر صحابی تھے، دونوں میں نہایت درجہ کی محبت تھی اور دونوں میں برادرانہ تعلقات تھے۔ ایک وقت آیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حاکم عراق تعینات ہوئے، اپنی حاکمیت کے زمانہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ بھائی بھائی کہتے ہوئے لپٹ رہے تھے جبکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اعراض کر رہے تھے، زبان سے اعلان کر رہے تھے کہ آپ حاکم وقت ہو کر میرے بھائی کیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر وہ دور بھی آیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حاکم عراق باقی نہ رہے تھے، پھر دونوں کی باہم ملاقات ہوئی، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حسب سابق اب بھی بھائی بھائی کہتے ہوئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے لپٹ رہے تھے، آپ نے جواب میں فرمایا: اب آپ میرے بھائی ہیں، کیونکہ آپ تارک الحکومت والدنیا بن چکے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے لیے مکان تیار کروا رہے ہیں یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: اے ابودرداء! تم لوگوں کی گردنوں پر پتھر اٹھواتے ہو؟ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا حضور!

نہیں، گھر تیار کر رہا ہوں، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اپنا فقرہ استعمال کیا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: برادرم! شاید آپ ناخوشگواری محسوس کر رہے ہیں، آپ نے پھر فرمایا: اگر میں تم کو اس کی بجائے تمہارے گھر کے بیت الخلاء میں دیکھتا تو اس کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتا۔

وفات:

۳۱ھ کو "ربذہ" گاؤں میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ آپ کے وصال کا تفصیلی واقعہ یوں بیان کرتی ہیں:

جب ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو میں رونے لگی، پوچھا: کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا: تم ایک صحرا میں سفر آخرت کر رہے ہو، یہاں میرے اور تمہارے استعمالی کپڑوں کے علاوہ کوئی ایسا کپڑا نہیں ہے' جو تمہارے کفن کے کام آئے، فرمایا: رونا موقوف کرو، میں تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے مر چکے ہوں وہ آگ سے بچنے کے لیے کافی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیوں کے سامنے جن میں ایک میں بھی تھا، یہ فرمایا: تم میں سے ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی، میرے علاوہ ان میں سب آبادی میں مر چکے ہیں، اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں، اس لیے وہ شخص یقیناً میں ہی ہوں اور میں بحلف کہتا ہوں کہ نہ میں نے تم سے جھوٹ بیان کیا ہے اور نہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے، اس لیے گزرگاہ پر جا کر دیکھو' کوئی غیبی امداد ضرور آتی ہوگی، میں نے کہا: اب تو حجاج بھی واپس جا چکے اور راستہ بند ہو چکا، فرمایا: نہیں جا کر دیکھو، چنانچہ میں ایک طرف دوڑ کر ٹیلے پر چڑھ کر دیکھنے جاتی تھی اور دوسری طرف بھاگ کر ان کی تیمارداری کرتی تھی، اس طرح دوڑ دھوپ اور تلاش و انتظار کا سلسلہ جاری تھا کہ دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیے، میں نے اشارہ کیا، وہ لوگ نہایت تیزی سے آ کر میرے پاس ٹھہر گئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا: یہ کون شخص ہے؟ میں نے کہا: ابوذر رضی اللہ عنہ، پوچھا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ میں نے کہا: ہاں، وہ لوگ فدیتہ بابی و امی کہہ کر ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پہلے ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی سنائی پھر وصیت کی کہ اگر میری بیوی یا میرے پاس کفن بھر کا کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھ کو کفنانا اور قسم دلائی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو، وہ مجھ کو نہ کفنائے، اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے علاوہ ان میں سے ہر شخص کسی نہ کسی خدمت پر مامور رہ چکا تھا۔ چنانچہ انصاری نے کہا: چچا! میرے پاس ایک چادر ہے، اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جو خاص میری والدہ کے ہاتھ کے کتے ہوئے ہیں، ان ہی میں آپ کو کفناؤں گا، فرمایا: ہاں، تم ہی کفنانا۔

آنے والے قافلہ میں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، آپ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور ربذہ (گاؤں) کے ایک کونہ میں مدفون ہوئے۔

فائدہ نافعہ:

تارک دنیا، عاشق رسول، محب آخرت، رئیس الفقراء، فنافی اللہ والرسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کا ایک

ایک پہلو اور تعلیمات وارشادات اہل تصوف وصالحین کے لیے عظیم الشان دستور العمل ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر دارین کی فلاح حاصل کی جاسکتی ہے۔ آپ کی حیات طیبہ کا مطالعہ اہل علم، مصنفین، محققین اور مدرسین کی زندگی میں انقلاب برپا کرسکتا ہے۔ عوام و خواص سب کے لیے ضروری ہے کہ قرب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنے کے لیے سیرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو عملی طور پر اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں۔ (ماخوذ شرح انتخاب احادیث صحیح بخاری از صفحہ ۶۹۰ تا ۷۰۴)

3738 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي أَبُو زُمَيْلٍ هُوَ سِمَاكُ بْنُ الْوَلِيدِ الْحَنَفِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا أَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ مِنْ ذِي لَهْجَةٍ أَصْدَقَ وَلَا أَوْفَى مِنْ أَبِي ذَرٍّ شِبْهِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ كَالْحَاسِدِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَتَعْرِفُ ذَلِكَ لَهُ قَالَ نَعَمْ فَاعْرِفُوهُ لَهُ

حکم حدیث: قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

حدیث دیگر: وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ يَمْشِي فِي الْأَرْضِ بِزُهْدِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَام

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ابوذر غفاری سے زیادہ زبان کے حوالے سے سچے اور وعدہ کو پورا کرنے والے کسی شخص پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اسے اٹھایا نہیں یہ عیسیٰ بن مریم کی طرح ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رشک کرتے ہوئے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم انہیں یہ بات بتادیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم اسے بتادو۔ (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

بعض حضرات نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوذر زمین پر عیسیٰ بن مریم کے زہد کی طرح رہتا ہے۔

شرح

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے امتیازی فضائل وکمالات:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے مگر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ میں کچھ امتیازی کمالات تھے جو

3738 - انفردبه الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۸۳/۹) حديث (۱۱۹۷۶)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۳۴۲/۳) و قال صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه.

آپ کی افضلیت پر دلالت کرتے' اور ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:
۱- آپ اہل زمین میں سے سب سے زیادہ صادق تھے۔
۲- آپ سب سے زیادہ ایفاء عہد کرنے والے تھے۔
۳- آپ زہد عیسیٰ علیہ السلام کا عملی نمونہ تھے۔

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 31: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3739 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَيَّاةَ يَحْيَى بْنُ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ اَخِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا اُرِيْدَ قَتْلُ عُثْمَانَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا جَاءَ بِكَ قَالَ جِئْتُ فِيْ نَصْرِكَ قَالَ اخْرُجْ اِلَى النَّاسِ فَاطْرُدْهُمْ عَنِّيْ فَاِنَّكَ خَارِجًا خَيْرٌ لِيْ مِنْكَ دَاخِلًا فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ كَانَ اسْمِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فُلَانٌ فَسَمَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ وَنَزَلَتْ فِيَّ اٰيَاتٌ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَنَزَلَتْ فِيَّ (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى مِثْلِهِ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ) وَنَزَلَتْ فِيَّ (قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ) اِنَّ لِلّٰهِ سَيْفًا مَغْمُوْدًا عَنْكُمْ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَدْ جَاوَرَتْكُمْ فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا الَّذِيْ نَزَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ اَنْ تَقْتُلُوْهُ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَتَلْتُمُوْهُ لَتَطْرُدُنَّ جِيْرَانَكُمُ الْمَلَائِكَةَ وَلَتَسُلُّنَّ سَيْفَ اللّٰهِ الْمَغْمُوْدَ عَنْكُمْ فَلَا يُغْمَدُ عَنْكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالُوْا اقْتُلُوا الْيَهُوْدِيَّ وَاقْتُلُوْا عُثْمَانَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ فَقَالَ عَنِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ

◆◆ عبدالملک بن عمیر' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بھتیجے کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا گیا' تو حضرت عبداللہ بن سلام ان کے پاس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا' آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں آپ کی مدد کرنے کے لئے آیا ہوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگوں کے پاس جائیں اور انہیں مجھ سے دور کر دیں آپ کا باہر ہونا میرے لئے آپ کے اندر ہونے سے بہتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نکل کر لوگوں کے پاس آئے اور فرمایا: اے لوگو! میرا نام زمانہ جاہلیت میں فلاں تھا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبد اللہ رکھا اور اللہ کی کتاب کی یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
''اور بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے گواہ نے اس کی مانند گواہی دی' وہ ایمان لایا اور تم نے تکبر کو اختیار کیا اور بے

شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔
یہ آیت (بھی میرے بارے میں) نازل ہوئی:
''تم فرمادو! گواہ ہونے کے اعتبار سے تمہارے اور میرے درمیان اللہ تعالیٰ کافی ہے' اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے''۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تلوار تم لوگوں سے میان میں ہے' اور فرشتے تمہارے ساتھ اس شہر میں رہ رہے ہیں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا تھا تم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو! کہیں تم انہیں قتل نہ کر دینا اللہ کی قسم! اگر تم نے انہیں قتل کر دیا تو تمہارے ساتھ رہنے والے فرشتے الگ ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی میان میں موجود تلوار باہر نکل آئے گی اور پھر وہ قیامت تک میان میں نہیں جائے گی۔ لوگوں نے کہا: اس یہودی کو بھی قتل کر دو' اور عثمان کو بھی قتل کر دو''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف عبدالملک بن عمیر نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں شعیب بن صفوان نے اس حدیث کو عبدالملک بن عمیر کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: محمد بن عبداللہ نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

3740 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ اَبِي اِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا حَضَرَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ الْمَوْتُ قِيلَ لَهُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَوْصِنَا قَالَ اَجْلِسُونِي فَقَالَ اِنَّ الْعِلْمَ وَالْاِيمَانَ مَكَانَهُمَا مَنِ ابْتَغَاهُمَا وَجَدَهُمَا يَقُولُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَّالْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ اَرْبَعَةِ رَهْطٍ عِنْدَ عُوَيْمِرٍ اَبِي الدَّرْدَاءِ وَعِنْدَ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ وَعِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَّعِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ الَّذِي كَانَ يَهُودِيًّا فَاَسْلَمَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اِنَّهُ عَاشِرُ عَشَرَةٍ فِي الْجَنَّةِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ یزید بن عمیر بیان کرتے ہیں: جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا' تو ان سے کہا گیا: اے ابوعبدالرحمٰن! ہمیں کوئی وصیت کیجئے انہوں نے فرمایا: مجھے بیٹھا دو! پھر ارشاد فرمایا: علم اور ایمان اپنی جگہ پر موجود ہیں' جو ان دونوں کو تلاش کرے گا' وہ ان دونوں کو پالے گا۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) انہوں نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی (اور بولے) تم علم کو چار آدمیوں کے پاس تلاش کرو ابودرداء عویمر کے پاس' سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس اور عبداللہ بن

3740 ۔ اخرجہ احمد (۲۴۲/۵) من طریق قتیبة بن سعید، قال حدثنا لیث بن سعد، عن معاویة بن صالح، عن ربیعة بن یزید عن ابی ادریس الخولانی، عن یزید بن عمیرة، عن معاذ بن جبل، فذکرہ۔

سلام رضی اللہ عنہ کے پاس جو پہلے یہودی تھے' پھر مسلمان ہو گئے' چونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ ان جنتی آدمیوں میں سے دسواں ہے اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام و شجرہ نسب:

آپ کا نام: عبداللہ، کنیت: ابو یوسف، لقب: حبر تھا اور یہود مدینہ کے خاندان ''قینقاع'' سے تعلق رکھتے تھے اور شجرہ حضرت یوسف علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ آپ کا مختصر شجرہ نسب یوں ہے: عبداللہ بن سلام بن حارث۔ قبیلہ خزرج میں ایک خاندان ''بنو عوف'' سے مشہور ہے، اس کی ایک شاخ ''قواقل'' کے نام سے مشہور تھی اور آپ اسی خاندان کے خلیف تھے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام ''حصین'' تھا مگر قبول اسلام کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام ''عبداللہ'' تجویز فرمایا اور آپ اسی نام کے ساتھ مشہور ہوئے۔

حلیہ:

قد میانہ تھا، چہرہ پر رونق، دور اندیش و زیرک، رنگ گندمی اور آخری عمر میں عصا کے ذریعے چلتے تھے۔

دامن اسلام میں:

ایک دفعہ عبداللہ بن سلام اپنے بچوں کے لیے باغ سے پھل توڑ رہے تھے، اس دوران انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کا علم ہوا، وہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ انصار میں سے سب سے زیادہ قریب مکان کس کا ہے؟ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا گھر سب سے قریب ہے، دروازہ بالکل سامنے دکھائی دے رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکان کو اپنا مسکن بنا لیا اور وہاں مستقل طور پر منتقل ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن سلام دوبارہ حاضر خدمت ہوئے، کہا: تین باتیں ایسی ہیں جو نبی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کا درست جواب دیا تو وہ یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ قبول اسلام کے بعد اس نے عرض کیا: یہود ایک فتنہ پرداز قوم ہے، میں عالم بن عالم اور رئیس بن رئیس ہوں، میرے قبول اسلام کی اطلاع انہیں نہ دیجئے گا، انہیں طلب کر کے میرے بارے میں دریافت کیجئے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو طلب کیا، عبداللہ بن سلام کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کون شخص ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارا سردار ہے، ہمارے سردار کا بیٹا ہے، دریافت کیا: کیا وہ مسلمان ہو سکتا ہے؟ جواب دیا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت مکان کے کونے میں چھپے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلب کیا تو وہ کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے حاضر ہوئے، انہوں نے یہود سے کہا: تم خدا سے ڈرو، تمہیں اس بات کا علم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، وہ قبول اسلام کے لیے بالکل آمادہ نہ ہوئے، بلکہ انہوں نے اس صورتحال سے اپنی خفت و ذلت محسوس کی تو وہ مشتعل ہوگئے، وہ جھوٹ پر جھوٹ بکنے لگے۔ انہوں نے کہا: تم جھوٹے ہو، ہماری جماعت کے خبیث ترین آدمی ہو، تمہارے باپ بھی بدترین تھے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے ملاحظہ کیا کہ مجھے ایسی صورتحال کا علم تھا۔

اخلاق واطوار:

آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے، آپ خواہ عشرہ مبشرہ میں شامل نہیں ہیں لیکن آپ کو بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی قرار دیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے تلامذہ کو جمع کیا، انہیں فرمایا: میں دینا سے جارہا ہوں لیکن علم نہیں جارہا، جو شخص اس کے حصول کی کوشش کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ پھر جن سے حصول علم ممکن ہوسکتا ہے ان چار افراد کے نام گنوائے جن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا نام تھا۔

ایک دفعہ آپ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے آئے تو لوگوں نے کہا: جنتی آدمی آگیا، آپ نے لوگوں کو ایسا کہنے سے منع کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق فرمایا: تم تاحیات اسلام پر قائم رہو گے، ایک دفعہ اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے تھے، لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے مستغنی کیا ہے، تو پھر یہ کیوں کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: اپنے نفس کا تکبر و غرور دور کرنے کے لیے میں نے یہ کیا ہے۔ آپ میں حق وصداقت اور اصلاح قوم کا جذبہ نہایت درجہ کا تھا، ایک دفعہ فرمایا: مستقبل قریب میں قریش میں لڑائی پیش آئے گی، اس وقت مجھ میں قوت وطاقت نہ رہی تو مجھے تخت پر بٹھا کر فریقین کی صفوں میں رکھ دینا تاکہ اصلاح کی کوشش کرسکوں۔

غزوات میں شرکت:

حضرت عبداللہ بن سلام نہایت درجہ کے شجاع و بہادر اور دلیر تھے، آپ نے کئی غزوات میں شرکت کی اور شجاعت کے جوہر دکھائے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سفر بیت المقدس اختیار کیا تو آپ ان کے رفیق سفر تھے۔ جب بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا تو آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں، میرے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: آپ کا مکان کے اندر رکنا مناسب نہیں ہے، باہر جائیں اور لوگوں کو منتشر کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ آپ مکان سے باہر آئے اور حسب حکم لوگوں کو منتشر کرنے کے لیے یوں خطاب فرمایا:

"اے لوگو! زمانہ جاہلیت میں میرا نام حصین تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ بن سلام تجویز فرمایا تھا، میرے بارے میں قرآن کریم کی متعدد آیات نازل ہوئی ہیں: (i) وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْم بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (ii) قُلْ

كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ وغیرہ۔اب تک اللہ تعالیٰ کی تلوار نیام میں ہے، مدینہ منورہ فرشتوں کا مسکن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی کوشش نہ کرو، قسم بخدا! اگر تم اس حرکت سے باز نہ آئے تو فرشتے تمہارے شہر کو چھوڑ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی تلوار نیام سے باہر آ گئی تو پھر تا قیامت نیام میں داخل نہیں ہوگی۔''

آپ کی تقریر کا بلوائیوں پر کوئی اثر نہ ہوا، وہ اپنی شقاوت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تلے ہوئے تھے اور انہوں نے یک زبان کہا اس یہودی اور عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالو۔ ان کی اس حرکت کے نتیجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی بجائے کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنالیا۔

وفات:

۴۳ھ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں مدینہ طیبہ میں آپ کا انتقال ہوا اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

اولادِ امجاد:

آپ کے انتقال کے بعد دو صاحبزادے یادگار تھے: (۱) حضرت یوسف بن عبداللہ، (۲) حضرت محمد بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم۔ دونوں دورِ رسالت میں پیدا ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں بٹھایا تھا، ان کے سروں پر دستِ شفقت پھیرا تھا بلکہ یوسف نام بھی تجویز فرمایا تھا۔

فضل وکمال:

ہر صحابی فضل وکمال کا جامع تھا لیکن حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے کچھ امتیازی کمالات بھی تھے، جو ان روایات میں بیان کیے گئے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

(i) آپ علم وفضل کے بحرِ بے کراں تھے۔

(ii) آپ قبول اسلام سے قبل یہود کے ممتاز عالم تھے اور قبول اسلام کے بعد اسلام کے ممتاز مبلغ تھے۔

(iii) عشرہ مبشرہ کے بعد جنت میں داخل ہونے والے آپ پہلے صحابی ہوں گے۔

دوسری حدیث باب کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

۱۔ حضرت عبد بن سلام رضی اللہ عنہ جنت میں دسویں نمبر میں داخل ہوں گے۔

۲۔ اسرائیلی صحابہ میں آپ کا نمبر دسواں ہے۔ (ماخوذ حیات صور الصحابہ الرافت پاشا صفحہ ۳۶۱ تا ۳۶۶)

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 32: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3741 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ یَحْیٰی بْنِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَیْلٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَیْلٍ عَنْ اَبِی الزَّعْرَاءِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ اَصْحَابِیْ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَاهْتَدُوْا بِهَدْیِ عَمَّارٍ وَّتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ یَحْیٰی بْنِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَیْلٍ

توضیح راوی: وَّیَحْیٰی بْنُ سَلَمَةَ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ وَاَبُو الزَّعْرَاءِ اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَانِیٍٔ وَّاَبُو الزَّعْرَاءِ الَّذِیْ رَوٰی عَنْهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِیُّ وَابْنُ عُیَیْنَةَ اسْمُهٗ عَمْرُو بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ اَخِیْ اَبِی الْاَحْوَصِ صَاحِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے بعد میرے ساتھیوں میں سے ابوبکر و عمر کی اقتداء کرو! عمار کی ہدایت کی پیروی کرو اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد کو مضبوطی سے تھام لو۔ (یعنی ان کے طریقے پر عمل کرو)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' منقول ہونے کے اعتبار سے ہم اسے یحییٰ بن سلمہ بن کہیل نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

یحییٰ بن سلمہ کو علمِ حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

اس روایت کے ایک راوی ابوزعراء کا نام عبداللہ بن ہانی ہے' جس ابوزعراء کے حوالے سے' شعبہ' ثوری اور ابن عیینہ نے احادیث نقل کی ہیں ان کا نام عمرو ہے' اور وہ ابواحوص کے بھتیجے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تعارف

ابتدائی حالات:

ایک کم سن اور قریب البلوغ لڑکے تھے، وہ روزانہ مکہ کے ایک رئیس عقبہ بن معیط کی بکریوں کو لے کر انہیں چرانے کے لیے

3741 - انفردبه الترمذی. ینظر (تحفة الاشراف) (۷۳/۷) حدیث (۹۳۵۲)، و اخرجه الحاكم فی المستدرك (۷۶/۳) من طریق ابی الزعراء عن ابن مسعود، و قال الذهبی، سنده واہ.

انسانی آبادی سے دور مکے کی پہاڑیوں اور وادیوں کی طرف نکل جایا کرتے تھے۔ان کا نام عبداللہ اور ان کے والد کا نام مسعود تھا لیکن عام طور سے لوگ انہیں ''ابن اُمّ عبد'' کہہ کر پکارتے تھے۔

کم سن عبداللہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اکثر سنا کرتا تھا' جو قریش میں اپنی نبوت کا اعلان کر چکے تھے مگر ایک تو اپنی کم عمری اور دوسرے آبادی سے دور، انسانی سوسائٹی سے الگ تھلگ ہونے کی وجہ سے اس پر خاطر خواہ توجہ نہیں کر پاتا تھا۔اس کا تو روز کا یہ معمول تھا کہ صبح منہ اندھیرے عقبہ بن معیط کی بکریوں کے ساتھ نکل جاتا' تو اس وقت واپس لوٹتا جب رات کی تاریکی پورے طور پر فضاء کو اپنی سیاہ چادر میں چھپا لیتی تھی۔

ایک روز عبداللہ بن مسعود نے دور فاصلے پر ادھیڑ عمر کے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا جو تکان سے چور اور تھکاوٹ سے نڈھال ہونے کی وجہ سے بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور شدت تشنگی کے مارے ان کے ہونٹ اور حلق سوکھ کر کانٹا ہو رہے تھے وہ دونوں اس کے قریب پہنچ کر رکے،اسے سلام کیا اور بولے:

''لڑکے!ہمارے لیے ان بکریوں کا دودھ دوہ جس سے ہم اپنی پیاس بجھا سکیں اور اپنی رگوں کو تر کر سکیں''۔

میں ایسا کرنے سے معذور ہوں، میں ان بکریوں کا دودھ آپ کو نہیں پیش کر سکتا کیونکہ یہ میری نہیں ہیں بلکہ میری امانت ہیں، میں ان کا مالک نہیں اور امین ہوں۔

لڑکے کا جواب سن کر ان دونوں نے کسی قسم کی ناگواری یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انہوں نے اس جواب کو پسند کیا ہے، پھر ان میں سے ایک آدمی نے کہا:

اچھا کسی ایسی بکری کی نشاندہی کرو جس نے کبھی بچہ نہ دیا ہو؟ لڑکے نے اپنے قریب ہی کھڑی ایک چھوٹی سی بکری کی طرف اشارہ کر دیا، وہ آدمی اس کے قریب گیا، اسے پکڑا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔لڑکے نے حیرت کے ساتھ دیکھا اور اپنے دل میں کہا: ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسی بکریاں جو کبھی گابھن نہ ہوئی ہوں، دودھ دینے لگیں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بکری کا تھن پھول کر بڑا ہو گیا اور اس میں تیزی کے ساتھ دودھ بہنے لگا، دوسرے آدمی نے زمین پر پڑا ہوا ایک پیالہ نما گہرا سا پتھر اٹھا کر اسے دودھ سے بھر لیا پھر اس دودھ کو ان دونوں نے پیا اور لڑکے کو بھی بلایا۔عبداللہ بن مسعود نے بتایا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے اس واقعے پر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ جب ہم سب لوگ اچھی طرح آسودہ ہو گئے تو اس بابرکت شخص نے بکری کے تھن سے کہا: ''سکڑ جا'' اور وہ سکڑتے سکڑتے اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔اس وقت میں نے اس بابرکت شخص سے کہا: وہ کلمات جو آپ نے ابھی کہے تھے، ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیں۔تو اس نے کہا: ''اَنْتَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ'' تم ایک سکھائے پڑھائے لڑکے ہو۔

یہ اسلام سے عبداللہ بن مسعود کی شناسائی کی کہانی کا آغاز تھا اور وہ مبارک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ دونوں حضرات قریش کی شدید ایذاء رسانی اور ابتلاء و آزمائش سے بچنے کے لیے اس روز مکے کی گھاٹیوں کی طرف نکل آئے تھے۔لڑکے نے جس انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ سے اپنی محبت اور تعلق خاطر کا اظہار لیا، اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ اس کی احتیاط اور امانت داری کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کے اندر فلاح کی علامات کو محسوس کرلیا۔

دامن اسلام میں:

اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد عبداللہ بن مسعود نے اسلام قبول کرلیا اور خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کرتے ہوئے اپنے آپ کو بارگاہ نبوت میں پیش کر دیا اور اسی روز سے وہ سعادت مند اور خوش بخت لڑکا بکریوں کی گلہ بانی سے نکل کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منتقل ہوگیا، وہ ہر وقت سفر میں، حضر میں، گھر کے اندر اور گھر سے باہر سائے کی طرح آپ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ جب آپ سو جاتے تو وہ آپ کو بیدار کرتے، جب آپ غسل کرتے تو پردے کا انتظام کرتے۔ جب آپ باہر جانے کا ارادہ کرتے تو وہ آپ کو جوتے پہناتے، جب آپ گھر میں داخل ہوتے تو وہ جوتوں کو پائے مبارک سے نکالتے، وہ آپ کے عصا اور مسواک کی حفاظت کرتے اور جب آپ کمرے میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو وہ اس سے پہلے اس میں داخل ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے قرب و تعلق کا یہ حال تھا کہ آپ نے انہیں ہر وقت اپنے گھر آنے اور اپنے رازوں سے واقف رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اس وجہ سے وہ ''رازدان رسول'' کہے جاتے تھے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ کے زیر تربیت پروان چڑھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو آپ کے اخلاق و عادات کے سانچے میں ڈھال لیا۔ خود کو آپ کی صفات سے متصف کرلیا، ہر کام میں آپ کی پیروی کو اپنا وظیفہ حیات بنالیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر تھے۔ انہوں نے مدرسہ رسول سے علوم قرآن کا درس لیا، وہ صحابہ کرام میں سب سے بڑے قاری، اس کے معانی کے سب سے بڑے رمز شناس اور شریعت الٰہی کے سب سے بڑے نکتہ داں تھے۔ ایک بار جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میدان عرفات میں وقوف فرمائے ہوئے تھے ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''امیر المؤمنین! میں کوفہ سے آیا ہوں، میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا جو قرآن مجید میں دیکھے بغیر زبانی اس کا املاء کراتا ہے۔'' یہ سن کر انہوں نے خشمگیں لہجے میں پوچھا:

''تیرا برا ہو، کون ہے وہ شخص''؟ ''عبداللہ بن مسعود'' اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔ یہ سن کر بتدریج ان کے غصے کا اثر زائل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی معمولی اور نارمل حالت پر آ گئے، پھر انہوں نے فرمایا: بخدا! میں نہیں جانتا کہ ان سے زیادہ کوئی دوسرا شخص بھی اس کا حقدار ہے۔ اس کے متعلق میں تم سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں: ایک رات کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف فرما تھے، وہ دونوں حضرات مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے، اس مجلس میں میں بھی موجود تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے، ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چلے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ کوئی شخص مسجد میں کھڑا نماز ادا کر رہا ہے ہم اسے پہچان نہ سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کھڑے ہو کر اس کی

قرأت سنتے رہے پھر ہماری طرف مڑتے ہوئے بولے: ''من سره ان يقرأ القرآن رطبا كما نزل فليقرأه على قراة ابن أم عبد'' جو شخص قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن اُم عبد کی قرأت کے مطابق اسے پڑھے۔ پھر جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے جاتے تھے: ''سل تعطه، سل تعطه'' مانگو دیا جائے گا، مانگو دیا جائے گا۔

قرآن میں مہارت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بخدا! میں صبح سویرے ان کے پاس جا کر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی دعا پر آمین کہنے کی خوشخبری سناؤں گا اور جب سویرے ان کو خوشخبری دینے کے ارادے سے ان کے یہاں گیا تو دیکھتا ہوں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے ان کو یہ خوشخبری دے چکے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے جب بھی کسی خیر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مسابقت کی، ابوبکر نے ہمیشہ مجھے پیچھے چھوڑ دیا۔''

کتاب اللہ کے علم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام بلند تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں: ''قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، قرآن کریم کی جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اس کے متعلق کوئی شخص مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس کے پاس پہنچنا ممکن ہو تو میں وہاں پہنچ کر اس کے علم سے ضرور استفادہ کروں گا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق جو کچھ فرمایا اس میں ذرہ برابر مبالغہ سے کام نہیں لیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ایک سفر کے دوران ایک قافلے سے ملتے ہیں، رات اندھیری ہے، اس نے پورے قافلے کو تاریکی کے پردے میں چھپا رکھا ہے، اس قافلے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص سے کہتے ہیں کہ پوچھو آپ لوگ کہاں سے آ رہے ہیں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''فج عمیق سے۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا: ''اور کہاں کا ارادہ ہے؟'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''بیت عتیق کا۔'' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس قافلے میں کوئی صاحب علم ہے، اور انہوں نے اپنے آدمی سے کہا: پوچھو ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے عظیم ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ اللہ وہ زندہ و جاوید ہستی ہے، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہ نہ سوتا ہے، اور نہ اسے اونگھ آتی ہے۔ (بقرہ: ۲۵۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ محکم ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ''اِنَّ اللّٰـهَ يَـاْمُرُ بِـالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى'' اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (نحل: ۹۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا ٹکڑا سب سے جامع ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ''فَـمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝'' پھر جس نے ذرہ

برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (زلزال: ۷-۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ خوفناک ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ''لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ''انجام کار نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے، نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو بھی برائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پا سکے گا۔ (نساء: ۱۲۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ امید افزاء ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ''قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ'' (الزمر: ۵۲) (اے نبی!) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت اللہ سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو غفور رحیم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان سے پوچھو ''کیا تم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں؟'' تو قافلہ والوں نے جواب دیا: ''ہاں۔''

شجاعت و بہادری:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف عالم و قاری اور عابد و زاہد ہی نہیں تھے بلکہ وہ بڑے ہمتی، نہایت دور اندیش، زبردست مجاہد اور میدان کارزار میں پیکر جرأت و شجاعت بھی تھے۔ وہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے مشرکین کے مجمع میں باآواز بلند قرآن پڑھ کر سنایا۔ ایک روز مسلمان (جب وہ قلیل التعداد اور کمزور تھے) مکہ میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے: بخدا! ابھی تک قریش نے باآواز بلند کسی سے قرآن نہیں سنا۔ کون ہے جو ان کو سنا دے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں انہیں قرآن سناؤں گا۔'' صحابہ نے کہا: ''آپ اس کے لیے مناسب نہیں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ کام کوئی ایسا شخص انجام دے جس کی پشت پر اس کے قبیلے کی طاقت ہو کہ اگر قریش اس کے ساتھ بری نیت سے پیش آئیں تو اس کا قبیلہ اس کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔'' لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں یہ کام مجھے ہی کرنے دو۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور ان کے مقابلے میں میری حمایت کرے گا۔'' پھر وہ چاشت کے وقت مسجد حرام میں داخل ہوئے اور مقام ابراہیم کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت سرداران قریش کعبہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے قرآن کی تلاوت شروع کی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اللہ کے نام سے شروع جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ نہایت مہربان، خدا نے اس قرآن کو تعلیم دی ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ (الرحمٰن: ۱-۴)

وہ کتاب الٰہی کی آیات پڑھتے چلے گئے۔ آواز سن کر سرداران قریش ان کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے: ''یہ ابن اُم عبد کیا پڑھ رہا ہے؟ ... ارے اس کا ناس ہو۔ یہ تو اسی پیغام کا کوئی حصہ پڑھ رہا ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ

کھڑے ہوئے۔ تیزی سے ان کی طرف لپکے اور ان کے چہرے پر مارنے لگے، لیکن انہوں نے تلاوت کا سلسلہ منقطع نہیں کیا، وہ برابر پڑھتے رہے اور وہیں جا کر رکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔ پھر وہ لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں آئے، اس وقت ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر کہا: ''آپ کے متعلق ہم کو اسی بات کا اندیشہ تھا۔'' یہ سن کر انہوں نے کہا: ''بخدا! یہ دشمنان خدا آج سے پہلے میری نظر میں اتنے ذلیل و بے وقعت نہ تھے، اگر آپ لوگ چاہیں تو میں کل بھی ان کو اسی طرح قرآن سنا سکتا ہوں۔'' لیکن ساتھیوں نے کہا: ''نہیں، بس اتنا کافی ہے، تم نے ان کو وہ چیز سنا دی جس کا سننا انہیں گوارا نہیں ہے۔''

ہجرت:

آپ نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں کی سعادت حاصل کی، یہی وجہ ہے کہ آپ ذوالہجرتین کہلاتے تھے۔

رشتہ مواخات:

ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار صحابہ کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا اور آپ کا رشتہ مواخات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے قائم فرمایا۔

غزوات میں شرکت:

آپ کا شمار ''اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ'' میں ہوتا ہے، آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

امتیازی اوصاف:

دیگر صحابہ کی نسبت آپ کے کچھ امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) خوف قیامت، (۲) خشیت باری تعالیٰ، (۳) قرآن وسنت کا مشغلہ، (۴) کثرت عبادات وغیرہ۔

قاضیٔ کوفہ:

۲۰ھ میں خلیفہ ثانی، امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قاضی کوفہ کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیتے رہے۔

علالت:

آپ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں کسی نے خواب دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند و بالا منبر پر تشریف فرما ہیں، بکثرت حاضرین موجود ہیں اور ان میں ایک حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہیں۔ آپ حاضرین سے مخاطب ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرما رہے ہیں کہ اب آپ ہمارے پاس آجائیں، کیونکہ آپ کو بہت ستایا گیا ہے۔

یہ خواب حقیقت بن کر سامنے آیا، آپ علیل ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیمارداری کے لیے آئے جبکہ اس سے قبل شکر رنجی کی وجہ سے دو سال سے ان کا وظیفہ بند تھا اور دونوں بزرگوں کے مابین حسب ذیل گفتگو ہوئی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: آپ کون سے مرض کے شکار ہوئے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: اپنے گناہوں کے مرض میں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ: آپ کیا چاہتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: رحمت خداوندی چاہتا ہوں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ: کیا آپ کے لیے کوئی طبیب بلائیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: مجھے طبیب مطلق نے بیمار کیا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ: کیا آپ کا وظیفہ جاری کر دیا جائے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: مجھے اس وظیفہ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ: یہ وظیفہ آپ کی صاحبزادیوں کے کام آئے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: کیا میری لڑکیوں کے دست نگر و محتاج ہو جانے کا خوف ہے؟ میں نے تو انہیں کہہ دیا ہے کہ وہ رات کے وقت سورۃ الواقعہ پڑھ لیا کریں، کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص رات کے وقت سورہ واقعہ کی تلاوت کرے گا، اسے فاقہ لاحق نہیں ہوگا۔

وفات:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے، جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ مزاج پرسی کے بعد انہوں نے دریافت کیا: ''آپ کو کس چیز کی شکایت ہے؟'' بولے ''اپنے گناہوں کی۔'' پوچھا: کیا خواہش ہے؟ بولے: ''اپنے رب کی رحمت کی۔'' پوچھا: ''کیوں نہ آپ کے وظیفے کی ادائیگی کا حکم جاری کر دوں جس کو لینے سے آپ نے پچھلے کئی سالوں سے انکار کر دیا ہے؟'' بولے: ''مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' کہنے لگے: ''آپ کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا۔'' بولے: ''کیا آپ کو میری بیٹیوں کے متعلق محتاجی کا اندیشہ ہے؟ میں نے انہیں ہر رات سورہ واقعہ پڑھنے کی ہدایت کر دی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''من قرأ الواقعة كل ليلة لم تصبه فاقة'' جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے گا وہ فقر و فاقہ سے دوچار نہ ہوگا۔''

جب رات آئی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اس وقت ان کی زبان مبارک اللہ کے ذکر اور اس کی آیات بینات سے تر تھی۔

۳۲ھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں آپ کا وصال ہوا۔ وصال کے وقت عمر مبارک ساٹھ (۶۰) سال تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(ماخوذ از حیات الصحابہ از ڈاکٹر عبدالرحمن رافت پاشا از صفحہ ۹۲ تا ۹۸)

مفہوم حدیث:

اس روایت میں امور ثلاثہ بیان ہوئے ہیں جو حقیقت کا آئینہ دار ہیں:

(i) حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے سب سے زیادہ خلافت کے حقدار حضرت ابوبکر صدیق ہیں، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ii) حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے خلافت کے زیادہ حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، اس پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ گواہ ہے۔

(iii) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو روایت بیان کریں ان کی تصدیق کرو اور انہیں حق تسلیم کرو۔

3742 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا مُوْسٰى يَقُوْلُ لَقَدْ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِىْ مِنَ الْيَمَنِ وَمَا نُرٰى حِيْنًا اِلَّا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰى مِنْ دُخُوْلِهٖ وَدُخُوْلِ اُمِّهٖ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ

◆◆ اسود بن یزید بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' میں اور میرا بھائی یمن سے (مدینہ منورہ) آئے کافی عرصے تک ہم یہی سمجھتے رہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ایک صاحب ہیں' کیونکہ ہم انہیں اور ان کی والدہ کو بکثرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آتے جاتے دیکھتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو ابوسفیان ثوری نے ابواسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

دار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بغیر اجازت کے داخل ہونا:

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت بیان کی گئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

3742 ۔ اخرجه البخاری (۱۲۹/۷): كتاب فضائل الصحابة باب: مناقب عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، حديث (۳۷۶۳)، و (۶۹۹/۷): كتاب المغازی: باب: قدوم الاشعريين و اهل اليمن، حديث (٤٣٨٤)، و مسلم (۳۳۸/۸ ـ الابی): كتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم، حديث (۱۱۰ ـ ۲٤٦۰/۱۱۱)، و احمد (٤۰۱/٤) من طريق ابی اسحاق، عن الاسود بن يزيد، عن عبد الله بن مسعود، فذكره.

طرف سے انہیں گھر کے فرد کی حیثیت حاصل تھی اور اجازت کے بغیر وہ دارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو سکتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں دخول دارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز کے لیے یہ الفاظ ہیں: اذنك علی ان یرفع الحجاب وان تستمع سوادی حتی انهاك یعنی میرے پاس (گھر میں) آنے کی اجازت تمہارے لیے یہ ہے کہ پردہ اٹھا دیا گیا ہو اور تم گھر میں کسی سے گفتگو کرتے ہوئے سن لو، اس طرح تم بغیر اجازت گھر میں آ سکتے ہو حتیٰ کہ میں تمہیں روک دوں۔

3743 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ

متنِ حدیث: قَالَ اَتَيْنَا عَلٰى حُذَيْفَةَ فَقُلْنَا حَدِّثْنَا مَنْ اَقْرَبُ النَّاسِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيًا وَّدَلًّا فَنَاْخُذَ عَنْهُ وَنَسْمَعَ مِنْهُ قَالَ كَانَ اَقْرَبُ النَّاسِ هَدْيًا وَّدَلًّا وَّسَمْتًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ حَتّٰى يَتَوَارٰى مِنَّا فِيْ بَيْتِهٖ وَلَقَدْ عَلِمَ الْمَحْفُوْظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ هُوَ مِنْ اَقْرَبِهِمْ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں: ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: آپ ہمیں اس شخص کے بارے میں بتائیں جو عادت واطوار اور طور طریقوں میں نبی اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ قریب ہو تا کہ ہم اس طریقے کو حاصل کریں اور ان سے احادیث کو سنیں تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: طور طریقوں اور عادات واطوار میں نبی اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رکھتے ہیں، یہاں تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے گھریلو معاملات کے بارے میں بھی واقف ہیں' جن کا ہمیں علم نہیں ہے' اور نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے محفوظ لوگ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اُم عبد کے صاحبزادے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) ان سب کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت وخصلت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی حالت کے قریب تر ہونا:

ایک عرصہ تک اصحاب صفہ میں شامل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست علم وتربیت حاصل کرنے کے علاوہ خادم کی حیثیت سے دارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بلا اجازت آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہا، جس کے نتیجہ میں اندرونی امور کے حوالے سے

3743 - اخرجه البخاری (۱۲۹/۷) کتاب فضائل الصحابة باب مناقب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنه، حدیث (۳۷۶۲) و احمد (۳۸۹/۵ - ۳۹۵ - ۴۰۱ - ۴۰۲)، من طریق ابی اسحاق، عن عبد الرحمن بن یزید، عن حذیفة بن الیمان، فذکره.

روایات بھی آپ کو ذہن نشین ہو چکی تھیں جب کہ ان معلومات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مکمل طور پر محروم تھے، خواہ کثرت روایات کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے درجہ کے راوی تھے مگر ان کے بعد بلاشبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔

3744 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا صَاعِدُ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا اَحَدًا مِنْ غَيْرِ مَشُوْرَةٍ مِّنْهُمْ لَاَمَّرْتُ عَلَيْهِمُ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر میں نے مشورہ لئے بغیر کسی کو امیر مقرر کرنا ہوتا تو ابن اُم عبد (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو ان لوگوں کا امیر مقرر کر دیتا۔

اس روایت کو ہم صرف حارث نامی راوی کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صلاحیت امارت کا جامع ہونا:

امارت کی دو اقسام ہیں: (i) امارت کبریٰ: یعنی صاحب اقتدار ہونا، یہ تو قریش کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ فرمایا گیا ہے: **الآئمة من قريش**۔ (ii) امارت صغریٰ: اس سے مراد سرایا وغیرہ کی امارت ہے۔ یہ مشورہ کے بغیر بھی کسی کو فراہم کی جا سکتی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں بہت سی خوبیاں اور صلاحیتیں جمع کر دی ہیں کہ اگر انہیں اچانک امارت (سرایا وغیرہ میں) تفویض کر دی جائے تو وہ یہ خدمت باحسن وجوہ سرانجام دے سکتے ہیں، کیونکہ آپ میں شجاعت و بہادری کے اوصاف موجود ہیں' جن کا امیر میں ہونا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں صلاحیت امارت موجود ہونے کی وجہ سے صحابہ سے مشورہ کے بغیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں امارت تفویض کی جاتی تو وہ کامیابی کے ساتھ یہ خدمت نبھا سکتے تھے۔

3745 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا اَحَدًا مِنْ غَيْرِ مَشُوْرَةٍ لَاَمَّرْتُ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر میں نے مشورے کے بغیر کسی کو امیر مقرر کرنا ہوتا تو میں ابن اُم عبد (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو امیر مقرر کرتا۔

3744 - اخرجه ابن ماجه (۴۹/۱): المقدمة، حديث (۱۳۷)، و احمد (۷۶/۱ - ۹۵ - ۱۰۷ - ۱۰۸) من طريق ابى اسحاق، عن الحارث، عن على بن ابى طالب رضى الله عنه فذكره.

3746 سندِحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِى حُذَيْفَةَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قرآن چار لوگوں سے سیکھو ابن مسعود' ابی بن کعب' معاذ بن جبل اور ابوحذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3747 سندِحدیث: حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ بْنُ مَخْلَدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خَيْثَمَةَ بْنِ اَبِيْ سَبْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَسَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَ لِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَ لِيْ اَبَا هُرَيْرَةَ فَجَلَسْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهٗ اِنِّيْ سَاَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَ لِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَوُفِّقْتَ لِيْ فَقَالَ لِيْ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ جِئْتُ اَلْتَمِسُ الْخَيْرَ وَاَطْلُبُهٗ قَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ مُّجَابُ الدَّعْوَةِ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ صَاحِبُ طَهُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعْلَيْهِ وَحُذَيْفَةُ صَاحِبُ سِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَمَّارٌ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ وَسَلْمَانُ صَاحِبُ الْكِتَابَيْنِ

قَالَ قَتَادَةُ وَالْكِتَابَانِ الْاِنْجِيْلُ وَالْفُرْقَانُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَخَيْثَمَةُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَبْرَةَ اِنَّمَا نُسِبَ اِلٰى جَدِّهٖ

◆◆ حضرت خیثمہ بن ابی سبرہ بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ کسی نیک ساتھی کا ساتھ مجھے نصیب کردے' تو اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا دیا میں ان کے پاس بیٹھا میں نے ان سے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے کسی نیک ساتھی کا ساتھ نصیب کرے' تو مجھے آپ کا ساتھ مل گیا ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے

3746 ـ اخرجه البخاری (۱۲۷/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب سالم مولى ابى حذيفة رضى الله عنه، حديث (۳۷۵۸)، (۱۲۸/۷)، باب: مناقب عبد الله بن مسعود رضى الله عنه، حديث (۳۸۶۰)، (۱۵۸/۷): باب: مناقب ابى بن كعب رضى الله عنه، حديث (۳۸۰۸)، و (۶۶۳/۸) كتاب فضائل القرآن: باب: القراء من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم حديث (۴۹۹۹)، ومسلم (۳۴۲/۸ ـ الابى): كتاب فضائل الصحابة رضى الله تعالى عنهم باب: من فضائل عبد الله بن مسعود و امه رضى الله تعالى عنهم، حديث (۱۱۶ ـ ۱۱۷ ـ ۱۱۸/۲۴۶۴)، واحمد (۱۶۳/۲ ـ ۱۸۹ ـ ۱۹۰ ـ ۱۹۱ ـ ۱۹۵) من طريق مسروق عن عبد الله بن عمرو، فذكره.

دریافت کیا: تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے جواب دیا: اہل کوفہ سے، میں بھلائی کو تلاش کرنے کے لئے اور اس کی طلب میں آیا ہوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہارے درمیان حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ موجود نہیں؟ جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ موجود نہیں ہے، جو نبی اکرم ﷺ کے وضو کا پانی آپ کے نعلین شریفین اٹھایا کرتے تھے، کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟ جو نبی اکرم ﷺ کے خاص راز دار ہیں اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نہیں ہے؟ نبی اکرم ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ نے انہیں شیطان سے محفوظ قرار دیا ہے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟ جو دو کتابوں (پر ایمان رکھنے والے ہیں) قتادہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: دو کتابوں سے مراد انجیل اور قرآن ہیں۔ (کیونکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے عیسائی ہوئے تھے)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

خثیمہ نامی راوی یہ خثیمہ بن عبدالرحمٰن بن سبرہ ہیں، تاہم ان کی نسبت ان کے دادا کی طرح کی جاتی ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم خاص ہونا:

صاحب الکتابین: سے مراد ہے کہ دو کتابوں پر ایمان رکھنے والا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اڑھائی سو سال عمر ہوئی ہے، قبول اسلام سے قبل آپ انجیل پر ایمان رکھتے تھے اور قبول اسلام کے بعد قرآن پر ایمان لائے۔

سوال: آسمانی کتب وصحائف کی تعداد ایک سو چار (۱۰۴) ہے، جن پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن یہاں ''صاحب الکتابین'' کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ اس سے دو کے علاوہ پہلی کتابوں کا انکار لازم آتا ہے، جو درست نہیں ہے؟

جواب: پہلی کتب کے انکار پر کوئی لفظ دلالت نہیں کرتا، تاہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عملی طور پر دو کتابوں کو اختیار کیا، قبول اسلام سے قبل انجیل اور قبول اسلام کے بعد قرآن۔ لہٰذا اسی بنیاد پر دو کتابوں کا تذکرہ ہوا اور نہ تمام آسمانی کتب وصحائف پر بلاتفریق ایمان لانا ضروریات اسلام سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے، کبھی وضو کا اہتمام کرنے کے لیے پانی پیش کرتے اور کبھی نعلین شریفین صاف کر کے خدمت میں پیش کرتے تھے۔ یہی بات آپ کی فضیلت کو نمایاں کرتی ہے۔

فائدہ نافعہ:

کسی کے علم وفن کو تسلیم کرنا، صاحب علم ہونے کی علامت ہے۔ حضرت خیثمہ بن ابی سبرہ رضی اللہ عنہ معلم کامل کی تلاش میں نکلے تو مدینہ طیبہ میں آئے، مسجد نبوی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حلقہ میں شامل ہوئے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بعض علمی شخصیات کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات، رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں وضوء کے لیے پانی اور پاپوش پیش کرنے والے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جن کو دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے شیطان مردود سے اپنی پناہ میں رکھا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو دو کتابوں والے ہیں، کے حلقہ ہائے علم موجود ہیں۔

جس فن میں کوئی مہارت تامہ رکھتا ہو، وہ فن اسی سے حاصل کرنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ماہرین قرآن صحابہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا اور وہ چار خوش قسمت صحابہ کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن مسعود، (ii) حضرت ابی بن کعب، (iii) حضرت معاذ بن جبل، (iv) حضرت حذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہم۔

بَاب مَنَاقِبِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 33: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3748 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عِيْسٰى عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ اَبِى الْيَقْظَانِ عَنْ زَاذَانَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اسْتَخْلَفْتَ قَالَ اِنْ اَسْتَخْلِفْ عَلَيْكُمْ فَعَصَيْتُمُوْهُ عُذِّبْتُمْ وَلٰكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ حُذَيْفَةُ فَصَدِّقُوْهُ وَمَا اَقْرَاَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَاقْرَئُوْهُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقُلْتُ لِاِسْحٰقَ بْنِ عِيْسٰى يَقُوْلُوْنَ هٰذَا عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ قَالَ عَنْ زَاذَانَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ شَرِيْكٍ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کسی کو اپنا نائب مقرر کردیں (تو یہ مناسب ہوگا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تم پر اپنا نائب مقرر کردیا' اور تم نے اس کی نافرمانی کی' تو تمہیں عذاب دیا جائے گا' لیکن حذیفہ جو تمہیں بات بتائے تم اس کی تصدیق کرنا اور عبداللہ تمہارے سامنے جو قرأت کر کے سنائے تم اس کے مطابق پڑھنا۔

عبداللہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اسحٰق بن عیسیٰ سے دریافت کیا' لوگ یہ کہتے ہیں: یہ ابووائل کے حوالے سے منقول ہے' تو انہوں نے جواب دیا: نہیں! یہ زاذان کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور یہ شریک سے منقول ہے۔

3748 - انفرد به الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (۳/ ۳۰) حديث (۳۳۲۲)، و ذكره المتقى الهندى فى الكنز (۱۱/ ٦۳۰) حديث (۳۳۰۷۳)، و عزاه للطبرانى و الترمذى، و الحاكم عن حذيفة.

شرح

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام و شجرہ نسب:

آپ کا نام: حذیفہ، کنیت: ابوعبداللہ، لقب: صاحب السر تھا۔ قبیلہ عطفان کے خاندان عبس کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

حذیفہ بن حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فروہ بن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان العبسی۔ والدہ محترمہ کا اسم گرامی: رباب بنت کعب بن عدی بن عبدالاشہل تھا۔

آپ کے والد گرامی کسی آدمی کو قتل کر کے سرزمین مدینہ طیبہ آ گئے پھر یہاں قیام پذیر ہو گئے، خاندان عبدالاشہل سے حلیف ہونے کا تعلق قائم ہوا، پھر قرابت بھی اختیار کر لی گئی۔ بنیادی طور پر اوس وخزرج دونوں قبائل کا تعلق بھی ''یمن'' سے تھا اور اس نسبت سے ان کا نام ''یمان'' تجویز کیا گیا۔ خاندان عبدالاشہل میں نکاح کے نتیجہ میں پانچ اولادیں پیدا ہوئیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:

(i) حذیفہ بن یمان، (ii) سعد بن یمان، (iii) صفوان بن یمان، (iv) مدیح، (v) لیلیٰ

دامن اسلام میں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والدین اور بھائی بہنوں میں سے صرف حذیفہ اور صفوان دونوں دونوں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ عازم ہجرت ہو کر مکہ گئے پھر وہاں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہجرت مدینہ کی تھی۔

حلیہ مبارک:

آپ کا قد متوسط، سامنے کے دانت نہایت خوبصورت، تیز نظر، رفتار وگفتار میں میانہ روی اور اعلیٰ اخلاق کے مالک۔

غزوات میں شرکت:

تاریخ اسلام میں اعلاء کلمۃ الحق کے لیے حق و باطل کے درمیان چند ایک معرکہ بھی پیش آئے، آپ نے غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

غزوہ بدر میں عدم شرکت کی وجہ آپ نے خود یوں بیان فرمائی:

میں اس وقت اپنے والد گرامی کے ساتھ مدینہ سے باہر گیا ہوا تھا، وہاں کفار قریش نے ہمیں گرفتار کر لیا اور دریافت کیا: تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے جواب دیا: مدینہ میں۔ انہوں نے سوال کیا: کیا آپ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا:

چاہتے ہیں؟ ہم نے جواب دیا: ہم مدینہ جانا چاہتے ہیں، انہوں نے اس شرط پر ہمیں رہا کر دیا کہ ہم نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جنگ میں مدد کریں گے اور نہ ان کا ساتھ دیں گے۔ رہائی حاصل کرنے کے بعد جب ہم مدینہ پہنچے تو اس صورتحال کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، پھر ہم نے عرض کیا: ایسی صورتحال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنا وعدہ پورا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے استعانت کی دعا کرنے کی تاکید فرمائی۔

غزوۂ اُحد میں آپ نے اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر شرکت کی۔ اس موقع پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خوب شجاعت، بہادری کے جوہر دکھائے اور فراغت پر واپس لوٹے مگر آپ کے والد گرامی نے دوران جنگ جام شہادت نوش کیا۔ تاہم انہوں نے دشمن کی تلوار سے نہیں بلکہ مسلمانوں کی تلوار سے جام شہادت نوش کیا۔

ہوا یہ کہ اس غزوہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یمان اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہما کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایک محفوظ مقام پر چھوڑ دیا، کیونکہ یہ دونوں حضرات ضعیف اور عمر رسیدہ تھے۔ جب معرکہ کارزار گرم ہوا تو حضرت یمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے کہا:

''ہم کس بات کے منتظر ہیں؟ خدا کی قسم! اب ہماری زندگی کا قلیل حصہ باقی رہ گیا ہے، ہم بہت جلد اپنی مدت حیات پوری کرنے والے ہیں۔ کیوں نہ ہم اپنی تلواریں لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہو جائیں، ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہم کو دولت شہادت سے بہرہ ور کر دے۔'' پھر وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو دشمن کے ہاتھوں جام شہادت نصیب ہوا لیکن حضرت یمان رضی اللہ عنہ پر نادانستگی میں مسلمانوں کی تلواریں برسنے لگیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ میرے والد، میرے والد پکارتے رہے لیکن کسی نے ان کی ایک نہ سنی، بوڑھے حضرت یمان رضی اللہ عنہ تلواروں سے زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے، پھر گوہر شہادت حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے صرف اتنا کہا: اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی مغفرت کرے وہ ارحم الراحمین ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ بیٹے کو اس کے باپ کی دیت ادا کر دیں لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر دیت لینے سے انکار کر دیا: وہ شہادت کے طالب تھے اور ان کی مطلوبہ چیز ان کو حاصل ہو گئی۔ خدایا! تو گواہ رہنا، میں نے اپنے باپ کی دیت مسلمانوں پر صدقہ کر دی ہے۔

امارت وشجاعت:

وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ مختلف اوقات میں عراق، نصیبین اور مدائن میں اقامت پذیر رہے۔ عراق کا علاقہ فتح ہونے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے فرات کے حاکم حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو جبکہ نواح دجلہ کے حاکم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تعینات کیے گئے۔ نواح دجلہ کے لوگ نہایت درجہ کے شریر، بے ایمان اور باغیانہ ذہن کے مالک تھے۔ ان کی بغاوت ومخالفت اور ہٹ دھرمی کے باوجود حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مثالی حکومت قائم کی۔

۱۸ھ میں نہاوند کا معرکہ پیش آیا، آپ اس وقت کوفہ میں مقیم تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کو پیغام ملا کہ کوفہ کی فوج لے کر نعمان بن مقرن کے لشکر کے ساتھ جا کر مل جائیں، حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے نہاوند میں پڑاؤ ڈالا،

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہاں جا کر لشکر سے ملے، معرکہ نہاوند گرم ہوا، دشمن کو شکست ہوئی، اس معرکہ میں امیر لشکر اسلامی حضرت نعمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، حسب حکم امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ امیر لشکر بنے، اسلامی لشکر نے آپ کی قیادت میں کام کرنے میں مسرت کا اظہار کیا۔

آپ نے لشکر اسلامی کے ساتھ نہاوند کی طرف پیش قدمی کی، وہاں ایک آتش کدہ تھا جس کا متولی امن حاصل کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسے امن دیے جانے پر اس نے حسب خواہش کسریٰ کے نہایت قیمتی جواہرات لاکر آپ کی خدمت میں پیش کردیے، آپ نے مالِ غنیمت سپاہیوں میں تقسیم کردیا جبکہ پانچواں حصہ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کردیا، امیر المؤمنین نے یہ جواہرات ناراضگی کے ساتھ واپس کردیے، حسب حکم آپ نے یہ جواہرات ایک کروڑ درہم میں فروخت کر کے رقم فوج میں تقسیم کردی۔

اس موقع پر اہل شہر کے لیے ایک فرمان نامہ جاری کیا جو بایں الفاظ تھا:

حذیفہ بن یمان نے اہل ماہ (نہاوند) کو ان کے جان و مال اور جائیداد کے متعلق امان دی کہ ان کے مذہب سے بالکل تعرض نہ ہوگا اور نہ مذہب بدلنے پر مجبور کیے جائیں گے اور ان میں ہر بالغ شخص جب تک سالانہ جزیہ ادا کرے گا، مسافروں کو راستہ بتائے گا، راستوں کو درست رکھے گا، اسلامی لشکر کی جو یہاں ٹھہرے گا ایک شبانہ روز ضیافت کرے گا اور سلطنت کا خیر خواہ رہے گا، ان صورتوں میں ان کی جان و مال اور زمین محفوظ رہے گی اور اگر انہوں نے اس عہد میں خیانت کی اور ان کی روش میں تغیر واقع ہوا تو پھر مسلمان بری الذمہ ہیں۔

یہ عہد نامہ ۱۹ھ میں تحریر کیا گیا تھا۔ آپ کے اس معاہدہ سے سلاطین ممالک تا قیامت استفادہ کرتے رہیں گے۔ معرکہ نہاوند میں کامیابی کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے پہلے عہدہ پر واپس آگئے اور حسب سابق خدمات انجام دینے لگے۔

فضل وکمال:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اولوالعزم اور صحابہ کبار میں شمار ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کثیر کمالات سے نوازا گیا تھا اور اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے حلقہ میں موجود تھے، تلامذہ بھی بکثرت تھے، دجال کی بحث شروع ہوگئی تو آپ نے فرمایا: دجال کے بارے میں، میں تمام حاضرین سے زیادہ جانتا ہوں۔

۲- ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک بات کے سوا سب کچھ بیان کردیا، وہ بات یہ تھی کہ اہل مدینہ کے مدینہ سے خروج کا سبب کیا ہوگا۔

۳- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فضائل اعمال کے حوالے سے سوالات کرتے تھے لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایسے سوالات نہیں کرتے تھے بلکہ آپ برائیوں کے بارے میں سوالات کرتے تھے تاکہ ان میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں۔ صحابہ کرام آپ کو "رازدانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الیس

فیکم صاحب السر۔یعنی کیا تم لوگوں میں سب سے بڑا عالم موجود نہیں ہے؟

۴-ایک دفعہ بہت سے صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع تھے، آپ نے فرمایا: فتنہ کے حوالے سے زیادہ معلومات کس کے پاس ہیں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اہل وعیال، مال ودولت اور ہمسایہ کے بارے میں جو کچھ سرزد ہو جاتا ہے' تو نماز، زکوۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اس کا کفارہ بن جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا یہ مقصد نہیں ہے بلکہ وہ فتنے بتائیں جو سمندر کی مثل جوش زن ہوتے ہیں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ کے اور ان کے مابین ایک دروازہ حائل ہے، اس لیے اس بارے میں زیادہ تردد کی ضرورت نہیں ہے وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ تو پھر کبھی بند نہ ہو گا۔فرمایا: ہاں۔

ایک مجلس حدیث میں تذکرہ چھڑا جس میں حضرت شقیق بھی موجود تھے، انہوں نے کہا: اے حذیفہ رضی اللہ عنہ! کیا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس دروازے کا علم تھا؟ جواب دیا: ہاں، جس طرح تم جانتے ہو کہ دن کے بعد رات ہوتی ہے؟ لوگوں نے دریافت کیا: دروازہ سے کیا مراد ہے؟ جواب دیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔

۵-حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تا قیامت پیش آنے والے فتنوں کو جانتا ہوں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میرے علاوہ کوئی شخص ان کا علم نہیں رکھتا، ایک موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تا قیامت پیش آنے والے تمام فتنوں کے بارے میں بتایا، سننے والے اب میرے علاوہ کوئی بھی قید حیات نہیں ہے۔

اخلاق واطوار:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ قابل تحسین اور قابل تقلید اخلاق واطوار کے مالک تھے، اس سلسلہ میں چند ایک حقائق حسب ذیل ہیں:

☆ امارت مدائن کے زمانہ میں عجم کی آب وہوا اور منصب امارت پر فائز ہونے کے باوجود کوئی اضافی ساز وسامان نہیں رکھتے تھے، گدھے پر سواری کرتے' اور استغناء کا یہ حال تھا کہ قوت لایموت سے زائد دولت اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔ایسے حالات میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے کچھ مال بھیجا گیا مگر آپ نے سب کچھ غرباء ومساکین میں تقسیم کر دیا۔

☆ زہد وعبادت میں اپنی مثال آپ تھے، ایک دفعہ عشاء کی نماز کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں نفلی نماز شروع کی، رات بھر نماز میں مصروف رہے مگر زبان سے اف تک نہ کیا، آذان بلالی شروع ہونے تک بمشکل دو رکعت نماز مکمل ہوئی تھی۔

☆ ایک دفعہ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے احتیاط کی بنا پر شیشی میں پیشاب کیا تا کہ اس کی چھینٹوں سے بچا جا سکے، یہ صورتحال دیکھ کر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شدت درست نہیں ہے، ایک موقع پر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے گھوڑے پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں نے دور ہونے کی کوشش کی، آپ نے منع کر دیا۔ میں گھوڑے کی پشت کے پاس کھڑا رہا حتی کہ آپ اپنے عمل سے فارغ ہو گئے۔

☆ ایک دفعہ کچھ لوگ جمع ہو کر گفتگو کر رہے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا: عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی باتیں نفاق تصور کی جاتی تھیں۔

☆ ایک شخص مسجد میں نہایت عجلت سے نماز ادا کر رہا تھا، اسی دوران حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، نمازی سے دریافت کیا: کتنے عرصہ سے نماز پڑھ رہے ہو؟ جواب دیا: عرصہ دس سال سے، فرمایا: تمہاری عرصہ دس سال کی نمازیں ضائع ہو گئیں، اگر تم آئندہ تاحیات ایسی نماز ادا کرتے رہے تو دین محمدی پر نہیں مرو گے۔ پھر آپ نے اس شخص کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا، بالخصوص اس بات کی تاکید کی کہ خواہ چھوٹی رکعت ادا کرو مگر رکوع وسجود میں اعتدال اور خشوع وخضوع ضرور ہونا چاہیے۔

☆ غزوہ خندق کے موقع پر کوئی صحابی مشرکین کے پاس جانا پسند نہیں کرتا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہایت نڈر تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مشرکین میں گھس گئے اور زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت حاصل کی۔

☆ اگر آپ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کھانا کھاتے آداب نبوت کو پیش نظر رکھتے تھے، اس وقت تک کھانے کی ابتداء نہیں کرتے تھے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا شروع نہ کرتے تھے۔

☆ ایک دفعہ حالت جنابت میں تھے کہ اچانک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سامنے تشریف لے آئے، ایک طرف ہٹ گئے، دریافت کرنے پر عرض کیا: یارسول اللہ! میں حالت جنابت میں ہوں، آپ نے فرمایا: مومن نجس نہیں ہوتا۔

اولاد امجاد:

آپ نے دوخواتین سے نکاح کیا، چار صاحبزادے تھے:

(۱) ابوعبیدہ بن حذیفہ، (۲) بلال بن حذیفہ، (۳) صفوان بن حذیفہ، (۴) سعید بن حذیفہ۔

وفات:

۳۶ھ کو مدائن میں وصال فرمایا، جنازہ میں کثیر لوگ شامل تھے، جن میں اکثریت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی، اپنے دو صاحبزادگان کو بھی آپ کی بیعت کی وصیت کی تھی۔

مفہوم حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واضح طور پر خلیفہ نامزد نہ کرنے کا فلسفہ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے، نامزد خلیفہ کی اطاعت واجب ہو جاتی، اس سلسلہ میں کوتاہی سے لوگ سزا کے حقدار قرار پاتے اور خلیفہ کی مخالفت بغاوت اسلام کے زمرہ میں آتی۔ تاہم اہل سنت کا عقیدہ ہے، جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہے:

خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر، خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق، خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی اور خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

ان خلفاء کرام نے اپنے اپنے دور میں خلافت کا حق ادا کر دیا، خود باہم شیر وشکر تھے، تاحیات اشاعت دین میں مصروف عمل

رہے، ان کی خدمات مثالی تھیں، قرآن وسنت کی تدوین وتبلیغ کے نتیجہ میں قرآن وسنت تا قیامت محفوظ ہو گئے اور ملت اسلامیہ اس روشنی کے مینار سے راہنمائی حاصل کرتی رہی۔

بَاب مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 34: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3749 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ فَرَضَ لِاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فِي ثَلَاثَةِ اٰلَافٍ وَّخَمْسِ مِائَةٍ وَّفَرَضَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِي ثَلَاثَةِ اٰلَافٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِاَبِيهِ لِمَ فَضَّلْتَ اُسَامَةَ عَلَيَّ فَوَاللّٰهِ مَا سَبَقَنِي اِلٰى مَشْهَدٍ قَالَ لِاَنَّ زَيْدًا كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَبِيكَ وَكَانَ اُسَامَةُ اَحَبَّ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ فَاٰثَرْتُ حُبَّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حُبِّي

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ زید بن اسلم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ کو تین ہزار پانچ سو (درہم/دینار) دیے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے تین ہزار مقرر کیے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد سے کہا آپ نے اسامہ کو مجھ پر فضیلت کیوں دی ہے؟ اللہ کی قسم! انہوں نے مجھ سے پہلے کسی غزوے میں شرکت نہیں کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے: زید نبی اکرم ﷺ کے نزدیک تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور اسامہ نبی اکرم ﷺ کے نزدیک تم سے زیادہ محبوب تھے اس لئے میں نے اپنی محبوب شخصیت کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ کی محبوب شخصیت کو ترجیح دی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3750 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

متنِ حدیث: مَا كُنَّا نَدْعُو زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ اِلَّا زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَتْ (ادْعُوهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ)

3749 - انفردبه الترمذی. ينظر (تحفة الاشراف) (۹/۸) حديث (۱۰٤۰۱)، عن زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر بن الخطاب موقوفًا.

3750 - اخرجه البخاری (۳۷۷/۸) كتاب التفسير: باب: ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله رقم (٤۷۸۲)، و مسلم (۱۸۸٤/٤) كتاب فضائل الصحابة: باب: فضائل زيد بن حارثة، و اسامة بن زيد، رضی الله عنهما، رقم (۶۲، ۲٤۲۵/۶۲).

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سالم بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: پہلے ہم لوگ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

''تم ان لوگوں کو ان کے حقیقی باپ کی نسبت سے بلاؤ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انصاف کے زیادہ مطابق ہے''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

3751 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ بْنُ مَخْلَدٍ الْبَصْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الرُّوْمِيِّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَبَلَةُ بْنُ حَارِثَةَ اَخُوْ زَيْدٍ

متنِ حدیث: قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْعَثْ مَعِيْ اَخِيْ زَيْدًا قَالَ هُوَ ذَا قَالَ فَاِنِ انْطَلَقَ مَعَكَ لَمْ اَمْنَعْهُ قَالَ زَيْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَا اَخْتَارُ عَلَيْكَ اَحَدًا قَالَ فَرَاَيْتُ رَاْيَ اَخِيْ اَفْضَلَ مِنْ رَاْيِيْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ الرُّوْمِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ

◆◆ حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو حضرت زید (بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کے بھائی ہیں وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ میرے بھائی زید کو میرے ساتھ بھیج دیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں اسے نہیں روکوں گا' زید نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم! میں آپ کے مقابلے میں کسی اور کو اختیار نہیں کروں گا (حضرت جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے بھائی کی رائے میری رائے کے مقابلے میں زیادہ بہتر تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف ابن رومی نامی راوی کے حوالے سے' علی بن مسہر کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

3752 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِيْ

3751 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، سوى ينظر (تحفة الاشراف) (٢/٤٠٧) رقم (٣١٨٢). و ذكره صاحب (المشكاة) (١٠/٥٤٤، مرقاة) حديث (٦١٧٤).

3752 - اخرجه مسلم (٤/١٤٨٤) كتاب فضائل الصحابة: باب: فضائل زيد بن حارثة، و اسامة بن زيد رضي الله عنهما. رقم (٢٤٢٦/٦٣ - ٢٤٢٦/٦٤).

اِمْرَتِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَطْعَنُوْا فِیْ اِمْرَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِیْ اِمْرَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَايْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ وَاِنَّ هٰذَا مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ بَعْدَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ کی اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ان کا امیر مقرر کیا لوگوں نے ان کی امارت کے بارے میں شبہات کا اظہار کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اس کی امارات کے بارے میں شبہات کا اظہار کر رہے ہو' تو تم اس سے پہلے اس کے باپ کے بارے میں بھی اس طرح کے خیالات پیش کر چکے ہو' اللہ کی قسم! وہ (زید بن حارثہ) امارات کے لائق تھا۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا اور اس کے بعد یہ (اسامہ بن زید) میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کی مانند ہے۔

شرح

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام وشجرہ نسب:

آپ کا نام: زید، کنیت: ابواسامہ، لقب: حب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، باپ کا نام: حارثہ، والدہ کا نام: سعدیٰ بنت ثعلبہ تھا۔ شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

زید بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن زید بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

ابتدائی حالات:

سعدیٰ بنت ثعلبہ اپنے بچے زید بن حارثہ کعبی کو ساتھ لیے ہوئے اپنے قبیلے بنومعن سے ملاقات کے ارادے سے روانہ ہوئی لیکن ابھی وہ اپنے قبیلے کے دیار میں پہنچی نہیں تھی کہ بنوقین کے سواروں نے اچانک حملہ کر کے ان کے مال واسباب پر قبضہ کر لیا، ان کے اونٹ ہانک لے گئے اور بال بچوں کو گرفتار کر لیا۔ جن بچوں کو وہ پکڑ لے گئے تھے ان میں اس کا بچہ زید بن حارثہ بھی تھا۔

زید کے بچپن کا زمانہ تھا، اس وقت وہ اپنی عمر کی آٹھویں منزل میں تھا۔ ڈاکو اسے فروخت کرنے کی غرض سے ''عکاظ'' کے بازار میں لے گئے، جہاں سے قریش کے ایک دولتمند سردار حکیم بن حزام بن خویلد نے چار سو درہم میں خرید لیا۔ حکیم بن حزام نے اس کے علاوہ بھی بہت سے غلام خریدے اور ان کو لے کر مکہ آ گیا۔ جب اس کی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کو اس کی واپسی کی اطلاع ملی اور وہ اس سے ملنے اور اس کو خوش آمدید کہنے لگیں تو اس نے کہا:

یہ چند غلام میں سوق ''عکاظ'' سے خرید کر لایا ہوں۔ آپ ان میں سے جس کو چاہیں پسند کر لیں، میں اسے آپ کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہوں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایک ایک کر کے سب غلاموں کے چہروں کو غور سے دیکھا۔ ان کی نگاہیں زید کے چہرے پر جا کر ٹک گئیں۔ وہ اسے دیر تک دیکھتی رہیں اور اس پر ظاہر ہونے والی ذہانت و فطانت کی علامات کی وجہ سے اس کو پسند کر لیا اور لے کر گھر واپس آ گئیں۔

کچھ دنوں بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ اس موقع پر وہ ان کی خدمت میں کوئی بیش قیمت تحفہ پیش کرنا چاہتی تھیں اور اس کے لیے انہیں اپنے عزیز غلام زید بن حارثہ سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں ملی، چنانچہ اس کو ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ادھر یہ خوش نصیب بچہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرپرستی میں رہ کر ان کی زریں صحبت اور بہترین سیرت و کردار سے بہرہ ور ہوتے ہوئے خوشی اور آزادی کے دن گزار رہا تھا اور ادھر اس کی ستم رسیدہ اور مامتا کی ماری ہوئی ماں اس کی گمشدگی کے صدمے سے نڈھال ہو رہی تھی۔ نہ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو تھم رہے تھے، نہ اس کی سوزش غم میں کوئی کمی واقع ہو رہی تھی اور نہ ہی اسے کسی پہلو سکون و قرار نصیب ہو رہا تھا۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ آیا اس کا لخت جگر زندہ ہے کہ اس کی بازیابی کی امید رکھے یا وہ مر چکا ہے کہ اس سے مایوس ہو کر صبر کی سل اپنے سینے پر رکھ لے۔ یہ بات اس کے غم کی شدت میں مزید اضافے کا سبب تھی۔ اس کا باپ ملک کے گوشے گوشے میں اسے ڈھونڈتا اور ہر قافلے سے اس کا پتہ پوچھتا پھر رہا تھا اور اس کے اضطراب و بے قراری کی کیفیت ان دردناک اشعار کے قالب میں ڈھل گئی تھی جو سننے والوں کے دلوں کے ٹکڑے کیے دے رہے تھے:

۱- بکیت علی زید ولم ادرما فعل	أحی فیرجی أم اتی دونه الاجل
۲- فوالله ما أدروانی لسائل	أغالك بعدی السهل أم غالك الجبل
۳- تذکر فیه الشمس عند طلوعها	وتعوض ذکراه اذا غربها افل
۴- سأعمل نص العیص فی الارض جاهدًا	ولا أسام التطواف اوتسأم الابل
۵- حیاتی اوتات علی نیتی	فکل امریء فان وان غره الامل

۱- ''میں زید کے غم میں گریہ وزاری کرتا ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ وہ کس حال میں ہے۔ کیا وہ زندہ ہے کہ اس سے ملنے کی امید ہو یا اس کی موت اس کی راہ میں حائل ہو گئی؟''

۲-''خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں، اور میں حیران و سرگرداں پوچھتا پھر رہا ہوں کہ میرے پیچھے تجھے میدان نے چرا لیا یا پہاڑ نے اچک لیا؟''

۳-''آفتاب اپنے طلوع ہونے کے ساتھ مجھے اس کی یاد دلاتا ہے اور غروب ہوتے بھی اس کی یاد تازہ کرتا ہے۔''

۴-''میں اپنے اونٹ کو تیزی سے دوڑا کر زمین میں اس کی جستجو سے باز نہیں آؤں گا۔ الا یہ کہ میرا اونٹ تھک کر نڈھال ہو جائے۔''

۵-''یا مجھے موت آجائے کیونکہ ہر شخص فانی ہے، چاہے امید اسے مبتلائے فریب رکھے۔''

ایک بار حج کے موسم میں زید کے قبیلے کے کچھ لوگ زیارت بیت اللہ کے ارادے سے مکہ آئے ہوئے تھے، طواف کے دوران اچانک زید سے ان کا سامنا ہو گیا۔ انہوں نے زید کو اور زید نے ان کو پہچان لیا اور آپس میں بات چیت بھی ہوئی۔ جب وہ لوگ مناسک حج سے فارغ ہو کر اپنے قبیلے میں واپس پہنچے تو انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس کی مفصل روداد حارثہ کے سامنے رکھ دی۔

زید کا سراغ ملتے ہی اس نے جھٹ پٹ اپنی سواری کو تیار کیا، اپنے لخت جگر کا فدیہ ادا کرنے کے لیے وافر مقدار میں مال اونٹ پر لادا اور اپنے ہمراہ اپنے بھائی کعب کو بھی لے لیا۔ پھر تیز رفتاری کے ساتھ راستہ طے کرتے ہوئے دونوں مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر سیدھے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر پہنچے اور ان سے کہا: اے ابن عبدالمطلب! آپ لوگ اللہ کے ہمسائے ہیں، قیدیوں کو رہائی بخشتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے اور مظلوموں کی فریاد رسی کرتے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے کے سلسلے میں حاضر ہوئے ہیں، ہم آپ کے پاس اتنا مال لائے ہیں جو اس کے فدیہ کے لیے کافی ہو گا۔ آپ ہمارے اوپر احسان فرمائیں اور فدیہ لے کر اسے چھوڑ دیں۔ ''کون ہے تمہارا وہ بیٹا؟'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ آپ کا غلام ''زید بن حارثہ'' دونوں ایک ساتھ بولے۔ ''کیا تم پسند کرو گے کہ میں تمہارے سامنے ایک تجویز رکھوں جو فدیہ سے بہتر ہے؟'' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے دریافت کیا۔ ''وہ کونسی تجویز ہے؟'' انہوں نے جاننا چاہا۔ ''میں اسے تمہارے سامنے بلائے دیتا ہوں۔ تم اس کو یہ اختیار دے دو کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان سے جس کو چاہے منتخب کر لے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کو ترجیح دیتا ہے تو تم اسے کسی مال اور فدیہ کے بغیر اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو لیکن اگر وہ میرے پاس رہنے کو پسند کرتا ہے تو خدا کی قسم! میں اس کی پسند کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔'' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''یقیناً آپ نے یہ بڑے انصاف کی بات کہی ہے۔'' دونوں نے متفق ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زید کو بلا کر پوچھا: ''ان دونوں کو پہچانتے ہو؟'' ''ہاں، یہ میرے والد حارثہ بن شرجیل اور یہ میرے چچا کعب ہیں۔'' زید نے دونوں کی طرف باری باری اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''زید! میں تم کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ اگر چاہو تو اپنے والد اور چچا کے ساتھ چلے جاؤ اور اگر چاہو تو میرے پاس رہ جاؤ۔'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مخاطب کر کے کہا۔

''میں آپ کے پاس رہوں گا۔'' زید نے کسی تاخیر و تذبذب کے بغیر کہا۔ یہ سن کر اس کے باپ نے کہا: ''ارے تیرا بیڑا غرق ہو، کیا تو غلامی کو اپنے والدین پر ترجیح دے رہا ہے؟''

''میں ان کی طرف سے ایک چیز دیکھ چکا ہوں، میں وہ نہیں ہوں جو کبھی ان سے جدا ہونا گوارا کرے۔'' زید نے فیصلہ کن لہجے میں کہا:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے ساتھ زید کے اس غیر معمولی تعلق خاطر کو دیکھا تو اسی وقت اس کا ہاتھ پکڑا، اسے لیے ہوئے بیت الحرم میں پہنچے اور حجر کے مقام پر قریش کے مجمع میں کھڑے ہو کر اعلان کیا:

''قریش کے لوگو! گواہ رہنا آج سے یہ میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔''

یہ دیکھ کر زید کے باپ اور چچا کا جی خوش ہو گیا اور وہ اسے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چھوڑ کر اپنے قبیلے کی طرف واپس لوٹ گئے۔ لوٹتے ہوئے وہ دونوں اس کی طرف سے پورے طور پر مطمئن تھے۔ پھر اس روز سے زید بن حارثہ، زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے پکارے جانے لگے اور وہ برابر اسی نام سے پکارے جاتے رہے، یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر فائز کر دیے گئے اور اسلام نے اللہ کے فرمان: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ کے نزول کے ساتھ منہ بولا بیٹا بنانے کی رسم کو کالعدم قرار دے دیا اور وہ زید بن محمد سے پھر زید بن حارثہ بن گئے۔

حلیہ:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک یوں بیان کیا جاتا ہے: قد پست، ناک چھوٹی، رنگ گندمی، جسم چست و چالاک، چہرہ پر رونق و روشن اور پینتالیس (۴۵) یا پچپن (۵۵) سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔

حسن اخلاق:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی حیات مستعار کا مقصد وحید مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی تھا، اسی مقصد کے حصول کے لیے آپ نے حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کنیز سے نکاح کر لیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں وہ محبوب ترین تھیں۔

آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاء و اقارب کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد ہمشیرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا پھر ذہنی عدم موافقت کے سبب طلاق بھی دے دی تھی، وہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہوئیں، ان کا بھی ادب و احترام حسب سابق بجالاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اگر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قید حیات رہتے، تو آپ انہیں یقیناً اپنا جانشین تعینات فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کے پوتے حضرت محمد بن اسامہ کو مسجد نبوی میں دیکھا تو ادب و تعظیم سے اپنی گردن جھکا لی اور کہا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ لیتے تو اپنا محبوب

قرار دیتے یعنی جس طرح حضرت زید بن حارثہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنا محبوب قرار دیا تھا انہیں بھی اپنا محبوب بناتے۔

دامن اسلام میں اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

زید کو کیا معلوم تھا کہ جس وقت انہوں نے اپنے ماں باپ کے مقابلے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنایا تھا کیسی غنیمت ان کے حصے میں آئی تھی، وہ یہ بھی کہاں جانتے تھے کہ جس آقا کی غلامی کو انہوں نے اپنے خاندان اور قبیلے پر ترجیح دی ہے، وہ اولین اور آخرین کے سردار اور ساری مخلوق کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے دل میں تو یہ خیال بھی نہیں گزرا تھا کہ عنقریب روئے زمین پر آسمانی بادشاہت کے قیام کا اعلان ہونے والا ہے' جو مشرق سے لے کر مغرب تک ساری زمین کو نیکی اور عدل وانصاف سے بھر دے گی اور خود ان کی حیثیت اس عظیم الشان بادشاہت کی تعمیر میں ''خشت اول'' کی ہوگی۔ ان میں سے کوئی بات زید کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آئی تھی۔ وہ تو سراسر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور وہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نواز دیتا ہے، وہ تو فضل عظیم کا مالک ہے۔

وہ فضل عظیم یہ تھا کہ تخییر کے اس واقعہ کے چند سال بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا اور زید مردوں میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔ تو کیا اس سے بڑھ کر بھی اولیت اور فضیلت کا کوئی مقام ہوسکتا ہے' جس کو حاصل کرنے کے لیے مسابقت کی جائے؟

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں کے امین ومحافظ تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو آپ سفارتی وفود اور فوجی دستوں کی قیادت پر متعین فرماتے اور اپنی عدم موجودگی میں مدینہ پر اپنا قائم مقام مقرر کرتے تھے۔

جس طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی غیر معمولی محبت اور تعلق خاطر کا اظہار کیا اور اپنے ماں باپ پر ان کو ترجیح دی' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا اور ان کو اپنے اہل وعیال کے ساتھ شامل کرلیا۔ آپ کی محبت کا یہ حال تھا کہ جب وہ کسی مہم پر گئے ہوئے ہوتے تو آپ ہر وقت ان کے لیے مشتاق و بے قرار رہتے اور جب واپس آتے تو بہت خوش ہوتے اور ان سے ملتے وقت جس بے پناہ مسرت وشادمانی کا اظہار فرماتے وہ صرف انہیں کا حصہ تھا۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرحت ومسرت کے ایک منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ایک دفعہ زید رضی اللہ عنہ کسی مہم سے واپس لوٹے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کمرے میں تھے۔ زید نے جب دروازے پر دستک دی تو آپ جلدی سے اٹھ کر ننگے بدن ان کی طرف لپکے، اس وقت آپ کے جسم اطہر پر صرف اتنا ہی کپڑا تھا جس نے آپ کے گھٹنے اور ناف کے درمیانی حصہ جسم کو چھپا رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے کو گھسیٹتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھے، ان کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ خدا کی قسم! میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کپڑے کے بغیر کبھی نہیں دیکھا تھا۔

سے پہلے نہ اس کے بعد۔

یہ بات تمام مسلمانوں میں شہرت کی حد تک عام تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ غیر معمولی محبت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو ''زید حب'' (چہیتے زید) کہہ کر بلاتے اور ''حب رسول اللہ'' (رسول اللہ کے محبوب) کے لقب سے نوازتے تھے اور بعد میں لوگوں نے ان کے بیٹے حضرت اسامہ کا لقب ''حب رسول اللہ'' اور ''ابن حب رسول اللہ'' رکھ دیا تھا۔

ہجرت و مواخات:

دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے، قبیلہ عبد الاشہل کے رئیس حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مواخات قائم ہوا، خاندان نبوت کا معزز فرد ہونے کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہے، پھر ان کے لیے الگ ایک مکان مختص کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا، زوجین میں عدم موافقت کی بنا پر یہ نکاح زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور طلاق کے بعد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے حرم نبوی میں داخل ہو کر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس واقعہ کا تذکرہ اس ارشاد ربانی میں مذکور ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ''یعنی جب زید نے حاجت پوری کر دی تو ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دے دیا۔''

اس واقعہ کے موقع پر منافقین کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بہو سے نکاح کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف اپنے متبنیٰ حضرت زید بن محمد یعنی اپنی بہو سے نکاح بھی کر لیا ہے؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں دیا گیا تھا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط (الاحزاب)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی آدمی کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

مزید اس سلسلہ میں فرمایا گیا ہے: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ج ''تم لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہی بات اللہ کے ہاں زیادہ انصاف پر مبنی ہے۔''

شجاعت و بہادری:

۸ ہجری میں اللہ تعالیٰ کی مشیت نے حبیب (رسول اللہ) کو ان کے محبوب (حضرت زید) کی جدائی کے ذریعے آزمایا۔ ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر ازدی کو ایک خط لکھا، جس میں اسے اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ وہ بصری کے حکمران کے پاس بھیجا۔ جب حضرت حارث مشرقی اردن میں واقع ''موتہ'' کے مقام پر پہنچے تو ایک غسانی حاکم شرجیل بن عمرو نے ان کا راستہ روک لیا اور ان کو گرفتار کر کے پابہ زنجیر کر لیا اور بعد میں ان کی گردن مار دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے قتل کا

بے حد صدمہ ہوا کیونکہ اس سے پہلے آپ کے کسی ایلچی کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔

آپ نے جنگ موتہ کے لیے تین ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ایک فوج تیار کی جس کی قیادت اپنے محبوب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو فوج کی قیادت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کریں گے اور اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر لیں لشکر کی کمان عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگی لیکن اگر وہ بھی جنگ میں کام آ جائیں تو پھر مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر منتخب کریں گے۔

مجاہدین اسلام کا یہ لشکر مدینہ منورہ سے چل کر مشرقی اردن کے ایک مقام "معان" پر خیمہ زن ہو گیا۔ ادھر ہرقل شاہ روم ایک لاکھ فوجیوں کے ساتھ غسانیوں کی مدد کے لیے چل پڑا۔ بعد میں عرب کے مشرک قبائل میں سے ایک لاکھ مزید سپاہی اس کے لشکر میں شامل ہو گئے اور یہ لشکر جرار آگے بڑھ کر مسلمانوں کے پڑاؤ کے قریب فروکش ہو گیا۔

مسلمان "معان" میں رک کر دو دن تک جنگی لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے غور و مشورہ کرتے رہے۔ ان میں سے کسی نے رائے دی ہمیں موجودہ صورت حال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع اور دشمن کی بھاری تعداد سے آگاہ کر کے آپ کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے لیکن دوسرے نے کہا:

"لوگو! خدا کی قسم! ہم کثرت تعداد اور قوت و اسلحہ کے بھروسے نہیں، دین اسلام کی صداقت و حقانیت کے بل پر پڑتے ہیں۔ چلو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھو جس کے لیے نکلے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو میں سے ایک کامیابی کی ضمانت دے رکھی ہے یا وہ تمہیں فتح و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا یا دولت شہادت سے مالا مال کرے گا۔

غزوات میں حصہ:

اسلامی تاریخ میں ہجرت کے بعد مسلمانوں اور کفار کے مابین معرکے بھی پیش آئے، جن میں مسلمانوں نے اعلاء کلمۃ الحق کے لیے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر عملی طور پر حصہ لیا، ایسے لوگوں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے غزوہ بدر سے لے کر غزوہ موتہ تک سب میں حصہ لیا، شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے اور مؤخر الذکر غزوہ میں جام شہادت نوش کیا، جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ عظیمہ سے دوچار ہونا پڑا حتیٰ کہ دشمن سے آپ نے نہایت کامیابی سے انتقامی کارروائی بھی فرمائی تھی۔

شہادت:

آخر کار موتہ کے میدان میں دونوں فوجوں کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی اور مسلمان اس بے جگری سے لڑے کہ رومی ان کی ہمت و شجاعت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ان کے دلوں میں ان تین ہزار جاں بازوں کی ہیبت طاری ہو گئی جو دو لاکھ کا سامنا کرتے ہوئے چٹان کی سی مضبوطی کے ساتھ ڈٹ گئے تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پرچم رسول کی مدافعت میں ایسی پامردی اور ثابت قدمی کے ساتھ لڑے جس کی نظیر بہادری

کی داستانوں میں تلاش کرنے سے نہیں ملتی، وہ لڑتے رہے اور اس وقت تک لڑتے رہے جب تک سینکڑوں نیزوں نے ان کے جسم مبارک کو چھلنی نہیں کر دیا اور وہ خون میں لت پت ہو کر زمین پر نہیں گر گئے۔ ان کے گرتے ہی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لپک کر جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا دی اور غیر معمولی شجاعت و جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیش رو سے جا ملے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر جھنڈے کو اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کی مدافعت میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنا لیا۔ ان کو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ وہ فوج کو لے کر پیچھے ہٹ آئے اور اسے مکمل تباہی سے بچا لیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنگ کے حالات اور اپنے تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا اور ان کے اہل و عیال کے ہاں تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب حضرت زید کے گھر پہنچے تو ان کی چھوٹی بچی روتی ہوئی آپ کی گود میں آ گئی، اسے روتے دیکھ کر آپ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

انتقام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے عظیم صدمہ سے دو چار ہونا پڑا، محبوب و جان نثار صحابی کی یاد ہمہ وقت دامن گیر رہتی تھی، حتی کہ آپ نے دشمن سے ان کے انتقام لینے کا فیصلہ کیا، آپ کے صاحبزادہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر ترتیب دیا، اس موقع پر بعض لوگوں کی طرف سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی امارت و قیادت پر عدم تجربہ و کم سن ہونے کا اعتراض کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اس اعتراض کو مسترد کرتے ہوئے ان کی قیادت میں انتقامی کارروائی کے لیے لشکر روانہ کیا، یہ سریہ خاص مقصد کے حصول کی غرض سے روانہ ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔

اولاد امجاد:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے پانچ خواتین سے نکاح کیا تھا، جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت اُمّ ایمن، (۲) اُمّ کلثوم بنت عقبہ، (۳) درہ بنت لہب، (۴) ہند بنت العوام، (۵) زینب بنت جحش۔

آپ کے ہاں دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئی، ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت اسامہ بن زید، (۲) حضرت زید بن زید، (۳) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہم۔ مؤخر الذکر دونوں بچے صغرسنی میں وفات پا گئے تھے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کی شہادت کا دشمن سے کامیاب انتقام لیا تھا۔

مفہوم احادیث:

احادیث باب میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت بیان کی گئی ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(i) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرے تعلق کی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ کم اور حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کا وظیفہ زیادہ مقرر فرمایا تھا۔

(ii) ایک عرصہ تک حضرت زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے پکارے گئے لیکن ارشاد خداوندی 'اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ' (تم لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی بات انصاف کے زیادہ قریب ہے) نازل ہونے پر آپ ''حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ'' کے نام سے پکارے جانے لگے۔

(iii) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت وعقیدت کی وجہ سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے برادر حقیقی حضرت جبلہ بن حارثہ کے ساتھ اپنے وطن وخاندان میں جانے سے انکار کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کرنے پر غلاموں میں سے سب سے قبل آپ نے اسلام قبول کیا تھا اور آپ کے بھائی بھی دولت ایمان سے بہرہ ور ہوئے۔ اگر آپ اپنے بھائی کے ساتھ اپنے خاندان میں چلے جاتے تو دونوں بھائی دولت ایمان سے محروم رہتے۔

(iv) خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری فوجی مہم جو ترتیب دی تھی اس کے امیر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، اس موقع پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کم سن و ناتجربہ کار ہیں، ان کی امارت نافع ثابت نہیں ہوگی، لہٰذا ان کی جگہ متبادل امیر تعینات کیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبل ازیں ان کے والد گرامی جو ہمارے محبوب صحابی تھے، کے بارے میں بھی آپ لوگوں کا یہی اعتراض تھا اور اب ان کے بارے میں آپ اعتراض کرتے ہیں جبکہ یہ بھی میرے نزدیک محبوب تر ہیں۔

بَاب مَنَاقِبِ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 35: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3753 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَبَطْتُ وَهَبَطَ النَّاسُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اُصْمِتَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَيَّ وَيَرْفَعُهُمَا فَاَعْرِفُ اَنَّهُ يَدْعُوْ لِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ محمد بن اسامہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کی بیماری شدید ہوگئی تو میں بھی واپس آ گیا لوگ بھی مدینہ منورہ آ گئے میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی زبان خاموش ہو چکی تھی آپ بولی کلام نہیں کر رہے

3753 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة عن اسامة بن زيد عن ابيه. ينظر: تحفة الاشراف (۱/ ...) ... (۱۰۰۲)

تھے نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ میرے اوپر رکھے اور پھر ان دونوں کو بلند کیا تو اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپ ﷺ میرے لئے دعائے خیر فرما رہے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3754 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ

متنِ حدیث: قَالَتْ اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُنَحِّيَ مُخَاطَ اُسَامَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَعْنِي حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّذِيْ اَفْعَلُ قَالَ يَا عَائِشَةُ اَحِبِّيْهِ فَاِنِّيْ اُحِبُّهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اسامہ کی ناک پونچھنے کا ارادہ کیا' تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ چھوڑ دیں! میں اس کی ناک صاف کر دیتی ہوں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم اس سے محبت کرو' کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3755 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَ عُمَرُ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَ عَلِيٌّ وَّالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَا يَا اُسَامَةُ اسْتَاْذِنْ لَنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَّالْعَبَّاسُ يَسْتَاْذِنَانِ فَقَالَ اَتَدْرِيْ مَا جَآءَ بِهِمَا قُلْتُ لَا اَدْرِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنِّيْ اَدْرِيْ فَاْذَنْ لَهُمَا فَدَخَلَا فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْنَاكَ نَسْاَلُكَ اَيُّ اَهْلِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ فَقَالَا مَا جِئْنَاكَ نَسْاَلُكَ عَنْ اَهْلِكَ قَالَ اَحَبُّ اَهْلِيْ اِلَيَّ مَنْ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْهِ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَا ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلْتَ عَمَّكَ اٰخِرَهُمْ قَالَ لِاَنَّ عَلِيًّا قَدْ سَبَقَكَ بِالْهِجْرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّكَانَ شُعْبَةُ يُضَعِّفُ عُمَرَ بْنَ اَبِيْ سَلَمَةَ

◆◆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں بیٹھا ہوا تھا اسی دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے ان دونوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی ان دونوں نے کہا اے اسامہ! تم نبی اکرم ﷺ سے ہمارے اندر آنے

3754- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۲/۳۰۰) رقم (۱۷۸۷۵) و ذكره صاحب (مشكاة المصابيح) (۱۰/۵۵۰). حديث (۶۱۷۶) كما في المرقاة.

3755- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۱/۶۰) رقم (۱۰۳) و ذكره صاحب المشكاة (۱۰/۵۵۶، ۵۵۱ـ مرقاة). حديث (۶۱۷۷).

کی اجازت لو میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم یہ جانتے ہو یہ دونوں کس لئے آئے ہیں میں نے عرض کیا نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں تم ان دونوں کو اجازت دو' یہ دونوں حضرات اندر آ گئے' ان دونوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں' تاکہ آپ سے دریافت کریں کہ آپ ﷺ کے اہل خانہ میں سے آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: فاطمہ بنت محمد۔ ان دونوں نے عرض کی: ہم آپ کے پاس آپ کی اولاد کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے گھر والوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے' اور میں نے بھی انعام کیا ہے' اور وہ اسامہ بن زید ہے ان دونوں حضرات نے عرض کی: پھر کون ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر علی ابن ابوطالب ہیں' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ آپ ﷺ نے اپنے چچا کو ان میں سب سے آخر میں رکھا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیونکہ آپ سے پہلے علی نے ہجرت کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شعبہ نے عمر بن ابوسلمہ نامی راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا تعارف

ولادت ونام ونسب:

آپ ۷ھ کو مکہ میں پیدا ہوئے، نام: اسامہ، کنیت: ابومحمد، لقب: حب رسول، باپ کا نام: زید بن حارثہ یعنی باپ اور بیٹا دونوں محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:

اسامہ بن زید بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن زید بن امرؤالقیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی۔

والدہ اُم ایمن (برکہ) تھیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز (آیا۔ کھلائی) تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ماں کہہ کر پکارتے تھے اور انہیں بھی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں محبوبیت کا شرف حاصل تھا۔

دامن اسلام میں:

والدین دونوں کو محبوبیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل تھا، دونوں درجہ صحابیت پر فائز تھے، اس طرح آپ نے گہوارہ اسلام میں پرورش پائی اور زندگی کا ایک لمحہ بھی کفر وشرک سے آلودہ نہ ہوا۔

ابتدائی حالات:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ولادت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد خوشی ہوئی، اس نومولود کی پیدائش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا صحابہ کرام میں سے کسی کے لیے باعث حیرت نہیں تھا، کیونکہ ان لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ ان کے والدین کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کیا مقام ہے۔ بچے کی والدہ ''برکہ'' حبشیہ تھیں جو نام کی بجائے اپنی کنیت ''ام ایمن'' کی کنیت سے مشہور تھیں، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ بنت وہب کی کنیز تھیں، انہوں نے آپ کی والدہ کی زندگی میں آپ کی پرورش کی اور ان کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کی آغوش تربیت میں نشو ونما پائی۔ چنانچہ آپ نے دنیا میں ہوش کی آنکھیں اس حال میں کھولیں کہ ان کے سوا کسی کو ''ماں'' نہیں جانتے تھے۔ اس طرح آپ کو ان کے ساتھ بے پناہ محبت تھی اور ان کے بارے میں اکثر فرمایا کرتے تھے: ''ھی امی بعد امی و بقیۃ اھل بیتی'' یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں اور میرے گھر والوں میں سے باقی ماندہ ہیں۔ یہ ہیں اس سعادت مند بچے کی ماں۔ رہے اس کے والد، تو وہ ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، اسلام سے پہلے آپ کے منہ بولے بیٹے، آپ کے رازدار، آپ کے خاندان کے ایک فرد اور اسلام کے بعد لوگوں میں آپ کے نزدیک محبوب ترین شخص حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی پیدائش کے موقع پر جتنی خوشی مسلمانوں کو حاصل ہوئی ویسی ان کے علاوہ کسی دوسرے بچے کی پیدائش پر نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ ہر وہ چیز جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث فرحت و سرور ہوتی تھی وہ مسلمانوں کے لیے بھی وجہ مسرت ہوتی تھی۔ اس لیے مسلمانوں نے اس خوش بخت بچے کا لقب ''محب'' اور ''ابن المحب'' تجویز کیا ہوا تھا، انہوں نے یہ لقب رکھتے وقت دراصل کسی قسم کا مبالغہ بھی نہیں کیا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے سے واقعی ایسی محبت کرتے تھے کہ ساری دنیا اس پر فخر کرتی تھی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے تقریباً ہم عمر تھے۔ حضرت امام حسن گورے رنگ اور صورت میں اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت اسامہ کا رنگ سانولا تھا اور ان کی ناک چپٹی تھی، وہ اپنے والد کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت میں ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز نہیں کرتے تھے، آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ایک زانو پر اور حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دوسرے زانو پر بٹھاتے تھے، پھر ان دونوں کو ایک ساتھ اپنے سینہ سے چمٹاتے ہوئے یوں دعا کیا کرتے تھے: اللھم انی احبھما فاحبھما۔ اے اللہ! میں ان دونوں بچوں سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت کر۔

ہجرت وغزوات میں شرکت:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے دیگر صحابہ کی طرح سے مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کی، کمسن ہونے کے سبب ابتدائی غزوات میں شرکت نہ کر سکے لیکن بعد والے غزوات وسرایا میں شرکت فرمائی اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ سریہ حرقہ میں آپ امیر لشکر کی حیثیت سے شریک ہوئے، اس سریہ میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک

دشمن کا انصاری نے تعاقب لیا، جب وہ قابو میں آ گیا تو اس نے کلمہ طیبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھ لیا، اس اعلان پر انصاری نے اپنا ہاتھ روک لیا لیکن آپ نے اسے قتل کر دیا۔ واپسی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا: اے اسامہ! تم نے اس کے کلمہ پڑھنے کے باوجود اسے قتل کر دیا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنی حفاظت کے پیش نظر اسے قتل کیا تھا، آپ نے اس عذر کو قبول نہ کیا، بار بار اس بات کا آپ اعادہ کرتے رہے، جس وجہ سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بہت ندامت ہوئی حتیٰ کہ انہوں نے اپنے دل میں کہا: کاش! وہ آج سے پہلے اسلام نہ لائے ہوتے۔

روایت کے مطابق سریہ حرقہ سے واپسی پر جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کلمہ گو کے قتل کرنے کا واقعہ عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ یعنی اظہار اسلام کے لیے محض زبان کا اقرار کافی ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا یہ پہلا سریہ تھا، جس میں آپ نے امیر سریہ کی حیثیت سے شرکت فرمائی تھی۔ آپ نے غزوہ خندق میں بھی حصہ لیا تھا۔ آپ فتح مکہ کے معرکہ میں شمولیت کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اور آپ کی سواری پر مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے جبکہ حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما اطراف میں تھے اور مکہ پہنچنے پر چاروں نفوس قدسیہ کعبہ میں داخل ہوئے تو اندر سے دروازہ بند کر لیا گیا تھا۔

امارت سریہ:

۱۱ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم تیار کی، جو آپ کی زندگی کا آخری سریہ تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ شاہ بصریٰ کے دربار سے سفارتی خدمات انجام دے کر واپس آ رہے تھے، مقام موتہ میں شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا، صحابہ کبار پر مشتمل حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک مہم روانہ کی، تو حضرت زید، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم بھی شہید ہو گئے، ان کی شہادت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا۔

پھر ان کی شہادت کا انتقام لینے کا پروگرام بنایا، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یہ سریہ ترتیب دیا، یہ لشکر مدینہ طیبہ سے روانہ ہو کر ایک منزل تک پہنچا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ تعینات ہوئے، انہیں کئی صحابہ نے لشکر اسامہ کو واپس لانے کا مشورہ دیا تاکہ ملت اسلامیہ کا مرکز مضبوط ہو اور غیر مسلموں کو مرکز پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہو لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشورہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، لشکر اسامہ اپنی منزل کی طرف اور حصول مقصد کے لیے روانہ ہوا۔ پھر مقام موتہ پر پہنچا اور دشمن سے انتقامی کارروائی کے بعد کامیابی کے بعد واپس پلٹا۔

دورِ خلفاء راشدین میں:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما منظور نظر اور محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ بھی انہیں اسی مرتبہ و مقام پر دیکھتے تھے، امور سلطنت وغیرہ میں ان سے مشاورت کرتے تھے، ان کا دلی

احترام کرتے اور انہیں امتیازی نظر سے دیکھتے تھے۔ دوسری طرف حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہر حکم کی بجا آوری میں پیش پیش دکھائی دیتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المومنین تعینات ہوئے، آپ بھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو جانشین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے دیکھتے، انہیں امتیازی نظر سے ملاحظہ کرتے تھے۔ جب آپ نے صحابہ کرام کے وظائف مقرر کیے تو اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ تین ہزار درہم مقرر کیا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار پانچ سو درہم مقرر کیا، صاحبزادہ کی طرف سے اعتراض اٹھائے جانے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں جو قدر و منزلت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے والد کی تھی وہ تمہارے باپ (عمر) کی نہیں تھی، لہٰذا اس امتیاز کو برقرار رکھنا ازبس ضروری ہے۔

شہادت فاروقی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ تعینات ہوئے، وقت کے ساتھ ساتھ فتنوں میں اضافہ ہوتا گیا، حتیٰ کہ بلوائیوں کے فتنہ نے سر اٹھایا، اس دور میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بلوائیوں سے مکمل اعراض کرتے رہے، سرعام کی بجائے چھپ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، کئی بار دوران ملاقات اپنے آپ کو دفاع کے لیے پیش کیا لیکن خلیفہ کی طرف سے بلوائیوں کو منتشر کرنے کی حکمت عملی اختیار کرنے کی ہدایات ملیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین اختلافات پیدا ہوئے، آپ دونوں بزرگوں سے الگ تھلگ ہو کر وقت گزارتے رہے تاکہ آپ کی وجہ سے کسی بزرگ کی دل آزاری نہ ہو۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر تصور کرتے' اور آخری عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد نہ کرنے پر اس قدر نادم رہے کہ اپنی اس غلطی پر اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کی تھی۔

اولاد امجاد:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے متعدد خواتین سے نکاح کیا، جن سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں:

(۱) ابراہیم، (۲) محمد، (۳) ہندہ، (۴) جبیر، (۵) زید، (۶) عائشہ، (۷) حسن، (۸) حسین۔

وصال:

۵۴ھ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

فضائل ومناقب:

اپنے والد گرامی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور محبوب ترین صحابی تھے، آپ کے فضائل ومناقب کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان اور اہل وعیال میں سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سب سے زیادہ محبت تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بھی ان کی محبت میں شامل کر رکھا تھا، تینوں سے برابری کی بنیاد پر پیار کرتے، ان میں سے کسی کو معمولی سی تکلیف لاحق ہونے پر پریشان ہو جاتے اور تینوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے: اے پروردگار! میں ان سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر۔

۲- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسامہ کا باپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب یہ میرے ہاں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔

۳- ایک دفعہ چوکھٹ پر گرنے کے سبب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی پیشانی زخمی ہوگئی، اس چوٹ کے باعث خون بہنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ خون صاف کریں، ان کی طرف سے قدرے تاخیر ہونے پر آپ خود اٹھے اور آبدیدہ ہوکر پیشانی سے بہنے والے خون کو صاف کیا۔

۴- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اپنے لشکر کو لے کر اپنے والد گرامی حضرت زید اور حضرت جعفر طیار وغیرہ رضی اللہ عنہم کے انتقام کی غرض سے مدینہ سے روانہ ہوئے، ایک منزل پر پہنچ کر قیام کیا، اطلاع موصول ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید علالت کی حالت میں اور قریب الوصال ہیں، آخری ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہوئے، اس وقت آپ کی زبان مبارک خاموش ہوچکی تھی، اپنے دونوں ہاتھ بار بار اسامہ پر رکھتے تھے اور بلند کرتے تھے یعنی آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔

۵- حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رینٹ صاف کرنے کی کوشش کی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے موقع دیں کہ یہ خدمت میں انجام دیتی ہوں، آپ نے جواب میں فرمایا: میں یہ کام کروں گا، کیونکہ مجھے اسامہ سے محبت ہے۔

۶- ایک دن کاشانہ نبوت میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ کر مسکرائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا: اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اسے زیورات سے آراستہ کرتا، اس کی خوب شہرت ہوتی اور ہر طرف سے اس کے بارے میں پیغامات موصول ہوتے۔

۷- لوگوں کی طرف سے اگر کوئی اہم معاملہ یا بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہوتی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو واسطہ بنایا جاتا لیکن کسی بات کے عرض کرنے سے آپ جھجکتیں تو وہ مسئلہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ذریعے پیش کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ بنومخزوم کی فاطمہ نامی خاتون نے چوری کرلی، جرم ثابت ہونے پر اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہوا، اس حکم شرعی پر عمل کی صورت میں بنومخزوم کی بڑی بے عزتی و توہین تھی، انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معافی نامہ قبول کرنے کی درخواست پیش کی، آپ کو معلوم ہوا تو غصہ میں آگئے، فرمایا: پہلے لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے کہ بااثر لوگ محفوظ رہتے تھے اور عام لوگوں پر حدود نافذ کی جاتی تھیں، خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری

کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

۸-اگر بیش قیمت تحفہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو آپ وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عنایت فرما دیتے تھے۔ایک دفعہ ذی یزن نے حالت شرک میں حکیم بن حرام کے ذریعے بیش قیمت حلہ بطور ہدیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے جواب میں فرمایا: میں کسی مشرک کا تحفہ قبول نہیں کرتا، تاہم تم یہ لے آئے ہو لہٰذا میں یہ قیمتاً خرید لیتا ہوں، چنانچہ آپ نے پچاس دینار میں وہ حلہ خرید لیا۔ایک دفعہ زیب تن فرمانے کے بعد وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو دے دیا۔

۹-ایک دفعہ معروف اور محبوب صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے کتان کپڑا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے وہ کپڑا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عنایت فرما دیا، انہوں نے اپنی زوجہ کو دے دیا۔ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کتان کپڑا کیوں نہیں پہنتے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کپڑا میں نے اپنی اہلیہ کو دے دیا ہے، وہ اپنے استعمال میں لاتی ہیں، فرمایا: تم اپنی اہلیہ کو کہہ دو کہ اس کے نیچے سینہ بند استعمال کریں ورنہ جسم نظر آئے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ اور ان کی زوجہ رضی اللہ عنہما کو اپنے خاندان کے افراد خیال فرماتے تھے، نیز اس سے تحفہ کی فضیلت اور پردہ کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

بَاب مَنَاقِبِ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 36: حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3756 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: مَا حَجَبَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَانِیْ اِلَّا ضَحِكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قیس بن ابوحازم حضرت جریر بن عبداللہ کا بیان یہ نقل کرتے ہیں جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے (اپنے پاس آنے سے) نہیں روکا اور آپ نے جب بھی مجھے دیکھا مسکرا دیے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3757 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ

3756 - اخرجه البخاری (۱۸۷/۶): كتاب الجهاد: باب: من لا يثبت على الخيل رقم (۳۰۳۵)، و اطرافه من (۳۸۲۲، ۶۰۹۰)، و مسلم (۱۹۲۵/۴) كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل جرير بن عبد الله رضي الله عنه رقم (۱۳۵/۲۴۷۵)، و ابن ماجه (۵۶/۱) المقدمة: باب: فضل جرير بن عبد الله رضي الله عنه رقم (۱۵۹)، و احمد (۳۵۹/۴)، و الحميدی (۳۵۰/۲) رقم (۸۰۰).

عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ

متن حدیث: مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کبھی مجھے اپنے پاس آنے سے نہیں روکا اور جب بھی آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو مسکرا دیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا تعارف

ابتدائی حالات:

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ کبار میں ہوتا تھا، آپ قبیلہ "بجلیہ" کے چشم و چراغ تھے، مشہور قول کے مطابق ۹ھ میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے "ذوالخلصہ" مندر آپ نے مسمار کیا تھا، آپ کے چند اوصاف یہ ہیں:

وکان سیداً مطاعاً ملیحاً طوالاً یعنی آپ قبیلہ کے رئیس، صاحب اطاعت، خوبصورت اور جوان وطویل تھے۔

نام ونسب:

آپ کا نام: جریر، والد کا نام: عبداللہ، کنیت: ابوعمر، یمن کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والدہ کا نام بجیلہ تھا اور شجرہ نسب یوں ہے:

جریر بن عبداللہ بن جابر بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن علی بن مالک بن سعد۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کو "یوسف امت محمدیہ" کہا کرتے تھے، جنگ قادسیہ کے موقع پر قبیلہ بجیلہ کا علم آپ کے ہاتھ میں تھا، قبیلہ کی نسبت سے آپ کو "بجلی" کہا جاتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آمد و رفت کی انہیں عام اجازت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے تو مسکرا دیتے تھے۔ پہلی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے لیے اکرام کے طور پر اپنی چادر بچھادی تھی، اسی موقع پر فرمایا تھا: **اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ** یعنی جب تمہارے پاس قوم کا معزز شخص آئے تو تم اس کا احترام کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنا سفیر بنا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا لیکن بعد میں عصری فتنوں سے الگ ہو گئے۔

3758 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (٢٥١/٥) رقم (٣٢٠٥)، و ذكره نحوه الهيثمي في (مجمع الزوائد) (٢٧٩/٩)، و عزاه للطبراني، و فيه ضعف.

غزوات:

آپ نے کئی غزوات میں شرکت کی، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، خطبہ کا آغاز کرنے سے قبل آپ نے انہیں فرمایا تھا: تم لوگوں کو خاموش کراؤ۔ علاوہ ازیں سریہ ''ذوالحلیفہ'' میں بھی آپ کی شرکت ثابت ہے۔

امتیازی اوصاف:

آپ کو بارگاہِ رسالت میں حاضری کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آمد پر اپنی چادر بچھا دیتے تھے، انہیں دیکھ کر محبت وشفقت کی وجہ سے مسکرا دیتے تھے، خلفاء راشدین انہیں احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انہیں ''یوسف هٰذا الامت'' کہہ کر پکارتے تھے۔

وفات:

آپ نے مقام قرقیسہ (کوفہ) میں ۵۴ھ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

فضائل ومناقب:

دیگر صحابہ کی طرح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے بھی کثیر فضائل ومناقب ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے یوں مخاطب ہوئے:

الا تريحني من ذي الخلصة وكان بيتا في خثعم يسمى كعبة اليمانية، قال: فانطلقت في خمسين ومائة فارس من احمس قال: وكانوا اصحاب خيل، فأخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم اني لا اثبت على الخيل، فضرب في صدري، حتى رأيت اثر اصابعه في صدري قال: اللهم ثبته، واجعله هاديا مهديا، فانطلق اليها فكسرها وحرقها فارسل الى النبي يبشره، قال يعلى في هٰذا الحديث، ثم بعث حصين بن ربيعة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يبشره، فقال رسول جرير لرسول الله صلى الله عليه وسلم: والذي بعثك بالحق، ماجئتك حتى تركتها كأنها جمل اجرب، فبارك على خيل احمس ورجالها خمس مرات .

(امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی، فضائل الصحابۃ، رقم الحدیث ۱۶۹۴)

تم ذی الخلصہ کے ذریعے مجھے راحت کیوں نہیں پہنچاتے؟ یہ قبیلہ خثعم میں ایک گھر تھا جس کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا، حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سواروں کے ساتھ روانہ ہوا، ان سواروں کے پاس گھوڑے موجود تھے مگر میرا پاؤں گھوڑے پر نہیں جمتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے سینے پر مارا جس سے میں نے آپ کی انگلیوں کے نشانات اپنے سینے پر دیکھے اور آپ نے یوں دعا کی: اے اللہ! اس کو گھوڑے پر جما

دے، اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ پھر حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور اس بت کو توڑ کر جلا دیا۔ پھر ایک آدمی کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خوشخبری ارسال کر دی۔ یعلیٰ نے اس روایت میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں: پھر حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے خوشخبری سنانے کے لیے حصین بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا، حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے قاصد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا ہے! میں اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جب وہ بت خارشی اونٹ کی طرح بے کار ہو چکا تھا، یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ احمس کے گھوڑوں اور شہسواروں کے حق میں پانچ بار دعائے خیر کی تھی۔

۲- حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وفد بجیلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا:

اکتبوا البجليين وابدأ و اباالاحمسيين، قال: فتخلف رجل من قسر قال: حتى انظر ما يقول لهم، قال: فدعا بهم رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس مرات: اللهم صل عليهم، او اللهم بارك فيهم. (ایضاً، رقم الحدیث: ۱۶۹۵)

بجلیوں کے نام لکھو، احمسیوں کے نام سے شروع کرو۔ قبیلہ قسر کا ایک شخص اس ارادہ سے پیچھے رہ گیا جس کی وجہ اس نے یہ بتائی کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بار ان کے حق میں یہ دعا کی: اے اللہ! تو ان پر رحمت نازل فرما (یا) اے اللہ! ان میں برکت ڈال۔

۳- حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ماحجبنی عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم منذ اسلمت ولا رانی الا تبسم

جب سے میں دامن اسلام سے وابستہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پردہ نہیں کیا، جب بھی آپ نے مجھے دیکھا تو مسکرا دیے۔

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ قبول اسلام کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہونے پر اکرام وآداب فرمایا کرتے اور مسکرانا، دلی خوشی کی طرف اشارہ ہے یعنی آپ تا حیات خوش رہے اور کبھی ناراض نہیں ہوئے۔

۴- حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

لما صالح ابوبكر اهل الردة صالحهم على حرب مجلية اوسلم مخزية قال: قد عرفنا الحرب المجلية فما السلم المخزية؟ قال: تشهدون ان قتلانا فی الجنة، وان قتلاكم فی النار وان تدوا قتلانا، ولا ندی قتلاكم، وان ما اصبنا منكم فهولنا، وما اصبتم منا رددتموه الى اهله.

(ایضاً، رقم الحدیث: ۱۶۹۶)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مرتدوں سے اس شرط پر صلح کی کہ یا تو تم میدان سے بھگا دینے والی جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، یا پھر رسوا کن صلح کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ تو ہم میدان سے بھگا دینے والی جنگ کے بارے میں تو سمجھ گئے مگر رسوا کن صلح کا مفہوم نہ سمجھ سکے۔ اس پر آپ نے فرمایا: (اس کا مفہوم یہ ہے) کہ تم گواہی دو گے کہ ہمارے شہداء جنت میں داخل ہوں گے اور تمہارے مقتولین دوزخ میں، تم ہمارے شہداء کی دیت دے دو گے لیکن ہم تمہارے مقتولوں کی دیت نہیں دیں گے، جو تمہارا مال و متاع اور ساز و سامان ہمیں ملے گا وہ ہمارا ہوگا اور جو ہمارا سامان تمہارے ہاتھ لگے گا وہ تمہیں اس کے مالک کو واپس کرنا ہوگا۔

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 37: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3758 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ اَبِيْ جَهْضَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَام مَرَّتَيْنِ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِاَبِيْ جَهْضَمٍ سَمَاعًا مِّنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ جَهْضَمٍ اسْمُهٗ مُوْسٰى بْنُ سَالِمٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے دو بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار ان کے لئے دعائے خیر کی ہے۔

یہ حدیث ''مرسل'' ہے۔

ابوجہضم نامی راوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے عبیداللہ سے احادیث روایت کی ہیں' اور اس راوی کا نام موسیٰ بن سالم ہے۔

3759 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُكْتِبُ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: دَعَا لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّؤْتِيَنِي اللّٰهُ الْحِكْمَةَ مَرَّتَيْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَطَاءٍ وَّقَدْ رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

3759 - اخرجه النسائي في الكبرى (٥/٢٥) كتاب المناقب باب عبد الله بن العباس بن المطلب حبر الامة و عالمها و ترجمان القرآن رضي الله عنه رقم (٨٢٧٧/٢)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ دعائے خیر کی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ایسا کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے جو عطاء کے حوالے سے منقول ہے۔

عکرمہ نامی راوی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

3760 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: ضَمَّنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینے کے ساتھ لگایا اور دعا کی۔

''اے اللہ! اسے حکمت (دانائی) کا علم عطا کر''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ کی ولادت ہجرت مدینہ سے تین سال قبل مکہ کی اس گھاٹی میں ہوئی جہاں مشرکین مکہ نے تمام خاندان بنو ہاشم کو محصور کر دیا تھا۔ ولادت ہونے پر آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور خصوصی دعا سے نوازا۔

آپ کا اسم گرامی: عبداللہ، کنیت: ابوالعباس، والد کا نام: عباس، القاب: حبر الامہ وترجمان القرآن اور والدہ محترمہ کا نام اُم الفضل لبابہ تھا۔

شجرہ نسب یوں ہے: عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی۔

تعلیم وتربیت اور دامن اسلام میں:

ولادت ہوتے ہی والدہ محترمہ نے آپ کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا، آپ نے منہ میں لعاب دہن ڈالنے

3760 - اخرجه البخاري (١٢٦/٧): كتاب فضائل الصحابة: باب: ذكره ابن عباس رضي الله عنهما، رقم (٣٧٥٦)، و ابن ماجه (٥٨/١) المقدمة: باب فضل ابن عباس رقم (١٦٦)، و احمد (٢١٤/١ - ٢٦٩ - ٣٥٩).

کے ساتھ ہی ان کے حق میں یوں دعا کی

اللهم اته الحكمة! ''اے اللہ! اسے علم وحکمت عطا کر۔''

علم وحکمت کا ثمر اس ارشادِ ربانی میں بیان کیا گیا ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۖ یعنی جسے علم وحکمت دی گئی بے شک وہ خیر کثیر سے نوازا گیا۔

خانوادہ بنو ہاشم کے اس نونہال نے جب سن شعور کی حد میں قدم رکھا اور ہوش وخرد کی آنکھیں کھولیں تو خود کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں پایا، اس نے اس طرح لازم پکڑ لیا جس طرح انسان کی دونوں آنکھیں انسان کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کا قصد کرتے تو یہ پانی پیش کرتے، آپ نماز ادا کرتے تو یہ ساتھ نماز پڑھتے، جب آپ سفر پر روانہ ہوتے تو سواری پر یہ بھی بیٹھتے تھے۔ الغرض سایہ کی طرح ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ہوتے اس طرح ان کا قلب بیدار، ذہن صاف، حافظہ تیز اور عصر حاضر کی تمام مشینری ہیچ ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا قصد کیا، آپ نے فوراً پانی پیش کر دیا، اس پر آقا بہت خوش ہوئے، آپ نے نماز شروع کی تو آپ نے بغل میں کھڑا ہونے کا اشارہ کیا مگر وہ پیچھے کھڑے ہو گئے، نماز سے فراغت پر آپ نے دریافت کیا: اے عبداللہ! میرے ساتھ کھڑے ہونے کی بجائے پیچھے کیوں کھڑے ہوئے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا اشارہ اور حکم بجا لیکن احتراماً میں پیچھے کھڑا ہوا ہوں، یہ جواب سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں پھر یہ دعا کی:

اللهم اته الحكمة۔ ''اے پروردگار! انہیں علم وحکمت کی دولت عطا کر۔''

اللہ تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایسی حکمت وبصیرت عطا کی جس کے سامنے بڑے بڑے حکماء اور ارباب فہم وفراست طفل مکتب نظر آتے ہیں۔

علم وحکمت کی ایک جھلک:

دعاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما علم وحکمت اور فضل وبصیرت کا بے کراں سمندر تھے۔

چنانچہ ڈاکٹر عبدالرحمن رافت پاشا لکھتے ہیں:

جب حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے اختلاف کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض حامیوں نے علیحدگی اختیار کر لی اور ان کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا:

امیر المومنین! اگر آپ کی طرف سے اجازت ہو تو میں ان لوگوں کے پاس جا کر اس معاملہ میں ان سے گفتگو کروں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ آپ کو نقصان نہ پہنچا دیں۔

آپ نے عرض کیا: خدا نے چاہا تو اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوگی۔

جب وہ ان کے پاس پہنچے، وہ لوگ بڑے عابد و زاہد اور نہایت عبادت گزار تھے۔ انہوں نے اس سے پہلے ان سے زیادہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے والے لوگ نہیں دیکھے تھے۔ خوارج نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور تشریف آوری کا سبب دریافت کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: میں آپ لوگوں سے گفتگو کرنے آیا ہوں، ان میں سے بعض لوگوں نے کہا: ان سے گفتگو نہ کرو، لیکن باقی لوگوں نے کہا: فرمائیے ہم آپ کی باتیں سننے کے لیے تیار ہیں، تب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ بتائیے کہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم، ان کے داماد اور سب سے پہلے ایمان لانے والے شخص (حضرت علی) سے کس بات پر ناراض ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم کو ان کی تین باتیں ناپسند ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ کون سی تین باتیں ہیں؟ انہوں نے کہا: پہلی بات تو یہ ہے: انہوں نے اللہ کے دین کے معاملے میں انسانوں کو حکم تسلیم کرلیا۔ دوسری بات یہ ہے: انہوں نے حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما سے جنگ کی لیکن نہ تو انہوں نے مالِ غنیمت پر قبضہ کیا نہ جنگی قیدیوں کو گرفتار کیا اور تیسری بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لقب ہٹا دیا، حالانکہ مسلمانوں نے ان سے بیعت کی تھی اور انہیں امیر منتخب کیا تھا۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے دریافت کیا: اگر میں آپ لوگوں کی ان باتوں کا جواب کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دے دوں تو کیا آپ لوگ اپنے موجودہ مؤقف کو ترک کر کے امیر المومنین کی مخالفت سے باز آجائیں گے؟ انہوں نے کہا: اگر ہم آپ کی باتوں سے مطمئن ہو گئے تو ان کی مخالفت ترک کر کے ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔

فرمایا: آپ لوگوں کا پہلا اعتراض یہ ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین کے معاملے میں انسانوں کو حکم مان لیا تو سنیے اس سلسلہ میں اللہ سبحان اللہ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ (مائدہ ۹۵)

اے لوگو ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو، اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اس کے ہم پلہ ایک جانور مویشیوں میں سے نذر کرنا ہوگا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے۔

میں آپ لوگوں سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ انسانوں کے خون اور ان کی جانوں کی حفاظت اور ان کے درمیان صلح صفائی کرانے کے لیے انسانوں کو حکم مان لینا زیادہ بہتر ہے یا ایک خرگوش کے معاملے میں، جس کی قیمت بمشکل چوتھائی درہم ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچانے اور ان کے مابین صلح صفائی کرانے کے لیے حکم مان لینا زیادہ بہتر ہے۔

تو گویا یہ مسئلہ صاف ہو گیا؟'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے دریافت کیا:

''ہاں یہ مسئلہ صاف ہو گیا۔'' انہوں نے جواب دیا۔

اب، آپ لوگوں کا یہ اعتراض کہ انہوں نے سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی مگر

انہوں نے جنگی قیدی نہیں پکڑے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑے تھے تو کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ اپنی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو گرفتار کر کے جنگ میں گرفتار ہونے والی دوسری عورتوں کی طرح انہیں اپنے لیے حلال کرلو؟ اگر تمہارا جواب اثبات میں ہے تو تم کافر ہو گئے اور اگر تم کہتے ہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہیں، تو اس صورت میں بھی تم کفر کے مرتکب ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ

بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

تو اپنے لیے ان دو صورتوں میں سے جو چاہیں پسند کرلو۔

پھر انہوں نے دریافت کیا: کیا یہ مسئلہ بھی صاف ہو گیا؟ انہوں نے آپ کے جواب سے مطمئن ہوتے ہوئے کہا: ہاں یہ مسئلہ بھی صاف ہو گیا۔

آخری اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

رہا تمہارا یہ اعتراض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نام سے ''امیر المومنین'' کا لقب حذف کر دیا تو ایسا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وقت کیا تھا، جب آپ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ مرتب کراتے ہوئے فرمایا تھا لکھو۔ **هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله**، یہ وہ صلح نامہ ہے جسے محمد رسول اللہ نے طے کیا، تو قریش کے نمائندے نے اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا: اگر ہم کو یہ تسلیم ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے، نہ کبھی آپ سے قتال کرتے۔ آپ محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھوائیے۔ تو آپ نے یہ کہتے ہوئے ان کا یہ ناجائز مطالبہ تسلیم کر لیا:

واللہ انی لرسول اللہ وان کذبتمونی .

خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں، اگرچہ تم میری تکذیب کرو۔

اپنی بات مکمل کرتے ہوئے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا تمہارے اس اعتراض کا بھی تشفی بخش جواب مل گیا ہے؟ انہوں نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا: ''ہاں، ہم کو پورے طور پر اطمینان حاصل ہو گیا۔''

اس ملاقات اور حضرت ابن عباس کی پرزور، مدلل اور حکمت و بصیرت سے بھرپور اس گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے بیس ہزار افراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف واپس آ گئے۔ البتہ چار ہزار آدمیوں نے حضرت علی سے عناد و دشمنی اور حق و انصاف سے اعراض کی بنا پر اپنے پچھلے موقف پر اڑے رہنا پسند کیا۔ (ڈاکٹر عبدالرحمن رافت پاشا، حیات الصحابہ از صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۶)

زمانہ طفولیت میں اعزاز صحابیت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پیدائشی طور پر دامن اسلام سے وابستہ ہوئے اور اعزاز صحابیت سے سرفراز ہوئے۔ عہد طفولیت ایسا زمانہ ہوتا ہے کہ عموماً بچے کھیل کود میں وقت گزارتے ہیں۔ آپ بھی اس زمانہ میں گلی کوچوں میں چھپا کرتے اور کھیلا کرتے تھے۔ ایک دن آپ گلی میں کھڑے ہوئے تھے دیکھا کہ اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، دوڑ کر ایک

گھر کے دروازہ کی آڑ میں چھپ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑ لیا، ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: جاؤ! معاویہ بن سفیان (رضی اللہ عنہما) کو بلا لاؤ، حسب حکم دوڑتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: آپ تشریف لائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلاتے ہیں کہ کوئی ضروری کام ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں، جو آپ سے بہت پیار کرتی تھیں، آپ بھی ان کے ہاں اکثر آیا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات اپنی خالہ کے گھر ہی رات کے وقت سو جایا کرتے تھے، اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پانے کا یہ بہترین موقع تھا جو آپ کو عموماً میسر آتا تھا۔ ایک رات آپ اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس سوئے ہوئے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، چار رکعت نماز پڑھ کر محو استراحت ہو گئے، رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوئے تاکہ نماز پڑھیں، مشکیزہ کے منہ سے وضو کر کے نماز شروع کر دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی اٹھ پڑے۔ اور وضو کر کے آپ کی بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سر پکڑ کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شفقت و پیار سے آپ کے ہاں آنے کے سبب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کا کئی بار موقع میسر آتا تھا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے وضو کرنے کا قصد کیا، آپ چپکے سے اٹھے اور فوراً پانی پیش کر دیا، آپ نے دریافت فرمایا: پانی کون لایا تھا؟ اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پانی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کرتے ہوئے ان کے حق میں یوں دعا کی:

اللهم فقهه فى الدين و علمه التأويل۔ اے پروردگار! تو انہیں دین کی سوجھ بوجھ عطا کر اور انہیں علم تفسیر عطا کر۔

ہجرتِ مدینہ:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ پہلے دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، اپنے اہل و عیال کو لے کر مدینہ طیبہ کی طرف عازم ہجرت ہوئے، اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر گیارہ سال سے زائد نہ تھی، والد گرامی کے حکم سے عموماً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرتے۔ ایک دفعہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہو کر واپس گھر آ کر بتایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسے میں نہیں جانتا تھا، کاش مجھے اس کا علم ہوتا! حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ بہت خوش ہوئے، فرط محبت سے اپنی آغوش میں لے لیا اور سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے آپ کے حق میں یہ دعا فرمائی:

اے پروردگار! اس میں برکت فرما اور اس کے ذریعے علم کو ترقی عطا فرما۔

امارت حج کا شرف:

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا سلسلہ پروان چڑھتا رہا حتی کہ آپ اپنے گھر میں محصور ہوکر رہ گئے، بلوائیوں نے ظلم وستم کا بازار گرم کیا، امیر المؤمنین کی شخصیت انہیں ایک نظر نہیں بھاتی تھی، اسی دوران ایام حج کا زمانہ آ گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے امارت حج کی خدمات انجام دیں اور امیر حج کی حیثیت سے خدمت کا اعزاز حاصل کیا۔

۳۵ھ امارت حج کی خدمت انجام دینے کے بعد مدینہ طیبہ واپس آنے تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو چکی تھی، آپ نئی پیدا ہونے والی صورتحال سے بہت پریشان ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بارے میں مشاورت کی، تو آپ نے جواباً فرمایا: یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ منصب خلافت پر فائز ہونے والے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا اتہام والزام ضرور عائد ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے لیکن یہ بھی کہا: شریر لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار دینا اور منصب خلافت پر ان کا براجمان ہونا بھی درست نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مزید کہا: میرا ذاتی مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں داخل ہوکر دروازہ بند کر کے خلوت نشینی اختیار کر لیجیے، لوگوں کو دنیا بھر میں آپ جیسا خلیفہ میسر نہیں آئے گا، خدا کی قسم! اگر آپ آج مصریوں کی باتوں میں آ گئے تو کل آپ پر خون عثمان کا اتہام ضرور لگے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باگ اقتدار سنبھالتے ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امارت شام سے الگ کر کے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امارت شام تفویض کرنے کا قصد کیا، تو آپ نے مشورہ دیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول مت کریں اور مجھے بھی امارت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، ہاں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عہدے پر باقی رکھتے ہوئے انہیں اپنا طرفدار وحمایتی بنانے کی کوشش کریں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے اس قیمتی مشورہ کو مسترد کر دیا۔

حلقہ درس اور تلامذہ:

دیگر صحابہ کی طرح مختلف مواقع پر آپ کے حق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی دعائیں فرمائیں جو سب کی سب اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائیں۔ آپ قرآن وسنت اور فقہ کے ممتاز عالم دین تھے، سب سے قبل آپ نے تفسیر القرآن تحریر فرمائی، دیگر صحابہ کے مقابل آپ کا حلقہ درس سب سے وسیع وممتاز تھا، قرب وجوار اور دور دراز کے لوگ آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوتے اور ممتاز صحابہ بھی آپ کے حلقہ میں شامل ہوکر علمی وروحانی فیضان حاصل کرتے تھے۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں پر مشتمل تھی، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) محمد بن عبداللہ، (۲) علی بن عبداللہ، (۳) محمد بن علی، (۴) عبداللہ بن عبیداللہ، (۵) عبداللہ بن معبد، (۶) عبداللہ بن عمر، (۷) ثعلبہ بن حکم، (۸) مسور بن مخرمہ، (۹) ابوالطفیل، (۱۰) ابوامامہ بن سہل، (۱۱) سعید بن مسیب، (۱۲) عبداللہ بن

حارث، (۱۳) عبداللہ بن عبداللہ، (۱۴) عبداللہ بن شداد، (۱۵) یزید بن اصم، (۱۶) ابوسلمہ بن عبدالرحمن، (۱۷) ابوحمزہ ضبعی، (۱۸) ابورجاء عطاردی، (۱۹) قاسم بن محمد، (۲۰) محمد بن عبید بن اسحاق، (۲۱) علقمہ بن وقاص، (۲۲) علی بن حسین، (۲۳) عبید اللہ بن عبداللہ، (۲۴) عکرمہ بن ابی جہل، (۲۵) اوس بن عبداللہ، (۲۶) جابر بن زید، (۲۷) بکر بن عبداللہ مزنی، (۲۸) حصین بن جندب، (۲۹) ابوالصالح السمان، (۳۰) سعد بن ہشام، (۳۱) سعید بن ابوالحسن بصری، (۳۲) عبداللہ بن کعب، (۳۳) عبدالرحمن بن مطعم، (۳۴) عبدالعزیز بن رفیع، (۳۵) محمد بن عباد، (۳۶) مسلم بن صبیح، (۳۷) نافع بن جبیر، (۳۸) محمد بن سیرین وغیرہم صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم۔

وفات:

۸ھ کو ایک ہفتہ تک علالت کے بعد طائف میں وصال فرمایا، وفات کے وقت کثیر تلامذہ پاس موجود تھے، حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

تعداد مرویات:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت اور دعاؤں کے نتیجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن وسنت اور فقہ کے ممتاز ترین عالم تھے، آپ کا حلقہ درس وسیع ترین تھا، تاحیات قرآن وسنت کی تدریس وتبلیغ فرماتے رہے اور ہزاروں لوگوں نے آپ سے علمی فیضان حاصل کیا۔ آپ کی مرویات کی تعداد ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) تک پہنچتی ہے۔ حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم رحمہما اللہ عنہما نے آپ کی تمام مرویات کو اپنی اپنی صحیح میں درج کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

فضائل ومناقب:

احادیث باب آپ کے فضائل ومناقب پر مشتمل ہیں، جن میں دو مضامین بیان ہوئے ہیں:

۱- رؤیت جبرائیل علیہ السلام: آپ نے دو بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا:

(i) پہلی بار حدیث جبرائیل علیہ السلام کے موقع پر کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں انسانی شکل میں حاضر ہوئے جبکہ صحابہ کرام بھی موجود تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جوابات دیے گئے۔ اس موقع پر دیگر صحابہ کی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

(ii) دوسری بار آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس وقت دیکھا کہ ایک دفعہ والد گرامی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، واپسی پر اپنے والد گرامی سے عرض کیا: ابا حضور! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خوبصورت آدمی بیٹھا ہوا دیکھا، میں اسے پہچان نہ سکا، کاش! میں اسے پہچان لیتا۔ یاد رہے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔

۲- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار آپ کے حق میں خصوصیت سے دعا فرمائی:

(i) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے، آپ استنجاء کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پھرتی سے وضو کے لیے پانی پیش کر دیا، آپ نے دریافت فرمایا: وضو کے لیے پانی کس نے رکھا ہے؟ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ پانی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پیش کیا ہے، یہ جواب سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور انہیں فقہ وفراست کی دعا سے نوازا۔

(ii) ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات کو سوئے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہاں تشریف فرما تھے، رات کے آخری حصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، وضو کر کے نماز تہجد کے لیے کھڑے ہو گئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی وضو کر کے آپ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، آپ نے انہیں دائیں طرف کھڑا ہونے کا اشارہ کیا' وہ دائیں طرف مگر قدرے پیچھے کھڑے ہوئے، نماز کے اختتام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: آپ دائیں جانب برابر کیوں نہ کھڑے ہوئے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے مقابل کھڑا ہونا آداب رسالت ونبوت کے منافی ہے، لہٰذا میں احتراماً پیچھے کھڑا ہو گیا۔ یہ جواب سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں یوں دعا کی: **اللھم علمه الحكمة**۔ اے پروردگار! تو اسے علم وحکمت عنایت کر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فضائل وکمالات اور مناقب کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں یہ دعا کی: **اللھم علمه الكتاب**۔ اے اللہ! اسے کتاب کا علم عطا کر۔

۲- حضرت امام طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

واللہ مارأیت احدًا اشد تعظیماً لحرمات اللہ من ابن عباس، واللہ لو اشاء اذا ذکرته ان ابکی لبکیت .

اللہ کی قسم! میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ اللہ کی حرمات کی سختی سے تعظیم کرنے والا کوئی نہیں دیکھا، اللہ کی قسم! اگر میں ان کے تذکرہ کرنے پر رونا چاہوں تو یقیناً میں روسکتا ہوں۔

۳- حضرت امام طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

ما رأیت رجلاً اشد تعظیماً لمحارم اللہ منه، ولو شاء ان ابکی اذا ذکرته لبکیت .

''(اللہ کی قسم!) میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے محارم کی تعظیم کرنے والا ہو، اگر میں ان کے تذکرہ پر رونا چاہوں تو ضرور روسکتا ہوں۔''

۴- حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

صحبت ابن العباس من مكة الى المدينة كان اذا نزل قام شطر الليل فساله ايوب كيف كانت قراته؟ قال: قرأ: وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝ (ق ۱۹)فجعل يرتل، ويكثر في ذالكم النشيج . (امام احمد بن حنبل شیبانی،حیاۃ الصحابۃ،رقم الحدیث ۱۸۴۰)

مجھے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رفاقت میسر آئی، آپ جب بھی پڑاؤ ڈالتے تو نصف شب تک قیام کرتے۔ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ان کی قرأت کیسی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: آپ نے یہ آیت پڑھی تھی: وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ الخ یعنی موت کی جانکنی پیغام حق لے کر آگئی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا، آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے اور کثرت سے رو رہے تھے۔

۵-حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كان ابن عباس يحدثني بالحديث فلو يأذن لي ان اقبل رأسه لقبلت .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مجھ سے حدیث بیان کرتے تھے، اگر وہ مجھے اپنا سر چومنے کی اجازت دیتے تو میں ضرور ان کا سر چوم لیتا۔

۶-حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

رأيت ابن عباس اخذ بلسانه وهو يقول: يا لسان قل خيراً تغنم، او اصمت تسلم قبل ان تندم .

میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو پکڑ کر فرما رہے تھے: اے زبان! تو اچھی بات کہہ، تو فائدہ میں رہے گی یا پھر خاموشی اختیار کر، تو ندامت سے محفوظ رہے گی۔

۷-حضرت ابوحمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

رأيت ابن عباس، قميصه مقلصاً فوق الكعب، والكم يبلغ اصول الاصابع، يغطي ظهر الكف .

میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ان کی قمیص گھٹنے سے اوپر تک سمٹی ہوئی تھی، آستینیں انگلیوں کے کناروں تک تھیں اور ہتھیلی کی پشت کو ڈھانپ رکھا تھا۔

۸-حضرت امام طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لا رأيت رجلاً اعلم من ابن عباس .

میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ عالم ہو۔

۹-حضرت سیف رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

قالت عائشة! من استعمل على الموسم؟ قال: ابن عباس، قالت: هو اعلم بالسنة .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) امارت حج کسے سپرد کی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سپرد کی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ

سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

۱۰۔حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

ما رایت مجلساً اجمع لکل خیر من مجلس ابن عباس لحلال وحرام و تفسیر القرآن و لعربیة وانساب الناس والطعام .

میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس سے بڑھ کر ایسی کوئی مجلس نہیں دیکھی جس میں ہر طرح کی خوبی اور بھلائی جمع ہو حلال وحرام، قرآن کی تفسیر، عربی دانی اور لوگوں کے انساب اور طعام وغیرہ کے مسائل۔

۱۱۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

وضع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يده بين كتفي أو على منكبي، فقال: اللهم فقهه في الدين، وعلمه التاويل .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے کندھے پر، یا (کہا کہ) میرے کندھے پر رکھا اور کہا: اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ اور تفسیر کا علم عطا فرما۔

۱۲۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فدعا الله لي أن يزيدني علماً وفهماً .

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: وہ میرے علم اور فہم میں اضافہ فرمادے۔

۱۳۔حضرت سلمہ بن کہیل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نعم ترجمان القرآن ابن عباس۔ قرآن کے بہترین ترجمان ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

۱۴۔امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عرضت القرآن على ابن عباس ثلاث مرات

میں نے تین مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قرآن سنایا۔

۱۵۔امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

كنت اذا رأيت ابن عباس، قلت: أجمل الناس، واذتكلم قلت: أفصح الناس، واذا أفتى، قلت أقضى الناس، واذا ذكر أهل فارس، قلت: أعلم الناس .

میں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھتا تو کہتا: تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہیں جب وہ گفتگو کرتے تو میں کہتا: تمام لوگوں سے بڑھ کر فصیح ہیں۔ جب وہ فتویٰ دیتے تو میں کہتا: تمام لوگوں سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں اور جب وہ اہل فارس کا ذکر کرتے تو میں کہتا: تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

۱۶-حضرت علی بن زید بن جدعان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

أن ابن عباس لما دفن زيد بن ثابت حثا عليه التراب، ثم قال: هكذا يدفن العلم. قال علي فحدثت به علي بن حسين، فقال: وابن عباس والله قد دفن به علم كثير.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دفن کیا تو ان پر مٹی ڈال کر فرمایا علم اس طرح دفن ہو جائے گا۔علی بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات علی بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی بہت سا علم دفن ہو گیا ہے۔

۱۷-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

دعالي النبي صلى الله عليه وسلم أن يزيدني الله علمًا وفهمًا.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی کہ اللہ میرے علم وفہم میں اضافہ فرمائے۔

۱۸-حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

لقدمات ابن عباس يوم مات وهو حبر هذه الأمة.

ابن عباس رضی اللہ عنہما رحلت فرما گئے ہیں، وہ تادم وفات اس امت کے بہت بڑے عالم رہے۔

۱۹-امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

كان ابن عباس يسمى الحبر من كثرة علمه.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے علم کی بہتات کے باعث ''سمندر'' کا نام دیا جاتا تھا۔

۲۰-حضرت مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

قيل لابن عباس كيف اصبت هذا العلم؟ قال: بلسان سؤول وقلب عقول.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: آپ نے اس قدر علم کیسے حاصل کیا؟ انہوں نے جواب دیا سوال کرنے والی زبان اور سمجھنے والے دل کے ذریعے۔

۲۱-حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

دعا النبي صلى الله عليه وسلم ابن عباس فأجلسه في جحره ومسح برأسه ودعاله بالعلم.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو طلب کیا، اسے اپنی گود میں بٹھایا، اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لیے علم کی دعا فرمائی۔

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 38: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3761 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّمَا فِي يَدِي قِطْعَةُ اِسْتَبْرَقٍ وَّلَا اُشِيرُ بِهَا اِلَى مَوْضِعٍ مِّنَ الْجَنَّةِ اِلَّا طَارَتْ بِي اِلَيْهِ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخَاكَ رَجُلٌ صَالِحٌ اَوْ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ریشمی مخمل کا ایک ٹکڑا ہے' اور میں اس کے ذریعے جنت میں جس طرف بھی اشارہ کرتا ہوں' وہ مجھے اڑا کر وہاں لے جاتا ہے میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا' حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب نبی اکرم ﷺ کو سنایا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا بھائی ایک نیک آدمی ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) عبداللہ ایک نیک آدمی ہے۔

میرے حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے سال مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام: عبداللہ، کنیت: ابوعبدالرحمن، والد گرامی کا نام: عمر تھا۔ شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے:

عبداللہ بن عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر۔

والدہ محترمہ کا نام: زینب تھا اور والدہ کی طرف سے شجرہ نسب یوں ہے:

زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن حصین۔

حلیہ:

شکل وصورت میں اپنے والد گرامی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مشابہ، قد دراز، جسم بھاری بھرکم، رنگ گندمی، سر

3761 - اخرجه البخاري (٣/٨ : ٤) كتاب التهجد: باب: فضل من تعار من الليل رقم (١١٥٦)، (١٢/٢١ : ٤) كتاب التعبير باب: الاستبرق و دخول الجنة في المنام، رقم (٧٠١٥ - ٧٠١٦)، و مسلم (٤/١٩٢٧) كتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل عبد الله بن عمر رضي الله عنهما، رقم (٢٤٧٨/١٣٩)، و احمد (٢/٥ - ١٢).

کے بال سیاہ تھے، کبھی کبھار مانگ نکالا کرتے تھے، داڑھی مبارک ایک مشت، مونچھیں کترواتے تھے اور زرد خضاب استعمال کرتے تھے۔

دامن اسلام میں:

آپ کی ولادت سے قبل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا تھا، ولادت کے وقت اسلام کی روشنی نمایاں ہو چکی تھی، سن شعور کو پہنچتے ہی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے، بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے والد گرامی سے قبل دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

ہجرت:

دیگر مسلمانوں کی طرح قبول اسلام پر مشرکین مکہ نے آپ کو بھی تکالیف و مصائب سے دوچار کرنے کی مذموم کوشش کی، مظالم و آلام سے بچنے کے لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے۔ چونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل و عیال سمیت ہجرت کی تھی، لہذا آپ نے اپنے والد گرامی کے ساتھ ہجرت کی تھی۔

غزوات میں شرکت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شجاعت و بہادری وغیرہ اوصاف سے نوازا تھا، ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ ان میں ذوق وشوق سے شامل ہوتے، صغر سنی کی وجہ سے غزوہ بدر و احد میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ تاہم بعد ازاں غزوہ خندق، غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین، محاصرہ طائف، حجۃ الوداع اور غزوۂ تبوک وغیرہ میں شامل ہوئے اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

طلب حدیث اور اشاعت حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں طلب حدیث اور اشاعت کا بے پناہ جذبہ پایا جاتا تھا، بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے تو ارشادات نبوی کو ذہن میں محفوظ کر لیتے، اصحاب صفہ میں بھی اسی مقصد کے لیے نشست و برخواست تھی، وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد السابقون الاولون سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، اسی ذوق نے آپ کو حفاظ حدیث کی فہرست میں شامل کر لیا، حتیٰ کہ آپ کا حلقہ تدریس جاری ہوا، جس میں طلباء کا جم غفیر ہوتا تھا، احادیث درس و تدریس کا سلسلہ تاحیات جاری رہا اور کثیر طلباء نے آپ سے علمی فیضان حاصل کیا۔

تلامذہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حلقہ درس وسیع ترین تھا، قرب و اطراف سے بکثرت طلباء حاضر ہوتے اور علم حدیث حاصل کرتے تھے۔ آپ کے چند ایک تلامذہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر، (۲) حضرت موسیٰ بن طلحہ، (۳) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، (۴) حضرت عامر بن سعد، (۵) حضرت حمید بن عبدالرحمٰن، (۶) حضرت سعید بن مسیب، (۷) حضرت عون بن عبداللہ، (۸) حضرت محمد بن ابی بکر،

(۹) حضرت مصعب بن سعد، (۱۰) حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ، (۱۱) حضرت انس بن سیرین، (۱۲) حضرت بسر بن سعید، (۱۳) حضرت جبلہ بن سحیم، (۱۴) حضرت سعید بن جبیر، (۱۵) حضرت عبداللہ بن شقیق، (۱۶) حضرت سالم بن ابی الجعد، (۱۷) حضرت سعد بن عبید، (۱۸) حضرت سعید بن حارث، (۱۹) حضرت صفوان بن محرز، (۲۰) حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ، (۲۱) حضرت عبداللہ بن مرہ، (۲۲) حضرت عبداللہ بن کیسان وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

عہد خلفاء راشدین میں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عہد صدیقی میں دکھائی نہیں دیتے، عہد فاروقی میں فتوحات کی جدوجہد میں نمایاں سرفروش کی حیثیت سے نظر آتے ہیں، معرکہ نہاوند میں شمولیت اختیار کی، اس دوران علیل ہو گئے، دھاگے میں پیاز کو پرو کر پکاتے تھے پھر اسے استعمال میں لاتے، بار بار ایسا عمل کرنے سے آپ کو صحت حاصل ہوئی۔ آپ کو اس بات کا علم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو اپنا جانشین تعینات نہیں فرما رہے، ایسی صورت میں مسلمان نقصان سے بھی دوچار ہو سکتے ہیں، ہمت کر کے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے، حالات کی صورتحال کے بارے میں عرض کرتے رہے، جرأت کر کے عرض کیا: ابا حضور! میں لوگوں کی مختلف باتیں سننے کے بعد حاضر ہوا ہوں، معلوم ہوا ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین تعینات نہیں کر رہے، فرض کیجیے وہ چرواہا جو آپ کی بکریوں اور اونٹوں کو چراتا ہو، اگر گلہ کو چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو گلہ کا کیا بنے گا؟ اسی طرح انسانوں کی گلہ بانی کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے آپ پر ڈالی ہے، اگر جانشین تعینات کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ گئے تو انسانوں کی گلہ بانی کا کیا بنے گا؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ کا استدلال معقول ہے لیکن انسانی گلہ کا نگہبان ذات باری تعالیٰ ہے، لہٰذا میں کسی کو جانشین تعینات نہیں کر سکتا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو اپنا جانشین تعینات نہیں کیا تھا، اگر تعینات کر جاؤں تو اس میں مضائقہ بھی نہیں ہے، کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا جانشین تعینات کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا جانشین تعینات نہیں کیا تھا لیکن صحابہ پر مشتمل ایک مجلس تشکیل دے دی تھی جس کے ذمہ خلیفہ وقت کا انتخاب کرنا تھا۔

عہد عثمانی میں آپ کو امور سلطنت میں حصہ لینے کی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی لیکن آپ کی خدمات حاصل نہ کی گئیں، تاہم مجلس شوریٰ میں رہتے ہوئے اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ آپ کو قضاء کے عہدہ پر تعینات کرنے کی کوشش کی گئی لیکن آپ نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا تھا۔

جنگ صفین کے بعد حضرت موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو حکم بنایا گیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بطور خلیفہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نام پیش کیا مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اختلاف رائے کیا، حکم کے فیصلہ سناتے وقت آپ بھی عام مسلمانوں کے ساتھ امت مسلمہ کی قسمت کا فیصلہ سننے کے لیے دومۃ الجندل آئے تھے۔

اولاد امجاد:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے متعدد خواتین سے نکاح کیے جن سے بارہ صاحبزادگان اور چار صاحبزادیاں تولد

ہوئیں۔ حضرت صفیہ بنت ابی عبیدہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابوبکر، حضرت ابوعبیدہ، حضرت واقد، حضرت عبداللہ، حضرت عمر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت اُم علقمہ بنت علقمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تولد ہوئے۔ مختلف لونڈیوں کے بطن سے حضرت سالم، حضرت عبیداللہ، حضرت ابوسلمہ اور حضرت قلابہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

وفات:

۷۴ھ میں چوراسی (۸۴) سال کی عمر میں وفات پائی۔ وفات کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایام حج میں کسی شخص کا نیزہ جو زہر آلود تھا، آپ کے پاؤں میں لگا، وہ زہر پورے جسم میں سرایت کر گیا جس سے آپ کی وفات واقع ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ زہر آلود نیزہ اتفاقی طور پر آپ کے قدم کو لگا تھا یا عمداً یہ جرأت کی گئی تھی؟ اس بارے میں دو اقوال ہیں: (i) یہ اتفاقی واقعہ ہے اور کسی نے عمداً یہ حرکت نہیں کی تھی۔ (ii) یہ حرکت اتفاقی نہیں تھی بلکہ حجاج بن یوسف کے حکم کے مطابق اور عمداً ایسا کیا گیا تھا۔

حجاج نے آپ کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں نہایت دلچسپی لی تھی حتیٰ کہ نماز جنازہ خود پڑھائی تھی اور حسب وصیت ''قبرستان مہاجرین'' (جو مکہ کی حدود حرم سے باہر ہے) میں تدفین عمل میں لائی گئی۔

فضائل و مناقب:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل و مناقب کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ما رأيت أوما أدركت أحدًا، الا قدمالت به الدنيا، الا عبدالله بن عمر .

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ جس آدمی کو دیکھا یا جس سے بھی ملا ہوں، وہ دنیا کی طرف جھکا ہوا تھا۔

۲- حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

شهد ابن عمر، الفتح وهو ابن عشر بن ومعه فرس حرون ورمح ثقيل، فذهب ابن عمر يختلى لفرسه، فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: ان عبدالله، ان عبدالله .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فتح مکہ میں موجود تھے اور اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی، ان کے پاس ایک منہ زور گھوڑا اور ایک بھاری نیزہ تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھوڑے کے لیے گھاس کاٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ، عبداللہ (یعنی آپ نے انہیں آواز دے کر منع فرمایا)

۳- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان من أملك شباب قريش لنفسه عن الدنيا عبدالله بن عمر .

یقیناً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دنیا (کی رنگینیوں میں بہک جانے) سے قریشی نوجوانوں میں سب سے زیادہ اپنے نفس پر قابو رکھنے والے تھے۔

۴-امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

لما كان من عثمان ما كان، واختلاط الناس أتوا عبدالله بن عمر فقالوا: أنت سيدنا، وابن سيدنا، اخرج يبايعك الناس، وكلهم بك راض، فقال: لا والله لا يهراق في سببي محجمة من دم، ماكان في روح، ثم عادوا اليه فخوفوه فقالوا: لتخرجن أو لتقتلن على فراشك، فقال: مثلها، فاطمع وأخيف، قال: فوالله ما استقلوا منه بشيء حتى لحق بالله عزوجل .

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلقہ سانحہ اور لوگوں کے اختلاط کا واقعہ پیش آیا تو لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا: آپ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے صاحبزادے ہیں، لہٰذا باہر تشریف لائیے، لوگ آپ سے بیعت کرنا چاہتے ہیں اور سبھی آپ پر راضی ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! جب تک میرے جسم میں روح ہے تب تک میری وجہ سے کسی کے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا جا سکتا۔ (یہ سن کر وہ واپس لوٹ گئے) پھر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو دھمکاتے ہوئے بولے: یا تو آپ باہر نکل آئیں، یا پھر آپ کو بستر پر ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: یہی تو میری خواہش ہے اور اسی سے مجھے ڈرایا جاتا اور لالچ دیا جاتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ان کی آپ سے منسلک کوئی بھی ناپاک آرزو پوری نہ ہو سکی، یہاں تک کہ آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۵-سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

لو كنت شاهدًا لأحد حي أنه من أهل الجنة، لشهدت لعبدالله بن عمر .

اگر میں کسی کے جنتی ہونے کی گواہی دوں تو یقیناً میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی گواہی دوں گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق فرمایا تھا: نعم الرجل عبدالله، لو كان يصلي من الليل ۔عبداللہ بہترین شخص ہے، کاش وہ رات میں نماز ادا کرتا! آپ ہر رات میں کئی بار اٹھ کر نماز ادا کرتے' اور آرام برائے نام کرتے تھے۔

بَاب مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 39: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3762 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْحٰقَ الْجَوْهَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُؤَمَّلِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

3762- لم يخرجه من اصحاب الكتب الستة سوى الترمذي. ينظر (تحفة الاشراف) (۱۱/۱۱) رقم (۱۶۲۴۳)، و ذكره صاحب المشكاة (۱۰/۱۱۰۶) مرقاة حديث (۶۲۴۳).

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی فِیْ بَیْتِ الزُّبَیْرِ مِصْبَاحًا فَقَالَ یَا عَائِشَةُ مَا اُرٰی اَسْمَاءَ اِلَّا قَدْ نُفِسَتْ فَلَا تُسَمُّوْهُ حَتّٰی اُسَمِّیَهُ فَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ بِیَدِهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر چراغ جلتا دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے عائشہ! میرا خیال ہے: اسماء نے بچے کو جنم دیا ہے تم لوگ اس کا کوئی نام نہ رکھنا میں خود اس کا نام رکھوں گا پھر نبی اکرم ﷺ نے اس بچے کا نام عبداللہ رکھا اور آپ نے کھجور کے ذریعے اسے گھٹی دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا تعارف

ولادت وابتدائی حالات:

۱ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، نام: عبداللہ تھا' جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا، والد گرامی کا نام: زبیر بن عوام تھا' جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری وعشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کر گڑھتی دی تھی، یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے، اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی پھوپھی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی آپ کی دادی تھیں، رشتہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے تھے، والدہ محترمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذات النطاقین کا لقب عطا ہوا تھا، جن کا نام حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے نانا تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رشتہ میں خالہ تھیں۔

امتیازی صفات:

ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلے آپ پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت میں قبول فرمایا، صغر سنی کی وجہ سے غزوات میں شامل نہ ہو سکے اور آپ کے چند ایک امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(i) جنگ طرابلس، طبرستان اور محافظان عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سے ایک تھے۔

(ii) تعمیر کعبہ میں تاریخی کردار ادا کیا۔ (iii) مختلف زبانوں میں عبور حاصل تھا۔ (iv) مطالعہ قرآن وحدیث بہترین مشغلہ تھا۔ (v) امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت عبادت سمجھ کر انجام دیتے تھے۔ (vi) شجاعت وبہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

تعداد مرویات:

تاحیات قرآن وسنت کی تدوین، تدریس اور اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ کی مرویات کی تعداد تینتیس (۳۳) تک

پہنچتی ہے، جن میں سے دو (۲) متفقہ جبکہ چھ (۶) میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور دو (۲) میں حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ منفرد ہیں۔

شہادت

۷۳ھ کو عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج بن یوسف کے لشکر کے ہاتھوں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ بہتر (۷۲) سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا تھا۔

بَاب مَنَاقِبِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 40: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3763 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَتْ اُمِّىْ اُمُّ سُلَيْمٍ صَوْتَهُ فَقَالَتْ بِاَبِىْ وَاُمِّىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنَيْسٌ قَالَ فَدَعَا لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ دَعَوَاتٍ قَدْ رَاَيْتُ مِنْهُنَّ اثْنَتَيْنِ فِى الدُّنْيَا وَاَنَا اَرْجُو الثَّالِثَةَ فِى الْاٰخِرَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ گزرے میری والدہ سیدہ اُمِّ سلیم نے آپ ﷺ کی آواز سنی اور عرض کی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں' یارسول اللہ ﷺ! یہ چھوٹا انس (آپ اس کے بارے میں دعا کیجئے) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے میرے حق میں تین دعائیں کی تھیں' ان میں سے دو کا اثر میں دنیا میں دیکھ چکا ہوں اور مجھے امید ہے: تیسری آخرت میں مل جائے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3764 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اُمِّ سُلَيْمٍ

متن حدیث: اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسٌ خَادِمُكَ ادْعُ اللّٰهَ لَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ

3763 - اخرجه مسلم (١٩٢٩/٤) كتاب فضائل الصحابة، باب: من فضائل انس رضى الله عنه رقم (٢٤٨١/١٤٤).

3764 - اخرجه البخارى (١٤٠/١١) كتاب الدعوات: باب: قول الله تبارك و تعالى (و صل عليهم) و من خص اخاه بالدعاء دون نفسه رقم (٦٣٣٤)، (١٨٦/١١): كتاب الدعوات: باب: الدعاء بكثرة المال و الولد مع البركة رقم (٦٣٧٨ - ٦٣٧٩)، و مسلم (١٩٢٨/٤): كتاب فضائل الصحابة باب: من فضائل انس بن مالك رضى الله عنه رقم (١٤١، ١٤١/٢٤٨٠).

فِيمَا اَعْطَيتَه

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ انس بن مالک آپ کا خادم ہے آپ اللہ سے اس کے لئے دعائے خیر کیجئے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا کی۔

''اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر دے اور جو کچھ تو اسے عطا کرے گا اس میں اس کے لئے برکت رکھ دے''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3765 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِيْ نَصْرٍ

متنِ حدیث: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَنَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَقْلَةٍ كُنْتُ اَجْتَنِيْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ عَنْ اَبِيْ نَصْرٍ

توضیح راوی: وَاَبُوْ نَصْرٍ هُوَ خَيْثَمَةُ بْنُ اَبِيْ خَيْثَمَةَ الْبَصْرِيُّ رَوٰى عَنْ اَنَسٍ اَحَادِيْثَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس سبزی کے حوالے سے میری کنیت رکھی تھی کیونکہ میں اسے توڑا کرتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو جابر جعفی نامی راوی کے حوالے سے ابونصر سے منقول ہے۔

ابونصر نامی راوی یہ خیثمہ بن ابوخیثمہ بصری ہیں انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے چند روایات نقل کی ہیں۔

3766 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا مَيْمُوْنٌ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَا ثَابِتُ خُذْ عَنِّيْ فَاِنَّكَ لَنْ تَاْخُذَ عَنْ اَحَدٍ اَوْثَقَ مِنِّيْ اِنِّيْ اَخَذْتُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيْلَ وَاَخَذَهُ جِبْرِيْلُ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ الْحُبَابِ

حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ مَيْمُوْنٍ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ يَعْقُوْبَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ وَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيْلَ

◆◆ ثابت بنانی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے ثابت! مجھ سے علم حاصل کرلو کیونکہ تم مجھ سے زیادہ مستند کسی شخص سے علم حاصل نہیں کرسکو گے کیونکہ میں نے اسے نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیا ہے۔

3765- اخرجه احمد (۳/ ۱۳۰- ۲۳۲) عن ابی نصر عن انس بن مالک فذکره.

نبی اکرم ﷺ نے اسے حضرت جبرائیل سے حاصل کیا ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف زید بن حباب نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یہی روایت اور ایک سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ مذکور نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے حاصل کیا ہے۔

3767 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ رُبَّمَا قَالَ لِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ذَا الْاُذُنَيْنِ قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ يَعْنِى يُمَازِحُهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بعض اوقات نبی اکرم ﷺ مجھے ''دو، کان والے'' کہہ کر بلاتے تھے۔

ابواسامہ نامی راوی بیان کرتے ہیں یعنی نبی اکرم ﷺ مذاق کے طور پر یہ فرمایا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

3768 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ عَنْ اَبِىْ خَلْدَةَ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْتُ لِاَبِى الْعَالِيَةِ سَمِعَ اَنَسٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَدَمَهُ عَشْرَ سِنِيْنَ وَدَعَا لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهُ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِى السَّنَةِ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَيْنِ وَكَانَ فِيْهَا رَيْحَانٌ كَانَ يَجِىْءُ مِنْهُ رِيْحُ الْمِسْكِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ خَلْدَةَ اسْمُهُ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ وَّهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَقَدْ اَدْرَكَ اَبُوْ خَلْدَةَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَّرَوٰى عَنْهُ

◆◆ ابوخلدہ کہتے ہیں: میں ابوالعالیہ سے دریافت کیا: کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے احادیث کا سماع کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس برس تک آپ کی خدمت کی اور نبی اکرم ﷺ نے آپ کے لئے دعائے خیر کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک باغ تھا جس میں سال میں دو مرتبہ پھل لگا کرتا تھا اور اس میں ایک پودا تھا جس میں سے مشک کی خوشبو آیا کرتی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابوخلدہ نامی راوی کا نام خالد بن دینار ہے اور یہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

3767- اخرجه ابوداؤد (۷۱۹/۲) كتاب الادب، باب: ما جاء في المزاح رقم (۵۰۰۲).

شرح

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت وابتدائی حالات:

۳ نبوی کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، نام: انس جبکہ کنیت: ابوثمامہ اور ابوحمزہ تھی، قبیلہ خزرج سے تعلق کے سبب خزرجی و انصاری تھے، آٹھ (۸) سال کی عمر میں اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ اسلام قبول کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے، دس (۱۰) سال تک بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خدمات انجام دیتے رہے، والد کا نام: مالک تھا' جو آپ کی والدہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے مسلمان ہونے پر دلبرداشتہ ہو کر ملک شام روانہ ہو گئے اور کفر کی حالت میں وہیں فوت ہوئے تھے۔نسب نامہ یوں ہے:

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی۔

غزوات وکارنامے:

ہجرت کے بعد غزوات کا طویل سلسلہ شروع ہوا، آپ تمام غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہے اور کم عمر ہونے کے باوجود غزوہ بدر میں بھی شامل ہوئے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بحرین کا عامل تعینات کیا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ کا انتخاب کیا تھا۔اپنے وقت میں منصب کی مطابقت سے کارنامے انجام دیتے رہے۔

امتیازی اوصاف:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے کثیر امتیازی اوصاف ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) قرآن وحدیث اور فقہ سے خصوصی شغف ہونا، (ii) حب وخدمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، (iii) اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، (iv) امر بالمعروف ونہی عن المنکر، (v) حق گوئی وبے باکی وغیرہ۔

تعداد مرویات:

آپ کا شمار مکثرین صحابہ میں ہوتا ہے، تاحیات قرآن وسنت اور فقہ کی اشاعت میں مشغول رہے، حلقہ تدریس وسیع تر تھا، ہمہ وقت طلباء کا ہجوم رہتا تھا اور آپ کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو سو چھہتر (۲۲۷۶) تک پہنچتی ہے۔

وفات:

۹۳ھ کو بصرہ میں وفات پائی۔وفات کے وقت عمر ایک سو تین (۱۰۳) سال تھی۔بصرہ میں وفات پانے والے آپ آخری صحابی ہیں، مشہور زاہد حضرت قطن بن مدرک کلامی نے نماز جنازہ پڑھائی اور موضع ''طف'' میں مدفون ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں:

احادیث باب کا اختصار یہ ہے حضرت انس اور ان کی والدہ اُم سلیم دونوں نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا، والد مالک بت پرست تھا۔ وہ الگ ہونے کی وجہ سے ملک شام چلا گیا، چند سال زندہ رہنے کے بعد وہ وہیں حالت کفر میں فوت ہو گیا۔ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر نثار ہوں، اب یہ ننھا انس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں تین دعائیں فرمائیں:

(i) کثرت مال، (ii) کثرت اولاد، (iii) مغفرت۔

بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ' اللہ تعالیٰ نے پہلی دونوں دعائیں دنیا میں قبول فرمالی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں کثرت مال و اولاد سے نواز دیا ہے لیکن آخری دعا یعنی دخول جنت اللہ تعالیٰ آخرت میں قبول کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ دس (۱۰) سال تک بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خادم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے، اس عرصہ میں نہ تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ڈانٹا نہ کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں سخت گیری کی بلکہ بطور مزاح ذوالاذنین (دو کانوں والے) کہہ لیا کرتے تھے۔

دار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دس (۱۰) سال خدمت انجام دینے کی ترتیب کچھ یوں بیان کی جاتی ہے: نماز فجر کے بعد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جاتے، ظہر سے کچھ وقت پہلے اپنے گھر چلے جاتے، ظہر کے بعد آ جاتے پھر عصر تک رہتے، نماز عصر پڑھ کر اپنے گھر روانہ ہو جاتے۔ تاہم بعض اوقات اس ترتیب میں تبدیلی بھی ہو جاتی تھی۔

آپ کا باغ خوبصورت تھا' جو اولاد کی طرح عزیز تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے وہ سال میں دو بار پھل آور ہوتا تھا، جس کے نتیجہ میں آپ صاحب ثروت بن گئے تھے۔ آپ کی زمین میں ایک خاص قسم کی سبزی تھی جس کا نام حمزہ تھا، آپ اسے توڑا کرتے' اور اس سبزی کی مناسبت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ''ابوحمزہ'' تجویز فرمائی تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ سے خصوصی علم حاصل کیا جو آپ کا امتیاز تھا، یہ علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کی وساطت سے اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا۔ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض ہونے کے بعد آپ تا حیات قرآن، حدیث اور فقہ کی اشاعت و تدریس میں مصروف رہے۔

بَاب مَنَاقِبِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 41: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3769 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ

3769 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (۱۰/۴۳۶) رقم (۱۴۸۸۵) و ذكره الهيثمى فى (مجمع الزوائد) (۹/۳۶۵)، و عزاه للطبرانى فى (الاوسط) و اشار لضعفه من قبل الجمهور لضعف عبد الله بن عبد العزيز الليثى ووثقه سعيد بن منصور، وقال: وبقية رجاله ثقات.

عَنْ اَبِی الرَّبِیعِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ

متن حدیث: قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَسَطْتُ ثَوْبِی عِنْدَهُ ثُمَّ اَخَذَهُ فَجَمَعَهُ عَلٰی قَلْبِی فَمَا نَسِیْتُ بَعْدَهُ حَدِیْثًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ کے سامنے اپنی چادر پھیلا دی پھر آپ نے اسے پکڑا اور اسے اکٹھا کر کے میرے دل پہ رکھ دیا' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3770 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوسٰی مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ

متن حدیث: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْمَعُ مِنْكَ اَشْیَاءَ فَلَا اَحْفَظُهَا قَالَ ابْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُهُ فَحَدَّثَ حَدِیْثًا كَثِیْرًا فَمَا نَسِیْتُ شَیْئًا حَدَّثَنِی بِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ قَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں مگر میں ان کو یاد نہیں رکھ سکتا' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی چادر بچھاؤ! میں نے اپنی چادر بچھائی پھر نبی اکرم ﷺ نے بہت سی احادیث بیان کی' تو میں ان میں سے کوئی بھی حدیث نہیں بھولا' جو بھی آپ نے بیان کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

3771 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا یَعْلٰی بْنُ عَطَاءٍ عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

متن حدیث: عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ لِاَبِی هُرَیْرَةَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَنْتَ كُنْتَ اَلْزَمَنَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَحْفَظَنَا لِحَدِیْثِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

◆◆ ولید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! آپ ہم سب کے مقابلے میں زیادہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے ہیں اور سب سے زیادہ احادیث کے حافظ ہیں۔

3770 - اخرجه البخاری (۷۳۲/۶): كتاب المناقب باب ۲۸ رقم (۳۶۴۸).

3771 - لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الكتب الستة، عن ابن عمر موقوفاً. ینظر (تحفة الاشراف) (۲۵۸/۶). رقم (۸۵۵۷).

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

3772 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِی شُعَيْبٍ الْحَرَّانِیُّ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَبِی عَامِرٍ

متنِ حدیث: قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَقَالَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اَرَاَيْتَ هٰذَا الْيَمَانِیَّ يَعْنِی اَبَا هُرَيْرَةَ اَهُوَ اَعْلَمُ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكُمْ نَسْمَعُ مِنْهُ مَا لَا نَسْمَعُ مِنْكُمْ اَوْ يَقُوْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ قَالَ اَمَّا اَنْ يَكُوْنَ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ نَسْمَعْ فَلَا اَشُكُّ اِلَّا اَنَّهٗ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ نَسْمَعْ وَذَاكَ اَنَّهٗ كَانَ مِسْكِيْنًا لَا شَیْءَ لَهٗ ضَيْفًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُهٗ مَعَ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا نَحْنُ اَهْلَ بُيُوْتَاتٍ وَّغِنًی وَكُنَّا نَاْتِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَیِ النَّهَارِ فَلَا اَشُكُّ اِلَّا اَنَّهٗ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ نَسْمَعْ وَلَا نَجِدُ اَحَدًا فِيْهِ خَيْرٌ يَقُوْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ وَقَدْ رَوَاهُ يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ وَّغَيْرُهٗ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

مالک بن ابوعامر بیان کرتے ہیں: ایک صاحب حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے پاس آئے اور بولے: اے ابومحمد! آپ نے اس یمنی شخص کو دیکھا ہے؟ ان صاحب کی مراد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے' کیا وہ آپ سب حضرات کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ کی احادیث کا زیادہ علم رکھتا ہے؟ ہم اس سے وہ احادیث سنتے ہیں' جو ہم نے آپ حضرات سے نہیں سنی ہیں یا پھر وہ نبی اکرم ﷺ سے وہ باتیں بیان کرتا ہے' جو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد نہیں فرمائی ہیں؟ تو حضرت طلحہ نے جواب دیا: ایسا ہوسکتا ہے: اس نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی وہ احادیث سنی ہوں' جو ہم نے نبی اکرم ﷺ سے نہیں سنی ہیں اس کی وجہ یہ ہے: وہ ایک غریب آدمی تھے۔ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی تھی' تو وہ نبی اکرم ﷺ کے مہمان تھے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے' جبکہ ہم گھربار والے تھے خوشحال تھے ہم صبح شام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجایا کرتے تھے مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے: اس نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی وہ باتیں سنی ہوں گی جو ہم نے نہیں سنی ہیں اور تم کسی بھی نیک شخص کو ایسا نہیں پاؤ گے' کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے کوئی ایسی بات کرے جو آپ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمائی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' ہم اسے صرف محمد بن اسحٰق نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

3772 - لم يخرجه سوى الترمذی من اصحاب الكتب الستة. عن مالك بن ابی عامر عن طلحة بن عبيد الله موقوفاً. ينظر (تحفة الاشراف) (۴/ ۲۱۹)، رقم (۵۰۱۰).

یونس بن بکیر اور دیگر راویوں نے اس کو محمد بن اسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

ولادت و نام اور ابتدائی حالات:

کیا اُمت مسلمہ کا کوئی فرد ایسا بھی ہے، جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے ناواقف ہو؟ لوگ انہیں زمانہ جاہلیت میں ''عبدالشمس'' کے نام سے پکارتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت سے بہرہ ور کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے دریافت کیا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: عبدالشمس، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ تمہارا نام ''عبدالرحمٰن'' ہے، انہوں نے عرض کیا: ہاں، عبدالرحمٰن۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر نثار ہوں۔

شجرہ نسب یوں ہے: عمیر بن عامر بن عبد ذی الشری بن طریف بن غیاث بن ابی صعب بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ۔ قبیلہ کا نام: دوس تھا، یہ قبیلہ موجودہ صوبہ عسیر کے قریب آباد تھا، جہاں آج کل مشہور شہر ''ابہا'' آباد ہے، یہ شہر طائف سے یمن جانے والی شاہراہ پر مکہ معظمہ سے تقریباً تین سو میل جنوب میں واقع ہے۔

ان کی کنیت ''ابوہریرہ'' تھی، تو اس کا سبب یہ ہے کہ بچپن میں ان کے پاس ایک بلی تھی جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتے تھے، اس کی وجہ سے ان کے دوستوں نے انہیں ابوہریرہ کہنا شروع کر دیا، بعد میں یہ کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ ان کے اصل نام پر غالب آ گئی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ بعض اوقات پیار سے انہیں ''ابوہر'' کہہ کر بلاتے، اس لیے وہ خود بھی ''ابوہر'' کو ابوہریرہ پر ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے: میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسی نام سے پکارتے تھے۔ ''ہر'' مذکر ہے جبکہ ''ہریرہ'' مؤنث ہے اور مذکر، مؤنث سے افضل ہوتا ہے۔

دامن اسلام میں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا پھر وہیں اپنے قبیلہ میں اقامت پذیر رہے ۶ھ میں اپنے قبیلہ دوس کے وفد کے رکن کی حیثیت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر چیز سے قطع تعلق کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت میں یکسو ہو گئے، مسجد نبوی میں مقیم ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا امام بنالیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کے اہل و عیال نہیں تھے۔ تاہم ان کی بوڑھی والدہ تھیں جو اس وقت تک شرک پر مصر تھیں، جن کی محبت اور خیر خواہی کے پیش نظر آپ مسلسل دعوت اسلام دیتے رہے لیکن وہ ہمیشہ ان سے نفرت و انکار کرتی رہیں۔ ایک دن آپ نے اپنی والدہ کو اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دی، قبول اسلام کی بجائے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے، جن کو سن کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو

بہت پریشانی لاحق ہوئی، وہ روتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے روتے ہوئے دیکھ کر وجہ دریافت کی کہ اے ابو ہریرہ! آپ کیوں روتے ہیں؟ جواب میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں مسلسل اپنی والدہ کو دعوت اسلام دیتا رہا لیکن وہ ہر بار انکار کرتی رہیں، آج میں نے انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے آپ کی شان کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کیے جو ناقابل برداشت تھے، یارسول اللہ! آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی طرف مائل کردے۔ یہ بات سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دعا کے لیے بلند ہوئے، دعا کا آغاز ہوا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے اپنے گھر آئے، گھر کا دروازہ بند تھا مگر اندر سے غسل کرنے کی آواز آرہی تھی، غسل کرنے کے بعد والدہ نے دروازہ کھولا تو ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔"

آنکھوں میں خوشی کے آنسو لیے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے اور والدہ محترمہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی ہیں۔

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی گہری محبت تھی جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی، وہ آپ کے دیدار سے کبھی آسودہ نہیں ہوتے تھے بلکہ یوں کہا کرتے تھے: **ما رأیت شیئاً املح واصبح من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی وکان الشمس تجری فی وجھہ۔** میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین وخوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے رخ تاباں پر آفتاب گردش کر رہا ہو۔

آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اتباع دین کی توفیق عطا کر دی اور عموماً یوں کہا کرتے تھے:

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ابو ہریرہ کو اسلام کی ہدایت عنایت کی، شکر ہے اس ذات کا جس نے ابو ہریرہ کو قرآن کا علم عطا کیا اور شکر ہے اس ذات پاک کا جس نے ابو ہریرہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی، طلب علم کے بڑے شیدائی تھے اور اسے انہوں نے اپنے معمولات میں شامل کر لیا تھا۔ اس بارے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک دن میں، میرا ساتھی اور ابو ہریرہ تینوں مسجد نبوی میں موجود تھے، دعاء وذکر میں شاغل تھے اور اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک تشریف لائے۔ پھر ہمارے پاس تشریف فرما ہو گئے، ہم نے سکوت اختیار کر لیا اور آپ نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہم دو ساتھیوں نے دعا مانگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یوں دعا مانگی:

"اے اللہ! میں تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو ان میرے ساتھیوں نے مانگی ہے اور میں تجھ سے نہ بھولنے والا علم مانگتا ہوں۔"

ان کی دعا پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا۔ پھر ہم دو ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ سے نہ بھولنے والے علم کے بارے میں بھی دعا

کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبقکم بها الغلام الدوسی۔ یعنی یہ دوسی نوجوان تم سے سبقت لے گیا ہے۔

امتیازی اوصاف:

آپ کے چند ایک امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) امام الحدیث و حافظ الحدیث، (۲) اشاعت احادیث، (۳) خوف آخرت، (۴) عبادت و ریاضت سے شغف، (۵) حب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، (۶) والدہ کی خدمت گزاری، (۷) صداقت واظہار حق، (۸) علم دوست، (۹) سادگی۔

غزوات میں شرکت:

غزوہ خیبر کے بعد والے غزوات میں شریک ہوئے، فتنہ کے زمانہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے اور جنگ جمل وصفین وغیرہ میں شامل نہیں ہوئے۔

علم دوست:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جس طرح اپنے لیے علم کی دولت کو پسند کرتے تھے، اسی طرح دوسروں کے لیے بھی یہ دولت پسند کرتے تھے۔ ایک دن ان کا گزر مدینہ طیبہ کے بازار سے ہوا، وہ لوگوں کو خرید وفروخت اور لین دین کے معاملہ میں نہایت درجہ کے مشغول دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر انہوں نے کہا: اے اہل مدینہ! تم لوگ کتنے عاجز اور ناکام ہو! لوگوں نے دریافت کیا: اے ابو ہریرہ! آپ نے ہماری کونسی ناکامی اور عاجزی ملاحظہ کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے جبکہ تم لوگ یہاں بے خبر بیٹھے ہو، وہاں جا کر اپنا حصہ کیوں نہیں وصول کرتے؟ دریافت کیا گیا: یہ میراث کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ جواب دیا: مسجد میں، یہ بات سن کر لوگ تیزی سے مسجد میں گئے جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رہے، لوگوں نے واپس آ کر پوچھا: مسجد میں تو کوئی چیز تقسیم نہیں ہو رہی؟ آپ نے جواب دیا: کیا تم لوگوں نے مسجد میں کسی کو نہیں دیکھا؟ لوگوں نے کہا: ہاں، وہاں کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، کچھ تلاوت قرآن میں مصروف ہیں اور کچھ لوگ حلال وحرام امور کے بارے میں بحث کر رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے، وہی تو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی علمی مصروفیات، مجالس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی پابندی کے سبب تکالیف اور فاقہ کشی کو برداشت کیا۔ آپ اس سلسلہ میں خود فرماتے ہیں:

مجھے اتنی شدت کی بھوک لگتی تھی کہ بے تاب ہو کر میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی صاحب سے قرآن کی کسی آیت کے متعلق دریافت کرتا تھا حالانکہ میں اسے اچھی طرح جانتا تھا تاکہ لوگ مجھے اپنے گھر لے جا کر کچھ کھلائیں۔ ایک دن تو مجھے اس قدر شدید بھوک لگی کہ میں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا پھر صحابہ کے راستہ پر بیٹھ گیا۔ سب سے پہلے ادھر سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، میں نے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں ان سے دریافت کیا، یہ سوال میں نے صرف اس لیے کیا تھا

کہ وہ مجھے اپنے گھر لے جائیں اور کھانا کھلائیں لیکن وہ اپنے گھر مجھے نہ لے کر گئے۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے، میں نے ان سے بھی اسی مقصد سے قرآن کی ایک آیت کا مفہوم دریافت کیا مگر انہوں نے بھی مجھے کھانے کی دعوت نہ دی۔ پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو آپ نے شفقت بھرے لہجہ میں فرمایا:

اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں، آپ مجھے اپنے گھر لے گئے، آپ نے دودھ کا پیالہ دیکھا، اہل خانہ سے اس دودھ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا: یہ دودھ فلاں شخص نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوہریرہ! جاؤ تمام اہل صفہ کو بلا لاؤ! آپ کا مجھے ان سب لوگوں کو بلانے کے لیے بھیجنا اچھا معلوم نہ ہوا، میں نے دل میں خیال کیا کہ اتنے سے دودھ سے تمام اہل صفہ کا کیا بنے گا؟ میں اس چیز کو پسند کرتا تھا کہ اس میں سے کچھ پی لوں تاکہ مجھے طاقت حاصل ہو جائے پھر ان لوگوں کو بلانے جاؤں۔ میں حسب حکم ان لوگوں کو بلا لایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: ابوہریرہ! یہ دودھ لو اور تمام لوگوں کو پلاؤ، میں وہ دودھ والا پیالہ باری باری ہر ایک کے پاس لے جاتا رہا، سب نے خوب سیر ہو کر دودھ نوش کر لیا، پھر میں نے پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا: کیا سب لوگوں نے دودھ پی لیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، فرمایا: اب میں اور تم دونوں باقی رہ گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں۔ آپ نے فرمایا: اب تم پیو! میں نے دودھ پیا، فرمایا: اور پیو! میں نے اور پیا، آپ فرماتے رہے: پیو، پیو! میں پیتا رہا حتی کہ خوب سیر ہو گیا۔ پھر بچے ہوئے دودھ کا پیالہ لے کر خود دودھ نوش فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا:

کیوں جناب بوہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر   جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

(حدائق بخشش، ص ۳۶)

اس واقعہ کے چند سال بعد فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا، مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی اموال و دولت میسر آئی، ان کی غربت ختم ہوئی، نکاح کر لیا، اہل و عیال والے قرار پائے، مصروفیات میں اضافہ ہوا لیکن یہ تمام مشاغل آپ کے علمی ذوق میں کمی نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا:

میں نے حالت یتیمی میں پرورش پائی اور مسکینی کی حالت میں ہجرت کی، میں صرف پیٹ کی روٹی کے عوض بسرہ بنت غزوان کے ہاں مزدوری کرتا تھا، میں حضر میں ان لوگوں کی خدمت کرتا اور سفر میں ان کے اونٹوں کو ہانکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی کے ساتھ میری شادی کرا دی۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنے دین کے ذریعے سارے حالات درست کر دیے اور ابوہریرہ کو والی بنا دیا۔

والیٔ مدینہ:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دور حکومت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کئی بار حاکم مدینہ بنائے گئے لیکن یہ عہدہ و منصب بھی آپ کے مزاج میں اور ذوق علمی میں تبدیلی پیدا نہ کر سکا۔ ایک دفعہ آپ اپنے زمانہ گورنری میں اپنے سر پر اپنے اہل

خانہ کے لیے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے مدینہ طیبہ کے بازاروں سے گزر رہے تھے جب ان کا گزر ثعلبہ بن مالک کے پاس سے ہوا تو فرمایا: ''مالک کے بیٹے! گورنر کو گزرنے کے لیے راستہ دے دو۔'' ابن مالک نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، کیا اتنی جگہ آپ کے گزرنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''گورنر کے ساتھ اس کے گٹھڑ کے لیے بھی راستہ دے دو جو اس کی پشت پر لدا ہے۔''

زہد وعبادت:

دامن اسلام سے وابستہ ہونے سے لے کر تا وصال آپ نے زہد وعبادت، ریاضت وتقویٰ اور اعمال صالحہ میں غفلت نہیں برتی۔ آپ نماز پنجگانہ کے علاوہ نفلی عبادات اور نماز تہجد کا بھی التزام کرتے تھے۔ نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو اپنی زوجہ کو بیدار کرتے، زوجہ اپنی اولاد کو بیدار کرتیں، اس طرح پورے گھر کے افراد نماز تہجد وغیرہ ادا کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ نماز کی طرح آپ کے روزہ کا یہ عالم تھا کہ رمضان المبارک کے علاوہ نفلی صیام کا بھی اہتمام کرتے' اور اکثر ایام روزہ میں ہوتے یعنی دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت (نفلی) میں گزارتے تھے۔

عفو ودرگزر:

اعمال صالحہ کے علاوہ قدرت نے آپ میں عفو ودرگزر کے اوصاف بھی ودیعت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاں ایک حبشیہ کنیز تھی، ایک دفعہ اس نے ایسی حرکت کا ارتکاب کیا جس سے تمام اہل خانہ کو پریشانی لاحق ہوئی، آپ نے اسے سزا دینے کے لیے کوڑا اٹھایا پھر اس کو مارنے سے رک گئے اور کنیز سے یوں فرمایا:

''اگر قیامت کے دن قصاص کا ڈر نہ ہوتا تو جو اذیت تو نے ہمیں پہنچائی ہے، میں تجھے ضرور اس کی سزا دیتا لیکن میں تجھ کو ایک ایسی ہستی کے ہاتھ فروخت کروں گا جو تیری قیمت مجھے اس روز ادا کرے گی جب میں اس کا سب سے زیادہ ضرورت مند ہوں گا، جا تو اللہ کے لیے آزاد ہے۔''

صدقہ وخیرات کا ذوق:

عفو ودرگزر کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ میں صدقہ وخیرات کرنے کا جذبہ بھی پیدا کیا ہوا تھا۔ ایک دفعہ صاحبزادی صاحبہ نے عرض کیا:

ابو حضور! میری ہمعصر لڑکیاں بطور طعنہ مجھ سے کہتی ہیں کہ تمہارے باپ تمہیں سونے کے زیورات کیوں نہیں پہناتے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

''بیٹی ان سے کہہ دینا کہ میرے باپ میرے اوپر جہنم کی آگ سے ڈرتے ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنی لڑکی کو سونے کے زیورات نہ پہنانا دولت سے محبت یا بخل کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ آپ ایسے امور سے احتراز کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک دفعہ مروان بن حکم نے

آپ کی خدمت میں سو دینار ارسال کیے تا کہ آپ اپنی ضروریات پوری کر سکیں، دوسرے دن یہ پیغام ارسال کیا کہ کل والی رقم غلطی سے آپ کے پاس پہنچ گئی ہے جبکہ وہ فلاں کے ہاں بھیجنی تھی، لہٰذا وہ واپس کر دیں؟ آپ نے پیغام رساں کو یہ جواب دیا: سو دینار میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں ہے، کیونکہ تمام رقم کل ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دی گئی تھی، تاہم میرا وظیفہ وصول ہونے پر آپ کی رقم واپس کرنے کو یقینی بنایا جائے گا۔

والدین سے محبت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ سے جنون کی حد تک محبت تھی، ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرتے، گھر سے نکلتے وقت ان کے سامنے آتے اور کہتے: امی جان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! والدہ محترمہ جواب میں فرماتیں: بیٹا! وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر آپ عرض کرتے: اللہ! آپ پر رحم کرے جس طرح آپ نے بچپن میں میری پرورش فرمائی۔ وہ جواب میں فرماتیں: اللہ تعالیٰ تم پر بھی رحم کرے جیسا کہ بڑھاپے میں تم نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا۔

آپ والدہ کی طرح والد سے بھی حسن سلوک کرنے کا جذبہ رکھتے تھے اور اس بات سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ ایک دن آپ نے دو آدمیوں کو جاتے ہوئے دیکھا، ایک نوجوان جبکہ دوسرا عمر رسیدہ تھا، آپ نے دونوں سے باہمی رشتہ دریافت کیا، بتایا گیا کہ عمر رسیدہ شخص باپ ہے جبکہ دوسرا بیٹا ہے۔ آپ نے نوجوان کو بطور تاکید نصیحت فرمایا: زندگی بھر باپ کا نام لے کر نہیں پکارنا چاہیے، نہ ان کے آگے چلنا چاہیے اور نہ ان سے پہلے بیٹھنا چاہیے۔

تعداد مرویات:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے بڑے حافظ الحدیث تھے، مرویات سب صحابہ سے زیادہ ہیں اور آپ کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) تک پہنچتی ہے۔

وفات:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ زندگی کے آخری ایام میں مرض الموت کا شکار ہو گئے، اچانک روتے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، دریافت کیا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں تمہاری اس دنیا کے لیے نہیں رو رہا بلکہ دوری منزل اور قلت زاد کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ میں ایک ایسے راستے کے آخری سرے پر کھڑا ہوں جو مجھے جنت یا دوزخ میں پہنچانے والا ہے اور مجھے اس بات کا قطعی کوئی علم نہیں ہے کہ میں ان دونوں میں سے کس میں پہنچوں گا۔

آپ کے مرض الموت میں مروان بن حکم عیادت کے لیے حاضر ہوا، اس نے کہا:

اے ابوہریرہ! اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء وصحت عطا کرے! آپ نے جواب میں فرمایا: ''خدایا! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں۔ تو بھی میری ملاقات کو پسند کر اور اس میں جلدی کر۔''

مروان ابھی واپس نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہہ گئے۔

(ماخوذ از حیات الصحابہ لعبد الرحمن رافت پاشا، از صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۷)

۵۷ھ میں وفات پائی، ولید نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت عمر اٹھہتر (۷۸) سال تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کثرت احادیث:

اکثر صحابہ کی نسبت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد زیادہ ہے حالانکہ آپ کو قبول اسلام کے بعد بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی فیضان حاصل کرنے کے لیے نہایت کم مدت میسر آئی تھی، اس کی متعدد وجوہات ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(i) ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طویل خطاب کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے آغاز خطاب سے قبل اعلان فرمایا: آپ لوگوں میں سے کوئی شخص ہے، جو اپنی چادر بچھا دے، پھر گفتگو کے اختتام پر وہ اسے سمیٹ لے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چادر اوڑھ رکھی تھی، وہ اتار کر بچھا دی، خطاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ سمیٹ کر اپنے سینہ سے لگالی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ نورانی ارشادات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یاد ہو گئے۔

(ii) ابتداءً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غبی الذہن تھے، ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عقیدت سے سنتے مگر وہ ذہن سے محو ہو جاتے تھے، ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے نسیان کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تم اپنی چادر بچھاؤ، انہوں نے اپنی چادر بچھا دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یا انہوں نے خود وہ اکٹھی کر کے اپنے سینے سے لگالی۔ اس کے بعد آپ کو ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ذہن سے کبھی محو نہیں ہوئے۔

(iii) مہاجرین صحابہ تجارت پیشہ تھے اور انصار زراعت پیشہ تھے، سب صحابہ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے تھے لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان دونوں کاموں سے پہلوتہی کر کے ہمہ وقت بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہتے اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سمیٹتے تھے۔ اس طرح تمام صحابہ سے آپ کی مرویات کی تعداد زیادہ ہے۔

(iv) حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک غریب و مسکین شخص تھے، جو شب و روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں متعلم کی حیثیت سے موجود رہتے تھے، کثرت حاضری ان کے لیے کثرت مرویات کا ذریعہ بن گئی اور انہیں ایسی روایات محفوظ تھیں جو دیگر صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی تھیں۔

3773 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ ابْنِ بِنْتِ اَزْهَرَ السَّمَّانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَلْدَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعَالِيَةِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

3773۔ لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۹/۴٤۹) رقم (۱۲۸۹٤)، و ذكره صاحب (المشكاة) (۱۰/۳٤۵۔ مرقاة) حديث (۵۹۹٤).

متن حدیث: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اَنْتَ قَالَ قُلْتُ مِنْ دَوْسٍ قَالَ مَا كُنْتُ اَرٰى اَنَّ فِي دَوْسٍ اَحَدًا فِيهِ خَيْرٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ خَلْدَةَ اسْمُهُ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ وَّاَبُو الْعَالِيَةِ اسْمُهُ رُفَيْعٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا: تم کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے جواب دیا: دوس سے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرا یہ خیال نہیں تھا کہ دوس میں کوئی ایسا شخص بھی ہوگا' جس میں بھلائی موجود ہوگی۔

یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابوخلدہ نامی راوی کا نام خالد بن دینار ہے۔ ابوعالیہ کا نام رفیع ہے۔

شرح

کوڑے سے ہیرا برآمد ہونا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا، جو قبیلہ ازد کی مشہور شاخ تھی، دوس عدنان میں عبداللہ کی اولاد تھے اور اس کا شجرہ نسب مالک بن نضر بن ازد سے جا ملتا ہے۔ قبیلہ دوس کسی زمانہ میں موجودہ صوبہ عسیر کے پاس آباد تھا، جہاں اب شہر ''ابہا'' آباد ہے۔ یہ شہر یمن جانے والی شاہراہ اور مکہ معظمہ سے تین سو میل کے فاصلے پر جانب جنوب واقع ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے قبیلہ کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے جواب دیا: انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا تعلق ''دوس'' قبیلہ سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی یہی خیال کر رہا تھا کہ قبیلہ دوس کے کسی فرد میں ''خیر'' موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بے کار قبیلہ سے امتیازی شان کا حامل یا نہایت درجہ کا نیک شخص پیدا ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کو ''گدڑی میں لعل یا کوڑے سے ہیرا برآمد ہونا'' کہا جاتا ہے۔

3774 سند حدیث: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى الْقَزَّازُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُهَاجِرُ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ الرِّيَاحِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَا لِي فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ خُذْهُنَّ وَاجْعَلْهُنَّ فِي مِزْوَدِكَ هٰذَا اَوْ فِي هٰذَا الْمِزْوَدِ كُلَّمَا اَرَدْتَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَاَدْخِلْ فِيهِ يَدَكَ فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِكَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَّسْقٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَكُنَّا نَاْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ وَكَانَ لَا يُفَارِقُ حِقْوِي حَتّٰى كَانَ يَوْمُ قُتِلَ عُثْمَانُ فَاِنَّهُ انْقَطَعَ

3774- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (٤٤٩/٩) رقم (١٢٨٩٣)، و ذكره صاحب (المشكاة) (١٠/٢٦٩، ٢٧٠ - مرقاة) حديث (٥٩٣٣).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ
وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں کچھ کھجوریں لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اللہ سے دعا کیجئے کہ ان میں برکت آجائے نبی اکرم ﷺ نے انہیں اکٹھا کیا اور پھر آپ نے میرے لئے ان میں برکت کی دعا کی' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: انہیں پکڑلو اور انہیں اپنے تھیلے میں ڈال لو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اس تھیلے میں ڈال لو! جب کبھی تم نے اس میں سے کچھ لینا ہو تو اپنا ہاتھ اس میں داخل کرنا اور نکال لینا لیکن تم اسے بکھیرنا نہیں راوی بیان کرتے ہیں' میں نے اس تھیلے میں سے اتنی' اتنی وسق کھجوریں اللہ کی راہ میں دی ہم خود اس میں سے کھایا کرتے تھے' اور دوسروں کو بھی کھلایا کرتے تھے' اور یہ کبھی میری کمر سے جدا نہیں ہوئی تھی، یہاں تک کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے' تو وہ گر گئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے یہ روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے چھوہاروں میں برکت ہونا:

اس روایت سے کثیر مسائل ثابت ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) کھانے پینے والی چیز کو سامنے رکھ کر اس پر کلام الٰہی پڑھنا جائز اور اس کا کھانا روا وحلال ہے۔

(ii) معجزہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حق ہے اور اس کا انکار گمراہی ہے۔

(iii) زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر و برکت حق ہے۔

(iv) اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی توہین سے اللہ تعالیٰ کی نعمت و برکت اٹھ جاتی ہے۔

(v) اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی بات پر عمل باعث خیر و برکت ہے خواہ اس کا راز سمجھ میں نہ آئے۔

(vi) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اعتقاد تھا کہ بزرگ ہستی کی دعاء میں برکت حق ہے، حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم چند چھوہارے تھے جو اس قدر بابرکت بن گئے کہ دور رسالت، دور صدیقی اور دور عثمانی میں خود کھاتے رہے، غرباء و مساکین پر صدقہ کرتے رہے اور دوست واحباب کو کھلاتے رہے مگر ختم نہ ہوئے۔

3775 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْمُرَابِطِیُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ

3775 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (١٠/١٣٤) رقم (١٣٥٦٠) عن عبد الله بن رافع عن ابى هريرة موقوفاً.

متن حدیث: قَالَ قُلْتُ لِاَبِی هُرَيْرَةَ لِمَ كُنِّيتَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اَمَا تَفْرَقُ مِنِّي قُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَهَابُكَ قَالَ كُنْتُ اَرْعٰى غَنَمَ اَهْلِي وَكَانَتْ لِي هُرَيْرَةٌ صَغِيْرَةٌ فَكُنْتُ اَضَعُهَا بِاللَّيْلِ فِي شَجَرَةٍ فَاِذَا كَانَ النَّهَارُ ذَهَبْتُ بِهَا مَعِي فَلَعِبْتُ بِهَا فَكَنَّوْنِي اَبَا هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ عبداللہ بن رافع بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ کی کنیت ''ابوہریرہ'' کیوں رکھی گئی۔ انہوں نے جواب دیا: کیا تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! اللہ کی قسم! میں آپ سے ڈرتا ہوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور میرے پاس ایک بلی کا بچہ تھا میں اسے رات کے وقت درخت پر بٹھا دیتا تھا اور دن کے وقت اپنے ساتھ لے جایا کرتا تھا اور اس کے ساتھ کھیلتا تھا' تو لوگوں نے میری کنیت 'ابوہریرہ' رکھ دی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کنیت کی وجہ:

اس حدیث میں آپ کی کنیت ''ابوہریرہ'' رکھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے، آپ خود اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ میں بکریاں چرایا کرتا تھا، اس زمانہ میں مجھے بلیوں سے بہت پیار تھا، میری ایک بلی تھی جس سے میں نہایت درجہ کا پیار کرتا تھا، رات کے وقت اسے درخت میں چھپا دیتا تھا، دن کے وقت اسے نکال لیتا تھا اور اس سے پیار کرتا تھا۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حالت میں ملاحظہ کیا کہ ان کے پاس بلی موجود تھی، تو آپ نے انہیں ''ابوہریرہ'' کہہ کر پکارا۔ آپ کو نام کی بجائے کنیت زیادہ پسند تھی، کیونکہ کنیت ''ابوہریرہ'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمائی تھی۔

3776 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَخِيْهِ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متن حدیث: قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ اَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي اِلَّا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو فَاِنَّهٗ كَانَ يَكْتُبُ وَكُنْتُ لَا اَكْتُبُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھ سے زیادہ احادیث روایت کرنے والا اور کوئی بھی نہیں ہے' صرف حضرت عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) ہیں اس کی وجہ بھی یہ ہے: وہ (احادیث) نوٹ کیا کرتے تھے' اور میں نوٹ نہیں کرتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3776- اخرجه البخاري (۲٤۹/۱) كتاب العلم: باب: كتابة العلم برقم (۱۱۳).

شرح

لکھنا معاون حفظ ہونا:

محض ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایسے ہیں جن کی مرویات کی تعداد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات سے زیادہ تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ احادیث کو احاطہ تحریر میں لے آتے تھے مگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ لکھتے نہیں تھے۔ تاہم دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد زیادہ ہوگئی، کیونکہ انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور انہیں نہایت لائق و فائق اور ذہین وفطین تلامذہ بھی میسر آ گئے تھے۔ اس کے برعکس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نہ اچھے تلامذہ میسر آئے، نہ انہوں نے باقاعدہ تدریس کا سلسلہ جاری کیا بلکہ ان کے پوتے (حضرت شعیب رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ان کا اعتبار مشکوک کر دیا تھا۔

بَاب مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 42: حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3777 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ مُسْهِرٍ عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَّاهْدِ بِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوعمیرہ رضی اللہ عنہ' یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں' یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

''اے اللہ! اسے ہدایت دینے والا' ہدایت یافتہ بنا دے' اور اس کے ذریعے (لوگوں) کو ہدایت دے''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3778 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ حَلْبَسٍ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا عَزَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُمَيْرَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ حِمْصَ وَلّٰى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ النَّاسُ عَزَلَ عُمَيْرًا وَّوَلّٰى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ عُمَيْرٌ لَّا تَذْكُرُوْا مُعَاوِيَةَ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اهْدِ بِهٖ

3777 - اخرجه احمد (٢١٦/٤) عن ربيعة بن يزيد عن عبد الرحمٰن بن ابى عميرة.٣٨٥٢ - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الإشراف) (٢٠٥/٨) رقم (١٠٨٩٢) عن عمير بن سعيد.

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

توضیح راوی: قَالَ وَعَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ يُضَعَّفُ

ابو ادریس خولانی بیان کرتے ہیں' جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو حمص کی حکمرانی سے معزول کیا' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا لوگوں نے کہا: انہوں نے عمیر کو معزول کر دیا ہے' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا ہے' تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: معاویہ کا ذکر صرف بھلائی کے ساتھ کرو' کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے۔

''اے اللہ اس کے ذریعے (لوگوں کو) ہدایت دے''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے' عمرو بن واقد نامی راوی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

شرح

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ کی ولادت ہجرت سے بیس (۲۰) سال قبل مکہ میں ہوئی، نام: معاویہ، کنیت: ابوعبدالرحمٰن، باپ کا نام: ابوسفیان تھا اور شجرہ نسب یوں ہے: معاویہ بن صخر ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی قرشی اموی۔ والدہ کا نام: ہندہ تھا اور والدہ کی طرف سے شجرہ نسب یوں ہے: ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی قرشیہ امویہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

دامن اسلام میں اور ابتدائی حالات:

قبل از اسلام خاندان امیہ قریش میں امتیازی شان کا حامل تھا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ قریش کے قومی نظام منصب علمبرداری پر فائز تھے، ابوسفیان ابتداء بعثت سے تا فتح مکہ عداوت اسلام و مسلمانوں کو ایذاء رسانی پر کمربستہ تھے اور اسلام کے خلاف چلنے والی ہر تحریک میں پیش پیش تھے۔ امیر معاویہ اور اپنے والد ابوسفیان دونوں فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ ایک قول کے مطابق حضرت امیر معاویہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان ہوئے جبکہ ابوسفیان فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے لیکن یہ قول غیر معتبر ہے' اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ ابوسفیان کی اسلام سے ہزار عداوت و مخالفت کے باوجود مسلمانوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عناد و بغض نہیں تھا۔ ان کے قبول اسلام سے قبل کفر و اسلام کے مابین غزوہ بدر اور غزوۂ اُحد وغیرہ معرکے پیش آئے مگر ان میں امیر معاویہ نظر نہیں آتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری:

آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اہل قرابت سے ہیں، آپ کا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سسرالی رشتہ بھی

ہے۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ اس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوہرا رشتہ ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی ماموں بھی ہوئے۔

غزوات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شجاع و بہادر تھے، قبول اسلام کے بعد غزوہ حنین اور غزوہ طائف وغیرہ میں شرکت کی اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ غزوہ حنین کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مالِ غنیمت سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عنایت فرمائی تھی۔

امتیازی صفات:

آپ کے امتیازی اوصاف کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) تفقہ فی الدین، (۲) شاعری، (۳) کتابت، (۴) فن خطابت میں مہارت، (۵) خوف آخرت، (۶) قبول حق، (۷) تحمل و بردباری، (۸) جوادی و فیاضی، (۹) ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت وغیرہ۔

امتیازی کارنامے:

آپ کے امتیازی کارنامے بھی کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) جہاز سازی، (۲) بحری فوج میں ترقی، (۳) مشتبہ افراد کی نگرانی، (۴) نظام نہر کا اجراء، (۵) اشاعت دین، (۶) تعمیر مساجد، (۷) سیاست بنوامیہ کی بنیاد، (۸) کاتب وحی کی حیثیت سے خدمات، (۹) طرابلس اور ملک شام وغیرہ کو فتح کرنا۔

ایثار و قربانی:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خاندان نے دور صدیقی میں خوب قربانیاں دیں اور جہاد میں حصہ لیا۔ ارتداد کی جنگوں اور جنگ یمامہ میں دوسرے صحابہ کے ساتھ آپ شریک رہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کے بھائی حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر شام بھیجا تھا، جہاں ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ امیر بنا دیا۔ اس موقع پر آپ کے والد نے آپ سے فرمایا: ہم اسلام لانے میں ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں اور یہ ہم میں بہت آگے ہیں۔ امیر المؤمنین نے تم پر بہت اعتماد کیا ہے اس کو خوب نبھانا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام و حمص کو فتح کر لیا تھا اور امیر المؤمنین نے انہیں وہاں کا گورنر بنا دیا۔ آپ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے واحد گورنر تھے جن کی کبھی کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی تھی۔

اولاد:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے متعدد نکاح کیے، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد سے بھی نوازا، ایک بیوی کے

بطن سے دو اولادیں (یزید اور ایک بیٹی) ہوئیں اور دوسری بیوی سے دو بیٹے: (۱) عبداللہ، (۲) عبدالرحمن پیدا ہوئے۔

آثارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے برکات کا حصول:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آثار نبوی سے عقیدت رکھنے والے، آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ اور ان سے فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک قمیص نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، موئے مبارک اور ناخن تھے۔ زندگی بھر ان کی حفاظت کی اور وصال کے وقت بطور وصیت فرمایا: مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا عطا کیا تھا' جو میں نے آج کے دن کے لیے محفوظ رکھا، ناخن اور موئے مبارک شیشی میں موجود ہیں۔ اس کرتا کو میرے کفن کا حصہ بنایا جائے جبکہ ناخن اور موئے مبارک آنکھوں اور منہ میں رکھ دینا شاید کہ اللہ تعالیٰ ان آثار کی برکت سے مغفرت فرما دے۔

مشہور نعت گو شاعر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نعتیہ قصیدہ پیش کرنے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بطور تحفہ اپنی چادر عنایت فرمائی تھی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطیر رقم سے وہ چادر خرید لی تھی، جو خلفاء راشدین میں یکے بعد دیگر منتقل ہوتی رہی اور خلفاء کرام اسے عیدین کے موقع پر استعمال میں لاتے تھے۔

خلافت:

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، چھ (۶) ماہ تک حکومت کرنے کے بعد آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے، آپ نے انیس (۱۹) سال تک نہایت اطمینان وسکون سے حکومتی خدمات انجام دیں۔

اوّلیات معاویہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اوّلیات کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- تحریر کے آخر میں مہر استعمال کرنے کا طریقہ آپ نے ایجاد کیا تھا۔

۲- جامع مسجد سے متصل سب سے پہلے آپ نے حجرہ تعمیر کرایا تھا۔

۳- بیعت کے وقت قسم لینے کا سلسلہ آپ نے شروع کیا تھا۔

۴- سب سے پہلے رعایا آپ سے ناراض ہوئی اور مخالفت کا سیلاب امڈ آیا۔

۵- قدرت کی طرف سے آپ میں صبر وتحمل اور بردباری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

ایفاء وعدہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے عہد و پیمان کا ایفاء کرتے' اور اس سلسلہ میں سستی سے کام نہیں لیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دربار عام منعقد کیا، جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا: مجھے کسی عربی شاعر کے ایسے تین اشعار مسلسل کوئی سنائے جس میں ہر شعر کا مطلب اسی شعر میں پورا ہو جاتا ہو، لوگوں نے یہ اعلان سنا تو خاموش رہے، اتنے میں

حضرت ابوصبیب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما آ گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوعرب کا بسیار گو اور فصیح شخص آ گیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابوصبیب! میں تین اشعار سننا چاہتا ہوں مگر وہ ایسے ہوں، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: میں آپ کو ایسے تین اشعار سناؤں گا مگر میں ان اشعار کے عوض تین لاکھ لوں گا، آپ نے فرمایا: مجھے یہ شرط منظور ہے، آپ تین اشعار سنائیں! حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حسب ذیل تین اشعار پڑھے:

۱- بلوت الناس قرنًا بعد قرن فلم ار غیر ختال وقال

۲- ولم ارنی فی الخطوب اشد وقعًا واصعب من معادات الرجال

۳- وذقت مرارۃ الاشیاء طرًا فما طعم امر من السوال

(i) میں نے یکے بعد دیگرے لوگوں سے ملاقات کی ہے لیکن میں نے سوائے مکار اور دشمنی کرنے والے کے کسی کو نہیں دیکھا۔

(ii) میں نے حوادث وصعوبات زمانہ میں لوگوں کی عداوت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔

(iii) میں نے ہر چیز کی تلخی کو چکھا ہے مگر سوال کرنے کی تلخی سے زیادہ کسی چیز میں تلخی نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اشعار کی تائید وتحسین فرمائی پھر حسب وعدہ تین لاکھ درہم شاعر کو پیش کر دیے۔

دور معاویہ میں وصال کرنے والی ممتاز شخصیات:

دور معاویہ میں کثیر تعداد میں ارباب علم وفضل کا انتقال ہوا، جن میں سے چند ایک مشاہیر کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عمرو بن العاص، (۲) حضرت عبداللہ بن سلام، (۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری، (۴) حضرت زید بن ثابت، (۵) حضرت کعب بن مالک، (۶) حضرت مغیرہ بن شعبہ، (۷) حضرت ابوایوب انصاری، (۸) حضرت عمران بن حصین، (۹) حضرت سعید بن زید، (۱۰) حضرت ابوقتادہ انصاری، (۱۱) حضرت فضالہ بن عبید، (۱۲) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، (۱۳) حضرت جبیر بن مطعم، (۱۴) حضرت حسان بن ثابت، (۱۵) حضرت حکم بن حزام، (۱۶) حضرت سعد بن وقاص، (۱۷) حضرت قثم بن عباس، (۱۸) حضرت عقبہ بن عامر، (۱۹) حضرت ابوہریرہ، (۲۰) حضرت صفوان بن امیہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

وفات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۶۰ھ کو اسی (۸۰) سال کی عمر میں دمشق میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

فضائل ومناقب:

کاتب الوحی، جلیل القدر صحابی، امت محمدیہ کے ماموں، معتمد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک باد دی اور مرحبا فرمایا۔

۲- ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جانے والے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے ہو لیے، راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کی ضرورت ہوئی، پیچھے دیکھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پانی لیے کھڑے ہیں، دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ وضو کرنے کے لیے بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: اے معاویہ! تم حکمران بنے تو نیک لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور برے لوگوں سے درگزر کرنا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اعلان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب اللہ تعالیٰ مجھے ضرور حکمران بنائے گا۔

۳- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو ہدایت یافتہ اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا کر۔

۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا کی:

اے اللہ! معاویہ کو حساب و کتاب کا علم دے اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ۔

۵- ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! آپ امیر معاویہ سے خیر خواہی کریں، کیونکہ وہ اللہ کی کتاب پر امین اور کیا ہی اچھے امین ہیں۔

۶- فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: من دخل دار ابی سفیان فھو اٰمن یعنی ابتداء اسلام کی عسرتوں اور پریشانیوں میں جو مکان پناہ گاہ رسول بنا، آج جو شخص بھی اس میں پناہ حاصل کرے گا اسے امان دے دی جائے گی۔

۷- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات جنت کے دروازے پر ہو گی۔

۸- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امت میں تفرقہ برپا دیکھو تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرو۔

۹- آپ کا خاندان زمانہ جاہلیت میں بھی سیاسی و سپہ گری کے فرائض انجام دیتا تھا، اس نسبت سے ان کو سیاسی ملکہ حاصل تھا، جس کی بدولت آپ نے انیس (۱۹) سال تک چونسٹھ لاکھ (۶۴۰۰۰۰۰) مربع میل علاقے پر حکمرانی کی، ان کے سخت ترین دشمن ملتے تو ان کے دوست بن جاتے تھے۔

۱۰- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم میرے بعد فرقہ بندی سے بچو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو جان رکھو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں موجود ہیں۔

۱۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سلطنت اور بادشاہت کے لائق کسی اور کو نہیں دیکھا۔ (تاریخ ابن کثیر، ج:۸، ص:۱۳۹)

۱۲- حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں میں افضل کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: تم ان دونوں کی نسبت کے بارے میں پوچھتے ہو، خدا کی قسم! جو مٹی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد پر جاتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے نتھوں میں گئی وہ مٹی بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے افضل ہے۔

۱۳- حضرت معافی بن عمران رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بھلا ایک تابعی ایک صحابی کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، ان کی بہن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں۔ انہوں نے وحی الٰہی کی کتابت کی اور حفاظت کی۔ پھر یہ حدیث پڑھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے اصحاب اور رشتہ داروں کو برا کہا، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

بَاب مَنَاقِبِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 43: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3779 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِیعَةَ عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَسْلَمَ النَّاسُ وَآمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ لَهِیعَةَ عَنْ مِشْرَحِ ابْنِ هَاعَانَ وَلَیْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِیِّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے' اور عمرو بن عاص مؤمن ہوئے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے' ہم اسے ابن لعیعہ کے حوالے سے' مشرح بن ہاعان سے منقول جانتے ہیں۔ اس کی سند مستند نہیں ہے۔

3780 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ الْجُمَحِیِّ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

متنِ حدیث: اِنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ مِنْ صَالِحِیْ قُرَیْشٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِیْثِ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ الْجُمَحِیِّ

توضیحِ راوی: وَنَافِعٌ ثِقَةٌ وَلَیْسَ اِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ لَمْ یُدْرِكْ طَلْحَةَ

3779 ـ لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستة، ینظر (تحفة الاشراف) (۳۲۲/۷) رقم (۹۹۶۷)، واخرجه احمد (۱۵۵/۴) عن عقبة بن عامر.

3780 ـ لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستة. ینظر (تحفة الاشراف) (۲۱۴/۴) رقم (۵۰۰۱) و اخرجه احمد (۱۶۱/۱) عن طلحة بن عبید الله.

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: عمرو بن العاص قریش کے صالح لوگوں میں سے ایک ہیں۔

اس حدیث کو ہم صرف نافع نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔ نافع ثقہ راوی ہیں۔

اس روایت کی سند متصل نہیں ہے کیونکہ ابن ابوملیکہ نامی راوی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

شرح

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ ہجرت مدینہ سے پچاس (۵۰) سال قبل پیدا ہوئے، آپ کا نام عمرو، کنیت: ابومحمد وابوعبداللہ، باپ کا نام: عاص اور شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعد بن سہم بن عمرو بن الھصیص بن کعب بن لؤی بن غالب قرشی۔ والدہ کا نام نابغہ تھا اور والدہ کی طرف سے نسب نامہ یوں ہے: نابغہ بنت حرملہ بن حارث بن کلثوم بن جوشن بن عمرو بن عبداللہ بن خزیمہ بن عنزہ۔

دامن اسلام میں:

صلح حدیبیہ کے بعد ہدنہ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے لیکن ۸ھ کو مدینہ منورہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور آپ نے ایک ساتھ بیعت اسلام کی تھی۔

ہجرت:

آپ قبول اسلام کے بعد ابتداءً مکہ آئے پھر یہاں سے عازم ہجرت ہوکر مدینہ طیبہ پہنچے۔

غزوات میں شرکت:

آپ شجاع و بہادر اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے، کئی غزوات وسرایات میں شریک ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات السلاسل میں آپ کو امیر بنایا جبکہ اس میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔

فتوحات اور کارنامے:

آپ نے اسلامی لشکر سے مل کر مصر، شام، اجنادین، دمشق، فحل، یرموک، فلسطین، عریش، فسطاط اور بیت المقدس وغیرہ ممالک اور علاقہ جات فتح کیے۔ علاوہ ازیں آپ وصال تک مصر کے حاکم رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک حاکم عمان کے پاس پہنچایا۔ فتنہ ارتداد کے زمانہ میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا ساتھ دیا۔

امتیازی اوصاف:

دیگر صحابہ کی بہ نسبت آپ کے چند امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(i) قرآن وحدیث کی اشاعت، (ii) قوت ایمان، (iii) جہاد فی سبیل اللہ، (iv) تدبر وسیاست، (v) دور فاروقی میں مصر فتح کیا پھر آپ کو وہاں کا گورنر تعینات کیا گیا، (vi) حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے تنازع میں آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔

تعداد مرویات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت حدیث میں بہت محتاط تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی مرویات کی تعداد نہایت قلیل ہے اور مرویات کی تعداد انتالیس (۳۹) ہے۔ ان میں سے تین متفق علیہ ہیں جبکہ ایک میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور تین میں حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ منفرد ہیں۔

وفات:

۴۳ھ کو ترانوے (۹۳) سال کی عمر میں قاہرہ میں وفات پائی، یکم شوال کو نماز عید کے بعد آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور معظم پہاڑ میں مدفون ہوئے۔

فضل وکمال:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے فضائل سے نوازا، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) کسی ترغیب وتبلیغ کے بغیر آپ نے اسلام قبول کیا پھر تا حیات اس پر ثابت قدم رہے۔

(ii) آپ قریش کے معزز لوگوں میں سے ایک تھے۔

بَاب مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 44: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3781 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ نَزَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَجَعَلَ النَّاسُ يَمُرُّونَ فَيَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَاَقُولُ فُلَانٌ فَيَقُولُ نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا وَيَقُولُ مَنْ هٰذَا فَاَقُولُ فُلَانٌ فَيَقُولُ بِئْسَ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا حَتّٰى مَرَّ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ هٰذَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَالَ نِعْمَ عَبْدُ اللّٰهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ

3781 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۹/۴۵۴) رقم (۱۲۹۰۷)، و اخرجه احمد (۲/۳۶۰) من طريق الحارث بن كنانة عن ابى هريرة.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِزَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ سَمَاعًا مِّنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ عِنْدِي حَدِيثٌ مُّرْسَلٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے ایک جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پڑاؤ کیا لوگ گزرنے لگے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: فلاں ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا اچھا بندہ ہے آپ نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی: فلاں بندہ ہے آپ نے فرمایا: اللہ کا بُرا بندہ ہے، یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گزرے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی: خالد بن ولید ہیں۔ آپ نے فرمایا: خالد بن ولید اللہ کا اچھا بندہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی تلوار ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہمارے نزدیک زید بن اسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

یہ روایت میرے نزدیک "مرسل" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: خالد، کنیت: ابوسلیمان، لقب: سیف اللہ، باپ کا نام: ولید، والدہ کا نام لُبابہ تھا اور شجرہ نسب یوں ہے: خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی۔

آپ کا خاندان زمانہ جاہلیت میں عزت ووقار کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، سپہ گری اور فوجی کیمپ کا اہتمام ان کے سپرد تھا اور ظہور اسلام کے وقت خالد خود اس منصب پر فائز تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کی طرف سے جو دستہ مسلمانوں کی تعداد اور نقل وحرکت کا جائزہ لینے آیا تھا، اس کے رئیس خالد بن ولید تھے۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر ابتداءً کفار کے پاؤں اکھڑ گئے تھے، پھر وہ جم کر لڑنے لگے اور مسلمانوں کی شکست فتح میں تبدیل کردی، یہ سب کچھ ان کی ہمت وشجاعت کا نتیجہ تھا۔

دامنِ اسلام میں:

یہ صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حبشہ سے عرب آئے، قبول اسلام کی نیت سے مدینہ طیبہ روانہ ہو رہے تھے، راستہ میں ایک قومی ہیرو سے ملاقات ہوئی، وہ خالد بن ولید تھے، دونوں مدینہ کی طرف ایک ساتھ عازمِ سفر ہوئے، عمرو نے دریافت کیا: بھائی کہاں جانے کا ارادہ ہے اور کس مقصد کے لیے؟ خالد بن ولید نے جواب دیا: میں مدینہ جا رہا

ہوں، وہاں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں ان پر اسلام لانے کے لیے جا رہا ہوں، عمرو بن العاص خوش ہوئے، بتایا کہ میں بھی وہاں جا رہا ہوں اور میرے جانے کا مقصد بھی یہی ہے۔ دونوں مسافر ایک ساتھ مدینہ منورہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں ایک ساتھ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔

ہجرت مدینہ:

حضرت عمرو بن العاص اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما دونوں ایک ساتھ مدینہ منورہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مکہ واپس آ گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر ہو گئے۔ دونوں بزرگوں کی مدینہ طیبہ میں پہلی حاضری کا سفر اور دونوں کی ہجرت کا سفر ثابت ہوا۔

غزوات میں شرکت:

زمانہ قبل از اسلام میں آپ کا خاندان بالخصوص بذات خود فوجی سپہ سالاری کے منصب پر فائز تھے، قبول اسلام کے بعد بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلامی لشکر کی سپہ سالاری کے منصب پر فائز فرمایا، تاکہ اپنے محبوب مشغلہ کو خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہیں۔ جس طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے قبل مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، اسی طرح قبول اسلام کے بعد مشرکین کے سخت دشمن بنے تھے۔

قبول اسلام کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے غزوہ موتہ، غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف، غزوۂ تبوک، سریہ بنوخزیمہ، سریہ نجران، سریہ یمن اور سریہ عزیٰ وغیرہ میں شرکت کی اور تاریخی کردار ادا کیا۔ موتہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی تھی کہ زید قیادت کریں گے، ان کی شہادت کی صورت میں عبداللہ بن رواحہ قائم مقام ہوں گے، اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر جائیں تو جعفر ان کی جگہ لیں گے، یکے بعد دیگرے تینوں بزرگوں نے جام شہادت نوش کی تو پھر علم اسلامی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آیا۔ پھر آپ فتح ونصرت کے بعد واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''سیف اللہ'' کے معزز لقب سے نوازا تھا۔ اس طرح اکثر غزوات وسرایا میں آپ علم برداری وسپہ سالاری کی خدمات انجام دیتے رہے، ہر جنگ میں کامرانی کے بعد واپس پلٹے اور کسی جنگ میں شکست سے دوچار نہیں ہوئے۔ غزوات کی طرح خلفاء راشدین کے ادوار میں مختلف جنگوں مثلاً مدعیان نبوت کا استیصال، مانعین زکوٰۃ سے جہاد، مرتدین کی سرکوبی، جنگ عذار، جنگ الیس، جنگ امغیشیا، حیرہ کی صلح، ملحقات حیرہ، انبار کی تسخیر، عین التمر، جنگ حصید وخنافس، جنگ ثنی وبشر، جنگ فرائض، فتوحات شام، بصریٰ، اجنادین، دمشق، فحل، حمص، یرموک، قنسرین اور بیت المقدس وغیرہ معرکوں میں شریک ہوئے اور کردار ادا کیا۔

حاکم کی حیثیت سے خدمات:

عہد صدیقی سے آپ حاکم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے معزول کر دیا۔

پھر آپ کے تجربہ، مرتبہ اور جوہر شجاعت سے استفادہ کرتے ہوئے مختلف شعبوں میں تعینات کیا۔ علاوہ ازیں آپ کو دوبارہ رہا اور حران وغیرہ علاقہ جات کا گورنر تعینات کیا۔ ایک سال تک اپنی خدمات پیش کرنے کے بعد خود عہدے سے مستعفی ہو گئے۔

احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کے منافی کوئی بات سننے کے لیے روادار نہیں تھے، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سونا پیش کیا گیا، جو آپ نے اہل نجد میں تقسیم کر دیا، اس پر انصار وقریش نے یہ شکایت کی کہ تمام سونا اہل نجد میں تقسیم کیا گیا جبکہ انہیں اس سے محروم رکھا گیا ہے، آپ نے جواب میں فرمایا: اہل نجد کو دولت تالیف قلوب کی غرض سے دی ہے، یہ بات سن کر ایک نجدی نے گستاخانہ لہجہ میں کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ڈرو! آپ نے فرمایا: اگر میں اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کون کرے گا؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس گستاخ پر غصہ آیا اور اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔

حسن اخلاق:

ہر صحابی کے ہر عمل کا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا حصول تھا، وہ اس مقصد کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے تھے، خواہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تند مزاج اور سخت گیر تھے لیکن ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی سخت مزاجی عفو و درگزر میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ کسی معاملہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ان کی بحث ہو گئی، حتیٰ کہ بدکلامی تک نوبت پہنچ گئی، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی، اتفاق سے اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہو گئے، شکایت کی وجہ سے آپ بہت ناراض ہوئے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے اظہار ناراضگی کرنے لگے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ان کی زیادتیوں کو ملاحظہ کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو آدمی عمار بن یاسر سے عداوت وبغض رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بغض وعداوت رکھتا ہے۔“ اس ارشاد گرامی کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر یہ اثر ہوا کہ ان کا اپنا بیان ہے کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھا تو میرے لیے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی رضا جوئی سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں تھی اور میں نے انہیں جلدی سے خوش کرنے کی کوشش کی۔

آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنون کی حد تک عقیدت ومحبت تھی۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اپنی اس ٹوپی میں سلوا لیے تھے، جو میدان جہاد میں استعمال کرتے اور اس کی برکت سے ہر جنگ میں کامرانی ونصرت سے بہرہ ور ہو کر واپس پلٹتے تھے۔ غزوہ یرموک کے موقع پر آپ کی ٹوپی سر اقدس سے اتر کر گر گئی، ایسی صورتحال سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے، لڑائی کی بجائے ٹوپی کی تلاش شروع کر دی اور کوشش بسیار کے بعد

وہ دستیاب ہوگئی۔ ایک دفعہ آپ سے سوال کیا گیا: ہر جنگ میں آپ کی کامیابی کا راز کیا ہے؟ جواب میں فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کامیابی کا راز ہے۔

حق پسندی:

خواہ آپ تند مزاج اور سخت گیر تھے لیکن آپ میں ہٹ دھرمی نہیں تھی کہ حق کو قبول نہ کریں بلکہ آپ کی شدت وسخت گیری کا مقصد حصول حق اور حق کی سربلندی تھا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے بحث کے نتیجہ میں زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حق کی تعلیم ملنے پر فوراً حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو رضامند کرنے کی کوشش کی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حوصلہ افزائی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بہت سی خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا، آپ کی خوبیوں کی تحسین زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان ہوئی۔ فتح مکہ کے موقع پر اچانک گھاٹی سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نمایاں ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: یہ آنے والا کون شخص ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا بندہ بھی کیا عجیب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی تحسین فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی قدردانی کا حکم فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر لوگوں سے فرمایا: تم خالد بن ولید کو کسی معاملہ میں تکلیف نہ دو، کیونکہ وہ ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) ہیں جس کو اس نے کفار پر کھینچا ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے روانہ کیا، اس موقع پر سب لوگوں سے آپ نے زکوٰۃ وصول کرلی لیکن حضرت ابن جمیل، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے زکوٰۃ جمع کرانے سے انکار کردیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں بزرگوں کے زکوٰۃ جمع نہ کرانے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ابن جمیل فقیر تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو دولتمند بنایا، یہ اس کا بدلہ ہے مگر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر تم لوگ زیادتی کرتے ہو، انہوں نے اپنا تمام سازوسامان اللہ کی راہ میں وقف کردیا، پھر ان پر زکوٰۃ کیسی؟ رہا عباس رضی اللہ عنہ کا معاملہ تو ان کا میں ذمہ دار ہوں، کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ چچا باپ کے قائم مقام ہوتا ہے۔

جذبہ جہاد:

آپ شجاع وبہادر تھے، قلب وذہن جذبہ جہاد سے سرشار تھا اور عمل جہاد میں حصہ لینا بہترین مشغلہ تھا۔ آپ نے غزوات میں شرکت کی، اسلامی لشکر کی کمان کی اور کئی ممالک اور علاقہ جات فتح کیے تھے۔ آپ کا نام سن کر دشمن پر لرزہ طاری ہوجاتا تھا اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو ''سیف اللہ'' کا لقب عطا ہوا تھا، دشمن کے ہاتھوں نہ تو آپ کی تلوار ٹکڑے ہوئی اور نہ کفار کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا، کیونکہ اللہ کی تلوار ٹوٹ جاتی تو اس میں اسلام کی ہرگز عزت نہ ہوتی۔ آپ ذوق جہاد سے کہا کرتے تھے مجھے میدان جنگ کی وہ سخت رات جس میں اپنے دشمنوں سے لڑوں، اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے، جس میں میری محبوبہ مجھ

سے ہمکنار ہو۔ آخری وقت آپ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا: ''افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ میں گزری اور آج میں بستر مرگ پر جانور کی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے رہا ہوں۔'' میدان جہاد میں آپ کبھی شکست سے دوچار نہ ہوئے۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا: ''میں نے جس طرف رخ کیا فتحیاب ہوا۔'' غزوہ موتہ کے موقع پر جب آپ نے علم اسلام اپنے ہاتھ میں لیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ فرمایا تھا: ''اب لڑائی کا تنور گرم ہوا۔'' آخری وقت آپ کے پاس سامان حرب وضرب کافی تعداد میں موجود تھا اور سب کا سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔

اشاعتِ اسلام کی خدمت:

قبول اسلام کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اشاعت اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف کر دیا تھا، آپ کی کوششوں سے بنوخزیمہ اور بنوعبدالمدان نجرانی وغیرہ لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ اہل یمن نے خواہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے قبول اسلام کیا تھا مگر اس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کوشش کو بھی عمل و دخل تھا۔ علاوہ ازیں بنو ہوازن، بنوسلیم اور بنوعامر وغیرہ آپ کی سعی سے دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تھے۔

وفات:

۲۲ھ میں آپ نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد کی تفصیل پردہ خفا میں ہے، دو صاحبزادگان کے نام ملتے ہیں: (i) مہاجر، (ii) عبدالرحمٰن۔ دونوں میں والد گرامی کی طرح شجاعت و بہادری کا وصف موجود تھا۔ حضرت مہاجر بن خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا تھا۔ دور معاویہ میں معرکہ قسطنطنیہ کے کمانڈر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کی کنیت: ابوسلیمان تھی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا تیسرا لڑکا بھی تھا جس کا نام ''حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ'' تھا۔

فضل وکمال:

از قبول اسلام تا وصال زیادہ تر حصہ جہاد فی سبیل اللہ میں گزرا اس لیے علم وفضل کے حصول کا موقع بہت کم میسر آیا۔ خود فرمایا کرتے تھے: جہاد میں مشغولیت کے سبب میں تعلیم قرآن کے بڑے حصہ سے محروم رہا مگر عہد رسالت میں تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل طور پر بے بہرہ نہیں تھے، کیونکہ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارباب فتویٰ میں آپ کا اسم گرامی نمایاں تھا مگر فطرۃ سپاہی ہونے کی وجہ سے آپ کے فتاویٰ کی تعداد کثیر نہیں تھی بلکہ قلیل تھی۔ مشہور صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت مقدام بن معدیکرب، حضرت قیس بن ابی حازم، حضرت علقمہ، حضرت اشتر نخعی اور حضرت جبیر بن نفیر وغیرہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے حوالے سے روایات بیان کی ہیں۔ روایات میں نہایت درجہ احتیاط کی بنا پر آپ کی تعداد مرویات اٹھارہ (۱۸) ہیں۔

بَاب مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

باب 45: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3782 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ

متنِ حدیث: قَالَ اُھْدِیَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَوْبُ حَرِیْرٍ فَجَعَلُوْا یَعْجَبُوْنَ مِنْ لِیْنِہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ ھٰذَا لَمَنَادِیْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِی الْجَنَّۃِ اَحْسَنُ مِنْ ھٰذَا

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ریشمی کپڑا پیش کیا گیا لوگوں کو وہ بہت پسند آیا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بھی زیادہ اچھے ہیں۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3783 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

متنِ حدیث: وَجَنَازَۃُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ اھْتَزَّ لَہٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ

فی الباب: قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنْ اُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ وَّاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّرُمَیْثَۃَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اس وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ لوگوں کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا)

اس (یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے) پروردگار کا عرش جھوم اٹھا ہے۔

اس بارے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت رمیثہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3784 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ

3782 - اخرجه البخاری (۱۵۳/۷): كتاب مناقب الانصار: باب: مناقب سعد بن معاذ رضی الله عنه رقم (۳۸۰۲)، و مسلم (۱۹۱٦/٤) كتاب فضائل الصحابة: باب: فضائل سعد بن معاذ رضی الله عنه، رقم (۲٤٦۸/۱۲٦).

3783 - اخرجه مسلم (۱۹۱۵/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل سعد بن معاذ رضی الله عنه، رقم (۲٤٦٦/۱۲۳).

3784 - اخرجه مسلم (۱۹۱٦/٤): كتاب فضائل الصحابة، باب: و من فضائل سعد بن معاذ رضی الله عنه، رقم (۲٤٦۷/۱۲۵).

متن حدیث: قَالَ لَمَّا حُمِلَتْ جَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ قَالَ الْمُنَافِقُونَ مَا اَخَفَّ جَنَازَتَهُ وَذٰلِكَ لِحُكْمِهِ فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَةَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا' تو منافقین بولے ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے۔ ایسا اس وجہ سے ہوا ہے' کیونکہ انہوں نے بنوقریظہ کے بارے میں (مخالفانہ) فیصلہ دیا تھا اس بات کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا: فرشتوں نے اس کو اٹھایا ہوا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: سعد، کنیت: ابوعمرو، لقب: رئیس الاوس اور باپ کا نام معاذ تھا' جو زمانہ جاہلیت میں انتقال کر گئے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤالقیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج۔ والدہ کا نام: کبشہ بنت رافع تھا، جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی چچازاد ہمشیرہ تھیں۔

دامن اسلام میں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کے درمیان حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر مسلمان ہوئے۔ پھر آپ کی کوشش سے قبیلہ اوس دامن اسلام سے وابستہ ہوگیا۔

غزوات:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ تمام غزوات مثلاً بدر، احد اور خندق وغیرہ میں شامل ہوئے۔ غزوہ بدر میں علم اوس آپ کے ہاتھ میں تھا اور غزوہ خندق میں دشمن کے وار سے آپ کا بازو کٹ گیا تھا پھر بھی میدان نہیں چھوڑا تھا۔

چند اہم کارنامے:

(۱) قبیلہ بنوقریظہ کے لڑنے والوں کو قتل کرنا، (۲) بچوں اور عورتوں کو غلام بنانا، (۳) ان کا مال ومتاع تقسیم کرنا وغیرہ۔

امتیازی اوصاف:

آپ کے چند امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) آپ کی نماز جنازہ میں ستر ہزار فرشتوں کا شامل ہونا، (۲) آپ کے انتقال کے وقت عرش الٰہی کا جنبش میں آنا، (۳) آپ کا نظریہ تھا کہ ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اللہ ہیں، (۴) نماز میں غیر اللہ کا تصور منع ہونا، (۵) ہمہ وقت منکر و نکیر کے سوالات کی فکر دامن گیر ہونا۔

وفات:

۵ھ کو غزوۂ خندق کے چند ایام بعد مدینہ طیبہ میں وصال ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر سینتیس (۳۷) بہاریں تھی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

فضل و کمال:

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے کثیر فضائل بیان ہوئے ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- جنت میں بیش قیمت دستی رومال میسر آنا:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جنت میں امتیازی شان کا حامل دستی رومال میسر ہوگا، یہ وہ رومال ہوتا ہے جس سے ہاتھ اور چہرہ صاف کیا جاتا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کپڑا تن زیب کرنے کے لیے آپ کو میسر ہوگا، وہ اس سے بھی ممتاز و بہتر ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ محض جنتی نہیں ہوں گے بلکہ وہاں کی نعمتوں کے مالک و مختار بھی ہوں گے۔

۲- حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے عرش الٰہی کا جنبش میں آنا:

کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوان ہے۔ فرمایا گیا: تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ط (بنی اسرائیل ۴۴) ''زمین و آسمان اور ان میں بسنے والی مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں رطب اللسان ہے۔''

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ لوگوں کے سامنے رکھا گیا تھا، تو عرش الٰہی نے ان کے مرتبہ و مقام اور وفات کو پہچان لیا تھا جس کے نتیجہ میں فرحت و سرور اور اظہار مسرت کرتا ہوا جنبش میں آ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عرش الٰہی کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کے مقام و مرتبہ کا شعور حاصل ہو جاتا ہے پھر وہ اپنے مخصوص انداز میں اظہار مسرت کرتا ہے۔

سوال: الفاظ حدیث: اهتز له عرش الرحمن، عرش الٰہی کے جنبش میں آنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: (i) عرش الٰہی جھوم اٹھا کہ اب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روح یہاں آنے والی ہے۔

(ii) یہاں جنبش میں آنے کا مطلب ہے فرشتوں کا حرکت میں آنا، چنانچہ عربی شاعر کہتا ہے:

وما اهتز عرش الله من موت هالك سمعنا به الا لسعد ابی عمرو

سوال: عرش خداوندی بے جان ہے تو پھر اس میں حرکت کیسے پیدا ہوگی؟

جواب: (i) یہاں حرکت کا مجازی معنی مراد ہے یعنی عرش خداوندی خوشی سے حرکت میں آ گیا۔

(ii) ہر چیز میں شعور و تمیز کا مادہ موجود ہوتا ہے، عرش الٰہی بھی ایک چیز ہے۔ چنانچہ پہاڑوں کے بارے میں اعلان خداوندی

ہے:

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ''اور پہاڑوں میں بعض ایسے ہیں جو خوف خداوندی سے گر جاتے ہیں۔''

بعض روایات میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا کی تھی۔

اللهم! ان سعدًا قد جاهد في سبيلك وصدق رسولك وقضى الذي عليه مستقبل روحه بخير ماتقبلت به روحاً

اے پروردگار! بیشک سعد نے تیری راہ میں جہاد کیا، اس نے تیرے رسول کی تصدیق اور اس نے تمام دینی امور کو پورا کیا، میں تجھ سے عرض گزار ہوں کہ ان کی روح کا بہتر طریقہ سے استقبال کیا جائے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ آپ کے وصال فرما جانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جزاك الله خيرًا فقد انجزت ما وعدته ولينجزبك الله ما وعدك۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین اجر سے نوازے، تو نے جو وعدے کیے وہ سب پورے کر دیے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اپنے کیے ہوئے وعدے پورے کرے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا عرش حرکت میں آ گیا اور سعد بن معاذ کے لیے آسمان کے دروازے کھل گئے۔

۳-فرشتوں کا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو اٹھانا:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ان کے جنازہ اٹھانے پر منافقین نے بطور طنز و اعتراض کہنا شروع کر دیا کہ آپ کا جنازہ ہلکا ہے، کیونکہ انہوں نے بنو قریظہ کے حق میں ظالمانہ فیصلہ کیا تھا، جب اس بات کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو جواب میں فرمایا: سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے ہلکا ہونے کی وجہ وہ نہیں ہے، جو منافقین نے بیان کی ہے بلکہ اس کی درحقیقت وجہ یہ تھی کہ فرشتوں نے جنازہ اٹھا رکھا تھا۔

فائدہ نافعہ:

نظر نبوت وہاں تک دیکھ سکتی ہے جہاں عام لوگوں کی نظر نہیں جا سکتی اور آپ نے نورانی مخلوق (فرشتوں) کو دیکھ لیا کہ وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھائے ہیں جس وجہ سے لوگ جنازہ کو ہلکا تصور کر رہے تھے۔

بَابُ فِيْ مَنَاقِبِ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 46: حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3785 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ

3785- اخرجه البخاري (۱۴۳/۱۳) كتاب الاحكام: باب: الحاكم يحكم بالقتل على من وجب عليه دون الامام الذي فوقه رقم (۷۱۵۵)

عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متن حدیث: كَانَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الْاَمِيْرِ قَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَعْنِيْ مِمَّا يَلِيْ مِنْ اُمُوْرِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْاَنْصَارِيِّ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ قَوْلَ الْاَنْصَارِيِّ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی تعلق تھا' جو کوتوال کا امیر کے ساتھ ہوتا ہے۔

انصاری نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: اس سے مراد یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امور کے نگران تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے صرف انصاری کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

محمد بن یحییٰ نے اس روایت کو انصاری کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس میں انصاری کا قول نقل نہیں کیا۔

شرح

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: قیس' کنیت: ابوالفضل' باپ کا نام: سعد بن عبادہ تھا' جو قبیلہ خزرج کے رئیس تھے۔ آپ خاندان ساعدہ کے چشم و چراغ تھے۔ نسب نامہ یوں ہے: قیس بن سعد بن عبادۃ بن دلیم بن حارثہ بن حرام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔ والدہ کا نام: فکیہہ بنت عبید بن دلیم تھا۔

دامن اسلام میں:

آپ خزرجی اور انصاری صحابی تھے' قبل از ہجرت مدینہ میں مسلمان ہوئے پھر تاحیات ثابت قدم رہے۔

غزوات میں حصہ:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ تمام غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک ہوئے اور کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں آپ جنگ صفین اور جنگ جمل میں بھی شریک ہوئے۔

امتیازی اوصاف:

آپ کے چند ایک امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) قیام نظام خلافت کی مجلس کے اہم رکن، (۲) خدمت وتواضع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، (۳) زہد وتقویٰ، (۴) جوادی وفیاضی، (۵) تدبر ودوراندیشی، (۶) شجاعت وبہادری، (۷) عبادت وریاضت سے شغف۔

چند اہم کارنامے:

آپ کے چند تاریخی کارنامے حسب ذیل ہیں:

(۱) دور مرتضوی میں حاکم مصر کی حیثیت سے خدمات، (۱۱) زمانہ حاکمیت میں عدل وانصاف کا نفاذ وقیام۔

وفات:

آپ کا ۶۰ھ کو دور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

فضیلت وشان:

آپ جوان و بہادر، خوبرو وخوبصورت تھے، بارگاہ رسالت میں وہی مقام تھا جو ایسے پولیس افسر کا ہوتا ہے جو پولیس کے آگے ہوتا ہے اور بادشاہ وقت کا حکم نافذ کرتا ہے۔ الغرض آپ نے احکام نبوی کے فروغ ونفاذ کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔

بَاب مَنَاقِبِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 47: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مناقب کا بیان

3786 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: قَالَ جَائَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَّلَا بِرْذَوْنٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس (پیدل) تشریف لائے آپ کسی خچر یا کسی ترکی گھوڑے پر سوار نہیں تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3787 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: قَالَ اسْتَغْفَرَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْبَعِيْرِ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ مَرَّةً

3786 - اخرجه البخاری (۱۰/۱۲۷) كتاب المرضى باب: عيادة المريض راكبا و ماشيا و ردفا على الحمار، [illegible] و ابوداؤد (۲/۲۰۲) كتاب الجنائز باب المشي في العيادة رقم (۳۰۹۶).

3787 - اخرجه النسائي (۵/۹۰) كتاب المناقب باب فضل جابر بن عبد الله بن عمرو بن حرام رضي الله عنه رقم [illegible]

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ لَيْلَةَ الْبَعِيْرِ مَا رُوِىَ عَنْ جَابِرٍ مِّنْ غَيْرِ وَجْهٍ

حدیثِ دیگر: اَنَّهٗ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ فَبَاعَ بَعِيْرَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَرَطَ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ يَقُوْلُ جَابِرٌ لَيْلَةَ بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَعِيْرَ اسْتَغْفَرَ لِىْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ مَرَّةً وَّكَانَ جَابِرٌ قَدْ قُتِلَ اَبُوْهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ يَّوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ بَنَاتٍ فَكَانَ جَابِرٌ يَّعُوْلُهُنَّ وَيُنْفِقُ عَلَيْهِنَّ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبَرُّ جَابِرًا وَّيَرْحَمُهٗ بِسَبَبِ ذٰلِكَ

هٰكَذَا رُوِىَ فِىْ حَدِيْثٍ عَنْ جَابِرٍ نَّحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اونٹ والی رات نبی اکرم ﷺ نے میرے لئے پچیس مرتبہ دعائے مغفرت کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

اونٹ والی رات سے مراد وہ روایت ہے جو دیگر حوالوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنا اونٹ فروخت کیا اور مدینہ منورہ تک اس پر سوار رہنے کی شرط عائد کی حضرت جابر بیان کرتے ہیں: جس رات میں نے نبی اکرم ﷺ کو اونٹ فروخت کیا آپ نے میرے لئے پچیس مرتبہ دعائے مغفرت کی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ غزوۂ احد کے دن شہید ہو گئے تھے انہوں نے کئی بیٹیاں چھوڑی تھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان کے نگران تھے ان کے خرچ کا بندوبست کرتے تھے نبی اکرم ﷺ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے اور اس وجہ سے ان پر خاص شفقت کیا کرتے تھے۔

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی طرح منقول ہے۔

شرح

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

سنہ ۶۱۱ء میں ہجرت مدینہ سے بیس (۲۰) سال قبل مدینہ میں پیدا ہوئے جلیل القدر انصاری صحابی ہیں۔ آپ کا نام: جابر، کنیت ابوعبداللہ، باپ کا نام: عبداللہ اور مختصر شجرہ نسب یوں ہے: جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ۔ والد گرامی غزوۂ احد میں شہید ہوئے جو کثیر العیال اور مقروض تھے۔ کفار نے لاش کو مثلہ کیا، چھ ماہ بعد حضرت عبداللہ کی لاش دوسرے مقام پر منتقل کی گئی تو یوں معلوم ہوتا تھا گویا ابھی دفن کی گئی تھی۔ پھر چھیالیس (۴۶) سال بعد سیلاب آیا جس نے قبر کھول دی اس وقت بھی لاش تروتازہ تھی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات خاصہ ان کی طرف مبذول تھیں۔ والدہ کا نام: انیسہ بنت عقبہ اور والدہ کی

طرف سے شجرہ نسب نامہ زید بن حرام میں جا کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

دامن اسلام میں:

آپ اپنے والد گرامی کے ہمراہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، پھر تا حیات اللہ کے فضل و کرم سے اس پر ثابت قدم رہے۔

غزوات میں شرکت:

آپ شجاع و دلیر تھے، غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔

اہم کارنامے:

(۱) جنگ جمل میں شریک ہوئے، (۲) جنگ صفین میں شامل ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا تھا۔

امتیازی اوصاف:

(۱) تفسیر، حدیث اور فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، (۲) قیام حدود اللہ، (۳) کمال ایمان، (۴) امر بالمعروف ونہی عن المنکر، (۵) اطاعت واتباع رسول، (۶) جرأت وبہادری، (۷) اظہار حق وابطال باطل، (۸) عجز وانکسار اور سادگی۔

تعداد مرویات:

روایت احادیث میں بہت محتاط تھے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) ہے۔

وفات:

۷۸ھ کو حجاج بن یوسف کے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ عمر مبارک چورانوے (۹۴) سال تھی۔ حجاج بن یوسف یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت احاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

فضل وکمال:

ان روایات میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی عظمت وفضیلت کی صورتیں بیان ہوئیں:

۱- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما علیل ہو کر بے ہوش ہو گئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں پیدل عیادت کے لیے گئے، آپ نے وضو کیا جس کا بچا ہوا پانی ان پر چھڑکا، اس پانی کی برکت سے وہ ہوش میں آ گئے۔

۲- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے لیے پچیس (۲۵) بار دعائے مغفرت فرمائی۔

۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے، انہوں نے اپنے پسماندگان میں نو (۹) لڑکیاں چھوڑیں۔ ان کی کفالت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کرتے تھے، اس وجہ سے آپ سلی

اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی فرماتے تھے۔

سوال کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حق میں ایک مجلس میں پچیس (۲۵) بار دعا مغفرت کی تھی یا مختلف مواقع پر؟

جواب اس بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) ایک ہی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حق میں پچیس (۲۵) بار دعا مغفرت فرمائی تھی، اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے: "لیلة البعیر خمسا و عشرین" یعنی جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اونٹ خریدا، اسی میں پچیس (۲۵) بار ان کے حق میں دعا مغفرت فرمائی۔

(۲) مختلف مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حق میں پچیس (۲۵) بار دعا مغفرت فرمائی تھی۔

بَاب مَنَاقِبِ مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 48: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3788 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ

متن حدیث: قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا وَّمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا وَاِنَّ مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرٍ مَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ اِلَّا ثَوْبًا كَانُوْا اِذَا غَطَّوْا بِهٖ رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّوْا بِهٖ رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ الْاِذْخِرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسناد دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی اور ہمارا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا تھا ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہو گیا اور ہم میں سے کچھ لوگ فوت ہو چکے ہیں جنہوں نے اپنے اجر کی وجہ سے کچھ نہیں کھایا اور ہم میں

3788- اخرجه البخاری (۳/ ۱۷۰) كتاب الجنائز: باب: اذا لم يجد كفنا الا ما يوارى راسه او جسده مع راسه رقم (۱۲۷۶)، و اطرافه فی (۳۸۹۷ - ۳۹۱۳ - ۳۹۱۴ - ۴۰۴۷ - ۴۰۸۲ - ۶۴۳۲ - ۶۴۴۸)، و مسلم (۲/ ۶۴۹): كتاب الجنائز: باب: فی كفن الميت رقم (۴۴/ ۹۴۰ مكرر) و ابوداؤد (۲/ ۱۲۹): كتاب الوصايا: باب: ما جاء فی الدليل على ان الكفن من جميع المال رقم (۲۸۷۶)، و النسائی (۴/ ۳۸) كتاب الجنائز: باب: القميص فی الكفن رقم (۱۹۰۳).

سے کچھ لوگ وہ ہیں، جن کا پھل پک چکا ہے، اور وہ اسے چن رہے ہیں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا' تو انہوں نے صرف ایک کپڑا چھوڑا تھا لوگ اس کے ذریعے ان کے سر کو ڈھانپتے تھے' تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جاتے تھے' اور جب اس کے ذریعے ان کے پاؤں ڈھانپتے تھے' تو سر ظاہر ہو جاتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے سر کو ڈھانپ کو دو' اور اس کے پاؤں پر اذخر (گھاس) رکھ دو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

آپ کا نام: مصعب، کنیت: ابوعبید، والد کا نام: عمیر، والدہ کا نام حناس بنت مالک تھا اور شجرہ نسب یوں ہے: مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی القرشی۔

آپ خوبرو اور خوب خصلت شخص تھے، مکہ کے باسی تھے، والدین سے نہایت درجہ کی محبت تھی، والدہ کا شمار مکہ کی متمول خواتین میں ہوتا تھا، اس لیے انہوں نے آپ کی ناز و نعمت سے پرورش کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو عمدہ لباس، نفیس خورد و نوش اور مفید خوشبو میسر تھی۔ زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تذکرہ یوں ہوتا تھا: مکہ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی حسین وجمیل، خوش پوشاک اور ذی نعمت کوئی نہیں ہے۔

دامن اسلام میں:

آپ کو فطرتی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت پر کچھ لوگوں نے قبول اسلام کیا، ان میں سے ایک آپ بھی تھے، اس طرح آپ کا شمار ''السابقون الاولون'' میں ہوتا ہے۔ ابتداءً آپ نے اپنے اسلام کو خفیہ رکھا لیکن ایک دفعہ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، انہوں نے اس بارے میں آپ کے عزیز و اقارب کو بتا دیا، انہوں نے آپ کے اس عمل کو نفرت کی نظر سے دیکھا، آپ کو مختلف حربوں سے دین اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور کیا لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔

حلیہ:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا قد میانہ، جسم نرم و نازک، چہرہ خوبصورت، سر کے بال دراز اور بدن سفید مائل بگندمی رنگ تھا۔

ہجرت:

دیگر مسلمانوں کی طرح قبول اسلام پر کفار مکہ نے آپ پر مظالم و مصائب کے پہاڑ گرانا شروع کر دیے، آپ نے ان کے مظالم سے بچنے کے لیے دو ہجرتیں کیں، پہلی ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف کی مگر پھر مکہ آ گئے، دوسری ہجرت مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف کی تھی، اس طرح آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام پر ثابت قدم رہتے ہوئے دو ہجرتیں کیں اور وہ ذوالہجرتین کہلائے۔ آپ نے ہجرت فرما کر اسلام کے لیے وطن، اعزاء و اقارب اور جائیداد ترک کرنے کی قربانی دی۔

تبلیغ دین اور اشاعت اسلام:

ہجرت سے دو سال قبل موسم حج میں مدینہ طیبہ کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کیا، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ وہ واپس جا کر اپنی قوم کو دعوت اسلام دیں گے، آپ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا تا کہ وہ مدینہ جا کر لوگوں کو دعوت اسلام دیں، مسلمانوں کو احکام اسلام سمجھائیں اور قرآن کریم پڑھائیں۔ چنانچہ آپ انفرادی طور پر گھر گھر میں جا کر دعوت اسلام دیتے رہے، قرآن پڑھاتے رہے، آپ کی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما وغیرہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں ابتداءً آپ ہی نے نماز جمعہ قائم کی تھی۔

مدینہ جانے کے بعد ابتداءً آپ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے، جب بنی نجار نے ان کا عرصہ حیات تنگ کر دیا تو آپ ان کے ہاں سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مکان میں آ گئے، وہاں سے تعلیم اسلام اور اشاعت دین کا سلسلہ جاری رکھا حتیٰ کہ عوالی مدینہ کے تمام لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی کوشش سے عبدالاشہل قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا۔

مدینہ میں قیام جمعہ:

اسلام ہر روز اپنے ماننے والوں کو ایک دن میں پانچ مرتبہ نماز کی صورت میں ملاقات کا درس دیتا ہے اور ہفتہ میں ایک جمعہ کی شکل میں ملاقات کی ہدایت کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام نماز جمعہ کا آغاز کیا، آپ نے مؤثر خطبہ دیا اور حاضرین کو نماز پڑھائی۔ نماز جمعہ سے فراغت پر ایک بکری ذبح کر کے شرکاء کی دعوت عام کی۔ اس طرح مسلمانوں کو باہم اکٹھے ہونے، اکٹھے بیٹھنے، اجتماعی عبادت کرنے اور ایک دوسرے کی خبر گیری کرنے کا موقع میسر آیا۔

بیعت عقبہ ثانیہ:

بیعت عقبہ اولیٰ میں انصار مدینہ سے صرف بارہ (۱۲) آدمی شامل ہوئے تھے، ایک سال بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شبانہ روز کوششوں کے نتیجہ میں تہتر (۷۳) آدمی بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے، ان میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، مکہ مکرمہ میں آستانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر ان لوگوں نے مدینہ طیبہ کی نئی صورتحال کی تفصیل پیش کی بلکہ

مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کی دعوت دی۔

والدہ کو جب علم ہوا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے ہیں، انہیں اپنے پاس طلب کیا، آپ نے جواب دیا ماں! میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر حاضری کے لیے آیا ہوں، والدہ نے اصرار کیا تو آپ نے جواب دیا کیا آپ لوگ پھر مجھے دوبارہ قید کرنا چاہتے ہیں؟ خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ جو شخص میرے پاس آئے گا اور مجھے گرفتار کرنے کی ناپاک کوشش کرے گا، میں اسے قتل کے گھاٹ اتار دوں گا۔ آپ نے والدہ کو مشورہ دیا کہ آپ بھی ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اسلام سے اپنا سینہ روشن کرلیں اور دائمی عذاب سے محفوظ ہو جائیں لیکن انہوں نے اپنے مذہب کو ترجیح دی اور قبول اسلام سے انکار کر دیا۔

کارنامے:

آپ کے چند ایک کارنامے حسب ذیل ہیں:

(۱) آپ نے حبشہ کی طرف پہلے ہجرت کی۔ (۲) مدینہ طیبہ میں آنے کے بعد حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کے گھر سب سے پہلے نماز جمعہ کا آغاز کیا۔ (۳) غزوۂ احد کے موقع پر علم اسلام آپ کے ہاتھوں میں تھا۔

امتیازی اوصاف:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) نہایت درجہ کے ذہین وفطین تھے۔ (۲) جتنا قرآن نازل ہوتا اتنا زبانی یاد کر لیتے تھے۔ (۳) خوش بیان وخوش الحان تھے۔ (۴) مشرکین مکہ کے مظالم وآلام برداشت کرنے کے خوب عادی تھے۔

غزوات میں حصہ:

۲ھ سے حق وباطل اور کفر واسلام کے مابین خونریز معرکوں کا آغاز ہوا، آپ نے غزوہ بدر اور غزوۂ اُحد میں عملی حصہ لیا، اس غزوہ میں انصار کی طرف سے علمبرداری کا اعزاز آپ کے ہاتھ تھا اور آپ نے دونوں غزوات میں شجاعت وبہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

نکاح واولاد:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قرآن وسنت کے ممتاز عالم، مبلغ دین اور معلم اسلام تھے۔ مدینہ طیبہ میں اسلام کی روشنی آپ کی کوشش سے پھیلی اور آپ نے حمنہ بنت جحش نامی خاتون سے نکاح کیا، جن کے بطن سے ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام ''زینب'' تھا۔

حسن اخلاق:

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ، اعلیٰ اخلاقی اقدار کے مالک، علم وفضل میں

اپنی مثال آپ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے جذبے سے سرشار اور آپ نے اپنے حسن اخلاق کے نتیجہ میں مدینہ طیبہ میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ ایک دفعہ آپ بارگاہ رسالت میں اس شان سے حاضر ہوئے کہ جسم پر ستر پوشی کے لیے صرف کھال کا ایک ٹکڑا تھا جس پر متعدد پیوند لگے ہوئے تھے، صحابہ ایسی صورتحال سے بہت متعجب ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ اب دنیا اور دنیا کی تمام حالت بدل جانی چاہیے، وہ نوجوان جس سے زیادہ کوئی طاقتور نہیں تھا مگر نیکوکاری کے جذبہ اور اللہ و رسول سے محبت نے انہیں پوری کائنات سے بے نیاز کر دیا ہے۔

شہادت:

غزوۂ اُحد کے موقع پر اچانک معمولی غلطی کے نتیجہ میں مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی، آپ اس غزوہ کے موقع پر ڈٹ کر اور علمبرداری کی حالت میں داد شجاعت وصول کر رہے تھے، مشرکین کے شہسوار ابن قمۂ نے آپ پر وار کیا جس سے دایاں ہاتھ کٹ گیا فوراً جھنڈا بائیں ہاتھ میں تھام لیا، آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلِ۔ محمد رسول ہیں، اس سے قبل کثیر رسول گزر چکے ہیں۔

اس کے بعد ابن قمۂ نے دوسرا وار کیا تو بایاں بازو بھی کٹ گیا، آپ نے دونوں بازوؤں سے علم پکڑ لیا، ابن قمۂ کے تیسرے وار سے آپ شہید ہو کر زمین پر گر گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لاش کے پاس آئے اور یہ آیت تلاوت کی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ

مومنوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا، اسے پورا کر دکھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی لاش سے فرمایا:

میں نے تمہیں مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین وخوش لباس کوئی نہیں تھا مگر آج میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر ایک چادر ہے، بیشک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں پیش ہوگے۔''

آپ نے مسلمانوں کو مقتولین پر سلام پیش کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میری جان ہے کہ روز قیامت تک جو کوئی ان پر سلام بھیجے گا، وہ اس کا جواب دیں گے۔

آپ کی تکفین کے لیے صرف ایک چادر تھی، جس سے جسم مبارک کو مکمل طور پر چھپانا دشوار تھا، اگر چادر سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے، پاؤں چھپائے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا، بالآخر سر کو چھپا دیا گیا اور پاؤں پر گھاس وغیرہ ڈال دی گئی۔ حضرت ابوالروم بن عمیر، حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت سویط بن سعد رضی اللہ عنہم کی معاونت سے تدفین عمل میں لائی گئی۔

مفہوم حدیث:

ھاجرنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم: کا مطلب ہے ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت و رفاقت میں غزوات میں شریک ہونا ہے، ورنہ محض سفر ہجرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے

خادم عامر بن فہیر کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

فوجب اجرنا علی اللہ: کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مہاجرین و مجاہدین کے لیے اجر و ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے یا اپنی ذات پر واجب کر لیا ہے ورنہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں کر سکتا۔

امن اتینعت لہ ثمرتہ: کا مطلب ہے کہ مالِ غنیمت حاصل کر کے اس سے استفادہ کیا ہے۔

اس روایت میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے' جو غزوہ میں شریک ہوئے، عملی مظاہرہ کیا لیکن مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ گئے، انہوں نے مالِ غنیمت نہ حاصل کیا اور نہ اس سے استفادہ کیا۔ لہٰذا ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے' جو قیامت کے دن انہیں دیا جائے گا۔

بَاب مَنَاقِبِ الْبَرَاءِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 49: حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3789 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ وَّعَلِیُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: كَمْ مِنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: غبار آلود بالوں' پریشان حال اور پرانے کپڑوں والے کتنے ہی لوگ ایسے ہیں' جن کی طرف توجہ بھی نہیں کی جاتی' لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر کوئی قسم اٹھا لیں' تو اللہ تعالیٰ اسے پوری کر دیتا ہے' ان لوگوں میں سے ایک براء بن مالک بھی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام و نسب:

آپ کا نام: براء، والد کا نام: مالک، والدہ کا نام: سمحاء تھا۔ شجرہ نسب یوں ہے: براء بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی۔

3789 ۔ لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الكتب الستة. ینظر (تحفة الاشراف) (۱/ ۲۹۰) رقم (۱۱۰۱). و خرجه الحاكم فی المستدرك (۳/ ۲۹۱، ۲۹۲). و قال: صحیح الاسناد و لم یخرجاه من طریق ابن شهاب عن انس.

دامنِ اسلام میں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری سے قبل آپ مدینہ طیبہ میں مسلمان ہوئے تھے۔

غزوات میں شرکت:

آپ شجاع و بہادر تھے، غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور اپنی شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

امتیازی اوصاف:

آپ کے چند ایک امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(i) نہایت درجہ کے شجاع و بہادر تھے۔ (ii) مستجاب الدعوات تھے۔ (iii) آپ کی آواز لحن داؤدی کا عکس جمیل تھی۔

کارنامے:

آپ کے چند ایک کارنامے حسب ذیل ہیں:

(۱) لشکر اسامہ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف کردار ادا کیا، اس دن آپ کے جسم پر اَسّی (۸۰) سے زائد زخم آئے تھے۔

(۲) جنگ حریق اور جنگ تستر میں شریک ہوئے پھر خوب جوہر دکھائے۔

شہادت:

۲۰ھ کو فتح تستر (فارس) کے موقع پر شہر کے مشرقی دروازے پر شہید ہوئے۔

فضیلت:

حل لغات: اشعث: پراگندہ بال، اغبر: گردآلود، لو اقسم: اگر وہ قسم اٹھالے، لابرہ: لام برائے تاکید، ابر: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مزید فیہ از باب افعال، "ہ" ضمیر برائے واحد مذکر غائب منصوب محلاً مفعول ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو لوگوں کی نظروں میں معمولی ہوتے ہیں، ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں، لباس پھٹا پرانا ہوتا ہے اور دروازوں پر جائیں تو لوگ انہیں دھکے دیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام امتیازی ہوتا ہے اور اگر وہ کسی معاملے میں قسم کھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ایسے لوگوں میں ہوتا ہے کہ وہ مستجاب الدعوات اور مقبول بارگاہ خداوندی تھے۔

بَاب مَنَاقِبِ اَبِی مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 50: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

3790 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِیُّ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ

3790 - اخرجه البخاری (۷۱۰/۸): كتاب فضائل القران باب: حسن الصوت بالقراءة للقرآن رقم (۵۰۴۸).

اللهِ بْنِ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِي مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: اَنَّهٗ قَالَ يَا اَبَا مُوْسٰى لَقَدْ اُعْطِيْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ بُرَيْدَةَ وَاَبِي هُرَيْرَةَ وَاَنَسٍ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اے ابوموسیٰ! تمہیں آلِ داؤد کی سی خوش الحانی عطا کی گئی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

3791 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ

متن حدیث: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ فَيَمُرُّ بِنَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَازِمٍ اسْمُهٗ سَلَمَةُ بْنُ دِيْنَارٍ الْاَعْرَجُ الزَّاهِدُ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

◆◆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے آپ خندق کھود رہے تھے ہم مٹی کو منتقل کر رہے تھے آپ ہمارے پاس سے گزرتے تو یہ دعا کرتے تھے۔

"اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت کردے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

ابوحازم نامی راوی کا نام سلمہ بن دینار ہے (اور ان کا لقب) اعرج زاہد ہے۔

اس بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3792 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَهْ فَاَكْرِمِ

3791 - اخرجه البخاری (۱۱/۲۳۳) کتاب الرقاق: باب: ما جاء فی الرقاق و ان لا عیش الا عیش الآخرة، رقم (٦٤١٤)، و مسلم (۳/۱٤۳۱) کتاب الجهاد و السیر: باب غزوة الاحزاب و هی الخندق رقم (۱۸۰٤/۱۲٦).

3792 - اخرجه البخاری (۱۱/۲۳۳) کتاب الرقاق: باب: ما جاء فی الرقاق و ان لا عیش الا عیش الآخرة، رقم (٦٤۱۳)، و مسلم (۳/۱٤۳۱) کتاب الجهاد و السیر باب: غزوة الاحزاب و هی الخندق رقم (۱۸۰۵/۱۲۷).

الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے۔

''اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے تو انصار اور مہاجرین کو عزت عطا کر''۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ کا نام: عبداللہ، کنیت: ابوموسیٰ، والد کا نام: قیس اور والدہ کا نام: ظبیہ بنت وہب تھا۔

شجرہ نسب یوں ہے: عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عتر بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ۔

ہجرت سے اکیس (۲۱) سال قبل یمن میں پیدا ہوئے۔ یمن کے مشہور قبیلہ ''اشعر'' سے تعلق کی وجہ سے ''اشعری'' کہلاتے تھے۔

والدہ کا تعلق قبیلہ ''عک'' سے تھا۔

قبیلہ ''اشعر'' کے لوگ خوش الحان اور خوش آواز تھے، وہ مسحور کن آواز میں تلاوت قرآن کرتے' اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاوت کو بہت پسند کرتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلہ ''اشعر'' کے لوگ جب رات کو اپنے گھروں میں تلاوت قرآن کرتے ہیں تو میں ان کی آواز کو پہچان لیتا ہوں اور ان کی آواز کی وجہ سے ان کے مکانات کو بھی پہچان لیتا ہوں خواہ میں نے ان کو دن میں اپنے گھروں میں آتے جاتے نہیں دیکھا ہو۔

دامن اسلام میں:

آپ کا خاندان ''یمن'' میں آباد تھا اور وہاں سے مکہ آ کر مشرف باسلام ہوئے تھے۔

ہجرت:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کے ارادہ سے یمن سے نکلے، حالات ناموافق ہونے کی وجہ سے حبشہ میں جا کر قیام پذیر ہوگئے اور فتح خیبر کے موقع پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ پہنچے پھر وہیں اقامت پذیر ہوگئے۔

غزوات میں شرکت:

فتح خیبر کے بعد والے غزوات اور سرایا میں آپ نے شرکت کی اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔

حلیہ:

آپ کا جسم ہلکا پھلکا، قد چھوٹا، تیز وطرار، رنگ گندمی، گفتگو سے ذہانت وفطانت ٹپکتی تھی، خوبرو اور خوش الحان تھے۔

گورنری:

اصول نظم وضبط کے حوالے سے دور اندیش تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا گورنر تعینات کیا تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ کا گورنر تعینات کیا تھا، ۳۴ھ میں آپ کوفہ کے گورنر تعینات کیے گئے۔

اہم کارنامہ:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نہایت درجہ کے شجاع و بہادر تھے، آپ کی کوشش سے متعدد مفتوحہ ممالک وعلاقہ جات میں نہر آبی موسیٰ جاری کی گئی جو تاہنوز اسی نام سے جاری وساری ہے۔

امتیازی اوصاف:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چند امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(i) آپ ان چھ خوش قسمت صحابہ میں سے ایک ہیں، جن کو زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ دینے کی اجازت دی گئی، (ii) زہد وتقویٰ، (iii) تدریس دین، (iv) شغف قرآن، (v) خوف وخشیت خداوندی، (vi) اتباع سنت نبوی، (vii) شرم وحیاء، (viii) عجز وانکسار۔

تعداد مرویات:

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قرآن وسنت سے قلبی شغف تھا۔ آپ روایت حدیث میں نہایت درجہ کے محتاط تھے اور آپ کی مرویات کی تعداد تین سو ساٹھ (۳۶۰) تک پہنچتی ہے، ان میں سے پچاس (۵۰) متفق علیہ ہیں جبکہ چار (۴) میں امام بخاری اور پچیس (۲۵) میں امام مسلم منفرد ہیں۔

تلاوت قرآن سے شغف:

اللہ تعالیٰ نے آپ کے پورے خاندان کو خوش الحان اور خوش آواز بنایا تھا، بالخصوص حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب تلاوت قرآن کرتے تو آپ کی آواز سامعین کے کانوں میں رس گھولتی تھی اور لحن داؤدی کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز عشاء کی اذان پڑھ رہے تھے، آواز کی کشش سے متاثر ہو کر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اپنے اپنے حجروں کے پردوں کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں اور صبح کے وقت انہیں جب اس بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے کہا: اگر مجھ کو اس

بارے میں معلوم ہو جاتا تو مزید میں انہیں قرآن کا مشتاق بناتا۔

وفات:

آپ نے ۴۴ھ کو کوفہ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اکسٹھ (۶۱) سال تھی۔

فضیلت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا گیا تھا، ان میں سے ایک خوش الحانی اور خوش آوازی تھی۔ جب آپ مخصوص انداز میں تلاوت قرآن کرتے تو لحن داؤد کی یاد تازہ ہو جاتی تھی اور پرندے بھی اپنی پرواز ختم کر کے ہمہ تن متوجہ ہو کر تلاوت سے محظوظ ہوتے تھے۔

ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جبکہ وہ اپنے گھر میں تلاوت قرآن کر رہے تھے، دونوں تلاوت قرآن سنتے رہے پھر آگے بڑھ گئے، جب بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی' تلاوت سننے کا ذکر کیا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر مجھے آپ کی سماعت کا علم ہوتا تو میں خوب مزین کر کے تلاوت کرتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام صحابہ کرام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم سے محبت تھی، ان کی مغفرت و بخشش ہمہ وقت مطلوب تھی اور آپ ان کے حق میں دعاء مغفرت مانگا کرتے تھے۔ غزوہ خندق کی تیاری کے لیے جب ''خندق'' کھودی جا رہی تھی تو آپ نے صحابہ کے لیے حسب ذیل دعائیں کیں:

(i) اللّٰهم لاعيش الا عيش الأخرة فاغفر للأنصار والمهاجرة

''اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے، پس تو انصار اور مہاجرین سب کی مغفرت کر دے۔''

(ii) اللّٰهم لاعيش الا عيش الأخرة فأكرم الانصار والمهاجرة

''اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے، پس تو انصار اور مہاجرین کو عزت عطا کر۔''

یاد رہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا تعلق مہاجرین سے تھا اور دونوں دعاؤں میں دیگر صحابہ کے ساتھ آپ کی بھی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ مَنْ رَاَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحِبَهٗ

باب 51: ان حضرات کے مناقب کا بیان جنہوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی اور آپ کے ساتھ رہے

3793 سند حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُوْلُ:

متن حدیث: لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِىْ اَوْ رَاٰى مَنْ رَآنِىْ

قَالَ طَلْحَةُ فَقَدْ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ مُوْسٰى وَقَدْ رَاَيْتُ طَلْحَةَ قَالَ يَحْيٰى وَقَالَ لِىْ مُوْسٰى وَقَدْ رَاَيْتَنِىْ وَنَحْنُ نَرْجُو اللّٰهَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسٰى بْنِ اِبْرَاهِيْمَ الْاَنْصَارِىِّ وَرَوٰى عَلِىُّ بْنُ الْمَدِيْنِىِّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ عَنْ مُّوْسٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' اس مسلمان کو جہنم نہیں چھوئے گی جس نے میری زیارت کی یا اس کی زیارت کی جس نے میری زیارت کی ہو۔

طلحہ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔

موسیٰ نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے طلحہ کی زیارت کی ہے۔

یحییٰ نامی راوی بیان کرتے ہیں: موسیٰ نامی راوی نے مجھ سے کہا: تم نے مجھے دیکھا ہوا ہے' اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' ہم اسے صرف موسیٰ بن ابراہیم انصاری نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

علی بن مدینی اور دیگر محدثین نے اس روایت کو موسیٰ نامی راوی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

3794 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ هُوَ السَّلْمَانِىُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَاْتِىْ قَوْمٌ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ تَسْبِقُ اَيْمَانُهُمْ شَهَادَاتِهِمْ اَوْ شَهَادَاتُهُمْ اَيْمَانَهُمْ

فى الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَّبُرَيْدَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

3793 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۱۹۱/۲) رقم (۲۲۸۸)، و ذكره المتقى الهندى فى (كنز العمال) (۵۳۱/۱۱۵)، حديث (۳۲۴۸۰)، و عزاه للترمذى و الضياء عن جابر.

3794 - اخرجه البخارى (۳۰۶/۵): كتاب الشهادات: باب: لا يشهد على شهادة جور اذا اشهد رقم (۲۶۵۱) و اطرافه فى (۳۶۵۱ - ۶۴۲۹ - ۶۶۹۵)، و مسلم (۱۹۶۲/۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل الصحابة ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم رقم (۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۱، ۲۵۳۳/۲۱۲)، و ابن ماجه (۷۹۱/۲). كتاب الاحكام: باب كراهية الشهادة لمن يستشهد رقم (۲۳۶۲).

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے' پھراس کے بعد والا زمانہ ہے' اور پھراس کے بعد والا زمانہ ہے' پھراس کے بعد وہ لوگ آئیں گے' جن کی قسمیں ان کی گواہی سے پہلے ہوں گی اور ان کی گواہیاں ان کی قسموں سے پہلے ہوں گی (یعنی جھوٹی قسمیں اور جھوٹی گواہیاں ہوں گی)

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

فضائل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تعریف صحابی:

الفاظ حدیث: من رای: سے مراد صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ صحابی سے مراد وہ شخص ہے' جس نے حالت ایمان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو یا آپ کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی ہو خواہ ایک لمحہ کے لیے اور حالت ایمان میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

فضیلت میں درجات صحابہ:

صحابہ میں سے خلفاء راشدین علی ترتیب خلافت کی فضیلت سب سے زیادہ ہے، پھر اصحاب عشرہ مبشرہ کا درجہ ہے، پھر اصحاب بدر کی فضیلت ہے، پھر شرکاء احد کا ہے، پھر بیعت رضوان کی عظمت ہے، پھر ان صحابہ کی فضیلت ہے' جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر دو دو مرتبہ بیعت حاصل کی تھی۔ بعد ازاں وہ صحابہ جو ''السابقون الاولون'' کہلاتے ہیں کا درجہ ہے اور پھر ان صحابہ کی فضیلت ہے' جنہوں نے بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں کی جانب منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔

☆ پہلی روایت میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ ہمارے اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے کہ تمام صحابہ اور تابعین جنتی ہیں بشرطیکہ وہ دنیا سے ایمان کی دولت کے ساتھ رخصت ہوئے ہوں بلکہ عام مسلمان بھی جنتی ہیں بشرطیکہ حالت ایمان میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت تیار ہی مسلمانوں کے لیے کی ہے اور کوئی کافر اس میں ہرگز ہرگز داخل نہیں ہو سکے گا۔

☆ دوسری روایت میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کو بالترتیب افضل قرار دیا گیا ہے۔ قرن و زمانہ کی فضیلت بھی اسی ترتیب کے لحاظ سے ہے۔

سوال: قرن کتنے سالوں پر مشتمل ہوتا ہے؟

جواب: اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱) چالیس (۴۰) سال پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۲) اسی (۸۰) سال پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۳) سو (۱۰۰) سال پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمعصر لوگوں کو ایک قرن کے لوگ کہا جاتا ہے۔

☆ خیر الناس قرنی: اس سے مراد صحابہ کا قرن (زمانہ) ہے، جو دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو کر ۱۲۰ھ پر ختم ہوتا ہے، کیونکہ حضرت عامر بن الطفیل رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں جو دنیا سے ۱۲۰ھ میں رخصت ہوئے۔ دور تابعین ۱۲۰ھ سے شروع ہو کر آخری تابعی کے دنیا سے رخصت ہونے تک ہے۔ بعد ازاں فتنوں کا دور شروع ہو جاتا ہے، کیونکہ لوگوں میں دنیا کی حرص اور لالچ عام ہو گیا تھا اور وہ جھوٹی گواہیوں اور جھوٹی قسموں پر اتر آئے تھے۔

بَابُ فِيْ فَضْلِ مَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

باب 52: جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان کی فضیلت کا بیان

3795 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِّمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جہنم میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا، جس نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اصحاب بیعت رضوان کے فضائل

بیعتِ رضوان کا سبب:

۶ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چودہ (۱۴۰۰) سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں عمرہ کے قصد سے مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے، حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ روانہ کیا تاکہ کفار مکہ کے نظریات کا جائزہ لیا جائے کہ وہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ مکہ پہنچنے پر کفار مکہ نے ان سے کہا: اے عثمان! آپ عمرہ کر سکتے ہیں اور طواف کر سکتے ہیں مگر آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے، آپ نے فرمایا: جب تک ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ یا طواف نہیں کرتے عثمان بھی طواف و عمرہ نہیں کرے گا، آپ کی

3795- اخرجه ابوداؤد (۲/ ۶۲۴): کتاب السنة: باب: في الخلفاء رقم (۴۶۵۳).

ہاتھ پر بیعت ... یہ ہوئی، وجہ شیطان نے افواہ پھیلا دی کہ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اپنے صحابہ سے بیعت لی، یہ بیعت کیکر کے درخت کے نیچے ہوئی۔ سب نے یہ عہد کیا تھا کہ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے آخری وقت تک لڑیں گے اور اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ کفار کی طرف سے سفارت آنے پر کفار و مسلمانوں کے مابین صلح ہوگئی، جس کو صلح نامہ حدیبیہ کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اس بیعت کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح ۱۸)

بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوگیا جبکہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہو گیا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔

ان آیات میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے کے مترادف ہے اور جن لوگوں نے اس بیعت کی سعادت حاصل کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔

حدیث باب میں بیعت رضوان کی سعادت حاصل کرنے والوں کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ وہ جہنم میں داخل نہیں کیے جائیں گے، جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے بھی بیعت رضوان کی ہوگی، وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ تاہم جد بن قیس منافق جنت میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ وہ اس بیعت کی سعادت سے محروم رہا تھا، وہ بیعت کے وقت اپنے گم شدہ اونٹ کی تلاش میں مصروف تھا اور بیعت کے سلسلہ میں ان سے کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا: اگر میرا سرخ اونٹ دستیاب ہو جائے تو یہ بیعت سے زیادہ مفید ہوگا۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، رقم حدیث ۳۸۹۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مطابق حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کا غلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ آپ سے اپنے آقا حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی کسی معاملہ میں شکایت کر رہا تھا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! حاطب ضرور جہنم میں داخل ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو جھوٹ کہتا ہے، حاطب جہنم میں نہیں جائے گا، کیونکہ وہ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شامل تھا۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، رقم الحدیث ۳۸۹۶)

بَابُ فِيْمَنْ سَبَّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 53: جو شخص نبی اکرم ﷺ کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کو برا کہے

3796 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ اَبَا صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدَّ

اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قول امام ترمذی: وَمَعْنٰى قَوْلِهِ نَصِيفَهُ يَعْنِىْ نِصْفَ مُدِّهِ

اسناد دیگر: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَكَانَ حَافِظًا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرے اصحاب کو برا نہ کہو اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' اگر تم میں سے کوئی ایک شخص ''احد'' پہاڑ جتنا سونا خیرات کرے' تو بھی ان میں سے کسی ایک کے ایک مد، بلکہ نصف مد (غلہ خیرات کرنے) کے برابر نہیں ہوسکتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس کے نصف سے مراد نصف مد ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

3797 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ اَبِىْ رَائِطَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَللّٰهَ اللّٰهَ فِىْ اَصْحَابِىْ اللّٰهَ اللّٰهَ فِىْ اَصْحَابِىْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِىْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّىْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِىْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِىْ وَمَنْ اٰذَانِىْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ سے (ڈرو) اللہ سے (ڈرو) میرے اصحاب کے بارے میں اور تم انہیں میرے بعد ہدف ملامت نہ بنانا' کیونکہ جو شخص ان سے محبت رکھے گا وہ مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے محبت رکھے گا' اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا۔ جو انہیں اذیت پہنچائے گا گویا اس نے مجھے اذیت پہنچائی جس نے مجھے اذیت پہنچائی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچانے کی کوشش کی جو اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچانے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی گرفت کرے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

3796۔ اخرجه البخاری (۲۵/۷): كتاب فضائل الصحابة، باب: فضل ابی بكر الصديق رضی الله عنه رقم (۳۶۷۳) و مسلم ۱۹۶۷/۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: تحريم سب الصحابة رضی الله عنهم، رقم (۲۲۲/۱ ۲۵۴۱)، و ابوداؤد (۶۲۶/۲): كتاب السنة: باب: فی النهی عن سب اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم، رقم (۴۶۵۸).

3797۔ اخرجه احمد (۸۷/۴) عن عبد الرحمٰن بن زياد عن عبد الله بن مغفل فذكره.

3798 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ خِدَاشٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: عنقریب وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی سوائے سرخ اونٹ والے شخص کے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3799 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

متنِ حدیث: أَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو حَاطِبًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاطب کی شکایت کی وہ بولا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاطب ضرور جہنم میں جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے غلط کہا ہے وہ جہنم میں نہیں جائے گا' کیونکہ اس نے (غزوہ) بدر اور حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3800 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ نَاجِيَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي طَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي يَمُوتُ بِأَرْضٍ إِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَنُورًا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

اسنادِ دیگر: وَرُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي طَيْبَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

3798 - لم يخرجه احد من اصحاب الكتب الستة سوى الترمذي. ينظر (التحفة) (٢/٢٩٦) رقم (٢٧٠٢) و ذكره الهندي في الكنز (١٠٢/٨)، حديث (٤٥٧)، و عزاه للترمذي عن جابر.

3799 - اخرجه مسلم (١٩٤٢/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل اهل بدر رضي الله عنهم. وقصة حطب بن ابي بلتعة رقم (٢١٩٥/١٦٢).

3800 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (٨٦/٢). رقم (١٩٨٣)، وذكره المتقي الهندي في الكنز (٩٣٠/١١)، حديث (٣٢٤٧٥)، و عزاه للترمذي و الضياء عن بريدة.

وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّهُوَ اَصَحُّ

◆◆ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے ساتھیوں میں سے جو بھی شخص جس زمین پر فوت ہوگا قیامت کے دن وہاں کے لوگوں کا قائد اور ان کے لئے نور بن کر زندہ ہوگا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

یہ روایت عبداللہ بن مسلم ابوطیبہ نامی راوی نے ابن بریدہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر بھی نقل کیا ہے' اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

3801 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُّحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَالنَّضْرُ مَجْهُوْلٌ وَّسَيْفٌ مَجْهُوْلٌ

◆◆ نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں' تو تم کہو اللہ تعالیٰ تمہارے شر پر لعنت کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے۔ ہم اسے عبید اللہ بن عمر کے حوالے سے' صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ ''نضر'' مجہول ہے اور ''سیف'' مجہول ہے۔

شرح

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے کی ممانعت:

اس باب کے مفہوم مخالف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق صحابہ کرام وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کے گناہ یا نقائص تلاش کرنا گناہ اور گندہ گناہ ہے۔ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کسی بھی صحابی کی برائی بیان کرنا، گناہ کبیرہ ہے۔ احناف کے ہاں اس کے مرتکب کو حد شرعی سے کم درجہ کی سزا دی جائے گی مگر اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اسے قتل کیا جائے گا۔

احادیث باب میں فضائل صحابہ بیان کیے گئے ہیں، جن کا اختصار حسب ذیل ہے:

ا- کسی بھی صحابی کو گالی بکنا حرام ہے، کیونکہ اس کی شان تو یہ ہے کہ غیر صحابی کا احد پہاڑ کے برابر اللہ کی راہ میں سونا خرچ کرنا،

3801 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (٦/ ١٤٠) رقم (٧٩١٣)، وذكره الهندي في الكنز (١١/ ٥٣٢). حديث (٣٢٤٨٤)، وعزاه للخطيب.

صحابی رسول کے نصف کلو جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

۲- صحابہ کرام کا ادب و احترام امت پر واجب ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان سے محبت رکھی جائے، ان کی عیب جوئی حرام ہے اور ان سے بغض وعناد رکھنے والا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے مؤاخذہ سے محفوظ نہیں رہے گا۔

۳- قیامت کے دن زمین کے ہر خطہ سے لوگ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں سفر کرتے ہوئے میدان حشر میں جمع ہوں گے، اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام دنیا میں بھی امور دینیہ میں امت کے پیشوا ہیں اور آخرت میں بھی قائد ہوں گے۔

۴- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عداوت و بغض رکھنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور لعنت کا حقدار ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو قابل معافی نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

شرعی نقطہ نظر سے اولاد پر جو والدین کے حقوق عائد ہوتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کا ادب واحترام ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے، کیونکہ وہ اولاد کے وجود کا باعث ہوتے ہیں۔ اسی طرح امت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام واجب ہے، کیونکہ یہ نفوس قدسیہ امت کے لیے دین (قرآن وسنت) کے محافظ وامین ہیں، ان کی کوششوں سے دین اسلام ہم تک پہنچا ہے اور تاقیامت محفوظ رہے گا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 54: سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان

3802 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

متنِ حدیث: وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَاْذَنُونِي فِي اَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ فَلَا اٰذَنُ ثُمَّ لَا اٰذَنُ ثُمَّ لَا اٰذَنُ اِلَّا اَنْ يُرِيدَ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ اَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَاِنَّهَا بَضْعَةٌ مِّنِّي يَرِيبُنِي مَا رَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا اٰذَاهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ہشام بن

3802- اخرجه البخاري (۲۳۸/۹): كتاب النكاح: باب: ذب الرجل عن ابنته في الغيرة و الانصاف، رقم (۵۲۳۰) و اطرافه في (۵۲۷۸-۳۷۶۷)، و مسلم (۱۹۰۲/۴) و ما بعدها: كتاب فضائل الصحابة باب: فضائل فاطمة بنت النبي صلى الله عليه وسلم رضي الله عنها، رقم (۹۳، ۲۴۴۹/۹۶)، و ابوداؤد (۶۳۳/۱): كتاب النكاح: باب: ما يكره ان يجمع بينهن من النساء، رقم (۲۰۷۱)، و ابن ماجه (۶۴۳/۱، ۶۴۴): كتاب النكاح: باب: الغيرة، رقم (۱۹۹۸، ۱۹۹۹).

مغیرہ کے بچوں نے مجھ سے یہ اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابوطالب سے کر دیں میں نے ان کو اجازت نہیں دی میں انہیں اس کی اجازت نہیں دیتا' البتہ اگر ابن ابی طالب ایسا چاہتے ہیں' تو وہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے شادی کر لیں' کیونکہ وہ (فاطمہ) میری جان کا ٹکڑا ہے' جو چیز اسے بری لگے گی' وہ مجھے بھی بری لگے گی اور جو چیز اسے تکلیف پہنچائے گی وہ مجھے بھی تکلیف پہنچائے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عمرو بن دینار نے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے' حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

3803 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدِ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ جَعْفَرٍ الْاَحْمَرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ اَحَبَّ النِّسَاءِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِيٌّ

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ يَعْنِىْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: خواتین میں نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں (سب سے زیادہ محبوب) حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

ابراہیم بن سعید بیان کرتے ہیں: اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت کی خواتین اور مرد ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

ولادت اور نام ونسب:

۱ھ نبوی میں آپ کی ولادت مکہ میں ہوئی، نام: فاطمہ، لقب: الزہراء وخاتون جنت، والد گرامی کا نام: سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور والدہ محترمہ کا نام: حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھا۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے: فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔

نکاح:

۲ھ میں اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ حضرت امام حسن، حضرت امام

3803 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (۸۶/۲)، رقم (۱۹۸۱)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۱۵۵/۳)، و قال: صحيح الاسناد و لم يخرجاه عن بريدة.

حسین، حضرت اُم کلثوم اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم آپ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

مرویات کی تعداد:

آپ روایت حدیث میں نہایت احتیاط سے کام لیتی تھیں، تاہم آپ کی مرویات کی تعداد اٹھارہ (۱۸) ہے۔

امتیازی اوصاف:

خاتون جنت حضرت فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہا کے چند امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی، (۲) نہایت درجہ کی زاہدہ و عابدہ، (۳) شرم وحیاء میں اپنی مثال آپ، (۴) کسی بھی سفر سے واپسی پر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔

وفات:

۳ رمضان ۱۱ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ (۶) ماہ بعد مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت عمر چوبیس (۲۴) یا انتیس (۲۹) سال تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

فضائل ومناقب

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا قصد کیا، اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے اس سلسلہ میں اظہار ناراضگی فرمائی اور فرمایا: اللہ کے دشمن کی بیٹی اور میری بیٹی دونوں ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ آپ کے ناپسند کرنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی تک کسی دوسری خاتون سے نکاح نہ کیا۔

سوال: پیغام نکاح ارسال کرنے کے حوالے سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا تھا اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے پیغام نکاح بھیجا گیا تھا، دونوں میں سے صحیح کیا ہے؟

جواب: صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح نہیں بھیجا تھا بلکہ لڑکی والوں کی طرف سے پیغام نکاح ارسال کیا گیا تھا، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت اور فیض یافتہ تھے۔ لہٰذا ان کا ابوجہل (دشمن خداوندی) کی بیٹی سے نکاح کرنا بعید از قیاس ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

سوال: جب ایک شخص شرعی طور پر چار خواتین سے نکاح کرسکتا ہے، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح ثانی کو ناپسند کیوں کیا؟

جواب: ابوجہل اپنے کفر وشرک کی وجہ سے وقت کا فرعون اور اللہ تعالیٰ کا دشمن تھا، اس کی لڑکی بھی اسی نجاست سے معمور تھی، اگر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیتی تو انہیں بے ایمان بنا دیتی اور بے ایمانی کی نحوست کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ

عنہا کو اذیت ہوتی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی۔

فائدہ نافعہ:

دشمن خدا کی بیٹی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ تاہم اگر (بالفرض) حضرت علی رضی اللہ عنہ طلاق کے ذریعے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فارغ کر دیں تو پھر نکاح جائز ہو سکتا ہے، کیونکہ ایسی صورت میں دشمن خدا کی بیٹی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا جمع ہونا لازم نہیں آتا۔

سوال: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ افضل النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا افضل النساء ہیں، تو یہ تعارض ہے؟

جواب: (۱) افضل النساء کے حوالے سے علماء کے چار اقوال ہیں:

(i) حضرت فاطمہ، (ii) حضرت خدیجہ بنت خویلد، (iii) حضرت عائشہ، (iv) حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہن۔

(۲) اہل بیت کی خواتین میں سے افضل النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور اہل بیت کے مردوں میں سے افضل الرجال حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

3804 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ

متنِ حدیث: اَنَّ عَلِيًّا ذَكَرَ بِنْتَ اَبِىْ جَهْلٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّىْ يُؤْذِيْنِىْ مَا اٰذَاهَا وَيُنْصِبُنِىْ مَا اَنْصَبَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: هٰكَذَا قَالَ اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَيُحْتَمَلُ اَنْ يَكُوْنَ ابْنُ اَبِىْ مُلَيْكَةَ رَوٰى عَنْهُمَا جَمِيْعًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا چاہی نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: فاطمہ میری جان کا ٹکڑا ہے' جو چیز اسے اذیت دے گی' وہ چیز مجھے بھی اذیت دے گی اور جو چیز اسے پریشان کرے گی' وہ چیز مجھے بھی پریشان کرے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ایوب نامی راوی نے اپنی سند کے ہمراہ اس کو اسی طرح حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے۔

دیگر راویوں نے اسے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے' حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

3804 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (٤/ ٢٢٤)، رقم (٥٢٧١)، واخرجه الحاكم بنحوه من طريق المسور بن مخرمة (٣/ ١٥٤) وصححه بلفظ: انما فاطمة شجنة منى۔

یہاں اس بات کا احتمال ہو سکتا ہے: ابن ابی ملیکہ نامی راوی نے ان دونوں حضرات سے اس کو نقل کیا ہو۔

3805 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ الْهَمْدَانِيُّ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ صُبَيْحٍ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَصُبَيْحٌ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ

◆◆ صبیح جو سیدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں' حضرت زید بن ارقم کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا میں اس شخص کے ساتھ جنگ کروں گا' جس کے ساتھ تم جنگ کرو گے' اور میں اس کے ساتھ صلح کروں گا جن کے ساتھ تم صلح کرو گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

سیّدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام صبیح معروف شخص نہیں تھے۔

شرح

چارتن سے دشمنی اور دوستی کا معیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہونا:

یہ مشہور قاعدہ ہے کہ دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے اور دشمن کا دوست بھی دشمن ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں تو من شدی و من تو شدم والا مسئلہ بن جاتا ہے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے چہارتن (حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم) کی محبت کو اپنی محبت اور ان کی عداوت کو اپنی عداوت قرار دیا۔ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھتا ہے، وہ ان سے بھی محبت کرے گا اور ان سے عداوت رکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ اہل بیت سے قلبی عقیدت و محبت رکھی جائے، یہی محبت اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قرب کا ذریعہ ہے۔

3806 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَّلَ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ كِسَاءً ثُمَّ قَالَ

3805 - اخرجه ابن ماجه (۵۲/۱) المقدمة: باب: فضل الحسن والحسين ابني علي- رضي الله عنهم. رقم (۱۴۵).

3806 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (۱۳/۱۲) رقم (۱۸۱۶۵)، و اخرجه الحاكم في (المستدرك) (۴۱۶/۲)، و قال: صحيح على شرط البخاري و لم يخرجاه.

اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي اَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاَنَا مَعَهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّكِ اِلٰى خَيْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَّهُوَ اَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّاَبِي الْحَمْرَاءِ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَّعَائِشَةَ

◆◆ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حسن' حسین' حضرت علی اور فاطمہ پر ایک چادر دی اور دعا کی۔

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور مخصوص لوگ ہیں' تو ان سے ناپاکی کو دور کر دے اور انہیں اچھی طرح سے پاک کر دے''۔

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بھلائی کی جگہ پر ہو۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ اس بارے میں منقول سب سے عمدہ روایت ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوحمراء رضی اللہ عنہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

دعاءِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چارتن کا اہل بیت میں شامل ہونا:

اہل بیت کا مصداقِ اول ازواج النبی رضی اللہ عنہن ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے چارتن یعنی حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم بھی ان میں شامل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چارتن کو اپنے کمبل میں چھپانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی:

''اللهم هؤلاء اهل بيتي وحامتي، اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرًا .''

''اے پروردگار! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص گھر والے ہیں، تو ان سے پلیدی دور کر دے اور انہیں خوب پاک کر دے۔''

اس موقع پر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے بھی اپنی دعا میں ان کے ساتھ شامل فرمالیں! آپ نے فرمایا: تم بڑی خیر پر ہو۔ یعنی تم ہی تو اس آیت کا مصداق وشان نزول ہو۔

اس روایت سے جہاں چارتن کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہاں اُمہات المؤمنین کی عظمت وشان معلوم ہوتی ہے' یہ سب لوگ واجب الاحترام ہیں اور ان سے عقیدت ومحبت ایمان کا حصہ ہے۔

3807 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ

عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ

متن حدیث: قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللَّهِ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا فَلَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَتْ فَاطِمَةُ فَأَكَبَّتْ عَلَيْهِ فَقَبَّلَتْهُ ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا فَبَكَتْ ثُمَّ أَكَبَّتْ عَلَيْهِ ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنَّ هَذِهِ مِنْ أَعْقَلِ نِسَائِنَا فَإِذَا هِيَ مِنَ النِّسَاءِ فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهَا أَرَأَيْتِ حِينَ أَكْبَبْتِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعْتِ رَأْسَكِ فَبَكَيْتِ ثُمَّ أَكْبَبْتِ عَلَيْهِ فَرَفَعْتِ رَأْسَكِ فَضَحِكْتِ مَا حَمَلَكِ عَلَى ذَلِكَ قَالَتْ إِنِّي إِذًا لَبَذِرَةٌ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ مَيِّتٌ مِنْ وَجَعِهِ هَذَا فَبَكَيْتُ ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنِّي أَسْرَعُ أَهْلِهِ لُحُوقًا بِهِ فَذَاكَ حِينَ ضَحِكْتُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَائِشَةَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: عادات واطوار اور اٹھنے بیٹھنے کے طریقے میں میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو فاطمہ سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہو۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فاطمہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کو بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ پر ساتھ بٹھاتے تھے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے تو وہ بھی اپنی جگہ پر کھڑی ہو جاتی تھیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتی تھیں اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتی تھیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ پر جھک گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا پھر انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے سوچا میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ خواتین میں سب سے زیادہ عقل مند ہیں لیکن ہیں تو یہ عورت ہی لیکن جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے فاطمہ سے کہا: آپ کو یاد ہے جب آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکی تھی آپ نے اپنا سر اٹھایا تو آپ رو رہی تھی پھر آپ جھکی تو اپنا سر اٹھایا تو ہنس پڑی تھیں آپ نے ایسا کیوں کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: اب میں یہ بات بتا سکتی ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ بتایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی بیماری کے دوران انتقال ہو جائے گا اس کی وجہ سے میں رو پڑی تھی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا آپ کے گھر والوں میں سب سے جلدی میں آپ سے ملوں گی تو میں ہنس پڑی تھی۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے جو اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت دوسری سند کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

3808 أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ

3807- أخرجه أبو داؤد (۲/۷۷۲) كتاب الأدب: باب ما جاء في القيام، رقم (۵۲۱۷).

عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ وَهْبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَنَاجَاهَا فَبَكَتْ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا وَضَحِكِهَا قَالَتْ اَخْبَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يَمُوْتُ فَبَكَيْتُ ثُمَّ اَخْبَرَنِىْ اَنِّىْ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَرْيَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فاطمہ کو بلایا اور سرگوشی میں اُن کے ساتھ کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا تو میں نے فاطمہ سے اُن کے پہلے ہنسنے اور پھر رونے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس وقت یہ بات بتائی تھی: (کہ عنقریب) آپ کا انتقال ہو جائے گا تو میں رو پڑی۔ پھر آپ نے مجھے یہ بتایا: میں' مریم بن بنت عمران کے علاوہ جنت کی تمام خواتین کی سردار ہوں' تو میں ہنس پڑی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

سیرت وکردار اور خصلت ودین فہمی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہونا:

یہ روایت تفصیلی اور جامع ہے، جس میں متعدد امور بیان کیے گئے ہیں اور ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیرت وخصلت، نشست وبرخواست اور دینی امور فہمی میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھیں اور ان امور کا اظہار عموماً ہوتا رہتا تھا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ جب آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ احترام وشفقت سے کھڑے ہو جاتے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے۔ اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو آپ احتراماً کھڑی ہو جاتیں اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی بزرگ شخصیت کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینا جائز ہے۔ علاوہ ازیں کسی معزز شخصیت کے ادب واحترام کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے۔

۲- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حالت مرض میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ نے حسب معمول انہیں بوسہ دیا، ان کے کان میں کوئی بات کہی جس سے وہ رو پڑیں پھر دوبارہ بات کہی جس سے وہ ہنس پڑیں۔ پہلی بار اسی مرض میں اپنے وصال کی اطلاع دی تھی، جس سے صاحبزادی صاحبہ پریشان ہوگئیں اور آنسو بہانے لگیں جبکہ دوسری بار یہ بات بتائی کہ

3808- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۲۷/۱۳) رقم (۱۸۱۸۷) من طريق ام سلمة، واخرجه البيهقي في دلائل النبوة (۱٦٤/۷) عن عائشة.

خاندان سے سب سے قبل تمہاری وفات ہوگی اور سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی، اس سے وہ مسکرانے لگیں۔ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تاحیات راز کی یہ بات کسی کو بتانے سے احتراز کیا لیکن وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کا افشاء کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ رازدان و رازدار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ حسب ارشاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی مرض میں وصال ہوا اور چھ ماہ بعد اپنے خاندان سے وصال کرنے والی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون تھیں۔

فائدہ نافعہ:

تاقیامت پیش آنے والے تمام واقعات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہیں، ایک مشہور روایت کے مطابق ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت قلیل وقت میں قیامت تک کے تمام احوال بیان فرما دیے تھے اور معلوم ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عالم ماکان ومایکون ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کائنات کی کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

3809 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ اَبِى الْجَحَّافِ عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرِ التَّيْمِيِّ

متنِ حدیث: قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِیْ عَلٰى عَآئِشَةَ فَسُئِلَتْ اَیُّ النَّاسِ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا اِنْ كَانَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: قَالَ وَاَبُو الْجَحَّافِ اسْمُهٗ دَاوٗدُ بْنُ اَبِیْ عَوْفٍ وَّيُرْوٰى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْجَحَّافِ وَكَانَ مَرْضِيًّا

جمیع بن عمیر تیمی بیان کرتے ہیں: میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے سوال کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون تھا سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: فاطمہ' سوال کیا گیا مردوں میں سے کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ان کے شوہر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور مجھے علم ہے: وہ زیادہ (نفلی) روزہ رکھنے والے اور قیام کرنے والے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

3809 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۳۸۹/۱۱) رقم (۱۶۰۵۴) عن جميع بن عمير عن عائشة مرفوعًا.

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہونا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے:

اس روایت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر بطور دلیل ان کے دو اوصاف بیان کیے گئے ہیں: (i) آپ کثرت سے دن میں روزے رکھتے تھے، (ii) آپ کثرت سے رات میں عبادت کرتے تھے۔

یاد رہے یہ روایت حقیقت پر مبنی ہرگز نہیں ہے، کیونکہ ابوالجحاف راوی غالی قسم کا شیعہ تھا اور اس کی روایت قوی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اس روایت کو بنیاد بنا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینا درست نہیں ہوسکتا، کیونکہ والدین کی فضیلت اولاد پر منصوص ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دینا بھی اہل سنت کا عقیدہ نہیں ہے۔

مزید فضائل:

جامع ترمذی کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی بکثرت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب موجود ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

ان بعث اليه حسن بن حسن يخطب ابنة له، فقال له: قل له: فليأتنى فى العتمة قال: فلقيه فحمد الله المسور واثنى عليه وقال: امابعد اما والله مامن نسب ولا سبب ولا صهر احب الى من نسبكم وصهركم ولكن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فاطمة مضغة منى يقبضنى ماقبضها ويبسطنى مابسطها، وان الاسباب يوم القيامة تنقطع غير نسبى و صهرى وعندك ابنتها لوزوجتك لقبضها ذالك فانطلقها عاذرًا له .

''حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت مسور رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں، تو انہوں نے قاصد سے کہا: تم انہیں بتا دو کہ وہ نماز عشاء کے بعد میرے ہاں آئیں۔ چنانچہ وہ ان سے ملے تو حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد کہا: امابعد! اللہ کی قسم! تمہارے حسب ونسب اور سسرال سے زیادہ مجھے کوئی حسب ونسب اور سسرال محبوب نہیں ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے وہ تنگ ہوتی ہے اس سے میں بھی تنگ ہوتا ہوں اور جس چیز سے وہ خوش ہوتی ہے اس سے میں بھی خوش ہوتا ہوں، بلاشبہ قیامت کے دن میرے حسب ونسب اور سسرال کے علاوہ سب نسب نامے ختم ہو جائیں گے۔'' لہٰذا آپ کے نکاح میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی

پہلے سے موجود ہے، اگر میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کردوں گا تو یہ بات انہیں پریشان کرے گی۔ یہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت قبول کر لی اور واپس چلے گئے۔

۲- حضرت صالح رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

قالت عائشة لفاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم: الا ابشرك؟ انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: سيدات نساء اهل الجنة اربع: مريم بنت عمران، و فاطمة بنت رسول الله، وخديجة بنة خويلد، وآسية امراة فرعون .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں؟ بلاشبہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: چار خواتین اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی: (i) مریم بنت عمران، (ii) فاطمہ بنت محمد، (iii) خدیجہ بنت خویلد، (iv) فرعون کی زوجہ آسیہ۔

۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حسبك من نساء العلمين، مريم بنت عمران و خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد و آسية امراة فرعون .

تمہیں تمام جہاں کی خواتین میں سے چار عورتیں کافی ہیں: (i) مریم بنت عمران، (ii) خدیجہ بنت خویلد، (iii) فاطمہ بنت محمد، (iv) فرعون کی بیوی آسیہ۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

خط رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الارض اربعة خطوط فقال: أتدرون ماهذا؟ فقالوا: الله ورسوله اعلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: افضل نساء اهل الجنة خديجة بنت خويلد، و فاطمة بنت محمد و ذكر باقى الحديث .

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور فرمایا: کیا تمہیں علم ہے کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی خواتین میں سب سے زیادہ فضیلت والی خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمر بباب فاطمة ستة اذا خرج الى صلوٰة الصبح، ويقول: الصلوٰة، الصلوٰة: إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا .

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز کے لیے جاتے تو چھ (۶) ماہ تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے

کے پاس سے گزرتے اور فرماتے تھے: نماز، نماز، پھر یہ آیت تلاوت فرماتے: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تم سے ناپاکی دور کردے اور تمہیں مکمل طور پر پاک کردے۔

۶-سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا كان يوم القيامة قيل، يا أهل الجمع، غضو أبصاركم حتى تمر فاطمة بنت رسول الله فتمر وعليها ريطتان خضراوان .

جب قیامت کا دن ہوگا تو کہا جائے گا: اے اکٹھے ہونے والو! اپنی نگاہیں جھکالو، تا کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزر جائیں۔ پھر وہ گزریں گی اور انہوں نے دو بڑی سبز چادریں زیب تن کی ہوں گی۔

۷-حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

(قم بنايا بريدة نعود فاطمة) قال: فلما ان دخلنا عليها أبصرت اباها ودمعت عيناها قال: (ما يبكيك يا بنية؟) قالت: قلة الطعم وكثرة الهم، وشدة السقم . قال: اما والله لما عند الله خير مما ترغبين اليه يا فاطمة، اما ترضين انى زوجتك اقدمهم سلماً وأكثرهم علماً وأفضلهم حلماً، والله ان ابنيك لمن شباب أهل الجنة .

اے بریدہ! اٹھو اور ہمارے ساتھ چلو، ہم فاطمہ کی تیمارداری کر کے آئیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب ہم ان کے گھر پہنچے اور انہوں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا تو رو پڑیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: میری پیاری بیٹی! کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے کہا: خوراک کی قلت، پریشانیوں کی کثرت اور بیماری کی شدت کی وجہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! اللہ کی قسم! اللہ کے ہاں ایسے ایسے بہترین انعامات ہیں جن کی تم رغبت رکھتی ہو۔ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے، جو سب سے پہلے اسلام لایا، سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اور سب سے بڑھ کر حلم و بردباری والا ہے۔ اللہ کی قسم! تیرے دونوں بیٹے جنتی نوجوانوں میں سے ہیں۔

بَاب فَضْلِ خَدِيجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

باب 55: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان

3818 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: مَا غِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيجَةَ وَمَا بِي اَنْ اَكُوْنَ اَدْرَكْتُهَا وَمَا ذَاكَ اِلَّا لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيَتَتَبَّعُ بِهَا صَدَائِقَ خَدِيجَةَ فَيُهْدِيهَا لَهُنَّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◈ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: مجھے نبی اکرم ﷺ کی ازواج میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں آتا تھا جتنا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا حالانکہ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا تھا اس کی صرف یہی وجہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ بکثرت ان کا ذکر کیا کرتے تھے نبی اکرم ﷺ جب کوئی بکری قربان کرتے تھے' آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو کچھ گوشت تحفے کے طور پر بھیجا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3811 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متن حدیث: مَا حَسَدْتُ اَحَدًا مَا حَسَدْتُ خَدِيْجَةَ وَمَا تَزَوَّجَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا بَعْدَ مَا مَاتَتْ وَذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مِنْ قَصَبٍ قَالَ اِنَّمَا يَعْنِيْ بِهٖ قَصَبَ اللُّؤْلُؤِ

◈ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے کسی بھی عورت پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا' نبی اکرم ﷺ نے ان کے انتقال کے بعد میرے ساتھ شادی کی تھی' لیکن اس رشک کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں جنت میں ایک محل کی بشارت دی تھی' جو موتی سے بنا ہوگا۔ جس میں کوئی شور نہیں ہوگا' اور کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

من قصب سے مراد موتی ہے۔

3812 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: خَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَّخَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةَ

3811 - اخرجه النسائی فی (الكبری) (۹۴/۵) كتاب المناقب باب مناقب خديجة بنت خويلد رضی الله عنها رقم (۸۳۶۰/۵)

3812 - اخرجه البخاری (۱۶۵/۷) كتاب المناقب الانصار باب تزويج النبی صلی الله عليه وسلم خديجة، وفضلها رضی الله عنها رقم (۳۸۱۵)، ومسلم (۱۸۸٦/۴) كتاب فضائل الصحابة باب فضائل خديجة بنت خويلد رضی الله عنها رقم (۲۴۳۰/۶۹)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' انہوں نے فرمایا ہے: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' خواتین میں سب سے بہتر خدیجہ ہیں اور خواتین میں سب سے بہتر مریم بنت عمران ہیں۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3813 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ زَنْجُوَيْهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَّفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَّآسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تمہارے لئے تمام جہان کی خواتین میں سے مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا' خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا' فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا اور آسیہ (زوجہ فرعون)' کافی ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: خدیجہ، کنیت: ام ہند، لقب: طاہرہ تھا۔ ہجرت مدینہ سے اڑسٹھ (۶۸) سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ باپ کا نام خویلد تھا اور شجرہ نسب یوں ہے:

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی۔ قصی بزرگ سے آپ کا نسب نامہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں بت پرستی، زنا کاری، شراب نوشی اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا وغیرہ امور کو معیوب تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امور ہر شخص میں پائے جاتے تھے مگر آپ کو ان عیوب سے سخت نفرت تھی۔ یہی وجہ ہے زمانہ جاہلیت میں بھی آپ ط

3813- انفرد به الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف (١/٣٠٤) رقم (١٢١٦)، واخرجه الحاكم في مستدركه (٣/١٥٧)، قال: هذا الحديث في المسند لابي عبد الله احمد بن حنبل هكذا عن قتادة عن انس

لقب ''طاہرہ'' تھا۔

والدہ کا نام: فاطمہ تھا اور والدہ محترمہ کی طرف سے شجرہ نسب یوں ہے:

فاطمہ بنت زائدہ بن الأعصم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر۔ لوئی بزرگ میں نسب نامہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ابو ہالہ نباش بن ابوزراہ سے ہوا تھا، جن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے: (i) ہند، (ii) ہالہ۔ آپ کا دوسرا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا، جن سے ایک بچی اور ایک بچہ پیدا ہوا جبکہ بچی کا نام ''ہندہ'' تھا۔

آپ نہایت درجہ کی ذہین وفطین، عالی نسب اور متمول خاتون تھیں۔ مکہ کے بہت سے شرفاء ان سے نکاح کرنے کے متمنی تھے مگر انہوں نے اپنے آپ کو نکاح کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچاؤں سے مشاورت کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا، خویلد بن اسد کے ہاں گئے، اپنے لیے پیغام نکاح دیا، جو قبول کر لیا گیا اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا۔ نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاش کی فکر سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کے لیے متوجہ ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریاضت کے لیے غار حراء میں تشریف لے جاتے، ستو اور پانی ساتھ لے جاتے اور ان اشیاء کے ختم ہونے تک غار میں مصروف عبادت رہتے مگر ختم ہونے پر گھر آتے پھر خورد ونوش یعنی ستو وغیرہ لے کر غار کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔

نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس (۲۵) سال جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس (۴۰) سال تھی۔ پانچ سو (۵۰۰) درہم مہر مقرر ہوا تھا۔

خصوصیات:

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی کثیر خصوصیات میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی پہلی خاتون ہیں اور جب تک آپ بقید حیات رہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے ہوئی جبکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کنیز کے بطن سے متولد ہوئے۔

☆ نکاح کے بعد آپ نے پچیس (۲۵) سال تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

☆ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کے بعد اپنی تمام دولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کر دی اور آپ اسے اپنے تصرف میں لائے۔

☆ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے عالم میں گھر تشریف لائے تو انہوں نے آپ کو تسلی و تشفی دی کہ یہ مرحلہ پریشان کن نہیں ہے بلکہ خوش کن ہے۔

☆ خواتین میں سے آپ پہلی عورت ہیں جنہوں نے سب سے قبل قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔

ورقہ بن نوفل کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار:

پہلی وحی کے نزول پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پریشانی کو دور کرنے کے لیے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا پروردگار آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا، پیغام خداوندی لانے والا وہی فرشتہ ہے' جو انبیاء سابقون پر بھی وحی لاتا رہا ہے، آپ بے سہاروں کے سہارا بنتے ہیں، لاچاروں کے چارا گر بنتے ہیں، غریبوں کی معاونت کرتے ہیں، امور خیر کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور دوسروں کی راہنمائی کرتے ہیں۔

اس تسلی بخش گفتگو کے بعد حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو آسمانی کتب کے بہت بڑے عالم تھے، نئی پیش آنے والی صورتحال بتائی، گفتگو سننے کے بعد وہ بہت خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت پر فائز ہونے کی مبارک باد پیش کی۔ علاوہ ازیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار کہے جن میں سے چند ایک اشعار مع ترجمہ حسب ذیل ہیں:

١-لججت وكنت فى الذكرى لجوجا	لهم طالما بعث النشيجا
٢-ووصف من خديجة بعد وصف	فقد طال انتظارى يا خديجا
٣-ببطن المكتين على رجائى	حديثك ان ارى منه خروجا
٤-بما خبرتنا من قول قس	من الرهبان اكره ان يحوجا
٥-بان محمدا سلسوفينا	ويخصم من يكون له حجيجا
٦-ويظهر فى البلاد ضياء نور	يقيم به البرية ان تموجا
٧-فيلقى من يحاربه خسارا	ويلقى من يسالمه فلوجا
٨-فياليتنى اذا ما كان ذاكم	شهدت وكنت اكثرهم ولوجا
٩-ولوجا فى الذى كرهت قريش	ولو عجت بمكتها عجيجا
١٠-ارجى بالذى كرهو جميعاً	الى ذى العرش ان سفلوا عروجا
١١-وهل امر السفالة غير كفر	بمن يختار من سمك البروجا
١٢-فان يبقوا وابق تكن امور	يضج الكافرون لها ضجيجا
١٣-وان اهلك فكل فتى سيلقى	من الاقدار متلفة خروجاً

ترجمہ ١- میں نے ایک ایسے اہم معاملہ کا انتظار کیا جس نے گریہ زاری سے عاجز آجانے والے کو اکثر مستعد کیا، یہ

بات تو یہ ہے کہ میں نے پند و نصیحت کا ہمیشہ انتظار کیا ہے۔

۲- میں نے یکے بعد دیگرے خدیجہ سے کئی اوصاف بیان کیے، اے خدیجہ! انتظار طویل ہو گیا ہے۔

۳- اے خدیجہ! مجھے اس بات کا علم ہے اور امید رکھتا ہوں کہ تمہاری بات کا ظہور مکہ کی دو وادیوں کے درمیان ہو گا۔

۴- میں یہ بات پسند نہیں کرتا جس کے ٹیڑھی یا غلط ہونے کے بارے تو نے ہمیں اطلاع دی ہے۔

۵- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سردار ہوں گے اور ان کی طرف سے جو کوئی بحث کرے گا وہی غالب رہے گا۔

۶- اور تمام شہروں میں اس کی روشنی پھیل جائے گی، جو لوگوں کو سیدھا کرے گا اور افتراق سے محفوظ رکھے گا۔

۷- بعد ازاں جو شخص آپ سے لڑائی کرے گا، نقصان اٹھائے گا اور جو مصالحت کا ہاتھ بڑھائے گا وہ کامیاب رہے گا۔

۸- کاش میں بھی اس وقت تک بقید حیات رہوں، جب تک تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہو گا اور کاش داخل ہونے والوں میں زیادہ حقدار ہو جاؤں۔

۹- میں اس دین میں داخل ہو جاؤں جس میں داخل ہونے سے قریش کراہت کریں گے، اگرچہ وہ مکہ میں بہت کچھ کریں گے۔

۱۰- جس چیز کو قریش ناپسند کریں گے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سرفرازی کی میں امید رکھتا ہوں جبکہ وہ ذلت و خواری کا شکار ہو جائیں۔

۱۱- جس نے بلندی کو برجوں کے لیے منتخب کیا، اس کا انکار کفر و ذلت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۱۲- اگر میں اور وہ سب رہیں گے، تو ایسے واقعات ظہور میں آئیں گے کہ کفار ان پر گریہ زاری کریں گے۔

۱۳- اگر میں وفات پا جاؤں تو ہر جوان قدرت کے فیصلہ کے مطابق دنیا سے رخصت ہونے والا اور کوچ کرنے والا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اعزاء و اقارب اور ان کی سہیلیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے تھے، یہ حسن سلوک کا سلسلہ ان کی زندگی تک محدود نہیں تھا بلکہ بعد از وفات بھی جاری رہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حسانہ مزینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے ان سے حال و احوال دریافت کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے بعد تمہارا کیا حال ہو گا؟ ان کے چلے جانے کے بعد دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ خاتون کون تھی؟ فرمایا: میری زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد امجاد:

ابو ہالہ کے زمانہ نکاح میں آپ سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے:

(i) حضرت ہالہ، (ii) حضرت طاہر، (iii) حضرت ہند رضی اللہ عنہم۔ یہ تینوں مسلمان ہوئے اور اعزاز صحابیت سے سرفراز

ہوئے۔ دور رسالت میں ایک چوتھائی یمن کا حصہ فتح ہوا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طاہر رضی اللہ عنہ کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک وہ وہاں حاکمیت کی خدمات انجام دیتے رہے اور آپ کے وصال فرمانے کے بعد اس علاقہ کے قبائل مرتد ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادہ حضرت طاہر رضی اللہ عنہ کو ان کے خلاف لشکر کشی کا حکم دیا، وہ ان سے معرکہ آراء ہوئے اور فتح و کامرانی کے بعد واپس آئے۔ اس موقع پر حضرت طاہر رضی اللہ عنہ نے حسب ذیل اشعار کہے تھے:

۱-فوالله لولا الله لاشیء غیره　　اما فض بالاجراع جمع العتائب

۲-فلم ترعینی مثل جمع رأیته　　بجنب مجاز فی جموع الاخابث

۳-قتلنا هو ما بین قنة خاصر　　الی القیعة البیضاء ذات النبائث

۴-دفننا باموال الاخابث عنوة　　جهارا أولم نحفل بتلك الهثامث

ترجمہ:۱-قسم بخدا! اگر خدا کی مدد نہ ہوتی تو فسادی لوگوں کو ریگستان میں شکست نہ ہوتی۔

۲-میری آنکھوں نے کوئی ایسی جماعت نہیں دیکھی جیسا کہ میں نے ان خبیث لوگوں کا ریس دیکھا ہے۔

۳-ہم نے ان پہاڑوں کی بلند و بالا اور ڈھانپ لینے والی چوٹیوں اور چٹیل زمین پر قتل کیا تھا۔

۴-ہم نے پوری قوت سے جنگ کے ذریعے ان کے مال و زر پر قبضہ کیا اور شور وغل کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چھ اولادیں تھیں، جن میں سے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت قاسم، (۲) حضرت عبداللہ، (۳) حضرت زینب، (۴) حضرت رقیہ، (۵) حضرت اُمّ کلثوم، (۶) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم۔

وفات:

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ۱۰ نبوی (ہجرت سے تین سال قبل) مکہ میں وفات پائی۔ مکہ معظمہ کے مشہور قبرستان ''جنۃ المعلیٰ'' میں مدفون ہوئیں۔ اس دور میں نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اور عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال تھی۔

(ماخوذ از سیرت امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن از صفحہ: ۷۸ تا ۹۹، مصنف ابوالحسنات محمد ممتاز عالم مصباحی)

فضائل ومناقب:

اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے فضائل کتب حدیث میں کثیر، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

☆ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رشک وغیرت

آتی تھی حالانکہ انہوں نے آپ کا زمانہ نہیں پایا تھا۔

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اکثر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے، گھر میں بکری ذبح کرتے تو اس کا گوشت آپ کی سہیلیوں کے ہاں بھی بھیجتے تھے۔

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے فرمایا:

امنت بی حین کفر بی الناس، صدقتنی حین کذبنی الناس، واشرکتنی فی مالها حین حرمنی الناس ورزقنی ولدها وحرم ولد غیرها

(۱) خدیجہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جبکہ لوگوں نے میرا انکار کر دیا تھا۔ (۲) انہوں نے اس وقت میری تائید وتصدیق کی جبکہ لوگوں نے مجھے جھٹلا دیا تھا۔ (۳) انہوں نے اس وقت اپنی دولت مجھ پر خرچ کی جبکہ لوگوں نے مجھے محروم کر دیا تھا۔ (۴) اللہ تعالیٰ نے محض ان کے بطن سے مجھے اولاد عطا فرمائی۔

☆ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی خدمت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دسترخوان لا رہی ہیں جس میں خورد ونوش کی اشیاء موجود ہیں، جب وہ حاضر خدمت ہوں تو انہیں اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے سلام دیجئے گا۔ علاوہ ازیں انہیں یہ خوشخبری بھی دیجئے گا کہ ان کے لیے جنت میں موتیوں سے بنا ہوا ایک گھر ہے، جس میں شور وغل ہوگا اور نہ مشقت وتکلیف ہوگی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

افضل نساء اهل الجنة خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد و مريم بنت عمران و آسية امراة فرعون .

جنتی عورتوں میں سے سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ ہیں۔

☆ امت کی خواتین میں سے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ افضل ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو خوبیاں ان میں رکھی ہیں وہ کسی دوسری خاتون میں نہیں ہیں۔

سوال: ایک روایت میں افضلیت کے ضمن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نہیں ہے؟

جواب: (۱) اکثر روایات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام موجود ہے۔ (۲) ممکن ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں نہ آئی ہوں۔

سوال: ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے افضل کون ہے؟

جواب: (i) حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔

(ii) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔

(iii) سکوت اختیار کیا جائے، جس سے سب کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

(۱۷) تمام جہان کی خواتین سے افضل حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا ہیں جبکہ ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما افضل ہیں۔

بَاب مِنْ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

باب 56: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان

3814 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ قَالَتْ فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبَاتِي اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَاِنَّا نُرِيْدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيْدُ عَائِشَةُ فَقُولِي لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرِ النَّاسَ يُهْدُوْنَ اِلَيْهِ اَيْنَمَا كَانَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ اُمُّ سَلَمَةَ فَاَعْرَضَ عَنْهَا ثُمَّ عَادَ اِلَيْهَا فَاَعَادَتِ الْكَلَامَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ صَوَاحِبَاتِي قَدْ ذَكَرْنَ اَنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ فَأْمُرِ النَّاسَ يُهْدُوْنَ اَيْنَمَا كُنْتَ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ قَالَتْ ذٰلِكَ قَالَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِيْنِي فِي عَائِشَةَ فَاِنَّهُ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَاَنَا فِي لِحَافِ امْرَاَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَقَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ رُمَيْثَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ شَيْئًا مِنْ هٰذَا وَهٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَلٰى رِوَايَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ وَقَدْ رَوٰى سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: لوگ اپنے تحفے بھجوانے کے لئے بطور خاص سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مخصوص دن کا انتظار کیا کرتے تھے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن میری سوکنیں سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اکٹھی ہوئیں اور انہوں نے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: لوگ اپنے تحفے بھجوانے کے لئے بطور خاص سیّدہ عائشہ کے مخصوص دن کا انتظار کرتے ہیں ہم بھی اسی طرح بھلائی کے طلب گار ہیں۔ جس طرح عائشہ اسے چاہتی ہیں۔ آپ یعنی (سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا) نبی اکرم ﷺ سے یہ کہیں کہ نبی اکرم ﷺ لوگوں کو ہدایت کریں' نبی اکرم ﷺ جہاں بھی موجود ہوں' وہ اپنے تحفے آپ کی خدمت میں بھیج دیا کریں' سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس بات تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ نے ان سے منہ موڑ لیا' انہوں نے پھر یہی بات کی اور دہرائی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری ساتھی خواتین نے یہ بات ذکر کی ہے: لوگ اپنے تحفے بطور خاص عائشہ کے مخصوص دن میں بھجواتے ہیں۔ آپ ﷺ لوگوں کو ہدایت کریں کہ وہ یہ تحفے بھجوادیا کریں' خواہ آپ ﷺ کہیں بھی ہوں' جب

3814 - اخرجه البخاري (٥/ ٢٤٠): كتاب الهبة: باب: قبول الهدية رقم (٢٥٧٤) و اطرافه في (٢٥٨٠، ٢٥٨١، ٣٧٧٥).

تیسری مرتبہ انہوں نے یہ بات کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اُم سلمہ (رضی اللہ عنہا)! عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے میں مجھے اذیت نہ دو! اس کے علاوہ تم میں سے کسی بھی بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔

بعض راویوں نے اس روایت کو حماد بن زید کے حوالے سے ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہشام بن عروہ کے حوالے سے عوف کے حوالے سے ''رمیثہ کے حوالے سے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس روایت کا کچھ حصہ منقول ہے۔

اس روایت کو ہشام بن عروہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

اس بارے میں مختلف روایات ہیں سلیمان بن ہلال نے اسے ہشام بن عروہ سے حماد بن زید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

پیدائش اور نام ونسب:

آپ ۴ نبوی کو مکہ میں پیدا ہوئیں۔ نام: عائشہ، کنیت: اُمّ عبداللہ، لقب: صدیقہ، حمیرا، باپ کا نام: حضرت ابوبکر صدیق، والدہ کا نام: رومان اور قبیلہ کا نام: غنم بن مالک تھا۔

شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہم۔

نکاح:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ۱۰ نبوی کو چھ (۶) سال کی عمر میں مکہ میں نکاح کیا جبکہ رخصتی ۱ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ اس نکاح کا مقصد خواہشات کی تسکین نہیں تھا بلکہ جان نثار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رشتہ مصاہرت قائم کرنا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو امت کے لیے معلمہ بنانا بھی مقصود تھا تاکہ لوگوں کو شرعی مسائل واحکام سے آگاہ کیا جاسکے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد طویل عرصہ بقید حیات رہیں اور لوگوں کو شرعی مسائل کی راہنمائی کرتی رہیں۔ اس طرح نکاح کرنے کا اصل مقصد پورا ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام:

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہایت درجہ کی ذہین وفطین اور دور اندیش خاتون تھیں، آپ کا علمی مقام بہت بلند و بالا تھا۔ فقہاء سبعہ اور دیگر صحابہ کرام آپ کے علمی مقام سے خوب آگاہ تھے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کسی کو بھی معانی قرآن، احکام حلال وحرام، اشعار عرب اور علم الانساب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عالم

نہیں دیکھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ما اشكل علينا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث فسألنا عائشة الا وجدنا عندها منه علما ۔یعنی ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کسی حدیث کے بارے میں مشکل پیش آئی تو ہم نے اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے اس کی وضاحت کردی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما رأيت امرأة اعلم بطب ولا فقه ولا شعر من عائشة ۔یعنی میں نے کسی خاتون کو طب، فقہ اور شاعری علوم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔

حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

لو جمع علم عائشة الى جميع امهات المؤمنين وعلم جميع النساء لكان علم عائشة افضل ۔اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابل تمام ازواجِ مطہرات بلکہ تمام خواتین کا علم جمع کیا جائے، تب بھی آپ کا پلڑا بھاری رہے گا۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

كانت عائشة افقه الناس واحسن الناس رأيا فى العامة ۔اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو لوگوں سے زیادہ دین کو جاننے والی تھیں اور امور عامہ میں بھی آپ کی رائے کو ترجیح حاصل تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کے بارے میں اپنے صحابہ سے فرمایا: **خذوا نصف دينكم عن هذه الحميراء** ۔تم اپنے دین کا نصف علم عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو۔

مرویات:

صحابیات عظام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی روایت احادیث میں نہایت درجہ کی محتاط تھیں، آپ نے حلقہ تدریس جاری کیا جس میں طلباء وطالبات حاضر ہوتیں کسب علم کرتیں۔ پھر تلامذہ وطالبات نے علمی فیضان حاصل کرنے کے بعد حلقہ درس جاری کیا اور اس طرح آپ کا علمی وروحانی فیضان دنیا بھر میں پھیلا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کی مرویات کی تعداد دو ہزار (۲۰۰۰) سے زائد بتائی جاتی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو (۲۰۰۲) ہے۔

فضائل ومناقب:

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل وکمالات بے شمار ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

والله ما نزل على الوحى وانا فى لحاف امرأة منكن غير ۔ (الصحیح للبخاری، ج ۱، ص ۵۳۲)

عائشہ کے بستر کے علاوہ کسی بیوی کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

۲- اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا عائشة هذا جبریل یقرئك السلام وبرکاته، قالت وهو یری مالا اری .

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: یہ جبرائیل ہیں جو آپ کو سلام کہتے ہیں، وہ ایسی چیز دیکھ سکتے ہیں جو میں نہیں دیکھ سکتی۔

۳- اسلام میں سب سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باہمی محبت کی وجہ سے محبت پیدا ہوئی ہے۔

۴- ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا: عائشہ۔ عرض کیا گیا: مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ جواب دیا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، پھر سوال کیا گیا: مردوں میں سے زیادہ محبوب کون ہے؟ جواب دیا: ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ امہات میں سے محبوب تر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، اولاد میں سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، اہل بیت میں سے محبوب ترین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام میں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

۵- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی نورانی پیشانی کے پسینہ نے مجھے حیران کر دیا ہے، بخدا زمانہ جاہلیت کا معروف شاعر ابوکبیر ہذلی آپ کو دیکھ لیتا تو وہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیتا کہ ان کے اشعار کے مصداق محض آپ ہو سکتے ہیں، فرمایا: اس کے اشعار کون سے ہیں؟ اس پر آپ نے ان کے دو اشعار پڑھ کر سنائے، جو حسب ذیل ہیں:

۱- ومبرأ من کل غبر حیضة   وفساد مرضعة وداء معضل

۲- واذا نظرت الی اسرة وجهه   برقت کبرق العارض المتهلل

آپ ولادت و رضاعت کی آلودگیوں سے پاک ہیں، ان کا نورانی چہرہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نورانی برق جلوہ فگن ہے۔

یہ اشعار سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، پھر فرمایا: "جزاك الله یا عائشة خیراً ما سررت منی کسروری منك" اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین اجر عطا کرے، تم مجھ سے اتنا مسرور نہیں ہوئیں

جتنا میں تم سے لطف اندوز ہوا ہوں۔

۶- مشہور صحابی حضرت بشر بن عقربہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر میرے والد گرامی جام شہادت نوش کر گئے، میں وہاں بیٹھا ہوا رو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

اما ترضی ان تکون عائشة امك و اکون اباك (الاستیعاب، ج:۱،ص:۶۳)

''کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ عائشہ تمہاری ماں بن جائیں اور میں تمہارا باپ بن جاؤں۔''

اس روایت میں دیگر امہات کی موجودگی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ترجیح دیتے ہوئے یتیم کی ماں قرار دیا، یہ سب کچھ فضیلت کی بنا پر تھا۔

وفات:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا وصال ۱۷ر رمضان ۵۸ھ میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر چھیاسٹھ (۶۶) سال تھی اور وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ سینتالیس (۴۷) سال بقید حیات رہیں۔ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت تھا اور مدینہ منورہ کا حاکم مروان بن حکم تھا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

فائدہ نافعہ:

یاد رہے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال حادثاتی نہیں بلکہ طبعی طور پر ہوا تھا۔ بعض مؤرخین نے آپ کی وفات کو حادثاتی موت قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں گہرا کنواں کھودوایا، پھر اُمّ المؤمنین کو دعوت پر طلب کیا، آمد پر انہیں کنویں میں پھینکا گیا اور اوپر سے کنویں کا منہ بند کر دیا گیا۔ اس طرح ان کی وفات حادثاتی طور پر ہوئی۔ آپ کی وفات کی یہ وجہ خوارج و روافض کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض و عناد کا مظہر ہے اور سراسر حقائق و تاریخ کے خلاف ہے۔

حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے اقارب:

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جسمانی اولاد نہیں تھی لیکن آپ کی علمی و روحانی اولاد کثیر تھی، جس کی کثرت کا سلسلہ قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ تاہم آپ کے چند اقارب کا تعارف حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت اُمّ رومان کنانیہ رضی اللہ عنہا: یہ حضرت اُمّ المؤمنین کی والدہ محترمہ ہیں، ۶ھ میں وفات پائی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور ان کے حق میں یوں دعا کی:

اللھم لاتخف علیك مالقیت اُمّ رومان فیك وفی رسولك.

اے پروردگار! تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اُمّ رومان کنانیہ نے تیرے لیے اور تیرے نبی کے لیے کیا کچھ برداشت کیا۔

آپ نے ان کے بارے میں پروردگار سے یہ دعا بھی کی تھی:

من سره ان ینظر الی امراة من الحور العین فلینظر الی اُمّ رومان .

جو شخص حوران جنت میں سے کسی کو دیکھنا پسند کرتا ہو، تو وہ اُم رومان کو دیکھ لے۔

۲- حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما: یہ آپ کے حقیقی بھائی ہیں، عرب کے شہسواروں میں سے ایک ہیں اور ان کی کاوش سے یمن فتح ہوا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یزید کو ولی عہد بنانے پر آپ نے صحابہ کرام بالخصوص حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یوں لکھا:

اهر قلیلة اذا مات کسریٰ قام کسریٰ مکانه لانفعل و الله ابدًا .

کیا یہ بھی کوئی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب ایک کسریٰ دنیا سے رخصت ہو تو یہ شخص اس کی جگہ کسریٰ بن گیا۔ قسم بخدا! ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔

حضرت ابوقحافہ، حضرت صدیق اکبر، حضرت عبدالرحمٰن اور ان کا بیٹا رضی اللہ عنہم سب مرتبہ صحابیت پر فائز ہوئے۔ اس طرح چار نسلیں صحابہ کی بنتی ہیں۔

ان کی وفات پر حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اشعار کہے جن میں سے دو اشعار حسب ذیل ہیں:

(i) کنا کند ما فی جذیمة حقبة   من الدهذ حتی قیل لن یتصدعا

ہم دونوں نعمان کے ساتھیوں کی طرح اکٹھے رہتے تھے کہ لوگوں نے خیال کیا ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے۔

(ii) فلما تفرقنا کانی و مالکًا   لطول اجتماع لم بنت لیلة معا

مگر ہم میں جدائی ہوئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے۔

۳- حضرت طفیل بن سنجرہ رضی اللہ عنہ: یہ آپ کے اخیافی بھائی تھے۔

۴- ذات النطاقین حضرت اسماء رضی اللہ عنہا: یہ آپ کی حقیقی بہن تھیں، اٹھارہ (۱۸) لوگوں کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا، ۷۳ھ کو سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت زبیر بن العوام اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم آپ کے صاحبزادے تھے۔

۵- حضرت عبداللہ بن فضالہ لیثی رضی اللہ عنہما: یہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی باپ تھے اور یہ ابو عائشہ کنیت استعمال کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ اور حضرت فضالہ لیثی رضی اللہ عنہما دونوں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

۶- حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما: یہ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے علاتی بھائی تھے جو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ربیب تھے۔ خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دور خلافت میں مصر کا گورنر تعینات کیا تھا۔

۷- حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما: یہ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے علاتی بھائی ہیں، غزوہ حنین میں زخمی ہوئے اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات پائی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کے بارے میں فرمان جاری کیا

تھا اور اس فرمان کے کاتب یہی حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما تھے۔ (کتاب الخراج للامام ابی یوسف، ص ۴۱)

۸۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا: یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھی، عبدالملک کا کہنا ہے کہ اقتدار ملنے سے قبل وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدینہ طیبہ میں بیٹھا کرتا تھا۔ بریرہ نے مجھے کہا: اے عبدالملک! تم میں اچھی اور قابل تقلید خصلتیں موجود ہیں، اگر تمہیں حکومت مل جائے تو وہ تمہاری شایان شان ہونی چاہیے اور خونریزی سے مکمل احتراز کرنا، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا:

ان الرجل ليدفع عن باب الجنة بعد ان ينظر اليها بملاء محجمة من دم يريقه من مسلم بغير حق. (الاستیعاب، ج اول، ص: ۷۹۲)

ایک شخص جنت کے پاس پہنچ جائے گا حتیٰ کہ اسے دیکھنے لگے گا، پھر اسے اس میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا، یہ اس لیے ہوگا کہ اس نے مسلمانوں کا ناحق خون بہایا ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے حوالہ سے ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر بعض متعصب اور تنگ نظر حضرات یہ اعتراض کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ایک پچپن (۵۵) سالہ شخص کا نو (۹) سال کی ایک لڑکی سے شادی کرنا اور اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ جانا جبکہ قرآن کے مطابق اس کے لیے دوسری شادی کرنا بھی ممنوع ہو۔ (معاذ اللہ) کیا یہ اس کے اوپر ظلم نہیں ہے؟ اور کیا اتنے عمر دراز آدمی کے لیے اتنی کم عمر لڑکی سے نکاح کو نفس پرستی نہیں کہا جا سکتا؟ (معاذ اللہ) اور کیا نو (۹) سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کسی لڑکی پر ازدواجی زندگی کا بوجھ ڈال دیا جائے؟

جواب: اصل میں اس قسم کے اعتراضات وہی لوگ کیا کرتے ہیں، جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کو ایک عام لڑکی کا نکاح سمجھ رکھا ہے، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن عظیم مقاصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا، وہ اسلامی زندگی میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کرنا اور معاشرے کو اس انقلاب کے لیے تیار کرنا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک غیر معمولی قسم کی ذہین و فطین لڑکی تھیں جنہیں اپنی عظیم صلاحیتوں کی بنا پر معاشرے میں انقلاب لانے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دے کر اتنا عظیم اور گراں قدر کارنامہ انجام دینا تھا جتنا دوسری تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سمیت اس وقت کی کسی عورت نے بھی نہیں کیا بلکہ بلاخوف لومت لائم یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی رہنما کی بیوی اپنے شوہر کے لیے ایسی زبردست مددگار نہیں بنی جیسی کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معاون و مددگار ثابت ہوئیں۔ ان کے بچپن میں ان کی عظیم صلاحیتوں کا علم سوائے اللہ عزّ وجل کے کسی کو نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کا انتخاب خود فرمایا۔ جو حضرات اس معاملہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نفس پرستی کا الزام تھوپتے ہوئے نہیں تھکتے، ان سے یہ مشورہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے تعصب و عناد کو ترک کر کے ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا ایسا شخص نفس پرست ہو سکتا ہے، جو پچیس (۲۵) سال کی عمر سے پچاس (۵۰) سال کی عمر تک

صرف ایک ایسی بیوی کے ساتھ رہے، جو عمر میں اس سے ۱۵ ر برس بڑی ہو؟ نیز جو پہلی بیوی کی وفات کے بعد ایک پچپن (۵۵) سال کی بیوہ سے نکاح کرے اور چار پانچ (۵) برس تک صرف اسی پر صبر کیے رہے؟ اگر نفس پرستی کے لیے شادیاں کرنے کا ارادہ رکھتا تو معاشرے میں اسے اتنی زبردست مقبولیت وعزت وعظمت حاصل تھی کہ وہ جتنی اور جیسی حسین وجمیل باکرہ لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لینا چاہتا ان کے والدین اپنے لیے فخر وعزت سمجھ کر اس کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے تیار ہو جاتے؟ جوان سب کے باوجود ایک باکرہ لڑکی کے علاوہ اور بعد میں جتنی بھی شادیاں کرے بیوہ یا شوہر دیدہ یعنی ثیبہ عورتوں سے ہی کرے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کے اعتراضات کرنے والوں کے ذہن میں ازدواجی زندگی کا صرف اور صرف شہوانی تصور ہی ہوتا ہے ان کے پست ذہن اتنی بلندی تک جا ہی نہیں سکتے کہ وہ اس عظیم انسان کے نکاح کے مقاصد کو سمجھ سکیں جو دراصل ایک نمایاں اور گراں قدر کام کی مصلحتوں کے پیش نظر کچھ خواتین کو اپنا شریک حیات اور شریک کار بنائے۔

جہاں تک ظلم کے الزام کا تعلق ہے، تو اس بابت بھی معترضین کے ذہن میں واقعہ کی صرف یہی تصویر رہتی ہے کہ ایک عمر رسیدہ آدمی نے نو (۹) سال کی کم سن لڑکی سے نکاح کر کے محض اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ دیا، جبکہ اسے دوسرے نکاح کی بھی اجازت نہیں تھی اور اسے جوانی بیوگی کے عالم میں ہی گزارنی تھی۔ اس سطح سے اوپر اٹھ کر یہ لوگ کبھی اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ کرنا بھی نہیں چاہتے کہ جس عظیم کام کا فائدہ خلق خدا کو کسی محدود زمانے کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے اور کسی محدود متعین علاقے میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں پہنچنے والا ہو، اس کام میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جانیں اور ان کے مال کا خرچ ہو جانا کوئی مہنگا سودا نہیں ہے۔ چہ جائیکہ صرف ایک خاتون کی جوانی اس میں کھپ جانے کو قربانی کی بجائے ظلم تعبیر کیا جائے اور وہ جوانی بھی اگر قربان ہوئی تو صرف اس حیثیت سے کہ اس کو ازدواجی زندگی کے لطف سے محروم ہونا پڑا۔ اس کے علاوہ معترضین کسی اور نقصان کی نشاندہی نہیں کر سکتے جو اس عظیم شخصیت کی حامل خاتون کو پہنچا ہو لیکن اس کے ساتھ تصویر کے اس رُخ پر بھی غور کریں کہ گھریلو زندگی کی تمام آسائشوں اور مشغولیتوں سے فارغ ہو کر اس عظیم ہستی نے اپنی پوری بقیہ زندگی کو عورتوں اور مردوں میں اسلام اور اس کے احکام وقوانین اور اس کے اخلاق وآداب کی تعلیم کو عام کرنے میں صرف کر کے کس قدر گراں قدر خدمات انجام دیں۔ علم حدیث کا جس کسی نے بھی مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ جتنا علم دین مسلمانوں کو پہنچا اور فقہ اسلامی کی جس قدر معلومات حاصل ہوئیں۔ اس کے مقابلے میں عہد نبوت کی عورتیں تو درکنار، مرد بھی کم ہی ایسے ہیں جن کی علمی خدمات کو پیش کیا جا سکے۔ اب آپ اس بات پر غور کریں کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نہیں فرماتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم وتربیت پانے کا موقع انہیں نہیں ملتا تو اسلام کا کتنا بڑا حصہ ہم تک پہنچنے سے رہ جاتا۔ وہ صرف محدثہ ہی نہیں بلکہ فقیہ، مفسرہ، مجتہدہ اور مفتیہ بھی تھیں۔ انہیں بالاتفاق مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہ مانا جاتا ہے۔ اس عظیم تر اجتماعی فائدے کے مقابلے میں وہ تھوڑا سا ذاتی نقصان کیا معنی رکھتا ہے، جو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جوانی میں بیوہ ہو جانے سے پہنچا اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس معاملہ میں یہ اعتراض وہ عیسائی حضرات کرتے ہیں جن کے ہاں کسی اجتماعی مفاد کے بغیر محض بے مقصد تجرد کی زندگی بسر کرنا راہبوں اور

راہبات کے لیے صرف قابل تعریف ہی نہیں بلکہ ایسا کرنا مذہبی خدمات انجام دینے والوں کے لیے لازم بھی ہے۔

اسی طرح جن لوگوں کو اس بات پر اعتراض ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نو (۹) سال کی عمر میں زفاف کیا' انہیں یہ نہیں معلوم کہ اسلام دین فطرت ہے اور فطری حیثیت سے اگر کسی لڑکی کا نشو ونما اتنا اچھا ہو کہ وہ اس عمر میں جسمانی طور پر بالغ ہو چکی ہو' تو اس کا شوہر کے پاس جانا بالکل جائز و معقول ہے۔ صرف ایک غیر فطری اور غیر اخلاقی قانون ہی نکاح کے لیے لڑکے اور لڑکی کی ایک خاص عمر مقرر کر سکتا ہے کہ یہ قید صرف جائز ازدواجی تعلق ہی پر پابندی لگاتی ہے۔ نکاح سے باہر مردوں اور عورتوں کے آئے دن کے تعلقات پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگاتی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایسے قوانین بنانے والوں کو نکاح کی عمر سے قبل زنا جیسے حرام اور قبیح فعل کے ارتکاب پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ عملی طور پر ان کے یہاں نو، دس سال کی لڑکیاں اور لڑکے آزادانہ جنسی عمل کرتے جس کی پاداش میں اگر کوئی لڑکی ''کنواری ماں'' بن جائے تو ان کی ساری ہمدردیاں اسی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اس وقت کوئی اعتراض نہ تو متاثرہ لڑکی پر ہوتا ہے اور نہ اس لڑکے پر ہی ہوتا ہے' جس نے نکاح کی عمر سے قبل ایک لڑکی کو ماں بنایا۔ اس قدر ذلیل اور گھٹیا اخلاقی اقدار رکھنے والے آخر کس منہ سے اسلام کے اس قانون پر اعتراض کرتے ہیں کہ جسمانی طور پر جو لڑکے لڑکیاں بالغ ہوں انہیں کا نکاح جائز و درست ہے اور اس کے لیے کسی خاص عمر کی شرط نہیں ہے؟ شادی کے لیے قانونی طور پر ایک عمر مقرر کر دینے کا صاف مطلب یہ ہے کہ عمر کے اس حصہ کو پہنچنے سے پہلے عقد حلال نہیں ہو سکتا، خواہ فعل حرام کا ارتکاب کتنا ہی ہوتا ہے۔ (ماخوذ از سیرت امہات المؤمنین، از صفحہ: ۱۰۲ تا صفحہ: ۱۴۵، مصنف علامہ ابوالحسنات محمد ممتاز عالم مصباحی)

مفہوم حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی، آپ کی باری کے دن لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدایا و تحائف زیادہ پیش کرتے تھے، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کے دنوں میں مسلسل تین بار اس حوالے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے اُمّ سلمہ! تم مجھے عائشہ کے بارے میں پریشان نہ کرو، کیونکہ ان کے سوا تم میں سے کسی کے بستر پر مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی یعنی صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت اور فضیلت پر مبنی ہے۔

3815 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ الْمَكِّيِّ عَنِ ابْنِ اَبِیْ حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ جِبْرِيْلَ جَآءَ بِصُوْرَتِهَا فِیْ خِرْقَةِ حَرِيْرٍ خَضْرَاءَ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ

3815 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (۱۱/ ٤٦١) رقم (١٦٢٥٨) من طريق ابن ابى مليكة عن عائشة. و من طريق هشام عن ابيه عن عائشة بلفظ: اريتك فى المنام يجيء بك الملك فى خرقة من حرير - الحديث. فاخرجه البخارى (٧/ ٢٦٤) كتاب مناقب الانصار: باب تزويج النبى صلى الله عليه وسلم، حديث (٣٨٩٥)، و مسلم (٤/ ١٨٨٩) كتاب فضائل الصحابة، حديث (٧٩ - ٢٤٣٨).

هٰذِهٖ زَوْجَتُكَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ

اختلاف سند: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ وَقَدْ رَوٰى اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت جبرائیل ان کی تصویر ایک سبز ریشمی کپڑے میں لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ محترمہ ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اس کو صرف عبداللہ بن عمرو بن علقمہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن مہدی نے اس کو روایت کو عبداللہ بن عمرو بن علقمہ کے حوالے سے اسی سند کے ہمراہ ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں کیا۔

ابواسامہ نے بھی اس روایت ہشام بن عروہ سے ان کے والد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح باذن الٰہی ہونا:

سنہ ۱۰ نبوی میں اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا، بچیاں چھوٹی تھیں، کار نبوت بھی ترقی پر تھا، آپ کی عمر مبارک پچاس (۵۰) سال تھی، خاندان کی بعض خواتین نے مشورہ دیا کہ آپ کسی خاتون سے نکاح کر لیں، آپ نے سنہ ۱۰ نبوی میں حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا، حضرت سودہ قدیم الاسلام تھیں، عمر رسیدہ تھیں، مختلف اوقات میں دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں، آپ نے خیال کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیں تاکہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے بعد وہ بہتر طریقہ سے گھر سنبھال سکیں گی، خواب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو دفعہ کپڑے میں لپیٹ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو دکھائی گئی تھیں، آپ کو بتایا گیا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں، آپ نے غیبی اشارہ پا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا، نکاح مکہ میں ہوا تھا پھر بالغ ہونے پر ہجرت کے بعد رخصتی ہوئی اور دار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آ گئیں۔

3816 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ

سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيْلُ وَهُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ قَالَتْ قُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرٰى مَا لَا نَرٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرائیل ہیں اور یہ تمہیں سلام کہہ رہے ہیں' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے کہا: ان پر بھی سلام ہو' اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور اس کی برکتیں ہوں (پھر نبی اکرم ﷺ سے کہا) آپ وہ چیز دیکھتے ہیں' جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3817 سند حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ

متن حدیث: قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِيْلَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہہ رہے ہیں میں نے جواب دیا: ان پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" ہے۔

شرح

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام پیش کرنا:

احادیث باب کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی خدمت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام پیش کیا، آپ نے یہ سلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا، انہوں نے بھی جواب میں کہا: ان پر بھی سلام ورحمت اور برکتیں ہوں اور یہ بھی عرض کیا: یارسول اللہ! آپ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں اور میں انہیں نہیں دیکھ سکتی۔

3811 - اخرجه البخاری (٣٥٢/٦): كتاب بدء الخلق، باب: ذكر الملائكة رقم (٣٢١٧)، و اطرافه فی (٣٧٦٨ - ٦٢٠١ - ٦٢٤٩ - ٦١٥٣)، و مسلم (١٨٩٥/٤، ١٨٩٦): كتاب فضائل الصحابة: باب: فی فضل عائشة رضی الله عنها، رقم (٩٠، ٩٠، ٩٠، ٩٠/٧/٩ ٢٤٤).

فائدہ نافعہ:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کیا ہیں تا قیامت کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی علم وفضل، جواد وفیاضی، دوراندیشی ودورنظری وغیرہ اوصاف وکمالات کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

3818 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى

متنِ حدیث: قَالَ مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَاَلْنَا عَآئِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں: ہم لوگوں کو یعنی نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کسی بھی معاملے میں مشکل درپیش ہوئی، تو ہم سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں دریافت کرتے تو اس مسئلے کے بارے میں ان کے پاس معلومات پالیتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3819 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَآئِشَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہر مسئلہ کا علم ہونا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے ساتھ ساتھ ظاہری وباطنی علوم کی تحصیل فرمائی، آپ بہترین معلّمہ، متقیہ، مفسرہ، محدثہ اور فقیہ تھیں۔ آپ کے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ جو مسئلہ بھی آپ سے دریافت کیا

3818 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) ([illegible]) رقم ([illegible]) عن ابي بردة عن ابي موسى موقوفا.

3819 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (۱۲/۳۲۹) رقم ([illegible]) عن عبد الملك بن عمير عن موسى بن طلحة موقوفا.

جاتا، آپ اس کا حل پیش کر دیتی تھیں۔ اس طرح آپ کا علم و عمل مثالی تھا اور خواتین بالخصوص ازواج مطہرات میں سے کوئی خاتون آپ کے مقابل نہیں تھی، السابقون الاولون، جلیل القدر صحابہ اور اجلہ صحابہ میں سے جس کو بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ اس کا حل تلاش کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا جبکہ مطمئن ہو کر واپس پلٹتا تھا۔ علم و فضل کی طرح فصاحت و بلاغت میں بھی آپ کا ثانی نہیں تھا۔

3820 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ يَعْقُوبَ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السُّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے انہیں غزوۂ ذات سلاسل کا امیر مقرر کیا' وہ بیان کرتے ہیں: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عائشہ۔ میں نے دریافت کیا: مردوں میں سے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کا والد۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3821 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قَالَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ

◆◆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عائشہ۔ انہوں نے دریافت کیا: مردوں میں سے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کا والد۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے' جو اسماعیل کے حوالے سے' قیس سے منقول ہے ''غریب'' ہے۔

3822 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

3820 - اخرجه البخاری (۲۲/۷): کتاب فضائل الصحابة: باب: فضل ابی بکر رضی اللہ عنه بعد النبی صلی اللہ علیه وسلم رقم (۳۶۶۲) و طرف فی (۴۳۵۸)، و مسلم (۱۸۵۶/۴)، کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه، رقم (۲۳۸۴/۸).

3821 - اخرجه النسائی (۳۶/۵): کتاب المناقب باب: فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه رق (۸۱۰۶/۵).

مَعْمَرٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَاَبِيْ مُوْسٰى

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ هُوَ اَبُوْ طُوَالَةَ الْاَنْصَارِيُّ الْمَدَنِيُّ ثِقَةٌ وَّقَدْ رَوٰى عَنْهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو تمام خواتین پر اسی طرح فضیلت ہے، جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر ہے۔

اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر یہ ابوطوالہ انصاری مدنی ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

3823 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ غَالِبٍ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا نَالَ مِنْ عَائِشَةَ عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فَقَالَ اَغْرِبْ مَقْبُوْحًا مَنْبُوْحًا اَتُؤْذِيْ حَبِيْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

عمرو بن غالب بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کچھ کہا تو انہوں نے فرمایا مردود اور بدترین آدمی دفعان جاؤ! کیا تم نبی اکرم ﷺ کی محبوب شخصیت کو اذیت پہنچا رہے ہو؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3824 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ

---

38 ۔ اخرجه البخاری (١٣٣٧) کتاب فضائل الصحابة: باب: فضل عائشة رضی الله عنها، رقم (٣٧٧٠)، و طرفاه فی (٥٤١٩، ٥٤٢٨)، و مسلم (١٨٩٥/٤) کتاب فضل الصحابة: باب: فی فضل عائشة رضی الله عنها، رقم (٨٩، ٨٩/٢٤٤٦).

31 ۔ لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستة، ینظر (تحفة الاشراف) (٤٨٢/٧) رقم (١٠٣٦٤) عن عمار بن موقوفاً.

بن حُصَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ الْاَسَدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يَقُوْلُ

متن حدیث: هِيَ زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَعْنِيْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں وجہ ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: ان کی مراد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3825 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ' عرض کی گئی: مردوں میں سے کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا والد۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے اعتبار سے ''غریب'' ہے۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں نہایت درجہ کی محبوبہ ہونا:

احادیث باب کا اختصار حسب ذیل ہے:

☆ خواتین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے زیادہ محبوبہ تھیں۔

☆ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ اور محبوب تھے۔

☆ زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مثال کے ذریعے حضرت عائشہ صدیقہ کی عظمت و فضیلت بیان کی گئی ہے، آپ نے فرمایا: جس طرح ثرید تمام کھانوں سے افضل ہے اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام خواتین سے افضل ہیں۔ ثرید سے مراد ہے گوشت کے شوربہ میں روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈالے جائیں، جب وہ بھیگ کر نرم ہو جائیں تو ثرید تیار، اہل عرب کے

382- اخرجه البخاري (١٣/ ٥٨): كتاب الفتن: باب: (١٨) رقم (٧١٠٠).

3825- اخرجه ابن ماجه (١/ ٣٨): في المقدمة: باب: فضل ابي بكر الصديق رقم (١٠١).

ہاں اس کھانے کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اس ڈش کی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی خواتین میں بے مثل تھیں۔

☆ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت و شان کے خلاف الفاظ استعمال کیے، آپ نے اسے ڈانٹ پلائی اور کہا: اے مردود! تو اپنی زبان بند کر، تو زبان درازی کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دے رہا ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں۔

بَاب فَضْلِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 57: نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کی فضیلت

3826 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ ثِقَةً عَنِ الْحَكَمِ ابْنِ اَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ

متنِ حدیث: قَالَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ مَاتَتْ فُلَانَةُ لِبَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَجَدَ فَقِيلَ لَهُ اَتَسْجُدُ هٰذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمْ اٰيَةً فَاسْجُدُوْا فَاَيُّ اٰيَةٍ اَعْظَمُ مِنْ ذَهَابِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عکرمہ بیان کرتے ہیں: صبح کی نماز کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا' نبی اکرم ﷺ کی فلاں زوجہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے تو وہ سجدے میں چلے گئے' ان سے دریافت کیا گیا: آپ اس وقت میں سجدہ کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے: جب تم کوئی نشان دیکھ لو تو سجدہ کر لو! اس سے بڑی نشانی اور کیا ہوگی؟ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ (دنیا سے) رخصت ہو گئی ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے' اور ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

ازواج النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہن کا تعارف

متفقہ طور پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد گیارہ (۱۱) ہے، جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد، (۲) حضرت عائشہ بنت ابی بکر، (۳) حضرت سودہ بنت زمعہ، (۴) حضرت حفصہ بنت عمر، (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ، (۶) حضرت اُم سلمہ، (۷) حضرت زینب بنت جحش، (۸) حضرت اُم حبیبہ، (۹) حضرت جویریہ، (۱۰) حضرت صفیہ، (۱۱) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن۔

حضرت خدیجہ کبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے حالات اوراق مذکورہ میں بیان ہو چکے ہیں جبکہ باقی امہات رضی

3826۔ اخرجہ ابوداؤد (۱/۲۰۱۱) کتاب الصلاۃ باب السجود عند الآیات رقم (۱۱۹۷)

اللہ عنہن کا تعارف سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۳-اُمّ المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام ونسب نامہ:

آپ کا نام: سودہ، باپ کا نام: زمعہ تھا اور نسب نامہ یوں ہے: حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیم بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قریشیہ عامریہ۔ آپ کی والدہ کا نام: شموس تھا اور ان کی طرف سے شجرہ نسب یوں ہے: حضرت سودہ بنت شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن خداس بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار انصاریہ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی حضرت سکران بن عمرو بن عبد شمس رضی اللہ عنہ سے ہوا، ان سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ زوجین بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، دونوں نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا اور دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

حبشہ سے مکہ واپسی پر آپ نے مسلسل دو خواب دیکھے: (i) پہلا خواب یہ دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور آپ نے اپنا قدم مبارک ان کی گردن پر رکھا ہے، بیدار ہونے پر یہ خواب اپنے شوہر کو سنایا، انہوں نے اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا: عنقریب میں فوت ہو جاؤں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے نکاح کریں گے۔ (ii) دوسرا خواب یہ دیکھا کہ وہ ٹیک لگائے بیٹھی ہیں، آسمان سے چاند ان کی گود میں گر رہا ہے، بیدار ہونے پر یہ خواب بھی اپنے شوہر (سکران بن عمرو) سے بیان کیا، انہوں نے کہا: اگر آپ کا یہ خواب صحیح ہوا تو میں عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے نکاح کریں گے۔ چنانچہ اس خواب کے بعد وہ علیل ہو گئے اور چند دنوں میں وفات پا گئے۔ شوہر کے فوت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا، چار سو (۴۰۰) درہم مہر مقرر ہوا تھا اور ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس کے کئی مقاصد تھے (i) اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی، (ii) امور خانہ داری انجام دینا، (iii) بیوہ خاتون کا سہارا بننا، (iv) حرم نبوی میں داخل ہو کر آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرنا۔ حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی عمر پچپن (۵۵) سال تھی اور اس عمر میں خاتون کو شوہر کے سہارا کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ کرتے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تا حیات پریشانی کا شکار رہتیں، در در کی خاک چھاننی پڑتی اور لوگوں کی بے جا باتیں سننا پڑتیں۔

حلیہ

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا طویل القامت، جسیم و فربہ، مکارم افعال اور محاسن اخلاق کی مالک تھیں، آپ

معاملہ فہم، دوراندیش اور خدمت گزار تھیں۔

اقارب:

آپ کے چند ایک اقارب کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ: باپ کی طرف سے حقیقی بھائی تھے، مسلمان ہوئے اور اعزاز صحابیت حاصل کیا۔

(۲) قرظہ بن عبد عمرو: ماں کی طرف سے آپ کے بھائی ہیں۔

(۳) مالک بن زمعہ رضی اللہ عنہ: آپ کے حقیقی بھائی تھے، قدیم الاسلام تھے اور انہوں نے اپنی زوجہ کے ہمراہ ہجرت حبشہ کی تھی۔

فائدہ نافعہ:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا خاندان قدیم الاسلام تھا، اکثر افراد نے ہجرت حبشہ کی، یہی بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا سبب بنی اور آپ نے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔

تعداد مرویات:

دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی طرح آپ بھی احادیث نبوی بیان کرنے میں نہایت محتاط تھیں۔ تاہم آپ کی مرویات کی تعداد پانچ (۵) ہے، ان میں سے ایک صحیح بخاری اور باقی چار کتب سنن میں موجود ہیں۔

وفات:

۵۴ھ کو مدینہ طیبہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں وفات پائی۔

۴- اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا تعارف

نام وشجرۂ نسب:

آپ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں، باپ کا نام: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور شجرہ نسب یوں ہے:

حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی رضی اللہ عنہا۔ آپ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی ماں کا نام: زینب بنت مظعون تھا، جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے ہوا، زوجین "السابقون الاولون"

میں شمار ہوتے ہیں، دونوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی تھی، شجاعت و بہادری میں اپنی مثال آپ تھے، ہجرت مدینہ کے بعد اعلاء کلمۃ الحق کے لیے زوجین غزوہ میں شامل ہوئے، غزوۂ اُحد میں شامل ہوئے تو حضرت خنیس رضی اللہ عنہ نے خوب جوہر شجاعت دکھائے، بالآخر دشمن کے نرغے میں آگئے اور جام شہادت نوش کیا۔ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما بھی اس غزوہ میں شامل تھیں، اپنا سہاگ لٹتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن تحمل و بردباری کا دامن تھامے رکھا۔

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی بیوگی کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فکرمند رہنے لگے، انہوں نے سب سے قبل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نکاح کی پیشکش کی مگر وہ خاموش رہے، جس وجہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے، پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو نکاح کی پیشکش کی' کیونکہ ان دنوں میں حضرت رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تھا، انہوں نے جواب دیا: میرا فی الحال شادی کرنے کا خیال نہیں ہے، اس بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يتزوج حفصة من هو خير من عثمان و يتزوج عثمان من هي خير من حفصة . (اسد الغابہ، ج ۷، ص: ۶۷)

''حفصہ کا نکاح اس سے ہوگا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کی شادی اس سے ہوگی جو حفصہ سے بہتر ہے۔''

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حسب خواہش حضرت عثمان کا نکاح حضرت اُم کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بارے میں خاموش رہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: مجھے اس بات کا علم تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے مقاصد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح کرنے کے کئی مقاصد تھے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) اس نکاح کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے سسر کا درجہ دے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مساوی لا کھڑا کیا۔

(ii) خاندانی رشتہ قائم ہونے پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاندان نے دین و اسلام کی ترقی کے لیے خوب تعاون کیا، اسلام و دین کے وقار کو بلند و بالا کیا اور لوگوں کی نظروں میں اس خاندان کا وقار بڑھ گیا۔

اعزاء و اقارب:

اُم المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے خاندان کے کثیر لوگ ہیں، جو معزز و محترم ہیں اور ان میں سے چند ایک کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱-حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی، مسلمانوں کے خلیفہ ثانی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوئے، دس (۱۰) سال چھ (۶) ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے، تمام غزوات میں شرکت اور ۲۴ ذوالحجہ ۲۳ھ میں عجمی غلام ابولولو نصرانی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا اور مدینہ منورہ میں روضہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

۲-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: آپ حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی، اسلام کے سچے شیدائی ومحب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ سے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث مبارکہ مروی ہیں اور ۷۳ھ کو مکہ میں وصال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

۳-حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا: حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی والدہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ، سلسلہ شجرہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ میں جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے اور قبل از ہجرت مکہ معظمہ میں وصال ہوا۔

۴-حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ: اول الاسلام ہیں، حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے، ہجرت حبشہ اور ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل کیا، وفات کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بوسہ دیا، حضرت ابراہیم بن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت ان کی قبر کے پاس بنا کر فرمایا تھا: "**الحق بالسلف الصالح منه**"

مرویات:

اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا روایت حدیث میں احتیاط سے کام لیتی تھیں، آپ کی مرویات کی تعداد ساٹھ (۶۰) تک پہنچتی ہے، چار روایات متفق علیہ ہیں، چھ (۶) روایات صحیح مسلم میں ہیں اور پچاس (۵۰) روایات مختلف کتب احادیث کی زینت بنیں۔

وفات

اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ۴۱ھ یا ۴۵ھ کو مدینہ طیبہ میں فوت ہوئیں اور وہیں مدفون ہوئیں۔

۵-حضرت اُمّ المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب نامہ:

آپ کا نام زینب، باپ کا نام خزیمہ تھا اور نسب نامہ یوں ہے: اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہلالیہ۔ آپ امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے ایک ہیں، خدمت خلق وعبادت تصور کرتی تھیں، زمانہ جاہلیت میں اُمّ المساکین کی کنیت سے مشہور تھیں، کیونکہ آپ غربا ومساکین پر بہت مہربان تھیں۔

حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں:

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے نکاح کے بارے میں سیرت نگاروں کے مختلف اقوال ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(i) آپ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، جوغزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

(ii) آپ طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔

(iii) آپ حضرت حصین یا طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔

(iv) طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں، ان کی طلاق کے بعد حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کی زوجیت میں آئیں، جوغزوہ بدر میں شہید ہوئے۔

بہرکیف اس کے بعد رمضان المبارک ۳ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور اس طرح انہیں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت آپ کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی۔

صبر واستقامت:

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا مجاہدہ واستقلال کا مجسمہ تھیں، ہمیشہ تحمل و ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا، پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں اور شوہر ثانی حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے مگر آپ کے صبر واستقلال میں فرق نہ آیا، ان کے زخمی دل پر مرہم رکھنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور اس طرح انہیں زندگی میں اطمینان وسکون اور عزت ووقار کی دولت میسر آئی۔

زوجیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت:

اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہونے کے بعد آپ کتنا عرصہ بقید حیات اور خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہیں؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(i) دو مہینے، (ii) تین مہینے، (iii) چھ مہینے، (iv) آٹھ مہینے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا مقصد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت ازواج کے حوالے سے مستشرقین کی طرف سے خواہش پرستی کا الزام عائد کیا جاتا ہے، جو بے بنیاد اور حقیقت کے خلاف ہے۔ اگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد خواہش پرستی ہوتا تو ساٹھ (۶۰) سالہ خاتون سے نکاح کی بجائے کسی دوشیزہ لڑکی سے نکاح کرتے مگر حق بات تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل میں ''رحمۃ للعلمین'' کی جھلک نمایاں ہے۔

حق بات تو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کے ذریعے ایک طرف حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

کے زخموں پر مرہم رکھا،ان کوڈھارس بندھائی اور دوسری طرف مجاہدین اسلام کو یہ یقین دلایا کہ ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ دین اسلام کی سربلندی کے لیے ان کی شہادت کے بعد ان کے اہل وعیال بے یارو مددگار نہیں رہیں گے بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر ان کی معاونت کی جائے گی اوران کی ہر پریشانی دور کی جائے گی۔

وفات:

۴ھ کو آپ کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی، عمر مبارک ساٹھ (۶۰) سال چند ماہ تھی، جنۃ البقیع کے ''قبہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں مدفون ہوئیں مگر حکومت نے اس قبہ کو مکمل طور پر شہید کر دیا ہے۔

۶-اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام ہند اور کنیت: اُمّ سلمہ تھی۔ شجرہ نسب یوں ہے: اُمّ سلمہ بنت ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی۔ آپ راسخ الاسلام، عابدہ وزاہدہ، مجاہدہ اسلام اور صبر و بردباری کا پیکر تھیں۔ صداقت وامانت اور خلوص واخلاق میں اپنی مثال آپ تھیں۔

زوجیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں:

حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے سے قبل آپ کا نکاح حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم سے تھا۔ زوجین کا شجرہ نسب عبداللہ بن عمرو مخزومی میں جا کر مل جاتا ہے۔

زوجین قدیم الاسلام وراسخ الاسلام، حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت برہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند تھے، نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ دونوں باہم رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت ابوسلمہ اور حضرت اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے اسلام کے لیے مصائب وآلام برداشت کیے، حفاظت اسلام کے لیے ہجرت حبشہ کی، پھر زوجین مکہ واپس آ گئے۔ پھر ہجرت مدینہ کرتے وقت بڑی پریشانیاں برداشت کرنا پڑیں۔ جب بچوں سمیت ہجرت مدینہ کے قصد سے نکلے تو ابوسلمہ کے اہل خانہ نے ان کے بچے سلمہ کو یہ کہہ کر ان کے ساتھ جانے سے روک لیا کہ تم جہاں جانا چاہتے ہو جاؤ لیکن بچہ جو ہمارے خاندان کا چشم وچراغ ہے اسے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔ اسی طرح اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے اہل خانہ نے بھی انہیں شوہر کے ساتھ جانے سے روک لیا، انہوں نے کہا: یہ لڑکی ہمارے خاندان کی عزت ہے، لہٰذا ہم اسے خاوند کے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔ اس طرح بیوی اور بچے چھن جانے کے باوجود حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے سفر ہجرت ترک نہ کیا اور جس قصد کے لیے نکلے تھے اسے پورا کیا۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا وقتی طور پر مکہ میں رہیں، بچوں سے علیحدگی اور نیک سیرت شوہر کے ہجرت کر جانے کی وجہ سے انہیں کن تکالیف سے دوچار ہونا پڑا، وہ ان دنوں میں ایک دفعہ بھی سکون کی نیند نہ سوسکیں۔ آپ روزانہ اس مقام پر آ کر بیٹھ جاتیں

جہاں ان کے شوہر کو الگ کیا گیا تھا، وہ علیحدگی میں بیٹھ کر خوب آنسو بہاتی تھیں اور یہ سلسلہ ایک سال تک جاری رہا، حتیٰ کہ ان کے سنگ دل اعزاء واقارب نے انہیں بچہ واپس کر دیا اور ہجرت مدینہ کی بھی اجازت دے دی۔ ہجرت مدینہ کی اجازت ملنے پر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں اور مدینہ کی طرف تنہا عازم سفر ہوگئیں۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ خواہ اس وقت دولت اسلام سے مالا مال نہیں ہوئے تھے لیکن بیت الحرام کے کلید بردار تھے اور نرم دل انسان تھے۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا تنہا سفر کرنا انہیں پسند نہ آیا، اس لیے وہ ان کے ساتھ عازم سفر ہوگئے، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود ساتھ پیدل چلتے رہے، جب کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تو الگ ہو کر بیٹھ جاتے، روانہ ہوتے وقت پھر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود ساتھ پیدل چلتے رہتے، سفر جاری رہا حتیٰ کہ دور سے مدینہ کی آبادی نظر آنے لگی۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اُم سلمہ! جس شہر میں آپ جانا چاہتی ہیں وہ سامنے نظر آرہا ہے، آپ آگے بڑھیں اور میں یہاں سے واپس جاتا ہوں، یہ بات کہہ کر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ واپس پلٹ گئے اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا مدینہ کی جانب روانہ ہوگئیں۔ پھر وہ اچانک اپنے بچے سمیت اپنے شوہر سے جا ملیں۔ اس طرح زوجین ذوالہجرتین کہلائے، کیونکہ دونوں نے اسلام پر ثابت قدم رہنے کے لیے پہلے ہجرت حبشہ کی پھر ہجرت مدینہ کی۔

غزوات میں شرکت:

حضرت ابوسلمہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما نہایت جری و بہادر تھے، دونوں نے غزوات میں شرکت کی، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا مجاہدین کی خدمت کرتیں، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تلوار کے ذریعے شجاعت کے جوہر دکھاتے، غزوۂ اُحد کے موقع پر آپ شدید زخمی ہوئے، وقتی طور پر وہ زخم بھر گئے لیکن ایک معرکہ میں شرکت سے واپسی پر زخم دوبارہ تازہ ہوگئے اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ ۴ ہجری میں وفات پاگئے۔ وفات کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پاس موجود تھے، اپنے دست اقدس سے ان کی آنکھیں بند کیں اور ان کے لیے دعاء مغفرت فرمائی۔ وفات کے وقت حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

اللهم اخلفني في اهلي بخير ۔ اے پروردگار! میرے خاندان کی بہتر طریقہ سے نگرانی فرمانا۔

وفات کے وقت حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے چار بچے تھے: (i) حضرت زینب، (ii) حضرت سلمہ، (iii) حضرت عمرو، (iv) حضرت درہ رضی اللہ عنہم، اولاد کی وجہ سے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا پریشان ہوگئیں، انہوں نے دوسرے نکاح کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا، ان کا خیال تھا کہ میرے نیک سیرت شوہر کے سوا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے مگر انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آگیا:

مامن مسلم تصيبه مصيبة فيسترجع ويقول: اللهم اجرني في مصيبتي واخلفني خيراً منها الااخلف الله له خيرمنها .

جب کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کہتا ہے: انا لله وانا اليه راجعون، اور یہ دعا کرتا ہے: اے پروردگار! اس مصیبت پر مجھے ثواب عطا کر اور تو مجھے اس کا نعم البدل عطا کر۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس دعا کو بطور وظیفہ اپنا لیا، جب دعائیہ کلمات ادا کرتے وقت کہتیں کہ مجھے اس سے بہتر عطا کر، تو ساتھ ہی غور کرتیں کہ میرے نیک خوشوہر سے بہتر شوہر کون ہوسکتا ہے؟ تاہم ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر پڑھتی رہیں۔ پھر یہ بھی کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے: جو میت کے سرہانے موجود ہو وہ اچھی دعا مانگے، کیونکہ اس وقت جو بھی دعا مانگی جاتی ہے، فرشتے آمین کہتے ہیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے وصال کرنے کے بعد حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا ہے، ان کی جدائی میں، میں کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھا کرو: **اللّٰھم اغفرلی ولہ واعقبنی عقبۃ حسنۃ**۔ اے پروردگار! تو میری اوران کی بخشش فرمادے اور میری آخرت بہتر کردے۔

اس کے بعد حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس دعا کو اپنا معمول بنالیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر انہیں شوہر عطا کردیا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہوکر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں شامل ہوگئیں۔

نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل:

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے تعزیت کی، غم کو تسکین میں بدلنے، مصیبت و پریشانی ختم کرنے اور بہترین عوض عطا کرنے کی دعا کی۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے یکے بعد دیگرے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام نکاح بھیجا، جو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاتب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے پیغام نکاح بھیجا، جس کے جواب میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "**مرحبًا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**، مگر انہوں نے معذرت خواہانہ انداز میں عرض کیا: میں معمر ہوں' میرے ساتھ میرے یتیم بچے ہیں اور میرے جذبات رقابت بہت شدید ہیں۔ انہوں نے یہ بھی عرض کیا: میرا یہاں کوئی ولی نہیں ہے' جو میری شادی کرائے۔" اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی ان باتوں کی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہیں اس سے زیادہ غصہ ہوگئے جتنا کہ وہ اپنے پیام کے ٹھکرا جانے سے ہوئے تھے۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: میں تم سے عمر میں بڑا ہوں' تمہارے یتیم بچوں کی پرورش اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے بچے میرے بچے ہیں" اور رہی بات تمہارے جذبات رقابت کے شدید ہونے کی تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس بات کو تم سے دور فرمائے اور جو تم نے اپنے اولیاء کے متعلق ذکر کیا تو تمہارے اولیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو مجھے ناپسند کرے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد حضرت سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لڑکے سلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "زوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میری شادی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرادو۔ تو انہوں نے ان کی شادی کرادی۔ یہ نکاح شوال المکرم ۴ ہجری میں ہوا اور ان کا مہر ایسا سامان مقرر ہوا جس کی قیمت دس درہم سے کم تھی۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، جلد ثانی، ص ۲۔)

مقصد نکاح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، اس کے کئی مقاصد تھے جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- اس نکاح کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف اپنے ایک عظیم مرد مجاہد صحابی اور رضاعی بھائی کے یتیم و بے سہارا بچوں اور ان کی بیوہ کو تحفظ و سہارا عطا فرمایا، وہیں دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عظیم مشن کے لیے جس قسم کی بلند ذہن و ہمت زوجات (رضی اللہ عنہن) کی ضرورت تھی اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اس کے مطابق بالکل کھری ثابت ہوئیں۔

۲- زندگی میں ایک ایسا مشکل ترین مرحلہ آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مشورہ فرمایا اور ان کے مشورے نے نہ صرف مسئلہ کو حل کر دیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انتہائی کڑی آزمائش سے بھی بچالیا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے: ذی قعدہ ۶ھ کی بات ہے صلح حدیبیہ کی شرائط مسلمانوں کو اپنی توہین نظر آ رہی تھی۔ وہ اس بات کو اپنے لیے ذلت و رسوائی کا باعث محسوس کر رہے تھے کہ وہ بغیر عمرہ کیے مدینہ طیبہ واپس لوٹ جائیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حلق کرا کر احرام کھولنے کا حکم صادر فرمایا تو مسلمانوں نے اس پر عمل کرنے میں تھوڑا سا توقف کیا۔ یہ گھڑی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت ہی نازک گھڑی تھی۔ جو لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اپنا تن من دھن نثار کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے بلکہ جنہوں نے متعدد مقامات پر بے مثال قربانیاں بھی دی تھیں، آج ان کی قربانیاں ضائع ہونے کے قریب تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ایک کام کا حکم دے رہے تھے اور وہ اس پر عمل کرنے میں توقف سے کام لے رہے تھے۔ اس اہم اور نازک ترین مرحلہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمے میں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: لوگ ہلاک ہو گئے، میں انہیں حکم دے رہا ہوں اور وہ اس پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلے کا حل فوراً تلاش کر لیا۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، آپ لوگوں کے سامنے خود حلق کرائیں، جب لوگ آپ کو ایسا کرتے دیکھیں گے، تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ خدائی فیصلہ ہے، اس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں تو آپ کی اقتداء میں وہ حلق کرانے میں ذرا برابر بھی توقف نہیں کریں گے۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا اندازہ بالکل صحیح اور آپ کا مشورہ بالکل فٹ اور صائب نکلا۔ جونہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حجام کو حکم دیا کہ وہ آپ کے سر مبارک کے بال کاٹے تو مسلمانوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک دوسرے سے مسابقت شروع کر دی اور حلق کرا کر احرام کو کھول دیا۔

۳- جن حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا کوئی بھی انصاف پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس شادی کا مقصد ایک بیوہ اور چار یتیم بچوں کی ماں کی دلجوئی کرنے اور انہیں تحفظ و سہارا فراہم کرنے کے علاوہ کچھ اور تھا۔

۴- سیرت نگاروں کے مطابق جب حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا حبالہ عقد میں آئیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو جو کہ اس زمانہ میں وفات پا گئی تھیں، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے رہنے کے لیے مقرر فرمایا اور جب حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اس میں داخل ہوئیں تو ایک چھوٹا گھڑا دیکھا جس میں تھوڑے سے جو تھے ایک پتھر کی ہانڈی اور ایک چکی دیکھی۔ چکی میں تھوڑے سے جو ڈال کر آٹا پیسا' میدہ تیار کیا اور کھانا تیار کیا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بطور ولیمہ یہی کھانا پیش کیا۔

حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا کے اقارب:

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دو لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں، جن کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

۱- حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما: ۲ھ میں آپ پیدا ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بحرین اور فارس کا حاکم مقرر کیا، ۸۳ھ میں بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابوامامہ بن سہل اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

۲- حضرت سلمہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت امامہ بنت امیر حمزہ رضی اللہ عنہما کا نکاح کر دیا تھا، عبدالملک کے زمانہ میں وفات پائی اور روایت احادیث کا سلسلہ ان سے جاری نہیں ہوا۔

۳- حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما: آپ حبش میں پیدا ہوئیں جب والدین عازم ہجرت ہو کر حبشہ میں تھے، حضرت عبداللہ بن زمعہ بن الاسود الاسدی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا، اپنے زمانہ کی سب خواتین سے زیادہ فقیہ تھیں۔ زمانہ بچپن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وقت قریب ہوئیں جب آپ غسل فرما رہے تھے، آپ نے شفقت سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے جس کی برکت سے تاحیات چہرے کی خوبصورتی باقی رہی۔ ان کے دو صاحبزادے تھے اور دونوں یوم الحرہ میں قتل کیے گئے تھے جس پر انہوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون ○ اس کے بعد آپ بہت پریشان ہوئیں اور ظاہری سہارا چھن جانے کی وجہ سے تاحیات پریشانی کا شکار رہیں۔

۴- حضرت اُم کلثوم بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما: ان کے حوالے سے حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے نجاشی کی موت اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشین گوئی کی تھی۔

۵- حضرت درہ بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما: صحیح بخاری کے مطابق ایک دفعہ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ حضرت درہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا پسند کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: درہ میری ربیبہ ہیں، اگر وہ ربیبہ نہ بھی ہوتیں تب بھی میرا ان سے نکاح درست نہ ہوتا، کیونکہ ان کا باپ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ میرا رضاعی بھائی تھا۔

۶- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: آپ کی والدہ محترمہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صاحبہ

تھیں، قبول اسلام سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے دشمن تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے، فتح مکہ سے قبل مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ان کی مخالفت اور گستاخیاں معاف کردی گئیں۔ آپ غزوہ حنین، فتح مکہ اور غزوہ طائف میں شامل ہوئے۔ غزوہ طائف میں تیر لگنے سے شہید ہوئے۔

۷- حضرت عامر رضی اللہ عنہ: حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور مؤلف القلوب لوگوں میں سے ایک تھے۔

۸- حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ: آپ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شاہ یمن حارث بن عبد کلال حمیری کی طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا، زکوٰۃ وصدقات کے محصل بھی رہے، صدف کے عامل رہے، حضرموت کا قلعہ بخیر فتح کیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یمن کی طرف اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا تھا۔

۹- حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ: آپ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی ہیں اور ان کی وفات کے موقع پر حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حسب ذیل اشعار کہے تھے:

(i) یاعین فابکی الولید ابن الولید بن المغیرة

(ii) قد کان غیثا فی السنین ورحمة فینا وهیرة

(iii) صخم اله سعیه ماجدا یسموا الی طلب الوتیرة

(iv) مثل الولید بن الولید الی الولید کفی العشیرة

مرویات:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا روایت احادیث میں نہایت درجہ کی محتاط تھیں، آپ کی مرویات کی تعداد تین سو اٹھہتر (۳۷۸) ہیں، تیرہ احادیث متفق ہیں یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہیں، تین روایات صرف صحیح بخاری میں، تیرہ (۱۳) احادیث صرف صحیح مسلم میں ہیں جبکہ باقی احادیث مبارکہ مختلف کتب کی زینت ہیں۔

وفات:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ۶۲ھ میں وفات پائی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ وصال کے وقت عمر مبارک چوراسی (۸۴) سال تھی۔

(ماخوذ از سیرت امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن، صفحہ: ۱۷۰ تا ۱۸۲، مصنف علامہ محمد ممتاز عالم مصباحی)

۷- اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: زینب، کنیت: اُمّ الحکم، باپ کا نام: جحش تھا۔ شجرہ نسب یوں ہے: زینب بنت جحش بن ایاب بن یعمر بن صبیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن خزیمہ الاسدی رضی اللہ عنہا۔

آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہا تھا، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ابتداءً آپ کا نام "برہ" تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام تبدیل کر کے "زینب" تجویز فرمایا۔

پہلا نکاح:

اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ تھیں، اہل عرب کے ہاں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا، اس کی مطلقہ سے باپ نکاح نہیں کر سکتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو یہود ونصاریٰ اور منافقین کی طرف سے نہ تھمنے والا اعتراضات کا سلسلہ شروع ہو گیا کہ مسلمانوں کے نبی عجیب طبیعت کے مالک ہیں کہ پہلے انہوں نے اپنے منہ بولے بیٹے سے حضرت زینب بنت جحش کا نکاح کیا، پھر ان کے طلاق دینے پر خود ان سے نکاح کر لیا، یہ نکاح باپ کے لیے جائز نہیں ہو سکتا۔

یہ سب لوگ اپنی جہالت پر مبنی گفتگو کے باعث طوفان بدتمیزی برپا کر رہے تھے، اپنے متبنیٰ کی مطلقہ سے باپ کا نکاح جائز نہ ہونے کی رسم زمانہ جاہلانہ تھی، اللہ تعالیٰ نے دوسری رسومات کی طرح اس رسم کو بھی ختم کر دیا تھا، حکم خداوندی پر عمل کرتے ہوئے بلکہ حکم الٰہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ تاہم حقیقی بیٹے کی مطلقہ سے باپ نکاح نہیں کر سکتا مگر متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے۔

متبنیٰ کی مطلقہ سے باپ کا نکاح جائز ہونے اور حقیقی بیٹے کی مطلقہ سے ممانعت کے حوالے سے چند ایک شواہد حسب ذیل ہیں:

۱-ارشاد ربانی ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ۗ

(الاحزاب ۵)

"تم انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہ زیادہ قرین انصاف ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر تمہیں علم نہ ہو ان کے باپوں کا تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں۔"

۲-ارشاد خداوندی ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝ (الحجرات ۱۳)

"اے لوگو! ہم نے تمہیں پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور تمہیں مختلف قوموں میں تقسیم کر دیا اور مختلف خاندانوں میں، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سے زیادہ معزز اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

بیشک اللہ علیم اور خبیر ہے۔''

۳-اعلان خداوندی ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (الاحزاب:۳۶)

''نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔''

۴-وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ (الاحزاب:۳۷)

''اور اے محبوب یاد کرو! تم فرماتے تھے اسے جسے اللہ نے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا ڈر رکھو۔''

۵-حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

اوحی اللہ تعالٰی ما اوحی اللہ تعالٰی به ان زینب سیطلقها زید و تتزوجها بعد علیه الصلوٰة والسلام الی هٰذا ذهب اهل التحقیق من المفسرین کالزهری وبکر بن علاء والقشیری والقاضی ابوبکر بن العربی وغیرهم . (روح المعانی بحوالہ ضیاء القرآن، ج:۴،ص:۶۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی کہ حضرت زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کریں گے۔ اسی بات کی طرف مفسرین اہل تحقیق مثلاً زہری، بکر بن علاء، قشیری اور قاضی ابوبکر بن عربی وغیرہم گئے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی تفصیل:

منقول ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اور زینب رضی اللہ عنہا کو میرے لیے پیام دو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لیے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس حکمت و مصلحت کے تحت خاص فرمایا تھا تاکہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ شادی حضرت زید رضی اللہ عنہ کی رضا اور خوشی کے بغیر زبردستی کی گئی ہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اب زید کے دل میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی کوئی رغبت اور خواہش نہیں ہے اور وہ اس شادی کے لیے راضی ہیں۔ نیز حضرت زید رضی اللہ عنہ کو خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت پر ثابت قدم رکھنا اور اللہ عزوجل کے حکم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو راضی رکھنا بھی ثابت فرمانا تھا' کیونکہ یہ محل انتہائی نازک ہوا کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے تشریف لے گئے وہ

فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا تو وہ میری آنکھوں میں ایسی بزرگ خاتون معلوم ہوئیں کہ میں ان کی طرف نظر تک نہ اٹھا سکا۔ پھر میں گھر کی طرف پشت کر کے الٹے قدم ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: زینب تمہیں خوشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے، میں آپ کے لیے تمہیں پیغام نکاح دوں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: "ما کنت لأحدث شياحتي أو امر ربي عزوجل" میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی یہاں تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے مشورہ نہ کرلوں۔ اس کے بعد وہ اٹھیں اور مصلّی پر پہنچیں اور سر کو سجدہ میں رکھا اور بارگاہ بے نیاز میں عرض و نیاز کی۔ بعض روایتوں کے مطابق دو رکعت نماز پڑھ کر سجدے میں گئیں اور بارگاہ خدا میں یہ عرض کیا: اے خدا! تیرا نبی میری خواستگاری فرماتا ہے، اگر میں ان کی زوجیت کے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دیدے۔ چنانچہ اسی وقت ان کی دعا کو اللہ عزوجل نے قبول فرما لیا اور یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ (الاحزاب: ۳۷)

ترجمہ: ''پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی (یعنی طلاق دینے کی خواہش پوری ہوگئی) تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی تاکہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کی بیبیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے (یعنی جب وہ انہیں طلاق دے دیں) اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے۔'' (کنز الایمان)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے۔ چند لمحہ کے بعد تشریف لائے اور مسکرا کر فرمایا: کون ہے، جو زینب کے پاس جائے اور انہیں خوشخبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو میری زوجیت میں دے دیا ہے اور مذکورہ آیت مقدسہ کی تلاوت فرمائی۔ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، دوڑیں اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دی اس خوشخبری کو سنانے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا کو اپنے وہ سارے زیورات عطا فرما دیے جو انہوں نے خود پہن رکھے تھے اور سجدہ شکر بجا لائیں اور نذر مانی کہ دو مہینے کے روزے رکھوں گی۔

مروی ہے کہ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے کہ وہ برہنہ سر تھیں (اس وقت تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے خطبہ اور بغیر گواہ کے فرمایا: ''اللہ المزوج و جبرئيل الشاهد'' اللہ نکاح کرنے والا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام گواہ ہیں۔ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ ولیمہ کے کھانا کے طور پر روٹی اور گوشت تیار کیا اور لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ ایسا ولیمہ ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ کے لیے نہیں کیا تھا۔

سوال: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی شادی کی تاریخ کیا تھی؟

جواب: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کس سن میں شادی کی؟ اس سلسلہ میں کئی اقوال ملتے ہیں۔

حضرت ابن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معمر بن مثنی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں:

''تزوجها رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم سنة ثلاث من الهجرة بالمدينة، وقيل: سنة أربع وقيل: سنة خمس هي يومئذ بنت خمس و ثلاثين سنة .''

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے) مدینہ منورہ میں ۳ھ میں شادی کی اور کہا گیا ہے کہ ۴ھ میں اور کہا گیا ہے کہ ۵ھ میں اور اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۵ سال تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فضل وکمال:

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے فضل وکمال کثیر ہیں، جو قرآن وسنت میں مذکور ہیں۔ تاہم ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- غریبوں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں میں صدقہ و خیرات کرنا، آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأيت قط خيرا في الدين من زينب و أتقى الله و اصدق حديثًا و اوصل للرحم واعظم امانة وصدقة . (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، ج:۷، ص:۱۲۸)

''میں نے زینب سے زیادہ کسی عورت کو دین کے معاملہ میں بہتر، اللہ سے ڈرنے والی، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی، امانتدار اور صدقہ کرنے والی نہیں دیکھی۔''

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: ذهبت حميدة مفيدة مفروعة اليتامى و الاراحل۔ پسندیدہ خصلت والی، فائدہ دینے والی، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنے والی دنیا سے رخصت ہوگئی۔

۳- حضرت اُمّ المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے اوپر آیت حجاب نازل ہوئی، جو یہ ہے: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ (الاحزاب ۵۳) ''اے ایمان والو! تم نبی (علیہ السلام) کے گھروں میں مت داخل ہو۔''

۴- تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے نکاح ان کے اولیاء نے کیے جبکہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے خود کیا۔ چنانچہ آپ فخر سے فرمایا کرتی تھیں:

زوجكن اهلوكن وزوجني الله تعالى من فوق سبع سموت .

(امام محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۱۱، ص ۲۰۱)

''تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا تھا۔''

۵- آپ کی عظمت وشان کے حوالے سے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تین خصوصیات زینب کو عطا کیں جو دوسری ازواجِ مطہرات کو عطا نہیں ہوئیں: (i) میرے اور تمہارے دادا ایک ہیں۔ (ii) میرا نکاح آسمان میں ہوا۔ (iii) حضرت جبرائیل علیہ السلام نکاح کے سفیر و گواہ بنے۔

۶- اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا تمام ازواجِ مطہرات میں بے مثل تھیں، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **لم یکن احد من نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسامینی فی حسن المنزلة عنده الا زینب بنت جحش۔** (اسد الغابہ فی تمیز الصحابۃ، ج: ۷، ص: ۱۲۷)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے سوائے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے آپ کی بارگاہ میں حسن مقام کے اعتبار سے میری ذات کے برابر کوئی نہیں تھیں۔

۷- ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اس وقت سخت ڈانٹ پلائی جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت بات کی تھی، فرمایا: تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح گفتگو کرتی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! انہیں کچھ نہ کہو: **انها لاواهة** یعنی یہ بہت خوف رکھنے والی ہیں، کسی شخص نے عرض کیا: **یا رسول اللہ! ما الاواہ؟** یارسول اللہ! اواہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: **الخاشع فی الدعاء والتضرع الی اللہ۔** دعا میں خشوع کرنے والا اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑانے والا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: **ان ابراهیم لاواه حلیم۔**

۸- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا: **اولکن لحقابی اطولکن یداً۔** آپ لوگوں میں سے سب سے قبل (بعد از وصال) مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ دراز ہوں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے تمام امہات المؤمنین کے ہاتھ ناپنے شروع کر دیے تاکہ معلوم ہو کہ دراز ہاتھ معلوم کیا جائے، پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **وکانت اطولنا یداً زینب، انها کانت تحمل بیدها و تتصدق،** اور ہم میں سے زینب ہاتھ کے اعتبار سے سب سے دراز تھیں، کیونکہ وہ دستکاری کرتی تھیں اور صدقہ وخیرات کرتی تھیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم ایک زوجہ کے گھر جمع ہوئیں، اپنے ہاتھوں کو دیوار پر دراز کیا تاکہ دراز ہاتھ معلوم ہو سکے، پھر مسلسل ایسا کرتی رہیں حتیٰ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا، آپ چھوٹے قد کی خاتون تھیں، ہم سے طویل ہرگز نہیں تھیں، تو اس وقت ہم نے معلوم کیا درازی ید سے مراد بکثرت صدقہ وخیرات کرنا ہے۔

مرویات:

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مرویات گیارہ ہیں، جن میں سے دو متفق علیہ ہیں یعنی وہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود ہیں جبکہ نو (۹) مختلف کتب احادیث میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اعزاء واقارب:

اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے چند ایک اقارب کا مختصر مگر جامع تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ: آپ قدیم الاسلام تھے، ہجرت حبشہ و ہجرت مدینہ دونوں کیں، ۲ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن نخلہ کی طرف مہاجرین کا امیر بنا کر روانہ کیا، غزوہ بدر اور غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے، سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے، دونوں بیک وقت ایک قبر میں مدفون ہوئے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ اُحد سے قبل حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: آؤ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی اپنی آرزو کی دعا کرتے ہیں، میں نے کہا: ٹھیک ہے، ہم دونوں ایک طرف ہو گئے، پہلے میں نے دعا کی: اے اللہ! جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ آور ہونے میں طاقتور ہو اور دفاع میں بھی پوری قوت کا مالک ہو، میں اور وہ لڑیں، میرا لڑنا مرنا تیرے لیے ہو، مجھے فتح حاصل ہو، میں اسے قتل کر دوں اور اس کے سامان پر قبضہ کر لوں۔ اس دعا پر عبداللہ نے کہا: آمین۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یوں دعا کی: **اللهم ارزقني غدا رجلا شديدا باسه شديد احروه اقاتله فيك ويقاتلني فيقتلني ثم يأخذني فيجدع أنفي واذني فاذا لقيتك قلت يا عبدالله فيم جدع انفك واذنك فأقول فيك وفي رسولك فتقول صدقت۔**

اے پروردگار! کل ایسے آدمی سے میرا مقابلہ ہو جو حملہ آور ہونے اور دفاع کرنے میں پوری قوت کا مالک ہو، ہم دونوں لڑیں مگر میرا لڑنا تیری رضا کے لیے ہو، پھر وہ مجھے قتل کر ڈالے، پھر مجھے پکڑے، میرے کان اور ناک کاٹ ڈالے۔ جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو دریافت کرے کہ تیرے کان اور ناک کیوں کاٹے گئے تھے؟ میں جواباً عرض کروں: تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں، تب تو فرمائے: تو سچ کہتا ہے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی اور وہ اسی کیفیت میں شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے دور کے ایک بلند خیال شاعر تھے، آپ کے کہے ہوئے اشعار میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ **تعدون قتلا فی الحرام عظیمة　　　واعظم منه لو یری الرشد، ارشد**

حرمت کے دنوں میں تم قتل کو برا تصور کرتے ہو مگر عقلمند کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ قتل سے بڑا جرم بھی ہے۔

۲۔ **صدو کمو عما یقول محمد　　　وکفر به والله راء و شاهد**

کہ تم لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے منع کرتے ہو جبکہ خود کفر پر ڈٹے ہوئے ہو، اللہ تعالیٰ تمہاری حالت سے آگاہ ہے۔

۳۔ **واخراجکم من مسجد الله اهله　　　لئلا یری لله فی البیت ساجد**

کہ تم نے مسلمانوں کو بیت اللہ سے نکال باہر کیا حتیٰ کہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے والا ایک بھی باقی نہ رہا۔

۴۔ **فانا وان غیر تمونا بقتله　　　وارجف بالاسلام باغ وحاسد**

اگر چہ تم اس قتل پر ہمیں الزام دیتے ہو اور اسلام کے ہر باغی و حاسد نے بہت زہر بھی اگلا ہے۔

۵-سقينا من ابن الحضرمی رماحنا　　بنخلة لما اوقد الحرب واقد

مگر بات یہ ہے کہ جب جنگجو نے جنگ کی آگ جلائی تب بھی ہم نے نخلہ میں اپنے نیزے کو ابن الحضرمی کے خون سے سیراب کیا۔

۲-ابواحمد عبداللہ رضی اللہ عنہ: آپ ممتاز شاعر تھے، دونوں ہجرتوں کا اعزاز حاصل کیا، نابینا تھے مگر صاحب فراست، فارعہ بنت ابوسفیان اموی ان کے نکاح میں تھیں، اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ۲۰ھ میں وفات پائی۔

آپ ایک امتیازی شان وخیال کے شاعر تھے اور ہجرت کے حوالے سے ان کے چند ایک اشعار حسب ذیل ہیں:

۱-لما راتنی اُمّ احمد غاديا　　بذمة من اخشی بغيب وأرهب

جب میری بیوی اُمّ احمد نے دیکھا کہ میں توکل علی اللہ سفر کرنے کو تیار ہوں، وہ جس سے میں دیکھے بغیر ڈرتا ہوں۔

۲-الى الله وجهي والرسول ومن يقم　　الى الله يوما وجهه لايخيب

میرا چہرہ خدا اور رسول کی طرف ہے، جس نے آج اپنا رخ خدا کی طرف کرلیا وہ گھاٹے میں نہیں ہے۔

۳-مستعلم يوما أينا اذا تزايلوا　　وزيل امر الناس للحق اصوب

عنقریب اس دن جب مسلم اور غیر مسلم کی جماعت بندی کی جائے گی، دشمن کو معلوم ہو جائے گا کہ حق پر کون ہے۔

۴-فأی بنت اخت بعد نايا مننكم　　واية صهر بعد صهری مرقب

بتاؤ اب ہمارے بعد کونسا بھانجا ہوگا جو تم پر بھروسہ کرے گا اور کون سا داماد ہوگا جو تم سے کامیابی کی امید رکھے گا۔

۳-عبیداللہ بن جحش: اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کا بھائی تھا، اپنے بھائیوں سے مل کر حبش چلا گیا تھا، شرابی تھا، عیسائی مذہب تھا اور وہیں ہلاک ہوگیا۔

۴-اُمّ حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا: حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ تھیں جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔

۵-حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا: حضرت اُمّ المؤمنین کی ہمشیرہ تھیں، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، محمد اور عمران دونوں ان کے بیٹے تھے۔

وفات:

آپ ۲۰ھ میں پچاس سال کی عمر میں وفات پائی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (ماخوذ از سیرت امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن از صفحہ: ۱۹۴ تا ۲۳۸، مصنف علامہ محمد ممتاز عالم مصباحی)

۸- اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام: رملہ بنت حرب یا ہندہ تھا، کنیت: اُمّ حبیبہ، نام کی بجائے کنیت سے زیادہ مشہور تھیں۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے اُمّ حبیبہ رملہ بنت حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ آپ مومنہ کاملہ، پاک دامن وذی تقویٰ، حمیدہ صفات، فیاض و بلند ہمت خاتون تھیں۔ والدہ کا نام: صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس تھا، جو خلیفہ ثالث امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان بن العاص رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں اور اسلام کی شدید دشمن تھیں۔

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے سے قبل حضرت عبداللہ بن جحش الہندی رضی اللہ عنہ کے بھائی عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ نہایت قدیم الاسلام تھیں، اپنے والدین واعزاء اقرباء اور وطن کی قربانی دے کر اپنے شوہر کی معیت میں حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی۔ عبیداللہ بن جحش حبشہ پہنچا، وہاں عیسائیوں کے ساتھ نشست و برخواست کا سلسلہ شروع کر دیا، ان سے متاثر ہو کر عیسائیت کو قبول کر لیا اور اسی مذہب پر رہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا۔ اس کے برعکس اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا دین اسلام پر ثابت قدم رہیں اور عبیداللہ بن جحش کی کوشش کے باوجود اسلام کو نہ چھوڑا۔ شوہر کے الگ ہو جانے پر آپ پریشان ہوئیں، حبیبہ نام کی ایک بیٹی تھی، آپ بچی کو لے کر مکہ مکرمہ ہرگز نہیں جا سکتی تھیں، کیونکہ والدین اس قدر اسلام کے دشمن تھے کہ وہاں جانے کی صورت میں یا تو اسلام کو چھوڑنا پڑتا جو ان کی طبیعت کے منافی تھا یا اسلام پر قائم رہتے ہوئے اپنی جان کی قربانی دینا پڑتی، لہٰذا انہوں نے مکہ جانے کی بجائے حبش میں رہنے کو پسند کیا مگر پریشانی کی حالت میں زندگی گزار رہی تھیں۔

نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے کی تفصیل:

ان دنوں میں اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص انہیں ''یا اُمّ المؤمنین'' کے الفاظ سے پکار رہا ہے، آپ نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ عنقریب ''نکاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں جانے کا اعزاز حاصل ہونے والا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر شاہ حبش کے پاس بھیجا کہ وہ اُمّ حبیبہ سے رابطہ کر کے پیغام نکاح دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کرنے کا اہتمام کریں۔ یہ پیغام ملتے ہی بادشاہ نے اپنی کنیز ''ابرہہ'' کو اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس روانہ کیا، قبل ازیں وہ خواب بھی دیکھ چکی تھیں، شاہ حبش کا پیغام ملتے ہی وہ بہت خوش ہوئیں، پیغام لانے والی کنیز کو اپنا کنگن اور چاندی کی انگوٹھی بطور انعام دی، حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ جو حبشہ میں موجود تھے، کو نکاح کے سلسلہ میں اپنا وکیل بنا لیا، نجاشی نے تقریب نکاح منعقد کی جس میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کو مدعو کیا گیا تھا، نجاشی اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

دونوں نے خطبہ نکاح پڑھا، اس موقع پر چار سو یا چار ہزار دینار بطور مہر حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پیش کیے گئے اور حاضرین کی کھانے سے تواضع کی گئی۔ اس موقع پر شاہ حبشہ نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بھیجا اور یہ پیغام دینے کا بھی کہا کہ میں آپ کے صحابہ کے دین پر ہوں اور رہوں گا اور میں اکثر آپ پر درود وسلام پڑھنے کی سعادت حاصل کرتا رہتا ہوں۔ جب اس تاریخی نکاح منعقد ہو جانے کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موصول ہوئی تو آپ نے اپنے صحابی حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کو حبش روانہ کیا تاکہ وہ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ میں لائیں، حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کے جانے پر شاہ حبشہ نجاشی نے احترام واکرام کے ساتھ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو روانہ کیا، وہ مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے ان کے ساتھ زفاف فرمایا، شاہ حبش نجاشی کا شکریہ ادا کیا، ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے حق میں دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے یہ نکاح ۶ھ میں منعقد ہوا تھا۔

شادی کے اثرات:

ابوسفیان اور اس کا خاندان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسب کے اعتبار سے اپنے برابر قرار دیتا تھا، اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح پر وہ لوگ بہت خوش ہوئے، عداوت و دشمنی کے باوجود ابوسفیان نے اس نکاح پر مسرت ومباہات کا اظہار کیا تھا، مسلمانوں اور اسلام کی مخالفت میں کمی آگئی، ابوسفیان نے اس نکاح کے بعد اسلام کے خلاف کسی مہم یا معرکہ کی قیادت نہیں کی۔ صلح حدیبیہ کے بعد ایک دفعہ تجدید صلح کی غرض سے مدینہ طیبہ آیا، اس دوران وہ اپنی صاحبزادی اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے کے لیے ان کے گھر گیا، اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے کی کوشش کی مگر حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کو مناسب نہ سمجھا اور بستر فوراً لپیٹ دیا۔ اس صورتحال سے ابوسفیان حیران رہ گیا، اس نے دریافت کیا: بیٹی! کیا آپ مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھتیں یا تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ بستر میری شایان شان نہیں ہے؟ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ بستر پاک وصاف ہے مگر تم نجاست شرک سے معمور ہو۔ اپنی بیٹی کا یہ جواب سن کر اس کا تکبر وغرور خاک میں مل گیا، اس کے بعد وہ زیادہ عرصہ اسلام سے دور نہ رہ سکے، وہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے، ان کی کوشش سے کفار مکہ کی شدت میں کمی واقع ہوئی۔ پھر قریش اور اہل مکہ سے گروہ در گروہ لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ سب کچھ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے اسلام ومقام کی برکت کے سبب ہوا۔

اعزاء واقارب:

اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے اعزاء واقارب کثیر تھے، جن میں سے چند ایک کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ: آپ حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا کے والد محترم تھے، نام صخر بن حرب تھا، سب سے پہلے دشمن اسلام تھے، اسلام کے خلاف کفار ومشرکین کی مہموں کی قیادت کرتے تھے، غزوہ بدر ان کی وجہ سے پیش آیا تھا، رؤساء قریش ان کے ماتحت تھے، فتح مکہ کے دن حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ غزوہ حنین، غزوہ طائف اور غزوہ یرموک میں شریک ہوئے اور کردار ادا کیا، ۳۴ھ کو چھیانوے (۹۶) سال کی عمر میں وصال ہوا۔

۲-حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ: یہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے، جو یزید الخیر کے نام سے مشہور تھے، فتح مکہ کے موقع پر اپنے والد گرامی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، فتح شام کے لیے جن جوانوں کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تعینات کیا تھا ان میں سے ایک حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے، شام کے حاکم تعینات ہوئے اور ۱۹ھ میں وصال ہوا۔

۳-حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: صرف باپ کی جانب سے حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے، دونوں کی مائیں الگ الگ تھیں، بیس (۲۰) سال تک ماتحت خلافت شام کے امیر رہے، ساڑھے انیس سال سلطنت شام کے صاحب اقتدار رہے، سلطنت بنی امیہ کے بانی تھے اور ۲۲ر رجب المرجب ۶۰ھ میں بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

۴-حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا: آپ حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں اور حبش سے مدینہ طیبہ اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ آئی تھیں۔

تعدادمرویات:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایات پینسٹھ (۶۵) ہیں، ان میں دو متفق علیہ ہیں، ایک صحیح مسلم میں ہے جبکہ باسٹھ (۶۲) روایات مختلف کتب حدیث کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ آپ کے حوالے سے روایات بیان کرنے والے کثیر لوگ ہیں، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت حبیبہ، (۲) حضرت معاویہ، (۳) حضرت عبداللہ، (۴) حضرت ابوسفیان بن سعید، (۵) حضرت سالم بن سوال، (۶) حضرت ابوالجراح، (۷) حضرت صفیہ بنت شیبہ، (۸) حضرت زینب بنت اُمّ سلمہ، (۹) حضرت عروہ بنت زبیر، (۱۰) حضرت ابوصالح السمان رضی اللہ عنہم۔

وفات:

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سال وفات میں تین اقوال ہیں:

(i) ۷ھ میں مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا۔ (ii) ۴۲ھ میں انتقال ہوا۔ (iii) ۵۹ھ میں انتقال ہوا۔

۹-اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام وشجرہ نسب:

آپ کا اصل نام "برہ" تھا، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام تبدیل کر کے "جویریہ" تجویز فرمایا۔ باپ کا نام حارث تھا اور مختصر شجرہ نسب یوں ہے: حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح

اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوا تھا، وہ ماہ شعبان ۵ھ غزوہ مریسیع کے موقع پر

ہلاک ہوا، اس غزوہ کے بعد قبیلہ بنو مصطلق کے لوگ قیدی بنائے گئے، ان قیدیوں میں رئیس قبیلہ کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور آپ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نہایت شیریں، ملیح اور مجسمہ حسن و جمال تھیں اور اسے دیکھنے والا فریفتہ ہو جاتا تھا۔ جنگ کے اختتام پر مالِ غنیمت کے تقسیم کیے جانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چشمہ پر میرے ساتھ تشریف فرما تھے، اسی دوران حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سامنے آئیں، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر اس کی طرف مائل ہو جائیں گے اور انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں گے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوئی ہوں، میں یہ کلمہ پڑھ چکی ہوں: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُهٗ اور میں رئیس قبیلہ حارث بن ضرار کی لخت جگر ہوں، اب لشکر اسلام کے ہاتھوں قیدی ہوں، ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں، انہوں نے مجھے مکاتبہ بنایا ہے اور وہ مال مکاتبت اتنا ہے جو میں انہیں ادا نہیں کر سکتی۔ میں حاضر خدمت ہوئی ہوں کہ آپ میری معاونت فرمائیں تاکہ مال مکاتبت ادا کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَهَلْ لَّكِ اِلَىٰ مَا هُوَ خَيْرٌ؟ کیا آپ اس بات پر راضی ہیں کہ آپ سے اس سے بہتر سلوک کیا جائے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیسے؟ فرمایا: میں تمہارا زر مکاتبت ادا کروں گا اور اپنی زوجیت میں بھی قبول کر لوں گا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے بخوشی یہ بات تسلیم کر لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا زر مکاتبت ادا کر دیا اور اپنے نکاح میں بھی قبول کر لیا۔ چار سو درہم مہر مقرر رہا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ان کا مہر بنو مصطلق کے قیدیوں کی آزادی کو بنایا گیا تھا۔ اس وقت حضرت جویریہ کی عمر بیس (۲۰) سال تھی۔

حضرت جویریہ سے شادی کا مقصد:

اہل عرب کے ہاں یہ قدیم طریقہ چلا آرہا تھا کہ جنگی قیدیوں کو غلام اور کنیزیں بنا کر مالِ غنیمت کی طرح تقسیم کاری کی جاتی تھی، پھر ان کی خرید و فروخت کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، اس طرح انسانوں اور حیوانوں کے مابین امتیاز باقی نہیں تھا، یہود و نصاری وغیرہ مذاہب نے احترام انسانیت کے حوالے سے کوئی اقدام نہ کیا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو ذلت و خواری کی پستیوں سے اٹھا کر وقار کی معراج کمال تک پہنچادیا، پھر انسان کو قابل فخر بنا کر اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار بنا دیا۔ اسلام کے قانون کے سامنے شکست خوردہ قوم ذلیل و خوار نہیں ہوتی بلکہ حسب سابق باوقار و باعزت ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا زر مکاتبت ادا کر کے اور اپنے نکاح میں قبول فرما کر انہیں وہ مقام عطا کیا جو انہیں اپنے والد گرامی کے ہاں بھی حاصل نہیں تھا، انہیں نہ صرف آزادی کی دولت حاصل ہوئی بلکہ تاقیامت آنے والے لوگوں کی ماں بننے اور ان کی دعاؤں کا حقدار بننے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے اثرات:

اسلام کے قوانین اور روحانی برکات کا نتیجہ ہے کہ قبیلہ بنو مصطلق کے قیدیوں کو رہائی حاصل ہوئی، ان کے وقار میں اضافہ ہوا، رئیس قبیلہ کی بیٹی کو وہ مقام حاصل ہوا جو انہیں والدین کے ہاں بھی ممکن نہیں تھا، سب قیدی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، وہ

پیشانیاں جو بتوں کے سامنے جھکتی تھیں اب رب کائنات کے حضور جھکنے لگیں۔ رئیس قبیلہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! رئیس کی لڑکی کو بطور کنیز رکھنا درست نہیں ہے، آپ نے فرمایا: آپ کی لخت جگر "جویریہ" آزاد ہے، اگر وہ آپ کے ساتھ جانا چاہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے مگر نہ جانے کی صورت میں انہیں مجبور نہ کیا جائے۔

اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے جنتی ماحول چھوڑ کر باپ کے ساتھ جانے کو پسند نہ کیا بلکہ تاحیات خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا ایک بے مثال خواب:

اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ایک خوبصورت خواب دیکھا، آپ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل میں نے اپنے قبیلہ میں خواب دیکھا تھا کہ گویا یثرب (مدینہ طیبہ) کی طرف چاند چلتا آ رہا ہے حتیٰ کہ وہ میرے آغوش میں اتر پڑا ہے۔ میں نے یہ خواب کسی سے بیان نہ کیا، میں نے خواب کی جو تعبیر سمجھی تھی وہ الحمدللہ پوری ہوئی۔

تعداد مرویات:

اُم المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا روایت حدیث میں نہایت درجہ کی محتاط تھیں، آپ کی مرویات کی تعداد سات (۷) ہے، جن میں سے دو صحیح بخاری اور دو صحیح مسلم میں موجود ہیں جبکہ تین روایات مختلف کتب حدیث کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ آپ کے حوالے سے روایت کرنے والوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس، (۲) حضرت جابر بن عبداللہ، (۳) حضرت عبداللہ بن عمر، (۴) حضرت عبید بن اسحاق رضی اللہ عنہم۔

فضل و کمال:

اُم المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کتب حدیث میں کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

فما رأينا امرأة كانت اعظم بركة على قومها منها۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۵۴۸)

"میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے زیادہ بڑھ کر برکت والی ہو"

۲۔ حضرت اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نہایت درجہ کی عابدہ و زاہدہ تھیں، نماز پنجگانہ کے علاوہ نوافل وغیرہ سے بھی قلبی لگاؤ تھا، مصلی سے خاص محبت تھی۔ سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کے بعد اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے گئے، وہ اپنے مصلی پر بیٹھی عبادت میں مصروف تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ آئے مگر چاشت کے وقت پھر ان کے حجرہ میں جلوہ گر ہوئے تو وہ اس وقت بھی مصلی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم —

دریافت کیا: کیا آپ اسی طرح صبح سے عبادت میں مصروف ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار کلمات زبان سے ادا کیے ہیں، اگر ان کلمات کا موازنہ کیا جائے اس نماز سے جو تم نے پڑھی ہے، یہ کلمات بھاری نکلیں گے اور وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَى نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ .

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص یہ کلمات پڑھتا ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّةٍ جبکہ دوسرا شخص ہزار بار یہ کلمات پڑھتا ہے: اللهم صل على سيدنا۔ یقیناً دوسرے شخص کا ثواب پہلے آدمی سے زیادہ ہوگا۔

۳- ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جمعہ میں اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے جبکہ آپ روزہ سے تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: أَصُمْتِ اَمْسِ؟ کیا کل بھی تمہارا روزہ تھا؟ جواب دیا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَفَتَصُوْمِيْنَ غَدًا؟ کیا کل بھی آپ روزہ رکھیں گی؟ جواب دیا: نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: تم آج بھی اپنا روزہ افطار کرلو!

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے اقارب:

۱- حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ: آپ اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے، جو غزوہ بنو مصطلق کے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حاضری کے وقت اپنے چند مادہ اونٹ اور ایک حبشی کنیز کو ایک پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا آئے تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں عرض کیا، آپ نے فرمایا: وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں اور لونڈی کیا ہوئی جو پہاڑ کی آڑ میں چھپا آئے ہو؟ وہ یہ بات سن کر حیران رہ گئے کہ اپنے جانوروں اور کنیز کے بارے میں میرے سوا کسی کو علم نہیں ہے، تو پھر آپ وہ بتا رہے، جو عام آدمی نہیں بتا سکتا، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں، اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: لك الهجر ة حتّى تبلغ برك الغماد۔ یعنی آپ برک غماد مقام پر پہنچ جائیں۔

۲- حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ: یہ اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں اور ان سے یہ روایت مروی ہے:

تالله ماترك رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته دينارًا و درهما ولا عبدًا ولا امة ولا شيئًا الا بغلة البيضاء وسلاحة وارضا تركها صدقة .

قسم بخدا! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت نہ اشرفی چھوڑی، نہ روپیہ اور نہ غلام، نہ کنیز چھوڑی اور نہ کوئی اور چیز۔ تاہم ایک سفید رنگ کا خچر، ہتھیار تھے اور کچھ زمین تھی جو آپ نے بطور صدقہ دے دی۔

۳- حضرت عمرہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا: آپ اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی سگی ہمشیرہ تھیں، جن سے یہ

حدیث مروی ہے: الدنيا خضرة حلوة ۔یعنی دنیا شاداب اور میٹھی ہے۔

وفات:

اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے سال وصال کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(i) ۵۰ھ کو چھپن (۵۶) سال کی عمر میں۔ (ii) ۵۶ھ کو ستر (۷۰) سال کی عمر میں۔ امیر مدینہ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔

۱۰- اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام و شجرہ نسب:

آپ کا نام: صفیہ، باپ کا نام: حیی، قبیلہ بنی نظیر سے تعلق رکھتی تھیں۔ شجرہ نسب یوں ہے: حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعیہ بن ثعلبہ بن عبید بنی اسرائیل سبط ہارون بن عمران رضی اللہ عنہا۔ والدہ کا نام: برہ بنت سموال تھا۔ آپ نہایت درجہ کی ذہین وفطین، متحمل و بردبار تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھتی تھیں۔

پہلا نکاح:

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سالم بن مشکم سے ہوا، زوجین میں علیحدگی ہونے پر دوسرا نکاح کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق سے ہوا اور وہ ۷ھ غزوہ خیبر میں قتل ہو گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسیران غزوہ خیبر میں شامل تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے مختص کر لیا پھر ۷ھ میں انہیں اپنے نکاح میں قبول کر لیا۔

روایات میں مذکور ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے کنیز درکار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کنیز لے سکتے ہو۔ اجازت ملنے پر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو صحابہ کرام نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا، انہوں نے کہا: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشہور رئیس حیی بن اخطب کی لخت جگر ہیں، سالم بن مشکم کے نکاح میں بھی رہ چکی ہیں اور یہ بھی یہود کے رئیس تھے، لہٰذا نسبی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صفیہ! میں تمہیں آزاد کرتا ہوں، تم چاہو تو اپنے خاندان میں چلی جاؤ اور اگر پسند کرتی ہو تو تم اسلام قبول کر لو پھر میں تمہیں اپنی زوجیت میں قبول کر سکتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: جب میں حاضر خدمت ہوئی تھی، اس وقت سے میں اسلام قبول کر چکی ہوں، آزادی کے بعد اپنے خاندان میں جانے سے بہتر یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو آپ کی زوجیت میں پیش کر دوں۔ اس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا۔

چونکہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا یہودی رئیس کی بیٹی تھیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے پسند کیا، انہیں آزاد کرنے کے بعد اپنے نکاح میں قبول کیا اور ان کی آزادی کو اپنا مہر قرار دیا تھا۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں

آراستہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زفاف فرمایا اور آئندہ روز بطور ولیمہ ماحضر سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ نکاح کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ایک خیمہ میں لے جایا گیا، جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا تو احتراماً کھڑی ہوگئیں، لپیٹا ہوا بستر حضور کے لیے بچھایا گیا جس پر آپ تشریف فرما ہوگئے جبکہ حضرت اُم المومنین آپ کے سامنے زمین پر بیٹھ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا آپ کے باپ نے ہمیشہ مجھ سے عداوت و دشمنی کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے مابین فیصلہ فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ جانے کا قصد کیا تو ایک اونٹ پر سوار ہوئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے ردیف بن گئیں، اونٹ نے ٹھوکر کھائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع زوجہ محترمہ زمین پر آ گئے اور اس کیفیت میں ان پر کسی کی نظر نہ پڑی، تاہم اونٹ پر دوبارہ دونوں سوار ہوئے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مثالی محبت ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے نہایت درجہ کی محبت تھی، انہیں بھی آپ سے والہانہ عقیدت تھی اور دونوں باہم کسی کی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند ایک حقائق حسب ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باری کے دن گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں، آپ نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی، عرض کیا: میرے ہاں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما آ کر مجھے اذیت دیتی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ ہم صفیہ سے بہتر ہیں کہ ہمارا نسب نامہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے انہیں یوں کیوں نہ جواب دیا: تم مجھ سے کیوں کر بہتر ہو جبکہ میرا باپ حضرت ہارون علیہ السلام اور میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، ج ۲ص ۸۲۹)

۲- ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی باری میں گھر تشریف لائے، آپ پریشان تھیں، اپنی پریشانی کے بارے میں عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما دونوں مجھے تکلیف دیتی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ ہمارا سلسلہ نسب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے، لہٰذا ہم صفیہ سے بہتر ہیں، آپ نے فرمایا: اَلَا قُلْتِ: وَ کَیْفَ تَکُوْنَانِ خَیْرًا مِّنِّیْ وَ زَوْجِیْ مُحَمَّدٌ وَ اَبِیْ هَارُوْنَ وَ عَمِّیْ مُوْسٰی؟ تم نے یہ کیوں نہیں کہا تم مجھ سے بہتر کیسے ہو حالانکہ میرے شوہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں۔

۳- ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صفیہ کی تحقیر کرتے ہوئے عرض کیا: آپ کے لیے محض صفیہ کافی ہیں، ہماری آپ کو ضرورت نہیں ہے جبکہ وہ پست قد بھی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے عائشہ! تم ایسی بات کیوں کرتی ہو کہ اگر اسے دریا میں پھینکا جائے تو اس کا رنگ بدل جائے۔

یہ واقعات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے محبت، قلبی تعلق کے مظہر اور ترجمان ہیں۔ ایسی محبت

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام و فضل ہوا کرتی ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک حسین خواب:

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس زمانہ میں ایک خواب دیکھا جب آپ اپنے شوہر کنانہ بن ابی الحقیق کے ہاں زندگی گزار رہی تھیں کہ آسمان کا چاند ٹوٹ کر میری آغوش میں آ گرا ہے، یہ خواب اپنے شوہر کو سنایا، خواب سنتے ہی وہ چونک اٹھا اور اس نے کہا **ما هذا الا انك تمنين ملك الحجاز محمدًا**۔ (سیرت نبویہ، ج ۳، ص ۳۷۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ چاہتی ہیں کہ سلطان حجاز (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ملکہ بنیں۔

ساتھ ہی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ رسید کیا، جس کے نتیجہ میں ان کی آنکھ سبز ہوگئی۔ شب زفاف جب اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے دریافت کیا: اے صفیہ! یہ سبز داغ کیا ہے؟ انہوں نے تمام واقعہ عرض کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اُمّ المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ چاند ان کی گود میں آ گرا ہے، اس کا تذکرہ اپنی والدہ سے کیا، والدہ نے غصہ میں آ کر ان کے چہرہ پر طمانچہ مارا اور کہا: **انك لتمدين عنقك الى ان تكونى عند ملك العرب**۔ تم ضرور اپنی گردن دراز کرتی رہو گی حتیٰ کہ عرب کے شہنشاہ عرب (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ جاؤ گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات میں سے کسی سے زیادہ اور کسی سے کم محبت فرماتے تھے مگر حق بات میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ہم لوگ سفر پر تھے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر چلنے سے عاجز آ گیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک اونٹ زائد تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا: صفیہ کا اونٹ تھک کر چلنے سے عاجز آ گیا ہے، تم اسے اپنا اونٹ دے دو تا کہ اپنی منزل تک پہنچ جائیں؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میں اس یہودیہ کو کوئی چیز نہیں دے سکتی۔ خلاف توقع اس جواب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی اذیت ہوئی، تین ماہ تک ان سے قطع تعلق کیا، اس دوران آپ ان کے پاس نہیں گئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے: **حتّٰى يئست منه**۔ یہاں تک کہ میں آپ سے مایوس ہوگئی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مثالی حسن و جمال:

اللہ تعالیٰ نے اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مثالی حسن و جمال سے نوازا تھا۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر سے مدینہ طیبہ حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر لائی گئیں، خواتین میں ان کے حسن و جمال کا شہرہ عام تھا، وہ انہیں دیکھنے کے لیے آئیں، ان عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بحالت نقاب آئیں تا کہ وہ بھی حسن و جمال کی پیکر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھیں، اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہچان لیا، وہ باہر نکلیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ باہر تشریف لائے اور

فرمایا: كيف رأيت يا عائشة؟ اے عائشہ! تم نے صفیہ کو کیسا پایا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: قالت: رأيت يهودية۔ میں نے انہیں ایک یہودیہ دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتقولی ذلك فانها اسلمت وحسن اسلامها، اے عائشہ! تم ایسی بات مت کہو، وہ مجھ پر ایمان لاچکی ہیں اور ان کا اسلام بھی مثالی ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مثالی محبت تھی۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال میں تمام ازواجِ مطہرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "انی واللہ یا نبی اللہ لوددت ان الذی بك بی۔"

اے اللہ کے نبی! قسم بخدا! میں چاہتی ہوں کہ یہ مرض مجھے لگ جائے، اس پر تمام ازواجِ مطہرات نے ایک دوسری کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس صورتحال سے ناراض ہوئے اور فرمایا: واللہ انها لصادقة۔ اللہ کی قسم! صفیہ رضی اللہ عنہا اپنی بات میں سچی ہیں۔

ایک سوال کا فاضلانہ جواب:

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ذہین وفطین اور صاحب فراست خاتون تھیں۔ ایک دفعہ آپ کی کنیز نے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شکایت پیش کرتے ہوئے کہا:

ان صفية تحب السبت وتصل اليهود۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یوم سبت کو پسند کرتی ہے اور یہود کو عطیات فراہم کرتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں طلب کیا اور اس شکایت کے بارے میں وضاحت طلب کی، جس پر انہوں نے جواب دیا:

اما السبت فانی لم احبه منذا بدلنی اللہ به الجمعة واما اليهود فانی لی فيهم رحما فانا اصلها۔

جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یوم سبت کے عوض یوم جمعہ عطا کیا ہے، میں نے اسے کبھی پسند نہیں کیا۔ جہاں تک یہود کو عطیات پیش کرنے کا تعلق ہے، تو میری ان سے قرابت ہے اور میں انہیں عطیات سے نوازتی رہتی ہوں۔

پھر آپ نے اپنی کنیز سے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے شکایت لگانے کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب میں کہا: اس سلسلہ میں مجھے شیطان نے بہکایا تھا۔ یہ جواب سن کر کنیز سے فرمایا: اذهبی فانت حرة۔ جاؤ تم رضائے الٰہی کے لیے آزاد ہو۔

تعداد مرویات:

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایات کی تعداد دس (۱۰) ہے، ان میں سے ایک متفق علیہ ہے جبکہ باقی نو

(۹) احادیث مبارکہ مختلف کتب کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

وفات:

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے سال وفات کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے
(i) ۳۶ھ، (ii) ۵۰ھ، (iii) ۵۲ھ، (iv) ۵۵ھ، (v) دور فاروقی میں وصال ہوا۔
مؤخر الذکر قول کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ اول الذکر قول زیادہ قابل اعتماد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱- اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

نام و شجرہ نسب:

آپ کا نام میمونہ، باپ کا نام حارث تھا۔ شجرہ نسب یوں ہے: حضرت میمونہ بنت الحارث بن بجیر بن محرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر رضی اللہ عنہا۔
اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرح آپ کا نام بھی ''برہ'' تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے ''میمونہ'' تجویز فرمایا تھا۔ آپ کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث حماطہ بن جرش تھا۔ قبیلہ کنانہ یا قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتی تھیں۔

پہلا نکاح:

آپ کے پہلے نکاح کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، جو حسب ذیل ہیں:
(i) آپ پہلے ابورہم بن عبدالعزیٰ بن عبدود بن مالک بن حسل بن عامر بن لؤی قرشی کی زوجیت میں تھیں۔
(ii) فروہ بن عبدالعزیٰ بن اسد بن غنم بن دودان کے نکاح میں تھیں۔
(iii) سنجرہ بن ابورہم کے نکاح میں تھیں۔
(iv) حویطب بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی تفصیل:

ے ھ میں غزوہ خیبر سے فراغت پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کی نیت سے مکہ پہنچے۔ اس دوران ''مقام سرف'' میں جو مکہ معظمہ سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے، میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس نکاح کرنے کے بارے میں دو اقوال ہیں:
(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کے ذریعے پیغام نکاح بھیجا، لیونکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

کی ہمشیرہ حضرت اسماء بنت عمیس ان کے نکاح میں تھیں، پیغام نکاح موصول ہونے پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے یہ مسئلہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی خدمت میں پیش کر دیا اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح نہیں بھیجا تھا بلکہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے خود حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کر دیا، کیونکہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اپنے شوہر ابورہم بن عبدالعزیٰ کی وفات کے سبب بیوہ ہو چکی تھیں۔ بعض تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایسی زوجہ مطہرہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا جب ان کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ اس وقت اونٹ پر سوار تھیں اور انہوں نے کہا: "البعیر وما علیه لله ولرسوله" اونٹ اور جو کچھ اونٹ پر ہے سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبی۔ یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، جس طرح آیت کے آخر میں مذکور ہے: خالصة لك من دون المؤمنين۔

نکاح میمونہ کے اثرات ونتائج:

اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شادی نے اسلام کی نشر و اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا، کیونکہ اس شادی کے ذریعہ کئی لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ مصاحرت میں آ گئے تھے اور عربوں کے ہاں ایسے تعلقات بڑی اہمیت کے حامل ہوا کرتے تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی آٹھ بہنیں تھیں، جو عرب کے بہت ہی اہم لوگوں کے نکاح میں تھیں۔ اس طرح اس نکاح کے ذریعہ ان تمام لوگوں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات قائم ہو گئے جس پر آپ کی تبلیغی و دعوتی سرگرمیوں پر بڑے مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ دو جملوں میں اس کو یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس شادی کا مقصد بیوگی کی زندگی بسر کرنے والی ایک معمر خاتون کے لیے سہارا بننا، اس کے رشتہ داروں کو اسلام کی طرف مائل کرنا اور ان سے دعوت و تبلیغ کی گراں مایہ خدمات لینا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کے جس حصے میں یہ نکاح کیا، اس عمر میں شادی کے وہ مقاصد نہیں ہوا کرتے جو دریدہ دہن مستشرقین کو نظر آتے ہیں۔ حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ تھیں۔ یعنی وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباشرت فرمائی ان میں آخری زوجہ تھیں۔

اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میری باری کی ایک رات تھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے میں نے اٹھ کر دروازہ بند کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا لیکن میں نے نہیں کھولا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قسم دے کر فرمایا کہ دروازہ کھولو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری باری کی رات میں دوسری ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ میں قضائے حاجت کے لیے گیا تھا۔

اس حدیث پاک سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قسم کی رعایت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی، کیونکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے طلب کیا تھا، رنجیدہ تھیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر خواہی فرمائی جیسا کہ مذہب شافعی میں مشہور ہے۔ مذہب حنفیہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کی رعایت فرمانا بطور کرم و تفضل تھا اور اس میں اتنی رعایت اور کرم فرمانا ہے کہ گویا واجب ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا میدانِ جہاد میں:

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نہایت درجہ کی شجاع و بہادر اور نڈر خاتون تھیں، انہوں نے میدان جہاد میں شرکت کے لیے خواتین کی ایک جماعت تیار کی تھی، جو میدان جہاد میں شامل ہوتیں، مجاہدین کے لیے کھانے پینے کی اشیاء اور زخمیوں کو دوا فراہم کرتی تھیں۔ غزوۂ تبوک میں آپ نے خود شرکت کی، وہاں زخمیوں کی مرہم پٹی اور پانی پلانے کی خدمات انجام دیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے اقارب:

اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے اعزاء و اقارب میں سے چند ایک کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱- حضرت اُمّ الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا: آپ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ اور عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔

۲- حضرت لبابۃ صغریٰ رضی اللہ عنہا: آپ اسلام کے مشہور جرنیل حضرت سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔

۳- عصماء: آپ حضرت ابی بن خلف رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔

۴- عزہ: آپ حضرت زیاد بن عبداللہ المالک الہلالی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

۵- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا: آپ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ تھیں، جن سے تین صاحبزادگان عبداللہ، محمد اور عوف رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں، ان سے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے، ان کے وصال کے بعد ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۶- حضرت سلمٰی بنت عمیس رضی اللہ عنہا: یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان سے حضرت امۃ اللہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ بعد ازاں حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا کا نکاح شداد اسامہ اللیثی سے ہوا، جن سے حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

۷- سلافہ بنت عمیس: یہ عبداللہ بن کعب بن منبہ الخثعمی کی زوجیت میں تھیں۔

۸- حضرت زینب بنت عمیس رضی اللہ عنہا: آپ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، جن سے حضرت عمارہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، ان کی پرورش حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کی، اس لیے کہ ان کی خالہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

ان کے نکاح میں تھیں۔

تعدادِ مرویات:

اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے چھہتر (۷۶) احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

سات (۷) متفق علیہ ہیں، ایک صحیح بخاری میں، ایک صحیح مسلم میں جبکہ باقی روایات مختلف کتب حدیث کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

وفات:

آپ کے سالِ وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(i) ۵۱ھ میں، (ii) ۶۲ھ میں، (iii) ۶۳ھ میں، (iv) ۳۸ھ میں۔

اول الذکر قول حقیقت کے زیادہ قریب ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مفہوم حدیث:

حدیث باب کے مطابق ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اُمت کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں اور برکات قرار پاتی ہیں۔ ان میں سے کسی کا انتقال امت کے لیے المیہ اور علامت پریشانی ہے، جس طرح کسوف اور خسوف المیہ اور نشانیاں ہیں، ان کے ظہور کے وقت نماز پڑھنے کا حکم ہے، خواہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نوافل ادا کرنا منع ہیں مگر سجدہ تلاوت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی اطلاع ملتے ہی مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو المیہ قرار دیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی و برکت سے محروم ہونے کے باعث سجدہ میں چلے گئے تھے۔ یاد رہے بعض اوقات نماز اور سجدہ کو مترادف قرار دیا جاتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہے، کیونکہ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز فجر کے بعد نفلی نماز ادا کی ہو۔

سوال: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کس زوجہ مطہرہ کے انتقال کی اطلاع موصول ہوئی تھی، جس کو امت کے لیے المیہ قرار دیتے ہوئے آپ سجدہ ریز ہو گئے تھے؟

جواب: کسی روایت میں اس کی تصریح نہیں ہے مگر تین ازواجِ مطہرات میں سے کوئی ایک ہوسکتی ہیں: (۱) حضرت صفیہ، (۲) حضرت حفصہ، (۳) حضرت سودہ رضی اللہ عنہن۔

3827 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا كِنَانَةُ قَالَ حَدَّثَتْنَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ

3827۔ لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۱۱/۳۴۰) رقم (۱۵۹۰۵)، و اخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى (۸/۱۰۰) عن ابن ابي عون بلفظ استبت عائشة و صفية۔ الحديث.

متن حدیث: قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ بَلَغَنِي عَنْ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ كَلَامٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اَلَا قُلْتِ فَكَيْفَ تَكُوْنَانِ خَيْرًا مِّنِّي وَزَوْجِي مُحَمَّدٌ وَّاَبِي هَارُوْنُ وَعَمِّي مُوْسٰى وَكَانَ الَّذِي بَلَغَهَا اَنَّهُمْ قَالُوْا نَحْنُ اَكْرَمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَقَالُوْا نَحْنُ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَنَاتُ عَمِّهِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ صَفِيَّةَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هَاشِمٍ الْكُوْفِيِّ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ

◆◆ سیّدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے پاس نبی اکرم ﷺ تشریف لائے' مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے' ایک ناپسندیدہ بات کا پتا چلا تھا میں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے یہ کیوں نہیں کہا: تم دونوں مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہو؟ جبکہ حضرت محمد ﷺ میرے شوہر ہیں اور حضرت ہارون علیہ السلام میرے جد امجد ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات پتہ چلی تھی کہ دیگر ازواج نے یہ کہا تھا: ہم نبی اکرم ﷺ کے نزدیک اس عورت سے زیادہ معزز ہیں ان خواتین نے یہ کہا تھا: ہم نبی اکرم ﷺ کی ازواج ہیں۔ آپ کے چچازاد ہیں۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف ہاشم کوفی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ اس کی سند مستند نہیں ہے۔

3828 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ ابْنُ عَثْمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوْسَى بْنُ يَعْقُوْبَ الزَّمْعِيُّ عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ وَهْبِ بْنِ زَمْعَةَ اَخْبَرَهُ

متن حدیث: اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ عَامَ الْفَتْحِ فَنَاجَاهَا فَبَكَتْ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا وَضَحِكِهَا قَالَتْ اَخْبَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يَمُوْتُ فَبَكَيْتُ ثُمَّ اَخْبَرَنِي اَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے سرگوشی میں کوئی بات کی وہ رونے لگی' پھر آپ ﷺ نے کوئی بات کی' تو وہ ہنسنے لگی۔ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا' تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کے رونے پھر ہنسنے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے مجھے

یہ بتایا تھا آپ ﷺ کا وصال ہونے والا ہے تو میں رو پڑی پھر آپ ﷺ نے مجھے بتایا: میں جنت کی تمام خواتین کی سردار ہوں صرف (مریم بنت عمران) اس سے خارج ہیں تو میں ہنس پڑی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3829 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَلَغَ صَفِيَّةَ اَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ بِنْتُ يَهُوْدِيٍّ فَبَكَتْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكِ فَقَالَتْ قَالَتْ لِي حَفْصَةُ اِنِّي بِنْتُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ وَّاِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ وَّاِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ ثُمَّ قَالَ اتَّقِي اللّٰهَ يَا حَفْصَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ پتہ چلا سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا ہے وہ رونے لگی نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا تم کیوں رو رہی ہو انہوں نے جواب دیا: حفصہ نے میرے بارے میں یہ کہا ہے: میں یہودی کی بیٹی ہوں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ایک نبی کی بیٹی ہو تمہارے چچا ایک نبی ہیں تم ایک نبی کی بیوی ہو تو کس بات پر وہ تمہارے مقابلے میں فخر کرے گی؟ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اے حفصہ رضی اللہ عنہا! اللہ سے ڈرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3830 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ وَاِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ مِّنْ حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ

اسنادِ دیگر: مَا اَقَلَّ مَنْ رَوَاهُ عَنِ الثَّوْرِيِّ وَرُوِيَ هٰذَا عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں سب سے بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے بارے میں تم سب سے بہتر ہوں جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دو یعنی (برائی کے ساتھ اس کا تذکرہ نہ کرو)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

3829- اخرجه النسائي في الكبرى (٥/ ٢٩١) كتاب عشرة النساء، باب: الافتخار رقم (٢/٨٩١٩).

3830- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (١٢/ ١٥٠) رقم (١٦٩١٩)، واخرجه ابن حبان في صحيحه (٩/ ٤٨٤)، حديث (٤١٧٧) عن عائشة به

یہی روایت ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" روایت کے طور پر منقول ہے۔

3831 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ الْوَلِيدِ عَنْ زَيْدِ بْنِ زَائِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي شَيْئًا فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْهِمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَأُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ فَانْتَهَيْتُ إِلَى رَجُلَيْنِ جَالِسَيْنِ وَهُمَا يَقُولَانِ وَاللَّهِ مَا أَرَادَ مُحَمَّدٌ بِقِسْمَتِهِ الَّتِي قَسَمَهَا وَجْهَ اللَّهِ وَلَا الدَّارَ الْآخِرَةَ فَتَثَبَّتُّ حِينَ سَمِعْتُهُمَا فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْبَرْتُهُ فَاحْمَرَّ وَجْهُهُ وَقَالَ دَعْنِي عَنْكَ فَقَدْ أُوذِيَ مُوسَى بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَقَدْ زِيدَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ رَجُلٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: میرے صحابہ میں سے کوئی بھی شخص میرے سامنے کسی کی کوئی برائی پیش نہ کرے' کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں ان میں سے کسی کے پاس جاؤں' تو میرا دل صاف ہو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے پاس مال آیا آپ نے اسے تقسیم کیا اس کے بعد میں دو آدمیوں کے پاس گیا' تو وہ بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے یہ کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم! حضرت محمد ﷺ نے اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے (اجر و ثواب) کا ارادہ نہیں کیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں نے یہ بات سنی' تو مجھے بہت بری لگی میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا واقعہ بیان کیا' تو نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو! اس حوالے سے' حضرت موسیٰ کو اس سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی تھی لیکن انہوں نے صبر سے کام لیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

اس کی سند میں ایک شخص کا اضافی ذکر ہے۔

3832 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى وَالْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي هِشَامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا

اختلافِ روایت: وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا

3831 - اخرجه ابوداؤد (۲۶۵/۴): كتاب الادب، باب: في رفع الحديث من المجلس، رقم (۴۸۶۰)

مِنْ هٰذَا مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی شخص کے بارے میں مجھ تک کوئی بات نہ پہنچاؤ' اسی روایت کا کچھ حصہ ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے فضائل ومناقب

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کائنات کی وہ معزز ترین خواتین ہیں، جن کے فضائل ومناقب قرآن وسنت میں بیان کیے گئے ہیں اوران میں سے چندایک حسب ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کوامہات المومنین فرمایا۔ یہ ارشاد حرمت نکاح اوراحترام کے واجب ہونے میں ہے نہ کہ دیکھنے اورتنہا رہنے میں۔ یعنی اس ارشاد کا مطلب ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اس سلسلے میں عام مومنوں کے لیے ماؤں کے درجہ میں ہیں کہ کوئی ان سے نکاح نہیں کرسکتا اوران کا احترام ہرایک پرواجب ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تنہائی میں ان کے ساتھ رہ سکتا ہے یاانہیں دیکھ سکتا ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ماؤں کے درجہ میں ہونے کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام مومنوں کے لیے باپ کے حکم میں نہیں ہیں اور نہ ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنوں کے حکم میں ہیں، نہ ان کی مائیں، آباؤاجداد اور دادیاں اور نہ ان کی بہنیں اور بھائی عام مومنوں کے لیے ماموں اور خالاؤں کے حکم میں ہیں۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کوامت کی تمام عورتوں پرفضیلت وبرتری حاصل ہے اوران کا ثواب ان سے دوگنا ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے افضل حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما ہیں اوران دونوں کے مابین بھی فضیلت میں اختلاف ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

"لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" (سورۂ احزاب:۳۲)

تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

"النساء" میں عورت ذات کا ہرفرد شامل ہے، پھراحد بھی موجود ہے اورقاعدہ ہے کہ جب نفی کے لیے لفظ احد کا استعمال کیا جاتا ہے'تواس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے: مثلاً وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ "اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی" غرض نفی میں لفظ احد کا استعمال استثناء کا موقع نہیں رہنے دیتا۔ اس لیے ثابت ہوگیا کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہرعورت سے بلندوبالا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ" (سورۂ احزاب:۵۰)

"اے غیب بتانے والے نبی ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیویاں جن کوتم مہردو۔"

مرد و عورت شادی کے بعد میاں بیوی بن جاتے ہیں، لیکن کوئی میاں بیوی دعوی کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا عقد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ کا حکم قرآنی دے کر اعلان فرما دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا ازواج النبی ہونا اللہ تعالیٰ کی منظوری سے ہے اور واضح ہے کہ یہ منظوری حقیقت میں ان کے لیے بہت بڑی فضیلت ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥" (سورۂ تحریم ۱/۲۲)

"اے غیب بتانے والے نبی! تم اپنے اوپر کیوں حرام کر لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی؟ اپنی بیویوں کی مرضی چاہتے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

یہ ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال غلطی کے شائبہ سے بھی بالاتر ہیں۔ اس لیے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خوشنودی کا اہتمام کرتے، تو اس سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی فضیلت و برتری ثابت ہوتی ہے۔ کسی آدمی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں "يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ" اے غیب کی خبر بتانے والے نبی! اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی؟ کیونکہ اس کا اثر تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ پر ذرا سا بھی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کریمہ کی یہ تفسیر ہوئی کہ آپ اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کی خوشی کے لیے ہر ایک کام کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہاں! اس کے لیے ایک حد ہونی چاہیے۔ حد یہ ہوگی کہ آپ ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کے استعمال کو چھوڑنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرمایا تھا کہ ایک زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا کو شہد کی بو گوارا نہیں۔

۴- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ٥" (سورۂ روم ۲۱)

"اور اس کی نشانیوں سے یہ ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ عام طور پر زوجین (میاں بیوی) کی یہ صفت بیان کی ہے تو ظاہر ہے کہ ضروری طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات بھی اس صفت سے متصف تھیں اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ازواج مطہرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سکینۂ قلب تھیں اور ان کے دلوں میں آپ کی محبت و مودت ایسی ہی بھری ہوئی تھی جس طرح کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ان کے لیے محبت و رحمت موجود تھی۔ اس سے صاف طور پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی فضیلت واضح ہوگئی۔

۵- اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا امتحان لیا اور ان کے سامنے دو چیزوں کو رکھ دیا اور اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ○" (سورۂ احزاب: ۲۸-۲۹)

"اے غیب بتانے والے نبی اپنی بیویوں سے فرما دیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔"

یہ ایک تبلیغی حکم تھا اور اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کو ضرور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تک پہنچایا۔ اب یہ نتیجہ تلاش کرنا ہے کہ کیا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حیات دنیا اور زینت دنیا کو پسند کیا تھا؟ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس فرض کو جو کہ خدا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد کیا تھا، پورا فرماتے اور ایسی بیویوں کو یا ایسی بیوی کو اپنے سے الگ کر دیتے لیکن اسلامی تاریخ کی تمام کتابیں اس بات پر متفق ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک زوجہ کو بھی اپنے سے الگ (ترک) نہیں کیا' اس سے ثابت ہوگیا کہ وہ شق دوم کی بشارت عظمیٰ میں داخل ہیں۔ اس کا ثبوت دیگر آیات مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ" (سورۂ احزاب ۵۲)

"ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور یہ کہ ان کے عوض اور بیویاں بدلو اگر چہ تمہیں ان کے حسن بھائے۔"

پہلی آیت کریمہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس پچھلی آیت کریمہ میں وہ اختیار واپس لے لیا گیا کہ موجودہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بدلنا بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب بالکل واضح ہے کہ جب خدائی امتحان میں یہ ثابت ہوگیا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن خدا اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت ہی کو پسند کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اب ان کو ہمیشہ کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پسند فرمالیا اور پھر ان کی تبدیلی کا اختیار بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ رہا۔ ان دونوں آیتوں سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے فضائل بخوبی ظاہر ہوتے ہیں۔

۶- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ط" (سورۃ احزاب ۶)

"یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"

یہ امر بالکل واضح ہے کہ اَنْفُسِهِمْ اور اُمَّهٰتُهُمْ ط کی ضمیروں کا مرجع مؤمنین ہیں۔ اسی لیے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا لقب امہات اور اُمّ المؤمنین ہے نہ کہ امہات الامت وغیرہ۔ اس لیے کہ امت میں اخیار و اشرار بھی شامل ہیں اور اشرار کو ان کی فرزندی کا شرف نہیں مل سکتا۔ لفظ مؤمنین کے استعمال کا راز یہ ہے کہ مومنین کو دوسروں سے ممتاز کرنے کی علامت کو واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں دو علامتیں ہیں: (i) مومن وہ ہے' جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب و عزیز رکھتا ہو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے بڑھ کر اولیٰ سمجھتا ہو۔ (ii) مومن وہ ہے' جو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو ماں جانتا ہو لیکن وہ ماں نہیں جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا بلکہ وہ ماں جس کی فرزندی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ولاءِ نبوی اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی بہت بڑی فضیلت کا ذکر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف کے ساتھ ساتھ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی بھی عظمت و بزرگی کو بیان فرمایا اور تکمیل کے لیے صرف "اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" پر اختصار نہ کر کے "وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ط" کے اعلان کو بھی حقوق نبی اور ایمان کی شرائط کے ساتھ ملایا ہے۔

۷- ماں کی عظمت و فضیلت کے متعلق صحیح نسائی شریف میں ایک حدیث ہے:

"ان جابر رضی الله تعالیٰ عنه اتی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فقال یا رسول الله! أردت الغزو وقد جئت أستشیرك فقال هل لك من اُمّ قال نعم قال فالزمها فان الجنة عند رجلها۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا ارادہ ہے کہ میں جہاد کروں، میں اس کے متعلق حضور سے مشورہ لینے آیا ہوں؟ آپ نے پوچھا: تیری ماں ہے؟ وہ بولے ہاں، فرمایا۔ جا اس کی خدمت کر کہ اس کے پاؤں کے پاس جنت ہے۔

عظمت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن:

احادیث باب میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی عظمت و فضیلت مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے، ان کا اختصار یا خلاصہ حسب ذیل ہے:

☆ پہلی دونوں روایات میں الگ الگ دو واقعات بیان کیے گئے ہیں، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر طنز کرتے کہا: ہماری شان زیادہ ہے، کیونکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں، ہمارا باپ نبی (حضرت اسماعیل علیہ السلام) اور ہمارا چچا (حضرت اسحاق علیہ السلام) بھی نبی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں علم ہونے پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی دادرسی کرتے ہوئے فرمایا: تم نے انہیں یہ یوں نہ جواب دیا: میں بھی سید المرسلین صلی اللہ علیہ

وسلم کی زوجہ ہوں، میں نبی (حضرت ہارون علیہ السلام) کی بیٹی ہوں اور میرے چچا (حضرت موسیٰ علیہ السلام) بھی نبی ہیں۔ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما خواہ نبی علیہ السلام کی ازواج ہیں، نبی کی بیٹیاں ہیں لیکن یہ رشتہ دور کا ہے جبکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انبیاء علیہم السلام سے قریب کا رشتہ ہے اور قریب کا رشتہ زیادہ قابل فخر ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انبیاء علیہم السلام سے قریب رشتہ ہے اور یہی بات ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

☆ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے یہ سرگوشی فتح مکہ کے موقع پر نہیں بلکہ مرض وصال کے موقع پر فرمائی تھی، آپ نے دو بار سرگوشی فرمائی، پہلی سرگوشی میں ایک بات (اپنے وصال کے حوالہ سے) کی تھی، جس کے نتیجہ میں حضرت خاتون جنت فراق وجدائی کے تصور سے رو پڑیں، دوسری سرگوشی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں کہی تھیں: (۱) خاندان سے سب سے پہلے تمہارا وصال ہوگا اور تم سب سے قبل مجھے ملوگی۔ (۲) تم جنتی خواتین کی سردار ہوگی)۔ تاریخ سے ثابت ہے زبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ درست ثابت ہوا۔

سوال: اس روایت کا فضیلت امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے کیا تعلق ہے؟

جواب: اس روایت کے عنوان سے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی عظمت وفضیلت نمایاں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں براہ راست اپنے وصال کی اطلاع نہ دی، تاکہ وہ پریشانی کا شکار نہ ہو جائیں۔ تاہم حضرت خاتون جنت کے واسطہ سے انہیں وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع دی گئی، انہیں بھی بیک وقت وصال کی اطلاع نہ دی بلکہ پہلے قرب وفات کی پھر وصال ہونے کی اطلاع دی گئی جس سے وہ پریشان ہوئیں۔ پھر دوسری سرگوشی میں انہیں خاندان میں سے سب سے قبل وفات وملاقات ہونے اور اہل جنت خواتین کی رئیسہ ہونے کی اطلاع دی گئی جس کے نتیجہ میں وہ ہشاش بشاش ہوگئیں۔

☆ پانچویں روایت میں دو امور کا خصوصیت سے درس دیا گیا ہے:

(i) امت کا بہترین فرد وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے حق میں بہتر ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو بطور تمثیل بیان کیا کہ میں اپنے اہل خانہ کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں۔ اسی پیغام میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی عظمت وفضیلت بیان ہوئی ہے۔

(ii) جو شخص دنیا سے رخصت ہو جائے، اس کی خوبیاں تو بیان کی جاسکتی ہیں لیکن خامیاں ہرگز نہیں بلکہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔ کسی کی خامیاں بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا مگر اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں۔

☆ آخری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک اور دل صاف رکھنے کا درس دیا ہے، یہی آپ کا عمل تھا اور اس ضابطہ پر عمل کے نتیجہ میں گھر جنت نظیر ثابت ہوسکتا ہے اور اس کو نظر انداز کرنے سے گھر جہنم نظیر بن سکتا ہے۔

میت کی برائی نہ بیان کرنے کی متعدد وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) اس کی برائی یا خامیاں بیان کرنے سے اقارب کو تکلیف ہوگی۔

(۲) وہ جیسا بھی ہو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے۔

(۳) میت کی خوبیاں بیان کرنے کا اور برائیاں نظر انداز کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

تاریخی وسوانحی نقشہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

نمبر شمار	ازواجِ مطہرات	نام قبیلہ	کیفیت	سن وتاریخ نکاح	امہات المومنین کی عمر بوقت نکاح	نبی کریم ﷺ کی عمر بوقت نکاح	سن وفات	مقبرہ	حرم نبوی میں رہنے کی مدت	مجموعی عمر	تعداد مرویات
۱	حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	بنی اسد قریش	بیوہ	سنہ ۲۵ میلادالنبی	۴۰/سال	۲۵/سال	سنہ ۱۰ نبوی	مکہ معظمہ	تقریباً ۲۵/سال	۶۵/سال	-
۲	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	عامر قریش	بیوہ	سنہ ۱۰ نبوی	۵۰/سال	۵۰/سال	سنہ ۱۹	مدینہ منورہ	۱۴/سال	۷۲/سال	۵
۳	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	بنی تیم قریش	کنواری	نکاح ۱۱ رخصتی شوال ۱	۹/سال	۵۴/سال	سنہ ۵۷، ۱۷/رمضان	مدینہ منورہ	۹/سال	۶۳/سال	۲۲۱۰
۴	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	بنی عدی قریش	بیوہ	شعبان سنہ ۳	۲۲/سال	۵۵/سال	سنہ ۱۱ جمادی الاول	مدینہ منورہ	۸/سال	۵۹/سال	۶۰
۵	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	عامر بن صعصعہ قریش	بیوہ	سنہ ۳	تقریباً ۳۰/سال	۵۵/سال	سنہ ۳	مدینہ منورہ	۳/ماہ	۳۰/سال	-
۶	حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا	بنومخزوم قریش	بیوہ	سنہ ۴	۲۴/سال	۵۶/سال	سنہ ۶۰	مدینہ منورہ	۷/سال	۸۰/سال	۳۷۸
۷	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	بن اسد بن خزیمہ قریش	مطلقہ	سنہ ۵	۳۶/سال	۵۷/سال	سنہ ۲۰	مدینہ منورہ	۶/سال	۵۱/سال	۱۱
۸	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	بنی المصطلق خزائع	بیوہ	شعبان سنہ ۵	۲۰/سال	۵۷/سال	سنہ ۵۶ ربیع الاول	مدینہ منورہ	۶/سال	۷۱/سال	۷
۹	حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا	بنی امیہ قریش	بیوہ	سنہ ۶	۳۶/سال	۵۸/سال	سنہ ۴۴	مدینہ منورہ	۶/سال	۷۲/سال	۶۵
۱۰	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	بنی نضیر یہود	بیوہ	سنہ ۷ جمادی الاخر	۱۷/سال	۵۹/سال	سنہ ۵۰ رمضان	مدینہ منورہ	۳-۲/۴/سال	۳۰/سال	۱۰
۱۱	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	عامر بن صعصعہ قریش	بیوہ	سنہ ۷ ذیقعدہ	۳۶/سال	۵۹/سال	سنہ ۵۱	سرف قریب مکہ معظمہ	۳-۱/۴/سال	۸۰/سال	۷۴
										مجموعی تعداد	۲۸۲۲

بَاب مِنْ فَضَائِلِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 58: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

3833 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ يُحَدِّثُ عَنْ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ فَقَرَاَ عَلَيْهِ (لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) وَقَرَاَ فِيْهَا اِنَّ ذَاتَ الدِّيْنِ عِنْدَ اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ الْمُسْلِمَةُ لَا الْيَهُوْدِيَّةُ وَلَا النَّصْرَانِيَّةُ وَلَا الْمَجُوْسِيَّةُ مَنْ يَعْمَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُكْفَرَهُ وَقَرَاَ عَلَيْهِ لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى اِلَيْهِ ثَانِيًا وَلَوْ كَانَ لَهُ

ثَانِيًا لَابْتَغَى إِلَيْهِ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا تُرَابٌ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اختلاف روایت: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ رَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ وَقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ

◆◆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت کی ہے: میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کے سامنے یہ سورت تلاوت کی۔

(لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا)

آپ نے اس میں یہ کہا:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین ایک ہی ہے' جو صحیح مسلمان (دین ہے) یہودی' عیسائی یا مجوسی نہیں ہے' جو شخص کوئی نیک عمل کرے گا اسے اس کا بدلہ ضرور دیا جائے گا''۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کے سامنے یہ بھی کہا: اگر آدم کے بیٹے کے پاس مال کی ایک وادی ہو تو وہ دوسری کی طلب کرے گا' اگر دوسری ہو تو تیسری کی طلب کرے گا' اگر دوسری وہ تو وہ تیسری کی طلب کرے گے۔ ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی بھر سکتی ہے۔ اور جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یہی روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

ایک سند کے ہمراہ یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن کی تلاوت کروں۔

ایک سند کے ہمراہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن کی تلاوت کروں۔

شرح

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تعارف

کتاب المناقب کے باب نمبر ۲۷ کے ضمن میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے تفصیلی حالات زندگی لکھے جا چکے ہیں' لہذا وہاں مطالعہ فرمائیں۔ تاہم موقع کی مناسبت سے آپ کا نہایت مختصر تعارف سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

نام ونسب:

آپ کا نام: ابی، کنیت: ابوالطفیل، المنذر، القاب: سید القراء، سید المسلمین، سید الانصار۔ نسب نامہ یوں ہے: حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔ آپ قبیلہ خزرج کی مشہور شاخ نجار کے چشم و چراغ تھے۔ والدہ کا نام: صہیلہ تھا، جو عدی بن نجار سے تعلق رکھتی تھیں اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

دامن اسلام میں:

آپ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر مسلمان ہوئے۔ پھر تاوفات دین اسلام پر قائم رہے۔

رشتہ مواخات:

مشہور صحابی رسول یکے از عشرہ مبشرہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے رشتہ مواخات قائم ہوا۔

غزوات میں حصہ:

جہاں حق وہاں باطل، جہاں باطل وہاں جنگ اور اسلام وکفر کے درمیان جنگوں کا طویل سلسلہ ہجرت مدینہ کے دوسرے سال غزوہ بدر سے شروع ہوا جو مابعد فتح مکہ تک جاری رہا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور دلیری و بہادری کے جوہر دکھائے۔

امتیازی اوصاف:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے متعدد امتیازی اوصاف ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) تلاوت قرآن سے جنون کی حد تک شغف تھا۔ (۲) ایک قرأت پر جمع کرنے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارہ (۱۲) افراد پر مشتمل ایک مجلس قائم کی تھی، جس کے سربراہ آپ تعینات کیے گئے تھے۔ (۳) نزول قرآن کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کا سلسلہ شروع کیا' جونہی نزول قرآن کی تکمیل ہوئی آپ کو قرآن حفظ ہو چکا تھا۔ (۴) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت درجہ کی عقیدت ومحبت تھی۔ (۵) بدعات سے سخت نفرت تھی۔ (۶) عبادت وریاضت سے بے مثال شغف تھا۔

اہم کارنامے:

آپ نے چند اہم قابل تحسین کارنامے انجام دیے جو حسب ذیل ہیں:

(i) مجلس تدوین قرآن کے اہم رکن تھے۔ (ii) دور فاروقی میں مجلس شوریٰ کے ممتاز رکن تھے۔ (iii) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی امارت میں مسلمانوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔

تعدادمرویات:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت احادیث میں نہایت درجہ کے محتاط تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ سے ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) احادیث مبارکہ منقول ہیں۔

وفات:

آپ کے سال وفات میں تین اقوال ہیں:

(i) ۱۹ھ میں، (ii) ۲۲ھ میں، (iii) ۳۰ھ کو دور عثمانی میں مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

مفہوم حدیث:

حدیث باب میں چنداہم امور کی اہمیت بیان کی گئی ہے:

(i) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا آپ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن سنائیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس حکم خداوندی پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اظہار مسرت کیا، جس سے آپ کی فضیلت وعظمت نمایاں ہوتی ہے۔

(ii) دین اسلام تمام ادیان سے افضل ہے، کیونکہ فقط یہی تمام ادیان سے اعلیٰ اور ممتاز ہے۔ اس کے مقابل تمام ادیان منسوخ ہو چکے ہیں خواہ وہ صحیح ہی تھے، مگر باطل ادیان مردود ونا قابل اعتماد ہیں۔

(iii) یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت وہ ادیان میں سے کوئی معتبر نہیں ہے بلکہ سب کے سب باطل ومردود ہیں۔ ارباب دین نے ان ادیان کو مردود ونا قابل اعتماد وباطل قرار دیا ہے۔

(iv) انسان فطرتی طور پر حریص ولالچی واقع ہوا ہے، اگر اس کا ایک میدان دولت کا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے دوسرے میدان کی تمنا کرے گا، اگر ایک سلطنت ہو تو دوسری سلطنت کا متمنی ہوگا۔ اس کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ دو شخص کبھی سیر نہیں ہو سکتے: (۱) علم کا طالب، وہ چاہتا ہے کہ آخری وقت تک حصول علم میں مصروف رہے۔ (۲) طالب دنیا: طالب دنیا تاحیات اس کے حصول کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اس کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے۔ بعض روایات میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دنیا مردار کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا طالب کتا ہے۔

بَابُ فِی فَضْلِ الْاَنْصَارِ وَقُرَیْشٍ

باب 59: قریش اور انصار کی فضیلت کا بیان

3834 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ

بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْأَنْصَارِ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ سَلَكَ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَكُنْتُ مَعَ الْأَنْصَارِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ طفیل بن ابی بن کعب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر ہجرت نہ ہوتی' تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی منقول ہے' آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اگر انصار ایک وادی میں (راوی کو شک ہے: شاید یہ الفاظ ہیں:) گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کے ساتھ ہوں گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

3835 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ

متن حدیث: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَنْصَارِ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يَبْغَضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ مَنْ أَحَبَّهُمْ فَأَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَأَبْغَضَهُ اللَّهُ فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنَ الْبَرَاءِ فَقَالَ إِيَّايَ حَدَّثَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے انصار کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے: ان سے صرف مؤمن محبت رکھے گا' اور صرف منافق ان سے بغض رکھے گا' جو شخص ان سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت رکھے گا' اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا اللہ بھی اس سے بغض رکھے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے استاد سے پوچھا: کیا آپ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی زبانی خود یہ حدیث سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔

3836 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ

3834 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (٢٠/١) رقم (٣٣)، و اخرجه الحاكم فى المستدرك (٧٨/٤)، و قال صحيح الاسناد و لم يخرجاه بهذه السياقة عن الطفيل بن ابى بن كعب عن ابيه.

3835 - اخرجه البخارى (١٤١/٧): كتاب مناقب الانصار: باب: حب الانصار من الايمان رقم (٣٧٨٣)، و مسلم (٣٠٢/١): كتاب الايمان: باب: بيان ان حب الانصار و عليا رضى الله عنهم من الايمان و دلالاته، و بغضهم من علامات النفاق رقم (٧٥/١٢٩)، و ابن ماجه (٥٧/١): فى المقدمة: باب: فى فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم (فضل الانصار) رقم (١٦٣).

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ اَحَدٌ مِّنْ غَيْرِكُمْ قَالُوْا لَا اِلَّا ابْنَ اُخْتٍ لَّنَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنَ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ قُرَيْشًا حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِجَاهِلِيَّةٍ وَّمُصِيْبَةٍ وَّاِنِّىْ اَرَدْتُّ اَنْ اَجْبُرَهُمْ وَاَتَاَلَّفَهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا اَوْ شِعْبًا وَّسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ وَادِيًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِىَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کچھ افراد کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: کیا تمہارے درمیان کوئی اور تو نہیں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! صرف ہمارا ایک بھانجا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قوم کا بھانجا ان کا ایک فرد ہوتا ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: قریش کے لوگ زمانہ جاہلیت اور مصیبت کے قریب ہیں میں یہ چاہتا تھا کہ میں ان کی دلجوئی کروں کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے جائیں اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو جاؤ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر لوگ ایک وادی اور ایک گھاٹی میں جائیں اور انصار دوسری گھاٹی یا وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3837 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا عَلِىُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ اَنَسٍ

متن حدیث: عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يُعَزِّيْهِ فِيْمَنْ اُصِيْبَ مِنْ اَهْلِهٖ وَبَنِىْ عَمِّهٖ يَوْمَ الْحَرَّةِ فَكَتَبَ اِلَيْهِ اِنِّىْ اُبَشِّرُكَ بِبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِذَرَارِىِّ الْاَنْصَارِ وَلِذَرَارِىِّ ذَرَارِيْهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ

نضر بن انس بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد اور آپ کے چچازاد بھائیوں سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد اور آپ کے چچازاد بھائیوں کے بارے میں شہید ہونے پر ان سے تعزیت کی حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو خط میں لکھا: میں آپ کو اللہ

3836 - اخرجه البخاری (۶۳۸/۶): کتاب المناقب: باب: ابن اخت القوم منهم مو مولى القوم منهم رقم (۳۵۲۸)، و مسلم (۷۳۵/۲) کتاب الزکاة: باب: اعطاء المولفة قلوبهم على الاسلام و نصبر من قوى ایمانهم. رقم (۱۰۵۹/۱۳۳).

3837 - اخرجه مسلم (۱۹۴۸/۴): کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل الانصار رضي الله تعالى عنهم. رقم (۲۵۰۶/۱۷۲).

تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی وہ خوشخبری سناتا ہوں' جو میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! انصار کی مغفرت کر دے انصار کے بچوں کی مغفرت کر دے ان کے بچوں کے بچوں کی مغفرت کر دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

قتادہ نے اس روایت کو نضر بن انس کے حوالے سے' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

3838 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرِءْ قَوْمَكَ السَّلَامَ فَاِنَّهُمْ مَا عَلِمْتُ اَعِفَّةٌ صُبُرٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► محمد بن ثابت اپنے والد کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اپنی قوم کو میرا سلام کہنا' کیونکہ میرے علم کے مطابق یہ لوگ پاک دامن اور صابر ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3839 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلَا اِنَّ عَيْبَتِيَ الَّتِيْ اٰوِيْ اِلَيْهَا اَهْلُ بَيْتِيْ وَاِنَّ كَرِشِيَ الْاَنْصَارُ فَاعْفُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ وَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، وہ میرے خاص قریبی لوگ جن کی طرف میں لوٹ کر جاتا ہوں وہ میرے گھر والے ہیں اور میرے قابل اعتماد لوگ انصار ہیں' تو تم ان کے برے شخص کو معاف کر دینا اور اچھے شخص کی اچھائی کو قبول کرنا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

3838 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۱۱۴۶/۳) رقم (۳۸۷۴) و اخرجه الحاكم في المستدرك (۷۹/۴)، وقال: صحيح الاسناد و لم يخرجاه.

3839 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۴۱۶/۳) رقم (۴۱۹۸)، و ذكره المتقى الهندى في الكنز (۵/۱۲)، حديث (۳۳۶۹۹)، و عزاه للترمذى عن ابى سعيد

3840 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ عَنْ يُوسُفَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ يُرِدْ هَوَانَ قُرَيْشٍ اَهَانَهُ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ

◆◆ محمد بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قریش کو رسوا کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے حوالے سے منقول ہے۔

3841 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ وَالْمُؤَمَّلُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُبْغِضُ الْاَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا شخص انصار کو ناپسند نہیں کر سکتا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3842 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْاَنْصَارُ كَرِشِي وَعَيْبَتِي وَاِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقِلُّونَ فَاقْبَلُوا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُّسِيئِهِمْ

3840۔ لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۳/۳۱۴) رقم (۳۹۶۵) و اخرجه الحاكم في المستدرك (۷۴/۴) من طريق محمد بن سعد بن ابي وقاص عن ابيه فذكره.

3841۔ لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (۴۰۷/۴) رقم (۵۴۸۳)، و اخرجه احمد (۳۰۹/۱) عن سعيد بن جبير عن ابن عباس.

3842۔ اخرجه البخاري (۱۵۱/۷): كتاب مناقب الانصار: باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم: اقبلوامن محسنهم و تجاوزوا عن مسيئهم، رقم (۳۸۰۱)، و مسلم (۱۹۴۹/۴): كتاب فضائل الصحابة، باب: من فضائل الانصار رضى الله تعالى عنهم، رقم (۲۵۱۰/۱۷۶).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انصار میرے قابل اعتبار اور راز دار لوگ ہیں لوگ زیادہ ہوتے چلے جائیں گے تو یہ کم ہوتے چلے جائیں گے تو تم ان میں سے اچھے شخص کی اچھائی کو قبول کرنا اور برے شخص کی برائی سے درگزر کرنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3843 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَللّٰهُمَّ اَذَقْتَ اَوَّلَ قُرَيْشٍ نَكَالًا فَاَذِقْ اٰخِرَهُمْ نَوَالًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْوَرَّاقُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! تو نے قریش کو پہلے رسوائی کا ذائقہ چکھایا اب انہیں مہربانی کا ذائقہ چکھا دے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3844 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ جَعْفَرٍ الْاَحْمَرِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَلِنِسَاءِ الْاَنْصَارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے دعا کی۔

"اے اللہ! انصار کی مغفرت کر دے انصار کے بچوں کی مغفرت کر دے ان کے بچوں کے بچوں کی مغفرت کر دے انصار کی خواتین کی مغفرت کر دے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3843 ۔ لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (٤/١٨/٤) رقم (٥٥٢٢)، و اخرجه الطبراني في الكبير (١٨٧/١٧)، حديث (٢٠١) عن عدي بن حاتم حديثًا طويلًا.

3844 ۔ لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (٢٨٨/١)، رقم (١٠٩١) من طريق عطاء عن انس، و اخرجه احمد (١٦٢/٣) عن قتادة عن انس.

شرح

انصار کی اہمیت وفضیلت:

انصار در حقیقت اوس وخزرج کے حلیف قبائل کو کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ثابت بن اسماعیل کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا مذہب (دین) حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مذہب تھا۔ ان میں عمرو بن لحی کے سبب بت پرستی کا آغاز ہوا۔ انصار زمانہ جاہلیت میں حج بیت اللہ کرتے تھے۔ اعلان نبوت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام حج میں انصار کے بعض قبائل کو دعوت اسلام دی، ان میں سے چند مشہور قبائل کے نام حسب ذیل ہیں:

(1) قبیلہ عامر بن صعصعہ، (2) قبیلہ محارب، (3) قبیلہ مرہ، (4) قبیلہ غسان، (5) قبیلہ فزارہ، (6) قبیلہ حضارمہ، (7) قبیلہ عذرہ، (8) قبیلہ حارث بن کعب، (9) قبیلہ بنو کلب، (10) قبیلہ کندہ، (11) قبیلہ نضر، (12) قبیلہ البکاء، (13) قبیلہ حنیف، (14) قبیلہ اسلیم، (15) قبیلہ عبس وغیرہ۔

ایام حج میں قبیلہ خزرج کے چھ (۶) یا آٹھ (۸) آدمی مکہ معظمہ آئے جو سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ ان آدمیوں میں سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا تھا؟ اس بارے میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں:

(i) حضرت رافع بن مالک، (ii) حضرت جابر بن عبداللہ، (iii) حضرت اسعد بن زرارہ، (iv) حضرت ذکوان بن عبد قیس، (v) حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہم۔ تاہم اول الذکر قول زیادہ قوی ہے۔

دوسرے سال ایام حج میں انصار کے بارہ (۱۲) آدمی مکہ معظمہ آئے اور اسلام قبول کیا۔ تیسرے سال پچھتر (۷۵) آدمی آئے اور وہ مسلمان ہوئے۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ ایام حج میں مکہ معظمہ دو بار آئے تھے اور بعض کے نزدیک تین بار آئے تھے۔ بہر حال ہر سال قبول اسلام کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ پھر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں بھی اہل مدینہ مسلمان ہوئے تھے۔ اس طرح یثرب (مدینہ طیبہ) میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، جب مکہ مکرمہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو انصار نے ان کی خوب مہمان نوازی کی، ان کی رہائش وسکونت کا اہتمام کیا، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا جو تا قیامت باقی رہے گا، انہوں نے اس قائم ہونے والی قرابت کا پاس کیا اور اپنے مہاجرین بھائیوں کی مالی واخلاقی معاونت کی۔

قریش کی اہمیت وفضیلت:

قریش کا فہر بن مالک کی اولاد سے تعلق ہے، ان کا مذہب خواہ ابراہیمی تھا لیکن عمرو بن لحی کے سبب ان میں بت پرستی کا عنصر غالب آ گیا تھا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت پر قریش سے حضرت فاروق اعظم اور حضرت امیر حمزہ وغیرہ رضی اللہ عنہم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور ان کی تبلیغی کوششوں سے اسلام پھیلتا گیا، مسلمانوں میں ترقی ہوتی رہی۔ آگے چل کر مکہ کے چند لوگ مسلمان ہوئے اور اہل مدینہ سے کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔

قبائل قریش میں تیزی سے قبول اسلام کی تحریک آگے بڑھ رہی تھی، دس قبائل قریش نے اسلام قبول کیا، پھر اس تحریک کو آگے بڑھانے کی کوشش کی' ان کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) بنوتمیم: حضرت صدیق اکبر، حضرت طلحہ انصاری اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم۔

(۲) بنوعدی: حضرت فاروق اعظم اور حضرت سید بن زید رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

(۳) بنواسد: حضرت زبیر بن عوام اور حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

(۴) بنوسہیم: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

(۵) بنی عبدالدار: حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

(۶) بنومخزوم: حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

(۷) بنوجہیم: حضرت صفوان بن امیہ، حضرت ابومحذورہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم۔

(۸) بنوہاشم: حضرت عباس، حضرت امیر حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

(۹) بنوامیہ: حضرت عثمان غنی، حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔

(۱۰) بنونوفل: حضرت نوفل رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

زمانہ جاہلیت میں بھی قریش نے کچھ اچھے امور انجام دیے جو قابل ستائش وقابل تحسین تھے، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) مظالم وقطع رحمی کو برا خیال کرنا، (۲) شہور حج اور شہر حج کی عظمت کو پیش نظر رکھنا، (۳) مہمانوں کا احترام اور مہمان نوازی کرنا، (۴) جرائم ومنہیات سے احتراز کرنا۔

قریش کا تذکرہ اور ان کے لیے دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

بلاشبہ کائنات میں سب سے معزز اور نہایت واجب الاحترام قبیلہ قریش ہے، ضروری تھا کہ اس قبیلہ کے امتیازی اوصاف بیان کیے جائیں۔ چنانچہ دیگر آئمہ حدیث کی طرح حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس بارے میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔ اس باب میں کل گیارہ (۱۱) روایات ہیں، دو میں قریش کی فضیلت بیان کی گئی ہے جبکہ نو (۹) میں انصار کی۔

قریش کی عظمت وفضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

☆ اگر ہجرت کا سلسلہ جاری نہ ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بھی انصار سے ہوتا، ہجرت کے سبب آپ نے قریش میں ہونا پسند فرمایا اور ہجرت سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

☆ آغاز اسلام میں قریش نے اسلام کی خوب مخالفت کی تھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلت وخواری، قحط سالی، قتل وغارت اور گرفتاریوں میں مبتلا کیا۔ تاہم مختلف لڑائیوں کے بعد جب وہ تائب ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ امور سے نجات دے کر انہیں خلافت وتاج، عزت ووقار اور دیگر انعامات سے سرفراز کیا۔

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے حق میں یوں دعا فرمائی:

(i) جو قریش کو رسوا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے گا۔

(ii) اے اللہ! تو نے قریش کے پہلے لوگوں کو عبرت ناک سزا دی، اب تو ان کے پچھلوں کو اپنے خصوصی انعامات عطا فرما۔

انصار کا ذکر خیر اور ان کے حق میں دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

☆ غزوہ حنین میں کامیابی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر مقام جعرانہ (یہ مقام مکہ معظمہ سے بیس میل کے فاصلے پر ہے) میں پہنچے، وہاں مالِ غنیمت تقسیم کیا، قریش اور قبائل کو خوب نوازا جبکہ انصار کو زیادہ مال نہ دیا گیا، انصار نے اس تقسیم کاری کے خلاف چہ میگوئیوں کا سلسلہ شروع کر دیا، حتیٰ کہ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے وطن اور قوم کی محبت غالب آگئی ہے، اب ممکن ہے کہ آپ مکہ میں ٹھہر جائیں اور مدینہ طیبہ میں واپس نہ جائیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی تو آپ نے یوں خطبہ ارشاد فرمایا:

اے گروہ انصار! تمہاری چہ میگوئیاں میرے علم میں آچکی ہیں، کیا یہ تمہاری ناراضگی ہے، جو تم اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہو؟ کیا تمہاری صورتحال یہ نہیں تھی کہ میں تمہارے پاس آیا تم گمراہ تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت عطا کی؟ تم محتاج تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنی کیا؟ تم لوگ باہم دشمن تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں محبت کی دولت سے نوازا؟

اے گروہ انصار! تم لوگ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دے سکتے ہیں؟ فرمایا: اے انصار! تم سچ بات کہو، تمہاری سچی بات سنی جائے گی اور مانی جائے گی۔ تم یوں بھی کہہ سکتے ہو: یا رسول اللہ! آپ اس حالت میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ آپ کو جھٹلایا گیا تھا، ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا گیا تو ہم نے آپ کی معاونت کی، آپ کو وطن سے نکالا گیا، تو ہم نے آپ کو ٹھہرایا، آپ پریشان حال تھے، تو ہم نے آپ کی غمخواری کرنے کی کوشش کی۔

اے گروہ انصار! اگر تم متاعِ قلیل و حقیر کے سبب ناراض ہوئے، جس کے ذریعے میں نے لوگوں کے دل جوڑے تاکہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں، تمہیں تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا؟ اے گروہ انصار! تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں جبکہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر واپس پلٹو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار سے ہوتا، اگر تمام لوگ ایک راستہ اختیار کریں جبکہ انصار دوسرا راستہ اختیار کریں، تو میں انصار والا راستہ اختیار کروں گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے حق میں دعاء خیر فرمائی: اے اللہ! تو انصار، انصار کے بیٹوں، ان کی بیٹیوں اور ان کی عورتوں کی مغفرت فرما۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پر مغز گفتگو سن کر انصار پریشان و غمگین ہوئے، رونے کی وجہ سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ پھر انہوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا: ہم اس پر راضی ہیں کہ ہمارے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔

☆ انصار کے دونوں گروہ یعنی اوس اور خزرج قحطانی تھے جبکہ مہاجرین کی اکثریت عدنانی تھے، اہل قحطان اور اہل عدنان کے

درمیان زمانہ قدیم سے عداوت وحرب کا سلسلہ چلا آرہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا اور ساتھ ہی انصار سے محبت کرنے کا حکم دیا تاکہ مہاجرین وانصار باہم شیر وشکر ہو جائیں۔

انصار سے محبت کو لازم قرار دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار سے صرف مومن محبت کر سکتا ہے، منافق ان سے بغض وعداوت رکھے گا۔ جو انصار سے محبت رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اور جو انصار سے بغض رکھتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ انصار سے بغض نہیں رکھتا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی خوبیوں اور اوصاف کو شمار کراتے ہوئے فرمایا:

ان کے مقام کے پیش نظر ان سے پیشگی سلام کرو، کیونکہ: (۱) وہ پاک دامن لوگ ہیں۔ (۲) وہ پیشوائے قوم ہیں۔ (۳) وہ صبر شعار لوگ ہیں۔ (۴) ان میں سے کوئی برائی کا مرتکب ہو، اسے معاف کر دو اور اگر کوئی نیکی کرے، تو اسے قبول کر لو۔

فائدہ نافعہ:

ہر مسلمان خواہ اس کا تعلق قریش (مہاجرین) سے ہو یا اوس وخزرج سے (انصار) ان کا احترام واجب وضروری ہے، کیونکہ اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي اَيِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ

باب 60: انصار کا کون سا گھرانا سب سے بہتر ہے؟

3845 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ اَوْ بِخَيْرِ الْاَنْصَارِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ بَنُو عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ بَنُو سَاعِدَةَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ فَقَبَضَ اَصَابِعَهٗ ثُمَّ بَسَطَهُنَّ كَالرَّامِيْ بِيَدَيْهِ قَالَ وَفِيْ دُوْرِ الْاَنْصَارِ كُلِّهَا خَيْرٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا اَيْضًا عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں انصار کے بہترین خاندان کے بارے میں بتاؤں (راوی کو شک ہے: شاید یہ الفاظ ہیں:) سب سے بہتر انصار کے بارے میں بتاؤں؟ لوگوں نے

3845 - اخرجه البخاري (۳٤٨/۹): كتاب الطلاق: باب: اللعان وقول الله تعالى (والذين يرمون ازواجهم ولم يكن لهم شهداء الا انفسهم الى قوله - تعالى - من الصادقين) رقم (۵۳۰۰)، ومسلم (۱۹٤۹/٤ - ۱۹۵۰): كتاب فضائل الصحابة: باب في خير الانصار رضي الله عنهم رقم (۱۷۷، وما بعد ۲۵۱۱/۵)

عرض کی: جی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بنونجار ہیں' پھر ان کے بعد بنوعبداشہل ہیں' پھر ان کے بعد بنوحارث بن خزرج ہیں' پھر ان کے بعد بنوساعدہ ہیں' پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے انگلیوں کو بند کرتے ہوئے یوں کھولا' جیسے کوئی کچھ پھینکتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا: ویسے انصار کے تمام افراد بہتر ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

3846 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِى اُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ دُوْرُ بَنِى النَّجَّارِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِى عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنِى الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنِى سَاعِدَةَ وَفِى كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدٌ مَا اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيْلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ اُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ اسْمُهٗ مَالِكُ بْنُ رَبِيْعَةَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ نَحْوَ هٰذَا عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِى سَلَمَةَ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انصار کے تمام خاندانوں میں سے بہترین بنونجار ہیں۔ ان کے بعد بنوعبداشہل ہیں۔ ان کے بعد بنوحارث بن خزرج ہیں' پھر بنوساعدہ ہیں ویسے انصار کے تمام خاندان بہتر ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا خیال ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دوسری لوگوں کو ہم پر ترجیح دی ہے' تو ان سے کہا گیا: نبی اکرم ﷺ نے آپ لوگوں کو بھی بہت سے لوگوں پر ترجیح دی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابواُسید ساعدی کا نام مالک بن ربیعہ ہے۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی منقول ہے' جسے معمر نے زہری' ابوسلمہ' عبیداللہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

3847 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ

3846 - اخرجه البخاري (۱٤٤/۷): كتاب مناقب الانصار: باب: فضل دور الانصار رقم (۳۷۸۹) و اطرافه في (۳۷۹۰ - ۳۸۰۷ - ٦۰٥۳)، و مسلم (۱۹۰۰/٤)، كتاب فضائل الصحابة: باب: في خير دور الانصار رضي الله عنهم، رقم (۱۷۹، ۱۷۹/۲٥۱۱).

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَيْرُ دِيَارِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: انصار کا سب سے بہترین گھرانا بنونجار ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے ''غریب'' ہے۔

3848 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: خَيْرُ الْاَنْصَارِ بَنُو عَبْدِ الْاَشْهَلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

شرح

انصار کا افضل و بہترین گھرانا:

احادیث باب میں انصار کے ہر گھرانے کو بہتر قرار دیا گیا ہے، چار گھرانوں کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور ان کی فضیلت وعظمت بالترتیب ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- بنوالنجار: اس کی نسبت نجاری ہے اور یہ خزرج کا گھرانا ہے۔ مشہور خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی گھرانے سے تھا اور یہ گھرانا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ننھیال بھی تھا۔

۲- بنوعبدالاشہل: اس کی نسبت اشہلی ہے، اس گھرانے کا تعلق اوس سے تھا اور حضرت اسید بن حضیر اشہلی رضی اللہ عنہ بھی اسی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔

۳- بنوالحارث: اس کی نسبت الحارثی ہے، حضرت رافع بن خدیج حارثی رضی اللہ عنہ اسی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔

۴- بنوساعدہ: اس کی نسبت ساعدی ہے اور حضرت سعد بن عبادہ ساعدی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اسی گھرانے سے تھا۔

فائدہ نافعہ:

عام مسلمان کی فضیلت کعبہ معظمہ سے بھی زیادہ ہے، مہاجرین کا ہر فرد معزز و محترم ہے، ہر گھرانا باعزت و باوقار ہے مگر انصار

3847 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۲۰۸/۲) رقم (۲۳۵۳)، و ذكره المتقي الهندي (۱۲۰/۹)، حديث (۳۳۷۲۰)، و عزاه للترمذي عن جابر.

3848 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۲۰۸/۲) رقم (۲۳۵٤)، عن مجالد عن الشعبي عن جابر بن عبد الله.

میں سے چار گھرانوں کو بالترتیب امتیازی فضیلت حاصل ہے۔

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: انصار کا بہترین خاندان بنوعبدالاشہل ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الْمَدِیْنَةِ

باب 61: مدینہ منورہ کی فضیلت کا بیان

3849 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَیْمٍ الزُّرَقِیِّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِحَرَّةِ السُّقْیَا الَّتِیْ كَانَتْ لِسَعْدِ ابْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ائْتُوْنِیْ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ كَانَ عَبْدَكَ وَخَلِیْلَكَ وَدَعَا لِاَهْلِ مَكَّةَ بِالْبَرَكَةِ وَاَنَا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَدْعُوْكَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ اَنْ تُبَارِكَ لَهُمْ فِیْ مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ مِثْلَیْ مَا بَارَكْتَ لِاَهْلِ مَكَّةَ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَیْنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے' جب ہم "حرہ سقیا" جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا علاقہ ہے' وہاں پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لئے وضو کا پانی لاؤ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا پھر دعا کی۔

"اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے خاص بندے اور تیرے خلیل تھے' اورانہوں نے مکہ کے لئے برکت کی دعا کی تھی میں بھی تیرا بندہ اور تیرا رسول ہوں میں تجھ سے اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے مد اوران کے صاع میں ان کے لئے برکت کر دے' اسی طرح جس طرح تو نے اہلِ مکہ کے لئے برکت عطا کی تھی اوراس کے ساتھ مزید اور برکت بھی کر دے جو دگنی ہو"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

3849 - اخرجه احمد (۱/۱۱۵)، و ابن خزيمة (۱/۶۰۶) حديث (۲۰۹) من طريق عاصم بن عمرو عن علي بن ابي طالب فذكره.

شرح

مدینہ منورہ کا تعارف

مدینہ طیبہ کا حدود اربعہ:

یہ مقدس شہر مکہ مکرمہ سے تین سو (۳۰۰) میل کی دوری پر واقع ہے، سطح سمندر سے چھ سو (۶۰۰) میٹر کی بلندی پر ہے، اس کے شمال میں جبل احد اور جنوب میں جبل عیر ہے۔ اس شہر کے مغرب اور مشرق میں بالترتیب حرہ و برہ واقع ہیں جو سیاہ پتھروں کے علاقہ جات ہیں۔

مدینہ طیبہ کے مشہور اسماء مبارکہ:

مدینہ طیبہ کے وہ اسماء مبارکہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے معروف ہوئے، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) مدینہ منورہ: اس مقدس شہر کا پرانا نام "یثرب" تھا جس کا معنیٰ ہے: بیماریوں کا گھر، ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام تبدیل کر کے "مدینہ منورہ" رکھ دیا اور پرانا نام لے کر اس شہر کو یاد کرنے سے منع کر دیا، کیونکہ آپ کے قدوم میمنت سے یہ شہر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا گھر بن گیا تھا۔ اس بارے میں حدیث ہے: **اللهم! حبب علينا المدينة كحبنا مكة** ۔ اے اللہ! تو مکہ کی طرح مدینہ کو بھی ہمارا محبوب بنا دے۔

(ii) خیرہ وخیرہ: اس مقدس شہر کا نام ہے، جو دنیا و آخرت کی خیر و برکت کا جامع ہے۔ ایک روایت میں یوں مذکور ہے **المدينة خير لهم لو كانوا يعلمون** ۔ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ اس بات کو معلوم کر لیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہروں کو فتح کرنے سے اور لوگوں کے منتقل ہونے سے پہلے اس کے لیے وسعت رزق کی طلب میں خبر دی ہے اور یہ بات اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ دونوں نام اس مقدس شہر کے ہیں۔

(iii) جابر و جبارہ: یہ بھی اس مقدس شہر کے ناموں میں سے ہے، اس نام کی وجہ یہ ہے کہ شکستہ دل غریبوں کو مالدار اور بے کسوں کو سہارا دینا اس کا کام ہے۔ علاوہ ازیں مغروروں کو دل شکستہ کرنا، متکبر لوگوں کو اطاعت کے لیے مجبور کرنا، دوسرے شہروں کے سلاطین کو دعوت دینا کہ وہ اسلام لے آئیں اور مسلمان ہو جائیں، ایک ذات کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں فلاح دارین حاصل ہوگی۔

(iv) حسنہ: اس کے ناموں میں سے ایک یہ ہے، اس نام کی وجہ یہ ہے کہ باغات، چشموں، کنوؤں، بلند و بالا پہاڑوں، کشادہ فضاؤں، خوبصورت عمارتوں اور مزارات کی کثرت سے اس شہر کے حسن و جمال میں اضافہ ہوا ہے۔ علاوہ ازیں رونق و حضور مع تمیع مکانات کے ارد گرد اس خطہ کے نہایت ہی کامل السرور ہے۔

(v) عاصمہ: اس کے ناموں میں سے ایک مشہور نام ہے، اس کی وجہ ایذاء مشرکین سے مہاجرین کو محفوظ و مامون رکھنا ہے۔ علاوہ ازیں تمام ساکنان اور قاصدان اس مقام رحمت میں آ ئیں تو جملہ آفات اور خطرات سے محفوظ رہتے ہیں۔

(vi) مومنہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اہل ایمان کا مرکز ہے، اہل ایمان کی سکونت ہے، احکام اسلام کا فروغ یہاں سے ہوا، شعار اسلام کا محور ہے، امن و آشتی اور حفاظت کا گہوارہ ہے۔ جب کوئی شخص ظلم وستم اور زیادتی کرنے کے بعد اس مقدس شہر میں آ جاتا ہے اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے توبہ کرتا ہے تو وہ فوراً اللہ کی گرفت سے محفوظ رہتا ہے۔

(vii) فاضحہ: اس نام کی وجہ یہ ہے کوئی بدکردار، بداعتقاد انسان اس شہر میں چھپ کر نہیں رہ سکتا۔ خواہ وہ کتنا ہی بااثر کیوں نہ ہو بالآخر وہ ذلیل و خوار ہو کر اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ جاتا ہے۔

(viii) محبورہ: یہ لفظ "حبر" سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے: راحت و سرور۔ اسی مقدس شہر کا نام ہے: محبار سے مراد زمین کا ایسا ٹکڑا ہے، جو شاداب و سرسبز ہو اور مفید ہو۔ اس کے پائے جانے کا زمین مدینہ میں مشاہدہ و معائنہ کیا جائے۔

(ix) محفوظہ، محفوفہ اور محروسہ: ان ناموں کی وجہ تسمیہ نمایاں ہے۔ ایک مشہور روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ طیبہ کی گلیوں کے دونوں کونوں میں فرشتے بیٹھے ہیں جو اس کی حفاظت میں مامور ہیں۔

(x) مرحومہ و مرزوقہ: پہلا نام تورات سے ماخوذ ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سکونت و آرامگاہ ہے اور جائے نزول ارحم الراحمین ہے، رحمت عام و خاص یعنی اہل عالم پر رزق حسیہ و جسمانیہ اور معنویہ و روحانیہ کا پہنچتا ہے مگر یہ بات خاص کر متوکلین کے بارے میں ہے۔

(xi) مسکینہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ سے فرمایا: **یا طیبة یا طابة یا مسکینة لا تقبلی الکنوز** ۔ اے پاک زمین! اے بقعہ مطہر اور اے مکان مسکین، خزانوں کو قبول نہ کر اور اپنی مسکینیت کے ساتھ مطابقت کر۔ مگر یہ خطاب اس کے رہنے والوں سے ہے تاکہ مسکینیت اور غربت کی صفت سے وہ موصوف رہیں۔

(xii) مسلمہ: یہ مشہور نام ہے، ایمان و اسلام دونوں مترادف ہیں مگر تھوڑا سا فرق ہے، ایمان میں تصدیق قلبی کا مفہوم ہے، جو امور باطنہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام اقرار ہے ان امور کا جو احکام ظاہری ہیں لیکن دونوں میں امن و سلامتی کا مفہوم موجود ہے۔

(xiii) مطیبہ مقدسہ: ان کا مفہوم و وجہ تسمیہ سابقہ اسماء کے قریب تر ہے، طیب و پاکی، نیز طہارت و صفائی اور نزاکت اس کے مقدس شہر کی صفات لازمہ ہیں۔

(xiv) مقر: یہ لفظ "قرار" سے ماخوذ ہے، ایک روایت کے الفاظ ہیں: **اللهم اجعل لنا بها قرارا او رزقا حسنا** ۔ اے اللہ! تو ہمارے اس شہر کے باشندوں کو قرار و سکون اور عمدہ رزق عطا کر۔

(xv) مسکنیہ: اس سے مراد وہ آرامگاہ ہے، جو پر سکون و اطمینان بخش ہو۔ مدینہ طیبہ کے علاوہ یہ ناممکن ہے۔

(xvi) ناجیہ: یہ لفظ "نجات" سے مشتق ہے، اس سے مراد ہے ارفع و بلند زمین اور یہ مفہوم مدینہ منورہ کے الفاظ سے بھی واضح

ہوتا ہے۔

(xvii) سید البلدان: حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں منقول ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: یا طیبة یا سید البلدان۔ اے پاک وصاف زمین اور اے شہروں کے سردار۔

(ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب، مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی، از صفحہ 4...)

1-گنبد خضراء کے تعمیری مراحل:

مؤرخین مدینہ نے گنبد خضراء کے تعمیری مراحل نہایت جامعیت سے بیان کیے ہیں، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱- پہلا مرحلہ:

سب سے پہلے تعمیر قبہ کی سعادت ملک منصور قلادون صالحی کو ملی۔ یہ 678ھ میں ہوا۔ قبہ شریف نیچے سے مربع تھا، اوپر سے آٹھ کونہ دیواروں پر لکڑی کے تختے قائم کیے گئے، ان پر لکڑی کی تختیاں اور ان پر سیسہ کی پلیٹیں لگائی گئیں۔

۲- دوسرا مرحلہ:

765ھ میں ملک ناصر حسن بن محمد بن قلادون نے تجدید کی پھر ملک اشرف شعبان بن حسین نے اسے مضبوط بنایا۔

۳- تیسرا مرحلہ:

696ھ میں ملک عادل زین الدین نے مقصورہ شریف میں جالی دار کھڑکیاں بنوا کر اس کو مسجد شریف کی چھت تک اونچا کیا۔

۴- چوتھا مرحلہ:

ریاض الجنہ کی طرف بھی روضہ انور کا ایک دروازہ کھلتا تھا' جو آج بھی نمایاں محسوس ہو رہا ہے، اس دروازہ کو تالا لگا ہوا ہے۔ 628ھ میں جب قاضی النجم ابن الحجی نے اقتدار سنبھالا تو انہوں نے یہ دروازہ بند کرا دیا جو آج تک بند ہے۔ انہوں نے اپنے حج کے موقع پر ریاض الجنہ میں بھیڑ دیکھی تو فیصلہ کیا کہ یہ دروازہ بند کر دیا جائے تا کہ مسجد شریف کا تقدس قائم رہ سکے۔

۵- پانچواں مرحلہ:

830ھ میں ملک اشرف برسبائی نے مقصورہ شریف کے دروازوں کو کیل لگا کر بند کرا دیا کہ بعض لوگ حجرہ انور کی دیوار کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کی غرض سے پیٹھ لگا لیا کرتے تھے، دروازہ بند ہو جانے کے بعد لوگ مقدس جالیوں ہی سے زیارت کر لیا کرتے تھے۔

۶- چھٹا مرحلہ:

881ھ میں لکڑیوں میں کچھ خلل واقع ہوا تو متولی عمارۃ شمس بن زید نے نئی لکڑیاں بدل کر تجدید کی۔

۷-ساتواں مرحلہ:

886ھ میں روضہ انور کے قریبی مینار پر بجلی گرنے سے شدید نقصان ہوا تو ملک اشرف قائت بائی نے سنقر الجمائی کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ تعمیراتی سامان اور ایک سو انجینئر ساتھ بھیجے۔ حجرہ مقدسہ کی دیواروں پر ایک گنبد بنایا، پھر اس پر دوسرا گنبد، پھر اس پر تیسرا بڑا گنبد بنایا جس نے تینوں کو گھیر رکھا تھا۔ قائت بائی کی اس تعمیر و تجدید پر ایک لاکھ بیس ہزار دینار خرچ ہوئے۔ (تاریخ الحرمین، ص ۱۷۴) اس وقت روضۂ اطہر کا رنگ مبارک سفید تھا اور قبۃ البیضاء کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

۸-آٹھواں مرحلہ:

۹۸۵ھ میں سلطان سلیم ثانی نے جہاں مسجد نبوی شریف کی تعمیر میں دلچسپی لی وہاں حجرہ انور کا گنبد مبارک بھی بنوایا جو بے حد خوبصورت تھا، اسے منقش کیا، رنگین پتھروں سے مزین کیا۔ آب زر سے گلکاری کرائی اور ایک کونہ پر اپنا نام بھی کندہ کرایا۔

۹-نواں مرحلہ:

1233ھ میں سلطان محمود غزنوی نے گنبد کو از سر نو تعمیر کرایا، گنبد پاک پر سبز رنگ کرایا، اسی لئے اس گنبد پاک کو گنبد خضریٰ کہا جاتا ہے۔

2-گنبد خضراء کی چند خصوصیات:

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

محبوب رب عرش ہے اس سبز قبہ میں — پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے
چھائے ملائکہ ہیں لگاتار ہے درود — بدلے ہیں پہرے بدلی میں بارش در کی ہے

۱- یہی وہ گنبد پاک ہے، جو انوار و تجلیات کا عظیم مرکز ہے۔
۲- یہی وہ قبہ انور ہے جہاں صبح و شام ستر ہزار ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔
۳- یہی وہ مبارک خطہ ہے جس کی عظمت بیت اللہ شریف اور عرش الٰہی سے بھی زیادہ ہے۔
۴- یہی وہ زیارت گاہ ہے جس کے شوق میں مومن ساری زندگی آہ و فغاں میں گزار دیتا ہے۔
۵- یہی وہ مبارک خطہ ہے جس کے تصور کے ساتھ ہی مومن کی آنکھیں بہہ جاتی ہیں۔
۶- یہی وہ مبارک خطہ ہے جس کے ذکر پاک سے دل کی مرجھائی کلیاں کھل جاتی ہیں۔
۷- اسی خطہ مبارک کے طفیل ہی سارا مدینہ منورہ کہلایا، اسی کے صدقے ہی اس کی غبار خاک شفا بن گئی۔
۸- اسی مبارک حصہ ارضی کو حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہی وہ مقدس جگہ ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے:

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر — نفس گم کردہ می آید مسیحا و کلیم ایں جا

(ماخوذ از مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، مصنف علامہ منظور احمد شاہ از صفحہ 335 تا 339)

گستاخی کا انجام:

سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتا، اس سلسلہ میں چند ایک واقعات حسب ذیل ہیں۔

پہلا واقعہ:

حجرہ شریف میں سرنگ لگانے کا واقعہ ۵۵۷ھ میں پیش آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان نور الدین محمود شہید بن عماد الدین زنگی نے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات تین بار خواب میں دیکھا کہ آپ دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ جلد آؤ یہ دو آدمی جو کھڑے ہیں مجھے ان کے شر سے بچاؤ۔ نور الدین نے اپنی دانائی سے تاڑ لیا کہ کوئی عجیب وغریب امر مدینہ منورہ میں واقع ہوا ہے، اس کے لئے مدینہ منورہ ضرور پہنچ جانا چاہیے۔ سلطان مذکور اسی وقت آخر رات میں تیز رفتار اونٹنیوں پر اپنے بیس خاص آدمیوں کے ساتھ روانہ ہو گیا اور اپنے ساتھ کثیر مال بھی لے گئے۔ سولہ دن تک لگاتار سفر کرنے کے بعد شام کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے اور فوراً ان دونوں ملعونوں کی حاضری اور شناخت کرنے کی تدبیر پیدا کی۔ نور الدین نے اعلان کیا: مدینہ منورہ کا ہر شخص حاضر ہو اور سلطانی سخاوت میں سے اپنا حصہ آ کر لے۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد ہر شخص باری باری سلطان سے ملتا، وہ اس کو مالا مال کر کے رخصت کر دیتا مگر ان لوگوں میں وہ دونوں شکلیں نہ دکھائی دیں جو خواب میں دکھائی تھیں۔ نور الدین نے کہا: اہل شہر میں کوئی شخص بھی ہے، جو حاضر نہ ہوا ہو؟ لوگوں نے کہا: کوئی شخص باقی نہیں رہا لیکن دو عابد وزاہد جو مغرب کے رہنے والے ہیں باقی رہ گئے ہیں، یہ دونوں شب وروز عبادت میں مصروف رہتے ہیں، کسی سے بات چیت تک نہیں کرتے اور اس کے ساز وسامان سے ان کو دنیا سے کوئی تعلق نہیں اور اسی وجہ سے یہ دونوں حاضر نہ ہو سکے۔ نور الدین نے حکم دیا کہ ان دونوں کو بھی بلایا جائے! جب وہ دونوں سامنے آئے تو بادشاہ نے پہلی ہی نظر میں انہیں پہچان لیا کہ یہی وہ ہیں جن کی طرف خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا۔ نور الدین نے دریافت کیا: تم لوگ کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: حجرہ شریف کے مغربی جانب (اس وقت یہ مکان کھنڈر پڑا ہوا تھا) میں رہتے ہیں، اس مکان سے ایک کھڑکی مسجد کی دیوار میں چھپی ہوئی ہے۔ سلطان نے یہ معلوم کر کے ان کو تو وہیں چھوڑا اور خود اس مکان میں پہنچ گیا جس میں یہ دونوں مقیم تھے۔ دیکھا کہ ایک طاق میں دو قرآن مجید اور وعظ کی چند کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک طرف غرباء اور مساکین کے واسطے کچھ غلہ رکھا تھا، ان کے سونے کی جگہ ایک چٹائی پڑی تھی۔ سلطان نور الدین نے چٹائی کو اٹھایا تو وہاں سے ایک گہرا گڑھا برآمد ہوا جو خواب گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھودا ہوا تھا۔ اس کے ایک گوشہ میں ایک کنواں تھا جس میں گڑھے کی مٹی ڈالی جاتی تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ چمڑے کے تھیلے رکھے پائے گئے، رات کو مٹی ان میں بھر کر بقیع کے اطراف میں لے جا کر ڈالتے تھے، ان کو ڈرا دھمکا کر اس حرکت کا سبب دریافت کیا؟ تو ان کو ظاہر کرنا پڑا کہ ہم عیسائی ہیں اور نصاریٰ نے ہم کو مغربی حاجیوں کے لباس میں مال کثیر دے کر اس لئے بھیجا تھا کہ ہم کسی حیلہ سے حجرہ شریف میں داخل ہو کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ گستاخی کریں۔ جس رات میں یہ نقب قبر شریف کے قریب پہنچنے والی تھی، کثرت سے بادل آیا بارش ہونے لگی اور گرج و چمک سے زلزلہ عظیم پیدا ہو گیا۔ اس رات کی صبح کو سلطان نور الدین پہنچ گئے۔ ان باتوں کے سننے سے سلطان کی حالت غضب برانگیختہ ہو گئی، ساتھ ہی رقت بھی طاری ہو گئی۔ وہ بہت رویا اور حجرہ شریف کی جالی

مبارک کے نیچے ان دونوں پلیدوں کی گردن اڑا دی گئی اور دن کے آخری حصے میں ان کی منحوس لاشوں کو جلا کر خاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد حجرہ مبارک کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا، پھر سیسہ پگھلا کر اس خندق میں بھروا دیا تا کہ کسی مفسد وملعون کے لئے قبر شریف تک پہنچنا مشکل ہو جائے۔

دوسرا واقعہ:

ایک دوسری روایت میں ایک یہ واقعہ لکھا ہے جس کو ابن النجار نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے کہ بعض زندیق جو امراء عبیدیہ سے تعلق رکھتے تھے یہی لوگ مصر کے حاکم تھے اور حرمین شریفین کی ولایت بھی انہیں کے قبضہ تصرف میں تھی۔ تاریخ دانوں پر ان بدبختوں کی حالت واضح ہے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اجسام مبارک مصر میں منتقل کر لئے جائیں تو ساکنان مصر کے لئے ایک بڑی منقبت حاصل ہو جائے گی اور تمام دنیا کی مخلوق زیارت کے لئے اس ملک میں آنے لگے گی۔ حاکم مصر نے اس خیال محال کے پیش نظر ایک عظیم الشان عمارت اور اس کا شاندار احاطہ تعمیر کرایا۔ اس کے بعد اپنے ایک معتمد کو جس کو ابوالفتوح کہتے تھے، قبور شریف سے تینوں اجسام پاک کو نکال لانے کے لئے مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ اس شہر مبارک کے اکابرین اور باشندے ابوالفتوح کی آمد اور اس آمد کے مقصد سے پہلے ہی واقف ہو چکے تھے۔ پہلی ہی مجلس میں جب اس کو دیکھا تو ایک قاری نے اس آیت کریمہ کی تلاوت شروع کر دی:

"وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ○ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○"

"اگر وہ لوگ اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں بعد عہد کر لینے کے اور طعنہ ماریں تمہارے دین میں کفر کے سرداروں سے لڑو، بے شک ان کی قسم نہیں باقی رہی تا کہ وہ باز رہیں کیوں نہیں جہاد کرتے ہو تم اس قوم سے جنہوں نے توڑ ڈالا ان قسموں کو اور ارادہ کیا رسول کے نکالنے کا اگر تم ایمان والے ہو۔"

اس آیت کریمہ کو کچھ ایسی عظمت اور پرشکوہ انداز میں پڑھا کہ لوگوں میں ایک حرکت جذبہ پیدا ہو گیا، حاضرین مجلس نے ارادہ کیا کہ ابوالفتوح کو اسی وقت قتل کر دیں لیکن چونکہ اس شہر کی حکومت انہیں بدبختوں کے ہاتھوں میں تھی اس لئے قتل میں جلدی نہ کی۔ ابوالفتوح بھی خوفزدہ ہو گیا اور کہنے لگا: خدا کی قسم! اگر اس کام میں میرا سر بھی چلا جائے تو بھی میں راضی نہ ہوں گا اور اپنا ہاتھ قبر شریف کی طرف کبھی بھی دراز نہ کروں گا۔ اسی رات میں اتنی زبردست آندھی آئی جس سے ایسا محسوس ہونے لگا کہ کرۂ زمین اس شدت اور زور کے ہاتھوں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جائے گا۔ اونٹ اپنے پالانوں سمیت اور گھوڑے اپنی زین کے ساتھ گیند کی طرح ڈھلکتے تھے۔ ابوالفتوح نے جب یہ حالت دیکھی تو اس پر عبرت اور خوف کی کیفیت طاری ہو گئی۔ دل سے حاکم کا خوف جاتا رہا، وہ اپنے خیال بد سے قطعی طور پر باز رہا اور سلامتی اور نیک نیت کے ساتھ واپس چلا گیا۔

تیسرا واقعہ:

ریاض نضرہ میں محبّ طبری بیان کرتے ہیں کہ حلب کے رافضیوں کی ایک جماعت مدینہ منورہ کے امیر کے پاس آئی، یہ جماعت اپنے ساتھ قیمتی سامان اور قیمتی تحائف بھی لائی تھی۔ اس نے یہ چیزیں مدینہ کے امیر کی خدمت میں پیش کر دیں اور اس کے عوض میں امیر سے یہ طے کیا کہ حجرہ شریف میں یک طرف سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے جسموں کو نکال لے جائیں۔ مدینہ کے امیر نے اپنی مذہبی بے حسی اور حب دنیا کی وجہ سے اس بات کو قبول کر لیا اور انہیں اس بات کی اجازت دے دی۔ امیر مدینہ نے حرم شریف کے خادم کو حکم دیا کہ جب یہ جماعت آئے ان کے لئے حرم کا دروازہ کھول دینا اور اس میں یہ لوگ جو کام کرنا چاہیں مت منع کرنا۔ دربان کا بیان ہے کہ جب عشاء کی نماز ہو چکی اور سب دروازے بند ہو گئے تو چالیس آدمی کدال، شمع اور کھودنے کے اوزار لے کر آ گئے۔ یہ لوگ باب السلام کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے امیر کے حکم کے مطابق دروازہ کھول دیا اور ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا۔ میں روتا تھا اور دل میں سوچتا تھا کہ کب قیامت قائم ہوگی لیکن سبحان اللہ! ابھی یہ لوگ منبر شریف کے مقابل بھی نہیں پہنچے تھے کہ ان سب کو ان کے اسباب وآلات سمیت اس ستون کے نزدیک جو توسیع عثمان غنی کے قریب ہے، زمین نے نگل لیا۔ امیر مدینہ ان کی واپسی کا منتظر تھا، اس تاخیر کا سبب سوچ رہا تھا، اس نے مجھ کو بلایا اور پوچھا: جماعت کا کیا حال ہے؟ میں نے جو کچھ دیکھا صاف صاف بیان کر دیا۔ امیر نے کہا: کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے سوچ سمجھ کر بات کر؟ میں نے جواب دیا: آپ خود تشریف لے چلیں اور دیکھ لیں کہ خسف کا اثر اور بعض کپڑے جو قریب ہی اوپر تھے باقی ہیں۔

(ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب از صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۵)

مسجد نبوی کے تعمیری مراحل:

مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع مختلف ادوار میں مختلف طریقوں سے کی گئی۔ اس مسجد کے تعمیری مراحل کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا مرحلہ: ہجرت مدینہ اور قیام مدینہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس نفیس مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی۔ اس وقت مسجد کا رقبہ سوگز (۱۰۰) مربع کے قریب تھا۔

دوسرا مرحلہ: ۷ھ میں فتح خیبر سے واپسی پر مسجد نبوی کی توسیع کی گئی، مسجد سے متصل پلاٹ خرید کر اس میں شامل کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان ہوا کہ جو شخص یہ ملحقہ پلاٹ خرید کر مسجد میں شامل کرے گا اس کے لئے جنت ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ قطعہ زمین دس ہزار دینار میں خرید کر مسجد میں شامل کرایا۔

تیسرا مرحلہ: ۷ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم سے مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی، یہ تعمیر و توسیع جنوب شمال مغرب کی طرف سے ہوئی، ستونوں کو تبدیل کیا گیا، کھجور کے تنوں کی بجائے لکڑی کے ستون نصب کیے گئے۔ مشرقی جانب توسیع نہ کی گئی، کیونکہ اس طرف امہات المؤمنین کے حجرات تھے۔ یاد رہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسجد نبوی کی توسیع نہ ہو سکی۔

چوتھا مرحلہ: ۲۹ ھ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق توسیع مسجد عمل میں لائی گئی۔ اس کی وجہ نمازیوں کی کثرت اور مسجد کی تنگ دامنی تھی۔ اس اضافہ کی چوڑائی دوسو پچیس (۲۲۵) اور طول دوسو چالیس (۲۴۰) فٹ تھا۔ یہ کام دس ماہ میں پائے تکمیل کو پہنچا تھا۔

پانچواں مرحلہ: ۸۸ ھ میں ولید بن عبدالملک نے یہ توسیع کروائی تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے نگران تھے۔ اس موقع پر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرات اور اطراف کے مکانات خرید کر مسجد میں شامل کیے گئے تھے۔ ولید بن عبدالملک کی تحریک پر روم کے بادشاہ نے بھی اس توسیع میں حصہ لیا تھا، انہوں نے چالیس (۴۰) ماہر استاد فن قبطی، اسی ہزار (۸۰۰۰۰) دینار، چاندی کی زنجیریں، تجربہ کار معمار، مزدور، نقدی، سونا اور چاندی وغیرہ سے معاونت کی۔ یہ کام ۸۸ ھ میں شروع ہوکر ۹۱ ھ میں مکمل ہوا۔

چھٹا مرحلہ: ۱۶۱ ھ میں خلفاء عباسیہ نے مسجد نبوی کی توسیع وتعمیر کا کام شروع کیا، جو ۱۶۵ ھ میں پائے تکمیل کو پہنچا۔

ساتواں مرحلہ: ۱۵۴ ھ میں خلیفہ عباسی المعتصم میں مسجد نبوی کی توسیع کرائی، مسجد کے حصہ میں ایک قبہ تعمیر کرایا جس میں تبرکات نبوی اونی چادر، جبہ طیالسیہ، تہبند، غلاف کعبہ کے ٹکڑے، مصلی، جھنڈا اور ہتھیار وغیرہ رکھے گئے۔

آٹھواں مرحلہ: ۷۰۵ ھ میں ملک ناصر محمد بن قلادون نے تعمیری خدمات انجام دیں۔ ۷۲۹ ھ میں انہوں نے برآمدوں کا اضافہ کیا تھا۔

نواں مرحلہ: ۸۳۱ ھ میں ملک اشرف قائتبائی نے مسجد نبوی کی توسیع کروائی تھی۔

دسواں مرحلہ: ۸۵۳ ھ میں خلیفہ ظاہر کی طرف سے تعمیری کام ہوا اور بالخصوص چھتوں کی مرمت کا کام پائے تکمیل کو پہنچایا۔

گیارہواں مرحلہ: ۸۷۸ ھ میں ملک اشرف قائتبائی نے تعمیری کام کرایا، اسی موقع پر آتش زنی کا واقعہ پیش آنے کی وجہ سے تمام نقصان کی تلافی بھی کی، اس توسیع میں ایک لاکھ بیس ہزار دینار صرف ہوئے تھے۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرات کی دیواروں پر گنبد بنوائے، باب السلام کے سامنے مزید دو گنبد بنوائے اور باب الرحمت کا مینار بھی تعمیر کروایا گیا تھا۔

بارہواں مرحلہ: ۹۷۴ ھ میں سلطان سلمان نے مسجد کی دیواریں منقش کرائیں اور تزئین مسجد کی خدمت انجام دی۔

تیرہواں مرحلہ: ۹۸ ھ میں سلطان سلیم ثانی نے تعمیری کام کیا، حجرہ مقدسہ کا گنبد بنوایا اور آب زر سے گل کاری کرائی تھی۔

چودھواں مرحلہ: سلطان محمود نے حجرہ مقدسہ کے اوپر ایک قبہ تعمیر کرایا، اسے سبز رنگ کروایا اور اس وقت سے اسے گنبد خضراء کہا جاتا ہے۔

پندرھواں مرحلہ: ۱۲۶۵ ھ میں سلطان عبدالمجید نے مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع کروائی، باب مجیدی ان کے نام سے موسوم ہے، جدید ستون تیار کیے گئے، ستونوں کے نچلے حصوں پر سونے کے کڑے چڑھائے اور ستونوں کی تعداد دوسو چھیانوے (۲۹۶) تک پہنچی ہے۔

سولہواں مرحلہ: اس موقع پر فخری پاشا تعمیری خدمات انجام دیں، محراب نبوی پر کام کیا گیا، مسجد نبوی کے صحن والا کنواں بند کردیا

گیا اور اس کنویں کے پانی کو ''آب کوثر'' کا نام دیتے تھے۔

سترھواں مرحلہ: سعودی فرمانروا ملک عبدالعزیز نے تعمیری خدمات انجام دیں اور ستونوں کو سونے کے کڑے چڑھائے۔

اٹھارہواں مرحلہ: ۱۳۵۲ھ میں مصری حکومت کی طرف سے مسجد نبوی کی مرمت وتعمیر کی گئی اور حکومت مصر نے اپنے ملک کی سطح پر اس مقصد کے لئے فنڈ قائم کیا تھا۔

انیسواں مرحلہ: ۱۳۶۸ھ میں سعودی حکومت کی طرف سے مسجد نبوی کی توسیع کا اعلان ہوا، ۱۳۷۰ھ میں قدیم دیواریں منہدم کی گئیں اور ۱۳۷۳ھ میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

فائدہ نافعہ:

دور رسالت میں مسجد نبوی کا رقبہ ۲۴۷۵ مربع میٹر تھا، دور فاروقی میں گیارہ سو پانچ (۱۱۰۵) مربع میٹر کا اضافہ ہوا، دور عثمانی میں چار سو چھیانوے (۴۹۶) مربع میٹر کا اضافہ ہوا، دور ولید بن عبدالملک اموی میں تیرہ سو انہتر (۱۳۶۹) مربع میٹر کا اضافہ ہوا، خلیفہ مہدی عباسی کے دور میں دو ہزار چار سو پچاس (۲۴۵۰) مربع میٹر کا اضافہ ہوا، ملک اشرف قائتبائی کے دور میں ایک سو بیس (۱۲۰) مربع میٹر کا اضافہ ہوا، سلطان عبدالمجید عثمانی کے دور میں بارہ سو ترانوے (۱۲۹۳) مربع میٹر کا اضافہ ہوا اور سعودی دور حکومت میں چھ ہزار چوبیس (۶۰۲۴) مربع میٹر کا اضافہ ہوا۔ اب مسجد نبوی کا کل رقبہ سولہ ہزار تین سو ستائیس (۱۶۳۲۷) مربع میٹر سے زائد ہے۔ (ماخوذ از مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مصنف: علامہ منظور احمد شاہ، از صفحہ: ۱۴۱ تا ۱۴۷)

صفہ اور اصحابِ صفہ:

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایک حصہ میں ''صفہ'' نام سے ایک ادارہ (مدرسہ) قائم کیا، جس میں خود تشریف فرما ہو کر اپنے صحابہ کی تعلیم وتربیت فرماتے تھے، حاضرین یا طلباء کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی اور یہ تعداد چار سو تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ اصحابِ صفہ میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ، (۲) حضرت کعب بن عمر، (۳) حضرت عمیر بن عوف، (۴) حضرت حبیب بن سیان، (۵) حضرت ثوبان، (۶) حضرت عبداللہ بن انیس، (۷) حضرت معاذ بن حارث، (۸) حضرت جب بن جنادہ، (۹) حضرت ثابت بن ودیعہ، (۱۰) حضرت عتبہ بن مسعود، (۱۱) حضرت عدیم بن ساعد، (۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر، (۱۳) حضرت ابولبابہ، (۱۴) حضرت سلمان فارسی، (۱۵) حضرت سالم بن عمیر، (۱۶) حضرت حذیفہ بن یمان، (۱۷) حضرت مسطح بن اثاثہ، (۱۸) حضرت ابو درداء، (۱۹) حضرت سالم مولی ابوحذیفہ، (۲۰) حضرت عبداللہ بن زید، (۲۱) حضرت صفوان بن بیضا، (۲۲) حضرت عکاشہ بن محصن، (۲۳) حضرت ابو عبیس، (۲۴) حضرت حجاج بن عمر، (۲۵) حضرت خباب بن ارت، (۲۶) حضرت مسعود بن ربیع، (۲۷) حضرت عبداللہ بن مسعود، (۲۸) حضرت مقداد بن عمر، (۲۹) حضرت عمار بن یاسر، (۳۰) حضرت ابوعبیدہ عامر بن [illegible]، (۳۱) حضرت بلال بن رباح، (۳۲) حضرت صہیب بن سنان، (۳۳) حضرت زید بن خطاب، (۳۴) حضرت ابو

(۳۵) حضرت ابو کبشہ، (۳۶) حضرت ابوعبس، (۳۷) حضرت ابوعبس، (۳۸) حضرت اوس بن ثابت، (۳۸) حضرت مجذر بن ذیاد، (۳۹) حضرت عامر بن فہیرہ، (۴۰) حضرت ابو دجانہ، (۴۱) حضرت ذوالشمالین، (۴۲) حضرت ابوالہیثم، (۴۳) حضرت رافع بن معلی، (۴۴) حضرت سعد بن خیثمہ، (۴۵) حضرت عبداللہ بن رواحہ، (۴۶) حضرت عاصم بن ثابت، (۴۷) حضرت عبداللہ بن جحش، (۴۸) حضرت عویم بن ساعدہ، (۴۹) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ، (۵۰) حضرت ابو رویحہ، (۵۱) حضرت عباد بن بشر، (۵۲) حضرت ابوایوب، (۵۳) حضرت خالد بن زید، (۵۴) حضرت عتبان بن مالک، (۵۵) حضرت سلامہ بن سلامہ، (۵۶) حضرت مقداد وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یہ حضرات باقاعدگی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی فیضان حاصل کرتے پھر اپنے اہل وعیال، دوست واحباب اور ہر مسلمان تک فیض رسانی کی کوشش کرتے رہے۔ اسی ادارہ کا فیض ہے کہ آج بھی دنیا بھر کے ممالک کے ہر شہر بلکہ ہر محلہ میں ادارے قائم ہیں جن میں **قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم** کی صدائیں بلند ہورہی ہیں۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستون ہائے مبارکہ:

مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو اس کے متعدد ستون بھی بنائے گئے تھے، ان ستونوں میں سے چند ایک کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱- ستون حنانہ:

یہ وہ مقدس ستون ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، صحابہ کرام نے جب باہمی عقیدت ومحبت سے آپ کے لئے منبر تیار کیا، تو آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے، تو منبر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا، آپ نے اس سے فرمایا: اگر تو چاہتا ہے' تو تجھے دبا دیتے ہیں اور قیامت کے دن جنت میں جائے گا، اگر چاہتا ہے' تو تجھے اپنے مقام پر نصب کر دیتے ہیں، اس نے پہلی صورت پسند کی اور اسے دفن کر دیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ اس ستون نے اونٹنی کے بچہ کی طرح رونا شروع کر دیا تھا، جس کی آواز سب اہل مسجد نے اپنے کانوں سے سنی تھی۔

۲- ستون عائشہ:

یہ ستون" قرعہ" کے نام سے مشہور ہے، اس ستون کی فضیلت حدیث مبارکہ میں موجود ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد کے ایک ستون کے ساتھ زمین کا ایک ٹکڑا ہے کہ لوگوں کو اس کی عظمت وفضیلت کا پتہ چل جائے تو وہ اس مقام میں حاضر ہونے کے لئے باہم قرعہ اندازی کریں۔

۳- ستون ابی لبابہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلہ صحابہ میں سے ایک حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ تھے، ان سے نادانستہ طور پر ایک غلطی سرزد ہوگئی، جس کے سبب انہیں نہایت درجہ کی ندامت ہوئی، اس ندامت کی وجہ سے انہوں نے بطور مجرم اپنے آپ کو اس ستون

سے باندھ لیا، یہ اعلان کیا کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف نہیں کریں گے میں اپنی ذات کو آزاد نہیں کروں گا۔ اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں معاف کر دیا گیا۔

اپنی ذات کو ستون سے باندھتے وقت یہ اعلان کیا تھا: قسم بخدا! میں اس وقت تک اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا جب تک مجھے معاف نہیں کر دیا جاتا۔ چنانچہ آپ کو معاف کیا گیا تو آپ نے اپنے آپ کو آزاد تصور کیا۔

۴-ستون بسریر:

اس ستون کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی لگائی جاتی، جس پر آپ تکیہ لگا کر جلوہ افروز ہوتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں اعتکاف کرتے تو آپ کی چارپائی اسی ستون کے پاس بچھائی جاتی تھی جس پر آپ ایام اعتکاف گزارتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چارپائی سے اپنا چہرۂ انور گھر کی طرف نکالتے تو میں آپ کے سر اقدس میں کنگھی کر دیتی تھی۔

۵-ستون حرس:

لفظ حرس کا معنی ہے: نگرانی، حفاظت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس ستون کے پاس بیٹھ کر نگرانی کرتے اور نماز بھی عموماً یہیں ادا کرتے تھے، اسی وجہ سے اس ستون کا نام "ستون حرس" تجویز کیا گیا۔ اس ستون کو ستون علی بھی کہا جاتا ہے اور یہ ستون حجرہ مقدسہ کی جالیوں کے مقابل ہے۔

۶-ستون وفد:

اس ستون کو "ستون وفد" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس ستون کے پاس مختلف ممالک، خطوں اور مقامات سے آنے والے وفود سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کیا کرتے تھے۔ اس بارے میں ایک روایت یوں ہے: **یجلس الیھا الوفود العرب اذا جاء تہ** (وفاء الوفاء، ج:۲،ص:۴۴۹) عرب سے آنے والے وفود سے آپ بیٹھ کر ملاقات کرتے تھے۔

۷-ستون تہجد:

یہ وہ مقدس ستون ہے جس کے پاس کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو نماز تہجد ادا کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی اہتمام سے نماز تہجد شروع کر دی، آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو یہ نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا ہے تو آپ کی پیروی میں ہم نے بھی اس بابرکت نماز کا آغاز کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انی خشیت ان ینزل علیکم صلوۃ اللیل ثم لاتقومون علیھا۔** مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اسے ادا نہ کر سکو۔

۸-ستون جبریل:

یہ وہ مبارک ستون ہے جہاں کھڑے ہو کر اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرمایا کرتے تھے، اسی مقام پر

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے۔اسی مناسبت سے اس کا نام ''ستون جبرائیل علیہ السلام'' رکھا گیا ہے۔

ریاض الجنۃ کا مفہوم وفضیلت:

مسجد نبوی کے منبر شریف سے لے کر روضۂ رسول تک کے حصہ کو''ریاض الجنۃ'' کہا جاتا ہے اور اس نام کی متعدد وجوہات ہیں: (۱) جس طرح جنت میں باغات ہوں گے،اسی طرح زمین کا یہ حصہ بھی حصول سعادت اور نزول رحمت کا ذریعہ ہے۔(۲) اس حصہ میں نماز ادا کرنے سے اتنا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے گویا جنت میں نماز ادا کی گئی،اللہ تعالیٰ اس عبادت کو یقینی طور پر قبول کرتا ہے اور اس مقام پر مانگی گئی دعا کو قبول فرماتا ہے۔(۳) اس مقام پر نماز ادا کر کے جو بھی دعا کی جائے وہ بلا تاخیر قبول کی جاتی ہے۔

ریاض الجنۃ کی فضیلت کے حوالے سے بکثرت احادیث وارد ہیں،جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ

میرے گھر سے لے کر میرے منبر تک زمین کا ٹکڑا جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

۲-مابین المنبر وبیت عائشۃ روضۃ من ریاض الجنۃ .

میرے منبر سے لے کر عائشہ کے گھر تک جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

۳-مابین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ .

میری قبر انور سے لے کر میرے منبر تک جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

۴-مابین حجرتی ومصلائی روضۃ من ریاض الجنۃ .

میرے حجرہ سے لے کر میری جائے نماز (منبر) تک جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

فضائل مدینہ طیبہ

مدینہ طیبہ کی اشیاء کے لئے دعاء برکت:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قیام کے لئے مکہ معظمہ کا انتخاب فرمایا تھا،اسی طرح رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ کا انتخاب فرمایا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے بارے میں یوں دعا کی تھی: واجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات . ''اے اللہ!لوگوں کے دل اہل مکہ کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کا رزق عطا کر''۔

اس دعا کی تاثیر وقبولیت آج بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ دنیا بھر کے لوگ حج وعمرہ کی شکل میں اس مقدس شہر کی طرف آتے ہیں بلکہ دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور اس مقدس شہر میں دنیا بھر کے پھل بالکل تر وتازہ ہر موسم میں دستیاب ہوتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے مد اور صاع میں برکت عطا کرنے کی دعا اللہ تعالیٰ کے حضور کی تھی، جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی قبول کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکات آج بھی مدینہ طیبہ کی سرزمین میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے مد اور صاع میں برکت کی دعا فرمائی ہے، یہ دو پیمانے ہیں:

مد کی مقدار: دو رطل ہوتی ہے اور صاع کی مقدار چار رطل ہوتی ہے۔ دعاء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کا نتیجہ ہے کہ سرزمین مدینہ طیبہ میں قلیل کھانا کثیر افراد کے لئے کافی ہو جاتا ہے لیکن اس مقدس شہر سے باہر یہ بات دیکھنے میں یا سننے میں نہیں آئی۔

3850 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِیَادٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُبَاتَةَ یُوْنُسُ بْنُ یَحْیَی بْنِ نُبَاتَةَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُعَلّٰی عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کا ایک باغ ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

3851 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ کَامِلٍ الْمَرْوَزِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ الزَّاهِدُ عَنْ کَثِیْرِ بْنِ زَیْدٍ عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلَاةٍ فِیْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ

3850 - لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستة، ینظر (التحفة) (٤٦٣/٧) رقم (١٠٣٢٧)، (٤٥٥/١٠)، (١٤٩٣٩) عن ابی سعید بن المعلی عن علی و ابی هریرة.

3851 - لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستة، ینظر (تحفة الاشراف) (٤١٥/١٠) رقم (١٤٨١٠) من هذا طریق و من طریق حفص بن عاصم عن ابی هریرة او عن ابی سعید الخدری. اخرجه البخاری و مسلم بزیادة فی آخره و (ومنبری علی حوضی).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کا ایک باغ ہے۔

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی منقول ہے۔ میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ اور کسی بھی مسجد میں ایک ہزار نمازیں ادا کرنے سے بہتر ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر سند کے ہمراہ نقل کی ہے۔

شرح

مدینہ میں ریاض الجنۃ ہونا:

مدینہ طیبہ کی امتیازی شان عظمت کے حوالے سے کثیر امور ودلائل موجود ہیں لیکن ان میں سے دو نہایت درجہ کے اور بے مثل ہیں:

(۱) منبر نبوی سے لے کر حجرہ مقدس تک کا ٹکڑا جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ہے یعنی یہاں نماز ادا کرنے کا اتنا اجر وثواب دیا جاتا ہے گویا جنت میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کی ہو۔

(۲) روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقدس شہر میں ہے، جس کی عظمت وفضیلت بیت اللہ، بیت المعمور اور عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے۔

الغرض یہ شہر ہر لحاظ سے افضل واعلیٰ اور بے مثل ہے۔

ریاض الجنۃ کے تین مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(i) جس طرح جنت میں ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے، اسی طرح اس مقام پہ بھی رحمتوں کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(ii) زمین کے اس حصہ میں عبادت کرنے سے جنت میں عبادت کرنے کا اجر وثواب ملتا ہے۔

(iii) یہ حصہ جنت کا ٹکڑا ہے، جو دنیا میں اتارا گیا ہے اور قیامت کے دن اس کو پھر جنت میں شامل کیا جائے گا۔

3852 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ اَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَاِنِّيْ اَشْفَعُ لِمَنْ يَّمُوْتُ بِهَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْاَسْلَمِيَّةِ

3852 - اخرجه ابن ماجه (۱۰۳۹/۲) كتاب المناسك، باب: فضل المدينة رقم (۳۱۱۲).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص مدینہ منورہ میں فوت ہو سکتا ہو اسے وہیں فوت ہونا چاہیے کیونکہ جو شخص یہاں فوت ہوگا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

اس بارے میں سیدہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے جو ایوب سختیانی سے منقول ہے۔

3853 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

متنِ حدیث: اَنَّ مَوْلَاةً لَّهُ اَتَتْهُ فَقَالَتِ اشْتَدَّ عَلَيَّ الزَّمَانُ وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اَخْرُجَ اِلَى الْعِرَاقِ قَالَ فَهَلَّا اِلَى الشَّامِ اَرْضِ الْمَنْشَرِ اصْبِرِيْ لَكَاعِ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ صَبَرَ عَلٰى شِدَّتِهَا وَلَاْوَائِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا اَوْ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّسُفْيَانَ بْنِ اَبِيْ زُهَيْرٍ وَّسُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ان کی ایک کنیز ان کے پاس آئی اور بولی: میرے لئے (مدینہ منورہ میں) وقت گزارنا مشکل ہوتا جا رہا ہے میں یہ چاہتی ہوں کہ میں عراق چلی جاؤں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: تم شام کیوں نہیں چلی جاتی ہو؟ جو حشر و نشر کی سرزمین ہے اور تم صبر سے کام کیوں نہیں لیتی ہو؟ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص (مدینہ منورہ) کی شدت اور پریشانی پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ بنوں گا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) شفاعت کرنے والا بنوں گا۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت سفیان بن ابوزہیر رضی اللہ عنہ اور سیدہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

مدینہ میں موت اور قیام کی فضیلت:

اس بات میں علماء کا اجماع ہے کہ ہجرت نبوی سے قبل مکہ معظمہ تمام شہروں سے افضل تھا مگر ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ تمام

3853 - اخرجه احمد (۲/۱۵۵)، و مسلم (۲/۱۰۰٤)، كتاب الحج: باب: (الترغيب) في سكنى المدينة، و الصبر على لاوائها، حديث (۱۳۷۷-٤٨١) عن نافع عن ابن عمر.

شہروں سے برتر ہے۔ زیر بحث احادیث میں فضائل مدینہ طیبہ کے ضمن میں دو قسم کے لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے:

۱- وہ لوگ جو اس مقدس شہر میں وفات پا جائیں، انہیں شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی۔

۲- جو لوگ اس معزز شہر میں قیام پذیر ہوں، یہاں کی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہیں اور کسی بھی پریشانی کی صورت میں اپنے پروردگار کے حضور حرف شکایت زبان پر نہ لائیں تو انہیں بھی شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پروانہ ملے گا۔

فائدہ نافعہ

زندگی گزارنے کے لئے بہترین شہر مکہ معظمہ اور موت کے لئے بہترین شہر مدینہ طیبہ ہے۔

3854 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ اَخْبَرَنَا اَبِی جُنَادَةُ بْنُ سَلْمٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اٰخِرُ قَرْيَةٍ مِّنْ قُرَى الْاِسْلَامِ خَرَابًا الْمَدِيْنَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ جُنَادَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

قولِ امام بخاری: قَالَ تَعَجَّبَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ مِنْ حَدِيْثِ اَبِی هُرَيْرَةَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے' اسلامی شہروں میں سب سے آخر میں مدینہ منورہ بے آباد ہوگا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' ہم اسے صرف جنادہ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں' جسے انہوں نے ہشام سے نقل کیا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت پر بڑی حیرانگی ظاہر کی ہے۔

شرح

مدینہ طیبہ کا تا آخر باقی رہنا:

جب قیامت قریب آئے گی تو زمین کے مختلف حصے اور شہر صفحہ ہستی سے مٹنا شروع ہو جائیں گے، یکے بعد دیگرے سب شہر تباہ ہو جائیں گے مگر مدینہ طیبہ اس وقت بھی باقی رہے گا یعنی سب سے آخر میں ویران و معدوم ہونے والا شہر مدینہ طیبہ ہوگا۔ تادیر اس کی سلامتی اس کی فضیلت و عظمت کی وجہ سے ہوگی۔

3855 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ

3854 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (۲۵۷/۱۰) رقم (۱٤۱٦٦)، و ذكره الهندي في الكنز (۲۲٤/۱٤)، حديث (۳۸٤۹۳) و عزاه للترمذي عن ابي هريرة.

متن حدیث: اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاَصَابَهُ وَعْكٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَجَاءَ الْاَعْرَابِيُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقِلْنِیْ بَيْعَتِیْ فَاَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ الْاَعْرَابِيُّ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ اَقِلْنِیْ بَيْعَتِیْ فَاَبٰى فَخَرَجَ الْاَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِیْ خَبَثَهَا وَتَنْصَعُ طَيِّبَهَا

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا اسے بخار ہو گیا وہ دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور بولا: میری بیعت مجھے واپس کر دیں تو نبی اکرم ﷺ نے اسے انکار کر دیا تو وہ دیہاتی چلا گیا وہ پھر آپ ﷺ کے پاس آیا پھر بولا میری بیعت مجھے واپس کر دیں' نبی اکرم ﷺ نے انکار کر دیا پھر وہ (شہر مدینہ سے ہی) چلا گیا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ منورہ بھٹی کی طرح ہے' جو میل کچیل کو دور کر دیتی ہے' اور صاف ستھری چیز کو نکھار دیتی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث منقول ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے

شرح

سوال: بخار سے دوچار ہونے کے بعد بدو نے دو بار بیعت فسخ کرنے کا مطالبہ کیا، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیعت فسخ کرنے سے انکار کیوں کیا تھا؟

جواب: بیعت اسلام فسخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو مرتد ہونے کی اجازت دینا، جو درست نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو جنتی بنانے کے لئے تشریف لائے تھے نہ کہ جہنمی بنانے کے لئے۔

سوال: بخار آنے کی صورت میں جس بدو نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اسلام فسخ کرنے کا مطالبہ کیا تھا، اس کا نام کیا تھا؟

جواب: بقول علامہ زمخشری اس بدو کا نام ''قیس بن ابی حازم'' تھا لیکن جمہور محدثین اس کو تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ ''قیس بن ابی حازم'' مشہور تابعی ہیں۔

سوال: مدینہ طیبہ کو بھٹی کے ساتھ تشبیہ کیوں دی گئی ہے؟

3855- اخرجه البخاری (۱۳/۲۱۲): کتاب الاحکام: باب: بیعة الاعراب رقم (۷۲۰۹)، (۱۳/۳۱۵): کتاب الاعتصام: باب: ما ذکر النبی صلی الله علیه وسلم و حض علی اتفاق اهل العلم- رقم (۷۳۲۲)، و مسلم (۲/۱۰۰۶): کتاب الحج: باب: المدینة تنفی شرارها رقم (۴۸۹/۱۳۸۳) کلهم من طریق مالک عن محمد بن المنکدر عنه به

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح بھٹی میں کسی دھات کو ڈالا جائے وہ اس کے میل کچیل کو الگ کر کے دھات کو صاف ستھرا کر دیتی ہے، بالکل اسی طرح مدینہ طیبہ کفار و منافقین اور گستاخ لوگوں کو قبول نہیں کرتا بلکہ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ وہ بدقسمت لوگ اس سرزمین سے ازخود نکل جاتے ہیں۔

3856 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لَوْ رَاَيْتُ الظِّبَاءَ تَرْتَعُ بِالْمَدِينَةِ مَا ذَعَرْتُهَا اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَاَنَسٍ وَاَبِي اَيُّوبَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَسَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ وَجَابِرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسَى: حَدِيثُ اَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ سعید بن مسیب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر میں مدینہ منورہ میں کسی ہرن کو چلتا ہوا دیکھوں تو میں اسے خوفزدہ نہیں کروں گا' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس کے دونوں کناروں کی درمیانی جگہ حرم ہے۔

اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ' حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایات منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مدینہ طیبہ حرم ہونا:

حرم مکہ کی طرح حرم مدینہ بھی محترم و قابل ادب ہے لیکن دونوں حرموں کے احکام مختلف ہیں۔ حرم مکہ میں شکار منع ہے لیکن حرم مدینہ میں جائز ہے مگر ادب واحترام واجب ہے۔

سوال: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حرم مکہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرنوں کا شکار کرنا، ناپسند کیا تھا؟

جواب: ناپسند کرنا، جانوروں پر شفقت و مہربانی کی وجہ سے تھا نہ کہ حرم مکہ کی طرح حرم قرار دینے کی وجہ سے تھا، حرم نبوی یا حرم مدینہ کا مطلب ہے: قابل احترام، معزز۔ دونوں حرموں کا احترام یکساں ہے مگر شرعی احکام مختلف ہیں۔ احناف کا اس سلسلہ میں موقف یہ ہے کہ حرم مکہ کی طرف حرم مدینہ میں شکار کرنا اور گھاس کاٹنا حرام نہیں ہے بلکہ خلاف اولیٰ ہے۔

3857 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ ح وحَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ

3856۔ اخرجه البخاری (۱۰۷/۴) كتاب فضائل المدينة: باب: لابتي المدينة، رقم (۱۸۷۳)، و مسلم (۱۰۰۰/۲) كتاب الحج، باب: فضل المدينة و دعاء النبي صلى الله عليه وسلم فيها بالبركة، رقم (۴۷۱، ۱۳۷۲/۴۷۲).

اَبِیْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّىْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ''احد'' پہاڑ آیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے' اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی):

''اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا میں اس (مدینہ منورہ) کے دونوں کناروں کے درمیان کو حرام قرار دیتا ہوں''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

احد پہاڑ کی فضیلت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس شہر کی ہر چیز قابل احترام اور معزز و محترم ہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ احد پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے، احد پہاڑ پر نظر پڑی تو آپ نے فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ محبت کرنے کے لئے شئی کا ذی روح اور ذی شعور ہونا ضروری ہے۔ جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ جب نظر نبوت جمادات پر پڑتی ہے' تو ان میں روح پیدا ہو جاتی ہے، وہ باشعور بھی ہو جاتے ہیں اور ان میں عقیدت و محبت کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے۔

3858 سند حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عِيْسَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَامِرِيِّ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَىَّ اَىَّ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ نَزَلْتَ فَهِىَ دَارُ هِجْرَتِكَ الْمَدِيْنَةِ اَوِ الْبَحْرَيْنِ اَوْ قِنَّسْرِيْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْفَضْلِ بْنِ مُوْسٰى تَفَرَّدَ بِهِ

3857 - اخرجه البخاری (۹۸/۶): كتاب الجهاد و السير: باب: فضل الخدمة فى الغزو، رقم (۲۸۸۹)، (۴۶۹/۶): كتاب احاديث الانبياء: باب: حدثنا موسى بن اسماعيل، رقم (۳۳۶۷)، (۴۳۶/۷): كتاب المغازى: باب: احد جبل يحبنا و نحبه، رقم (۴۰۸۴)، (۳۱۶/۱۳) كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة: باب: ما ذكر النبى صلى الله عليه وسلم و حض على اتفاق اهل العلم، رقم (۷۳۳۳)، و مسلم (۹۹۳/۲): كتاب الحج: باب: فضل المدينة، رقم (۱۳۶۵/۴۶۲).

3858 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۴۳۵/۲) رقم (۳۲۴۱)، و اخرجه الحاكم فى المستدرك (۳۰۲/۳)، وقال: صحيح الاسناد و لم يخرجاه.

اَبُو عَمَّارٍ

◆◆ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ بات وحی کی ہے: ان تین جگہوں میں سے جہاں بھی تم پڑاؤ کرو گے وہی تمہارا دارالہجرت ہوگا۔ مدینہ، بحرین، قنسرین۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف فضل بن موسیٰ نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں' ابوعمار راوی نے اسے نقل کرنے میں تفرد کیا ہے۔

3859 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَصْبِرُ عَلٰى لَاْوَاءِ الْمَدِيْنَةِ وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا اَوْ شَفِيْعًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: قَالَ وَصَالِحُ بْنُ اَبِىْ صَالِحٍ اَخُوْ سُهَيْلِ ابْنِ اَبِىْ صَالِحٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مدینہ منورہ کی سختی اور شدت پر جو شخص صبر سے کام لے گا میں قیامت کے دن اس کے لئے شفاعت کرنے والا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) گواہ ہوں گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''حسن غریب'' ہے۔

صالح بن ابوصالح نامی راوی سہیل بن ابوصالح کے بھائی ہیں۔

شرح

مدینہ طیبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہونا:

مکہ معظمہ میں تحریک اسلامی کے دوران جب کفار مکہ نے بانی اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عرصہ حیات تنگ کر دیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین شہروں میں سے ایک شہر کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی گئی: (۱) مدینہ طیبہ، (۲) بحرین، (۳) قنسرین (ملک شام کے شہر کا نام ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے اور مدینہ طیبہ آپ کی ہجرت گاہ قرار پایا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین شہروں کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تھا، بیک وقت تینوں کی طرف ہجرت کرنا ممکن نہیں تھا اور مدینہ طیبہ کی تخصیص کرنا خلاف وحی ہے؟

جواب: بیشک وحی میں تین شہروں کا تذکرہ تھا، ان میں سے کسی ایک کی تخصیص نہیں تھی مگر مدینہ طیبہ کی تخصیص کرنا اور اس کی

3859۔ اخرجه مسلم (۱۰۰۴/۲، ۱۰۰۵): كتاب الحج: باب: (الترغيب) في سكنى المدينة و الصبر على لا و انها، رقم (۴۸۴، ۱۳۷۷/۴۸۴)

طرف عازم ہجرت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف عازم ہجرت ہوتے وقت استخارہ کیا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی ہو۔

بَابُ فِیْ فَضْلِ مَکَّۃَ

باب 62: مکہ مکرمہ کی فضیلت

3860 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِیِّ ابْنِ حَمْرَاءَ الزُّهْرِیِّ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنَّكِ لَخَیْرُ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا اَنِّیْ اُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ صَحِیْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ یُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ نَحْوَهٗ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِیْثُ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِیِّ ابْنِ حَمْرَاءَ عِنْدِیْ اَصَحُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! (اے مکہ!) تو اللہ کی زمین میں' اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے' اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جا رہا ہوتا تو میں (تجھے چھوڑ کر) نہ جاتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

اس روایت کو یونس نے زہری کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

محمد بن عمرو ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

زہری نے ابوسلمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ' کے حوالے سے' جو روایت نقل کی ہے وہ میرے نزدیک زیادہ مستند ہے۔

3861 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا الْفُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَیْمٍ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ وَّاَبُو الطُّفَیْلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: لِمَكَّۃَ مَا اَطْیَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَّاَحَبَّكِ اِلَیَّ وَلَوْلَا اَنَّ قَوْمِیْ اَخْرَجُوْنِیْ مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَیْرَكِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3860 - اخرجه ابن ماجه (۱۰۳۶/۲): كتاب المناسك: باب: فضل مكة: رقم (۳۱۰۸).

3861 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (۴۲۱/۴) رقم (۵۵۳۹)، و اخرجه الحاكم في المستدرك (۴۸۶/۱)، و قال صحيح الاسناد و لم يخرجاه عن ابن عباس.

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے ارشاد فرمایا: تو کتنا بہترین شہر ہے اور مجھے کتنا پسند ہے؟ اگر مجھے میری قوم نے تجھ سے نہ نکالا ہوتا تو میں تیرے علاوہ کہیں اور نہ ٹھہرتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

مکہ معظمہ کی فضیلت:

ابتداءً مکہ ''کعبۃ اللہ'' کی عمارت کو کہا جاتا تھا مگر بعد میں پورے شہر کو مکہ کہا جانے لگا۔ قدیم مکہ معظمہ حجاز مقدس کے جنوبی حصہ میں واقع ہے، جو سطح سمندر سے تین سو تیس (۳۳۰) کلومیٹر بلند ہے اور یہ شہر شرقاً غرباً تین (۳) کلومیٹر طولاً اور شمالاً وجنوباً ڈیڑھ (1-1/2) کلومیٹر عرضاً پھیلا ہوا ہے۔

اس مقدس شہر کے شمال میں جبل قعیقعان اور شعب بنی عامر ہیں، جنوب میں جبل حدیدہ، جنوب مغرب میں جبل عمر اور جنوب میں غار ثور ہے۔ مکہ معظمہ دنیا بھر کا محبوب ترین شہر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی تعمیر کے لئے اس کا انتخاب فرمایا۔ احادیث باب میں مکہ معظمہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

قیام مکہ میں افضل یا مدینہ طیبہ میں؟:

مکہ معظمہ میں قیام افضل ہے یا مدینہ طیبہ میں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ جمہور آئمہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابودرداء، حضرت جابر، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا مؤقف ہے کہ مکہ معظمہ میں قیام افضل ہے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(i) مکہ معظمہ میں عبادت کا اجر وثواب مدینہ طیبہ سے زیادہ بیان کیا گیا ہے۔

(ii) مکہ مکرمہ روئے زمین کے تمام شہروں سے افضل واعلیٰ ہے۔

(iii) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عازم ہجرت ہوتے وقت فرمایا تھا: اے مکہ! تو میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے مجبور نہ کرتی تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔

۲۔ بعض فقہاء حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد، بعض حنابلہ اور صاحبین کے نزدیک مکہ مکرمہ میں قیام مستحب ہے جبکہ مستقل قیام مکروہ ہے، کیونکہ طویل قیام مکہ ذوق عبادت اور احترام بیت اللہ میں کمی کا سبب بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا مدینہ طیبہ میں قیام افضل ہے۔

ان کی دوسری دلیل یہ ارشاد نبوی ہے: **اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ** ۔ اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں رکھی ہیں، ان سے دوگنی برکتیں مدینہ کو عطا کر۔

بَابُ فِیْ فَضْلِ الْعَرَبِ

باب 63: عربوں کی فضیلت کا بیان

3862 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْأَزْدِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَلْمَانُ لَا تَبْغَضْنِي فَتُفَارِقَ دِينَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أَبْغَضُكَ وَبِكَ هَدَانَا اللَّهُ قَالَ تَبْغَضُ الْعَرَبَ فَتَبْغَضُنِي

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَدْرٍ شُجَاعِ بْنِ الْوَلِيدِ

قولِ امام بخاری: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَعِيلَ يَقُولُ أَبُو ظَبْيَانَ لَمْ يُدْرِكْ سَلْمَانَ مَاتَ سَلْمَانُ قَبْلَ عَلِيٍّ

◆◆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے سلمان! تم مجھ سے بغض نہ رکھنا ایسا نہ ہو کہ تم اپنے دین سے الگ ہو جاؤ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم عربوں سے بغض رکھو گے تو مجھ سے بھی بغض رکھو گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' ہم اسے صرف ابوبدر شجاع بن ولید نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ابوظبیان نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ہوا تھا۔

3863 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عُمَرَ الْأَحْمَسِيِّ عَنْ مُخَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِي وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِي

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حُصَيْنِ بْنِ عُمَرَ الْأَحْمَسِيِّ عَنْ مُخَارِقٍ

3862- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (٣٦/٤) رقم (٤٤٨٨) واخرجه الحاكم في المستدرك (٨٦/٤)، وقال صحيح الاسناد لم يخرجاه، عن سلمان.

3863- لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (التحفة) (٢٥٧/٤) رقم (٩٨١١) واخرجه احمد (٧٢/١) عن طارق بن شهاب عن عثمان بن عفان.

توضیح راوی: وَلَيْسَ حُصَيْنٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ بِذَاكَ الْقَوِيِّ

◆◆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص عربوں کے ساتھ خیانت کرے گا' وہ میری شفاعت کے مستحقین میں داخل نہیں ہوگا' اور میری محبت اسے نصیب نہ ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف حصین بن عمر احمسی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

محدثین کے نزدیک حصین نامی راوی زیادہ مستند نہیں ہیں۔

3864 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِى رَزِيْنٍ عَنْ اُمِّهٖ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَتْ اُمُّ الْحُرَيْرِ اِذَا مَاتَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ اشْتَدَّ عَلَيْهَا فَقِيْلَ لَهَا اِنَّا نَرَاكِ اِذَا مَاتَ رَجُلٌ مِّنَ الْعَرَبِ اشْتَدَّ عَلَيْكِ قَالَتْ سَمِعْتُ مَوْلَاىَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ هَلَاكُ الْعَرَبِ

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِى رَزِيْنٍ وَّمَوْلَاهَا طَلْحَةُ بْنُ مَالِكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ حَرْبٍ

◆◆ محمد بن ابورزین اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' سیّدہ اُمّ حریر رضی اللہ عنہا کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی عرب فوت ہوتا تھا' تو انہیں بڑی تکلیف ہوتی تھی ان سے کہا گیا: ہم نے آپ کو دیکھا کہ جب کوئی عرب شخص فوت ہوتا ہے' تو اس سے آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی تو انہوں نے جواب دیا: میں نے اپنے آقا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی عربوں کا ہلاک ہو جانا ہے۔

محمد بن ابورزین بیان کرتے ہیں: اس نے خاتون کے آقا حضرت طلحہ بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف سلیمان بن حرب کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

3865 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْاَزْدِىُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِى اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِى اُمُّ شَرِيْكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ حَتّٰى يَلْحَقُوْا بِالْجِبَالِ. قَالَتْ اُمُّ شَرِيْكٍ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيْلٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

3864 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة، ينظر (تحفة الاشراف) (٢٢٣/٤) رقم (٥٠٢٢)، و ذكره المتقى الهندي في كنز العمال (٢٢٠/١٤)، حديث (٣٨٤٧١) و عزاه للترمذي عن طلحة بن مالك.

3865 - اخرجه مسلم (٢٢٦٦/٤): كتاب الفتن و اشراط الساعة: باب: في بقية من احاديث الدجال، رقم (٢٩٤٥/١٢٥)، و احمد (٤٦٢/٦).

◆◆ ابوزبیر بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' سیدہ اُم شریک رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ حدیث سنائی تھی: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب لوگ دجال سے بچنے کے لئے بھاگیں گے اور پہاڑوں تک چلے جائیں گے سیدہ اُم شریک رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ عرب اس زمانے میں کہاں ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس وقت ان کی تعداد بہت تھوڑی ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3866 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ بَصْرِيٌّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَامٌ اَبُو الْعَرَبِ وَيَافِثُ اَبُو الرُّومِ وَحَامٌ اَبُو الْحَبَشِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَّيُقَالُ يَافِثُ وَيَافِتُ وَيَفَثُ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سام' عربوں کے جدامجد ہیں' یافث' رومیوں کے جدامجد ہیں' حام' حبشیوں کے جدامجد ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ایک قول کے مطابق (نام) یافث' یافت' یا یفث ہے۔

شرح

فضائلِ عرب:

عرب سے مراد وہ لوگ ہیں جو جزیرۃ العرب کے باشندے ہیں، وہ خواہ شہروں کے رہنے والے ہوں یا دیہاتوں کے مگر دیہاتی لوگوں کو بدو کہا جاتا ہے۔ اس کی ضد عجم ہے، اس سے مراد غیر عرب لوگ ہیں۔ چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں، اس لئے اہل عرب کو عجم پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔

احادیث باب میں مختلف انداز سے عرب (اہل عرب) کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے

☆ جس طرح عرب سے عقیدت ومحبت مفضی الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوسکتی ہے، اسی طرح ان سے بغض وعداوت بھی مفضی الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوسکتی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ کے سبب اہل عرب سے بغض وعداوت کرنے سے احتراز اور عقیدت ومحبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عرب سے عداوت وبغض دین ودنیا کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

3866- اخرجه احمد (٥/ ٩- ١٠) عن قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب فذكره.

فائدہ نافعہ

ایک مشہور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وجوہات کی بنا پر اہل عرب سے محبت کرنے کا حکم دیا: (۱) میں عربی ہوں۔ (۲) قرآن عربی زبان میں ہے۔ (۳) اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔

☆ کسی بھی معاملہ میں کسی بھی قوم یا شخص کو دھوکہ دینا حرام ہے، اس سے اپنے دامن کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ تاہم قرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب اہل عرب کو دھوکہ دینا زیادہ بدبختی ہے اور ایسا انسان قیامت کے دن شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا۔ اہل عرب سے دھوکہ باز قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی محبت سے بھی محروم رہے گا۔

☆ قرب قیامت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ اہل عرب میں بکثرت ہلاکت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یہ ہلاکت کا سلسلہ قدرتی اموات کے باعث بھی ہو سکتا ہے اور جنگ و جدال کے سبب بھی۔ زمانہ قدیم کی نسبت دور حاضر میں اہل عرب کے ہاں شرح اموات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اس کا اندازہ حج یا عمرہ کے موقع پر ہر نماز کے بعد نماز جنازہ کے اعلانات اور نماز جنازہ کی ادائیگی سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں: جب عرب ختم ہو جائیں گے تو دنیا میں فساد ہوگا، کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا روئے زمین پر نہیں ہوگا اور پھر قیامت برپا ہو جائے گی۔

☆ قرب قیامت کے وقت بطور علامت دجال کا خروج ہوگا، جو اہل عرب میں ہلاکت و تباہی کا بازار گرم کرے گا، اہل عرب اقل قلیل باقی رہ جائیں گے، جو دشمن دجال کا مقابلہ اور دین اسلام کی حفاظت کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے۔

☆ طوفان نوح کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کے چار لڑکے تھے، جن میں سے تین مسلمان تھے جبکہ ایک غیر مسلم، تینوں مسلمان آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے، پھر دنیا میں آبادی ان تینوں سے پھیلی۔ سام بن نوح اہل عرب کے جد امجد بنے جبکہ حام بن نوح اہل حبش اور یافث بن نوح اہل روم کے جد امجد قرار پائے۔

مزید فضائل عرب:

مذکورہ احادیث کے علاوہ مزید اہل عرب کی فضیلت میں روایات وارد ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

لما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم ارتدت العرب الا ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجد المدينة والبحرين. (فضائل الصحابہ للطبرانی، رقم الحدیث ۱۵۱)

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو تمام اہل عرب مرتد ہو گئے سوائے تین مساجد کے: (۱) مسجد حرام، (۲) مسجد نبوی، (۳) بحرین۔

۲- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

قال معاوية لاصحابه: من اشعر العرب؟ قال: قالوا: بنو فلان قال: ان اشعر العرب للزرق من

بنی قیس بن ثعلبة فی اصول العرفج، قالوا: ثم من؟ قال: ثم الصفر ومن بنی النجار المتعرفة اعضادهم فی اصول الفسیل . (فضائل الصحابة للشیبانی، رقم الحدیث ۱۵۱۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں سے دریافت کیا: اہل عرب میں سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: فلاں قبیلہ کا شخص، آپ نے فرمایا: عرب کا سب سے بڑا شاعر بنو قیس بن ثعلبہ ہے، جو عرفج کی نسل سے ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا: پھر کون ہے؟ فرمایا: پھر بنو نجار کے صفر، جن کی شاخیں فسیل کی نسل میں پھیلی ہوئی ہیں۔

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم: من اكرم الناس؟ فقال: اتقاهم، قالوا: ليس عن هذا نسئلك قال: فيوسف نبي الله ابن نبي الله بن خليل الله، قالوا: ليس عن هذا نسئلك، قال: فعن معادن العرب تسئلوني؟ خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام اذا فقهوا . (رقم الحديث ۱۵۱۸)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: جوان میں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہم نے اس بارے میں آپ سے سوال نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: پھر یوسف علیہ السلام جو خدا کے اس پیغمبر (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے بیٹے جو خلیل اللہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے صاحبزادے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے اس بارے میں بھی آپ سے سوال نہیں کیا، تو آپ نے فرمایا: تم نے خاندان عرب کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا ہے؟ جو زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سوجھ بوجھ رکھتے ہوں۔

۴-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خيار الناس في الجاهلية، خيارهم في الاسلام اذا فقهوا . (ایضاً:۱۵۲۱)

جو لوگ زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے، وہی زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کو سمجھیں۔

۵-حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتسبوا مضر فانه كان على دين ابراهيم، وان اول من غير دين ابراهيم لعمرو بن لحي بن قمعة خندف، وقال: رأيته يجر قصبه في النار .

مضر کو برا مت کہو، کیونکہ یہ دین ابراہیم علیہ السلام پر ہیں، وہ شخص جس نے سب سے پہلے دین ابراہیم کو تبدیل کیا وہ عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس شخص کو جہنم میں دیکھا جو اپنی آنتیں کھینچ رہا تھا۔

ان احادیث وروایات سے اہل عرب کی عظمت وفضیلت ثابت ہوتی ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اہل عرب سے تعلق رکھتے ہیں۔

بَابُ فِي فَضْلِ الْعَجَمِ

باب 64: عجمیوں کی فضیلت

3867 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ اَبِىْ صَالِحٍ مَوْلٰى عَمْرِو ابْنِ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: ذُكِرَتِ الْاَعَاجِمُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنَا بِهِمْ اَوْ بِبَعْضِهِمْ اَوْثَقُ مِنِّىْ بِكُمْ اَوْ بِبَعْضِكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ بَكْرِ ابْنِ عَيَّاشٍ وَّصَالِحُ بْنُ اَبِىْ صَالِحٍ هٰذَا يُقَالُ لَهٗ صَالِحُ بْنُ مِهْرَانَ مَوْلٰى عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عجمیوں کا تذکرہ کیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے ان میں سے بعض لوگوں پر تم سے زیادہ اعتماد ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تم لوگوں سے زیادہ اعتماد ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے، ہم اسے صرف ابوبکر بن عیاش نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

صالح بن ابوصالح نامی راوی صالح بن مہران ہیں' جو عمرو بن حریث کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

3868 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِىْ ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ الدِّيْلِيُّ عَنْ اَبِى الْغَيْثِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُنْزِلَتْ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَتَلَاهَا فَلَمَّا بَلَغَ (وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ) قَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِنَا فَلَمْ يُكَلِّمْهُ قَالَ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ فِيْنَا قَالَ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ عَلٰى سَلْمَانَ فَقَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

توضیحِ راوی: وَاَبُو الْغَيْثِ اسْمُهٗ سَالِمٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُطِيْعٍ مَدَنِيٌّ

3867 - لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، ينظر (التحفة) (١٠/١١٤) رقم (١٣٥٠٢) عن ابى هريرة.

3868 - اخرجه البخارى (٨/٥١٠): كتاب التفسير: باب: قوله تعالى: (و آخرين منهم لما يلحقوا بهم) (الجمعة: ٣) تفسير سورة الجمعة، رقم (٤٨٩٧) و طرفه في (٤٨٩٨)، و مسلم (١٩٧٢/٤ - ١٩٧٣): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل فارس، رقم (٢٥٤٦/٢٣١ - ٢٣٠)، و احمد (٤١٧/٢).

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورۂ جمعہ نازل ہوئی اس وقت ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تلاوت کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت تک پہنچے۔

''اوران میں سے بعد میں آنے والے لوگ، جوابھی ان کے ساتھ شامل نہیں ہوئے''۔

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بعد میں آنے والے لوگوں سے مراد کون سے لوگ ہیں؟ جوہم سے نہیں ملے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان موجود تھے، راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے' اگر ایمان ثریا (ستارے) پر (موجود) ہو' توان لوگوں میں سے کچھ لوگ وہاں تک بھی پہنچ جائیں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

ابوالغیث نامی راوی کا نام سالم ہے۔ یہ عبداللہ بن مطیع مدنی کا آزاد کردہ غلام ہے۔

شرح

اہل عجم کی فضیلت:

عرب کی ضد عجم ہے، جنس عرب کو جنس عجم پر فضیلت حاصل ہے مگر عجم کے بعض افراد کو عرب کے بعض افراد پر فضیلت و برتری ہوسکتی ہے۔ پہلی حدیث باب میں بعض اہل عرب کے مقابل بعض اہل عجم پر زیادہ اعتماد واعتبار کا اظہار کیا گیا ہے، اس سے اہل عجم کی جزوی فضیلت و برتری بیان کرنا مقصود ہے۔

دوسری حدیث باب میں اہل عرب پر بعض اہل عجم علماء کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ثریا سے بطور کنایہ مصائب ومشکلات مراد ہیں، ورنہ ثریا ستاروں کے پاس نہ کوئی آبادی ہے، نہ کوئی علمی ادارہ ہے اور نہ علماء وفضلاء ہیں۔ جمہور محدثین کے نزدیک اس حدیث کے مصداق امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ آپ فارسی الاصل والنسل تھے۔ اپنے درجہ کے اعتبار سے آپ کو اہل العرب و اہل العجم سب پر برتری حاصل ہوئی ہے اور آپ کی فقہ کو پوری روئے زمین میں برتری حاصل ہے۔

بَابُ فِي فَضْلِ الْيَمَنِ

باب 65: یمن کی فضیلت

3869 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ زِيَادٍ الْقَطَوَانِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

3869- اخرجه احمد (۱۸۵/۵) عن انس عن زيد بن ثابت.

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَظَرَ قِبَلَ الْیَمَنِ فَقَالَ اللّٰھُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِھِمْ وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُہٗ مِنْ حَدِیْثِ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ

◄► حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف منہ کر کے دعا کی۔

''اے اللہ! ان لوگوں کے دلوں کو (اسلام کی طرف پھیر دے) اور ہمارے لئے ہمارے صاع اور مد میں برکت پیدا کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف عمران القطان نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

3870 سند حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَتَاکُمْ اَھْلُ الْیَمَنِ ھُمْ اَضْعَفُ قُلُوْبًا وَّاَرَقُّ اَفْئِدَۃً الْاِیْمَانُ یَمَانٍ وَّالْحِکْمَۃُ یَمَانِیَۃٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل یمن تمہارے پاس آ رہے ہیں جو بڑے نرم دل اور مہربان طبیعت کے مالک ہیں ایمان یمنی ہے حکمت یمنی ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3871 سند حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَۃُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْیَمَ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اَلْمُلْکُ فِیْ قُرَیْشٍ وَّالْقَضَاءُ فِی الْاَنْصَارِ وَالْاَذَانُ فِی الْحَبَشَۃِ وَالْاَمَانَۃُ فِی الْاَزْدِ یَعْنِی الْیَمَنَ

3870 - لم یخرجہ من ھذا الطریق سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستۃ. ینظر (التحفۃ) (۱۰/۱۱)، رقم (۱۵۰۱۷) والحدیث اخرجہ البخاری (۷/۷۰۱). کتاب المغازی: باب: قدوم الاشعریین و اھل الیمن، رقم (۴۳۸۸). (۴۳۹۰)، و مسلم (۱/۲۰۲، ۲۰۴ - الابی) کتاب الایمان: باب: تفاضل اھل الایمان و رجحان اھل الیمن فیہ، رقم (۸۴، ۵۲/۹۰) من طریق اخری بہ

3871 - لم یخرجہ سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستۃ. ینظر (تحفۃ الاشراف) (۱۱/۹۱) رقم (۱۵۴۶۱)، و ذکرہ الھیثمی مجمع الزوائد (۴/۱۹۵)، و عزاہ لاحمد، وقال: و رجالہ ثقات.

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ اَبِی مَرْيَمَ الْاَنْصَارِيّ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بادشاہت قریش میں ہوگی قضا کا محکمہ انصار میں ہوگا' اذان حبشہ میں ہوگی اور امانت ''ازد'' (قبیلے) 'یعنی یمن میں ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' منقول ہے' تاہم یہ ''مرفوع'' روایت کے طور پر نہیں ہے' اور یہ روایت زید بن حباب سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

3872 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ حَدَّثَنِی عَمِّی صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الْكَبِيْرِ بْنِ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ حَدَّثَنِی عَمِّی عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلْاَزْدُ اُسْدُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ يُرِيْدُ النَّاسُ اَنْ يَّضَعُوْهُمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يَّرْفَعَهُمْ وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَّقُوْلُ الرَّجُلُ يَا لَيْتَ اَبِی كَانَ اَزْدِيًّا يَا لَيْتَ اُمِّی كَانَتْ اَزْدِيَّةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَرُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ اَنَسٍ مَّوْقُوْفًا وَّهُوَ عِنْدَنَا اَصَحُّ

◆◆ حضرت انس بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ازد (یعنی یمنی لوگ) زمین میں اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں۔ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں پست کر دیں' جبکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انہیں سربلندی عطا کرے' عنقریب لوگوں پر وہ زمانہ آئے گا' جب کوئی شخص یہ کہے گا: اے کاش! میں یمنی ہوتا اے کاش میری ماں یمنی ہوتی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے' ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

یہی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے'' ''موقوف'' روایت کے طور پر منقول ہے' اور ہمارے نزدیک یہ زیادہ مستند ہے۔

3873 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ الْعَبْدِیُّ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا مَهْدِیُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنِی غَيْلَانُ ابْنُ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ

آثارِ صحابہ: اِنْ لَّمْ نَكُنْ مِنَ الْاَزْدِ فَلَسْنَا مِنَ النَّاسِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ غیلان بن جریر بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' اگر ہم لوگ یمنی نہ ہوتے' تو ہم لوگ کامل لوگ نہ ہوتے۔

3872 - لم يخرجه سوى الترمذي من اصحاب الكتب الستة. ينظر (تحفة الاشراف) (١/٢٤٠٢) رقم (٩١٩)، و ذكره المتقي الهندي في الكنز (١٢/٥٧). حديث (٣٣٩٧٧)، و عزاه للترمذي عن انس.

3873 - تفرد به الترمذي من اصحاب الكتب الستة من حديث غيلان بن جرير عن انس بن مالك موقوفاً.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3874 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ زَنْجُوَيْهِ بَغْدَادِيٌّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ مِيْنَاءَ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ رَجُلٌ اَحْسِبُهٗ مِنْ قَيْسٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْعَنْ حِمْيَرًا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآئَهٗ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآئَهٗ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآئَهٗ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ حِمْيَرًا اَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ وَّاَيْدِيْهِمْ طَعَامٌ وَّهُمْ اَهْلُ اَمْنٍ وَّاِيْمَانٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَيُرْوٰى عَنْ مِيْنَاءَ هٰذَا اَحَادِيْثُ مَنَاكِيْرُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے ایک شخص آپ کے پاس حاضر ہوا میرا خیال ہے وہ قیس قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ حمیر قبیلے پر لعنت کریں آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا' پھر وہ دوسری سمت سے آپ ﷺ کے سامنے آیا نبی اکرم ﷺ نے اس سے پھر منہ پھیر لیا' پھر وہ دوسری سمت سے آپ کے سامنے آیا آپ ﷺ نے پھر اس سے منہ پھیر لیا' پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ حمیر قبیلے کے لوگوں پر رحم کرے' کیونکہ ان کے منہ میں سلام ہے ان کے ہاتھوں میں کھانا ہے۔ اور وہ امن اور ایمان والے لوگ ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے' ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ جو عبدالرزاق نامی راوی کے حوالے سے' منقول ہے۔ میناء نامی راوی کے حوالے سے' منکر روایات منقول ہیں۔

شرح

فضائل خطہ یمن:

غلبہ اسلام سے قبل اس کا نام ''سبا'' تھا، عہد نبوی سے اس کا نام ''یمن'' تجویز ہوا اور تا حال اس کا نام یہی ہے۔ اس کے شمال میں نجران وعسر (حجاز مقدس کے علاقہ جات) شمال مشرق میں ربع الخالی ہے، مشرق میں عمان، جنوب میں بحیرہ عرب وخلیج عدن جبکہ مغرب میں بحیرہ احمر واقع ہے۔ فی الحال اس کا دارالحکومت ''صنعاء'' ہے۔

فضائل یمن کے حوالے سے چند امور حسب ذیل ہیں:

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو دولت ایمان سے مالا مال کرنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے حضور خصوصی دعا کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ! اہل یمن پر خصوصی نظر کرم فرما کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں اور ہمارے (اہل مدینہ) کے

3874 ۔ لم یخرجه سوی الترمذی من اصحاب الکتب الستة۔ ینظر (تحفة الاشراف) (۳۷۹/۱۰) رقم (۱۴۶۳۳) و اخرجه احمد (۲۷۸/۲) عن عبد الرحمن بن عوف عن ابی هریرة به۔

صاع ومد میں برکت فرما۔ چونکہ مدینہ طیبہ میں غلہ وغیرہ یمن سے آتا تھا، جب وہ دامن اسلام سے وابستہ ہوجائیں گے تو اہل مدینہ کی درآمدات میں اضافہ ہوگا۔ تاریخ نے درست ثابت کردیا کہ دیگر دعاؤں کی طرح یہ دعاء نبوی بھی اللہ تعالیٰ نے قبول کی۔

☆ دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں اہل یمن کو اللہ تعالیٰ نے چند خصوصیات سے نوازا:

(i) نرم مزاج ہونے کی وجہ سے قبول حق اور قبول اسلام کی طرف متوجہ ہوگئے۔

(ii) ان کا ایمان واسلام اعلیٰ درجہ کا اور نہایت خالص تھا۔

(iii) اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکمت ودانائی اور فہم دین وفراست سے نوازا گیا تھا۔

سوال: یہ خصوصیات زمانہ رسالت کے اہل یمن کی ہیں یا عام کی ہیں؟

جواب: اس میں تخصیص کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، جس کا مطلب ہے کہ یہ خصوصیات کسی زمانہ سے مقید ومحدود نہیں ہیں بلکہ عام ہیں۔

☆ تیسری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح قریش نظام حکومت چلانے میں انصار عدل وانصاف قائم کرنے میں بے مثال ہیں، اسی طرح اہل یمن ایمان میں بے مثل ہیں۔

سوال: مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ ایمان کا مرکز ومحور ہیں، تو یہاں یمن کو ایمان کا محور کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب: (i) یہاں ''یمان'' سے امراد انصار مدینہ ہیں، کیونکہ انصار مدینہ درحقیقت اہل یمن ہیں۔

(ii) یہاں ''یمان'' سے مراد لغوی معنیٰ مراد ہے یعنی نشیبی وپست زمین، جس میں اہل مکہ بھی شامل ہیں۔

(iii) زبان نبوی سے اہل یمن کے ایمان کی تحسین کی گئی ہے، جس سے اہل مکہ اور اہل مدینہ کے ایمان کی تنقیص لازم نہیں آتی۔

(iv) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا غزوۂ تبوک کے موقع پر فرمائی تھی، جہاں سے راستہ میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ بھی آتے ہیں۔

☆ چوتھی حدیث باب میں یمن کے قبیلہ ازد کی تحسین واہمیت بیان کی گئی ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ اس بات کی تمنا کریں گے: کاش! میرے والدین دونوں یا دونوں میں سے ایک ازدی قبیلہ سے متعلق ہوتا۔ انصار مدینہ یمن کے قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قبیلہ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: ازد بن الغوث بن لیث بن مالک بن کہلان بن سبا۔

☆ ایک شخص جو یمن کے قبیلہ قیس سے تعلق رکھتا تھا، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، اس نے چار بار عرض کیا: یارسول اللہ! حمیر پر لعنت بھیجیں مگر آپ نے اعراض کیا، بلکہ حمیر کے حق میں یوں دعا کی: اے اللہ! حمیر پر مہربانی کر اور ان کے منہ سے سلام کو رواج عطا کر۔ اس دعا نبوی کا نتیجہ ہے کہ ان کے ذریعے سلام کو رواج ہوا اور انہیں عرب پر در بنایا۔ حمیرین کا ایک مشہور قبیلہ تھا اور اس کا تعلق سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد سے تھا۔

اہل یمن کے مزید فضائل وکمالات:

اہل یمن کے فضائل وکمالات کے حوالے سے کثیر روایات موجود ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الایمان یمان، الایمان یمان، الایمان یمان، رأس الکفر المشرق، والکبر والفخر فی الفدادین اصحاب الوبر . (فضائل الصحابۃ للشیبانی، رقم الحدیث: ۱۶۱۰)

ایمان یمن والوں کا ہے، ایمان یمن والوں کا ہے، ایمان یمن والوں کا ہے، کفر کا سر امشرق میں ہے، تکبر اور غرور ان کاشتکاروں میں ہے، جو بلند آواز سے چلاتے ہیں۔

۲-حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

بین نحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق مکۃ اذقال: یطلع علیکم اهل الیمن، کانهم والسحاب، هم خیار من فی الارض، فقال رجل من الانصار: ولا نحن یا رسول اللہ؟ فسکت قال: ولا نحن یا رسول اللہ؟ فسکت، ولانحن یا رسول اللہ؟ قال: فی الثالثۃ کلمۃ ضعیفۃ: الا انتم . (ایضاً، رقم الحدیث: ۱۶۱۳)

ایک دفعہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گزرگاہ میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ہاں اہل یمن آئیں گے، وہ گویا بادلوں کی مثل ہوں گے اور وہ زمین میں بسنے والے بہترین لوگ ہوں گے۔ ایک انصاری نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم بہترین نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ اس نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم بہترین نہیں ہیں؟ آپ نے پھر خاموشی اختیار فرمائی۔ اس نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم بہترین نہیں ہیں؟ آپ نے تیسری بار پست لہجہ میں جواب دیا: ہاں تم بھی ہو۔

۳-حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اهل الیمن ارق قلوباً والین افئدۃ والبخع طاعۃ .

اہل یمن نرم دل، دل کے پردوں کے باریک اور نہایت درجہ کے اطاعت گزار ہیں۔

۴-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

ان رجلا سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن سبا ماهوا رجل اُمّ امرأۃ اُمّ ارض؟ فقال: لا، بل هو رجل ولد عشرۃ فسکن الیمن منهم ستۃ، وبالشام منهم اربعۃ، فاما الیمانون فمذحج وکندۃ والازد، والاشعرون، وانمار وحمیر غیر ما کلها، واما الشامیۃ فلخم وجذام وعاملۃ وغسان .

(ایضاً، رقم الحدیث: ۱۶۱۶)

ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ”سبا“ کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کون تھا؟ وہ مرد تھا یا عورت یا زمین کا کوئی حصہ تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ ایک آدمی تھا، جس کے دس بچے تھے، جن میں سے چھ (۶) نے یمن میں رہائش اختیار کر لی اور چار نے شام میں سکونت اختیار کر لی۔ یمن میں آباد ہونے والوں کے نام یہ

ہیں: (۱) مذحج، (۲) کندہ، (۳) ازد، (۴) اشعری، (۵) انمار، (۶) حمیر۔ جو شام میں قیام پذیر ہوئے وہ یہ تھے: (۱) لخم، (۲) جذام، (۳) عاملہ، (۴) غسان۔

۵۔ خثعم قبیلہ کے ایک صحابی کا بیان ہے:

کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک فوقف ذات لیلۃ، واجتمع الیہ اصحابہ، فقال: ان اللہ عزوجل اعطانی اللیلۃ الکنزین کنز فارس والروم وامدنی بالملوک ملوک الحمیر ولا ملک الا للہ، یاتون فیاخذون مال اللہ ویقاتلون فی سبیل اللہ، قالھا ثلاثاً۔

ہم غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، ایک رات آپ کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام آپ کے پاس جمع ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اس رات اللہ تعالیٰ نے مجھے دو خزانے عطا کیے ہیں: (۱) فارس، (۲) روم کا خزانہ۔ اللہ تعالیٰ نے حمیر کے حکمرانوں کے ذریعے میری مدد فرمائی، حقیقت میں بادشاہی تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ آئیں گے اللہ تعالیٰ کا مال لیں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ آپ نے یہ بات تین بار بیان کی تھی۔

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتاکم اھل الیمن ھم ارق قلوباً، الایمان یمان، والحکمۃ یمانیۃ، والفقہ یمان۔

تمہارے پاس اہل یمن آئے، ان کے دل نہایت نرم ہیں، اہل یمن کا ایمان مثالی ہے، حکمت و دانائی یمن والوں کی ہے اور فہم و فراست بھی ان کی ہے۔

۷۔ ان رجلا قال: یا رسول اللہ! العن اھل الیمن فانھم شدید باسھم، کثیر عددھم، حصینۃ حصونھم، قال: لا، ثم لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاعجمین وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذ امروابکم یسوقون نساء ھم، یحملون ابناء ھم علیٰ عواتقھم، فانھم منی وانا معھم۔

ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اہل یمن پر لعنت فرمائیں۔ کیونکہ ان سے شدید جنگ ہونے والی ہے، ان کی تعداد زیادہ ہے اور ان کے قلعے بھی مضبوط ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: نہیں۔ آپ نے عجمیوں پر لعنت کی اور فرمایا: جب یہ تمہارے پاس سے اس کیفیت میں گزریں کہ اپنی عورتوں کو لے جا رہے ہوں اور اپنے بچوں کو کاندھوں پر اٹھا رکھا ہو، تو یہ لوگ مجھ سے ہوں گے اور میں ان سے ہوں گا۔

بَابُ فِیْ غِفَارٍ وَّاَسْلَمَ وَجُهَیْنَةَ وَمُزَیْنَةَ

باب 66: غفار، اسلم، جہینہ، مزینہ (قبائل کا تذکرہ)

3875 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیُّ عَنْ مُوْسٰی

بن طلحة عن ابى ايوب الانصارى قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

متن حدیث: الْاَنْصَارُ وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ وَغِفَارٌ وَاَشْجَعُ وَمَنْ كَانَ مِنْ بَنِى عَبْدِ الدَّارِ مَوَالِىَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مَوْلَاهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: انصار' مزینہ' جہینہ' غفار' اشجع' بنو عبدالدار کے جتنے گھرانے ہیں' یہ سب کے افراد میرے ساتھی ہیں' ان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مددگار ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3876 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اسلم قبیلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار قبیلے کے لوگوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے اور عصیہ قبیلے کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مختلف قبائل کے فضائل:

احادیث باب میں مختلف قبائل کا ملا جلا تذکرہ ہوا ہے، جس کے ضمن میں فضائل بھی ہیں اور اصلاحی امور بھی۔ تاہم اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(i) غفار: یمن کے ایک مشہور قبیلہ کا نام ہے، مشہور صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

(ii) اسلم: اس نام کے تین قبائل تھے: (۱) اسلم خزاعہ، (۲) اسلم مذحج، (۳) اسلم بجیلہ۔ حدیث باب میں ان تینوں قبائل میں

3875- اخرجه مسلم (۱۹۵٤/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل غفار و اسلم و جهينة، رقم (۲۵۱۹/۱۸۸)، و احمد (۵/٤۱۷)

3876- اخرجه مسلم (۱۹۵۳/٤) كتاب فضائل الصحابة: باب: دعا النبى صلى الله عليه وسلم لغفار و اسلم، رقم (۲۵۱۸/۱۸۷)، و احمد (۲/ ۲۰، ٥٠، ٦٠، ١٠٧، ١١٦، ١٣٦، ١٥٣)، و الدارمى (۲/ ۲٤۳) كتاب السير: باب: فضل اسلم و غفار، من طريق عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر، فذكره.

سے کوئی ایک مراد ہے مگر اس کی وضاحت نہیں ہے۔

(iii) جہینہ: قبیلہ قضاعہ کا تعلق اسی سے ہے، نیز مشہور صحابی حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اسی سے تھا۔

(iv) مزنیہ: عرب کا مشہور قبیلہ ہے اور حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔

(v) اشجع: یہ عرب کا مشہور قبیلہ ہے، حضرت نعیم بن مسعود اشجعی اور راوی حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہما دونوں اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

☆ ان روایات میں مذکور قبائل "السابقون والاولون" میں شامل ہونے کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے معاون و مددگار ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے مددگار قرار دیا اور ذات باری تعالیٰ کو ان کا مددگار کہا۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبائل کی سلامتی، مغفرت اور احکام خداوندی کی نافرمانی سے حفاظت کی دعا مانگی تھی۔ اس دعا سے بھی ان قبائل کی عظمت وشان عیاں ہے۔

بَابُ فِیْ ثَقِیْفٍ وَّبَنِیْ حَنِیفَةَ

باب 67: ثقیف اور بنو حنیفہ (قبائل کا تذکرہ)

3877 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ یَحْیَی بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَیْمٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْرَقَتْنَا نِبَالُ ثَقِیْفٍ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَیْهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِیْفًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنوثقیف نے ہمیں قبروں کے ساتھ جلا دیا آپ ان کے لئے دعائے ضرر کیجئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ثقیف قبیلے کو ہدایت عطا کر۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3878 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ شُعَیْبٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَکْرَهُ ثَلَاثَةَ اَحْیَاءٍ ثَقِیْفًا وَّبَنِیْ حَنِیْفَةَ وَبَنِیْ اُمَیَّةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

3877 - اخرجه احمد (۳/۳٤۳) من طريق عبد الله بن عثمان بن خيثم، عن عبد الرحمن بن سابط، و ابی الزبير، فذكراه فی رواية عبد الوهاب الثقفی لم يذكر عبد الرحمن بن سابط، وزاد فيها: (قالوا: يارسول الله، احرقتنا نبال ثقيف، فادع الله عليهم).

3878 - انفرد به الترمذی ينظر (تحفة الاشراف (۸/۳٤۹۲)، حديث (۱۰۸۱۳)، من طريق الحسن عن عمران بن حصين موقوفاً.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ وصال کے وقت تین قبیلوں کو ناپسند کرتے ہیں ثقیف، بنوحنیفہ اور بنوامیہ۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

3879 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰی عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُصْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَّمُبِيْرٌ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ وَاقِدٍ اَبُوْ مُسْلِمٍ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُصْمٍ يُكْنٰى اَبَا عُلْوَانَ وَهُوَ كُوْفِيٌّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ وَّشَرِيْكٌ يَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُصْمٍ وَّاِسْرَآئِيْلُ يَرْوِيْ عَنْ هٰذَا الشَّيْخِ وَيَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِصْمَةَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ثقیف قبیلے کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے: یہ کذاب ہیں اور ہلاک کرنے والے ہیں۔

یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

عبداللہ بن عصم نامی راوی کی نیت ابوعلوان ہے یہ کوفہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف شریک نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شریک پر فرماتے ہیں: عبداللہ بن عصم اور اسرائیل نے اسے اس بزرگ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

انہوں نے ان کا نام عبداللہ بن عصمہ ذکر کیا ہے اور اس بارے میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہیں۔

3880 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنِيْ اَيُّوْبُ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرَةً فَعَوَّضَهٗ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَتَسَخَّطَهٗ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ فُلَانًا اَهْدٰى اِلَيَّ نَاقَةً فَعَوَّضْتُهٗ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَظَلَّ سَاخِطًا وَّلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اَقْبَلَ هَدِيَّةً اِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ اَوْ اَنْصَارِيٍّ اَوْ ثَقَفِيٍّ اَوْ دَوْسِيٍّ وَّفِي الْحَدِيْثِ كَلَامٌ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا

3880 - اخرجه ابوداؤد (۲/۳۱۳) كتاب البيوع: باب: في قبول الهدايا، حديث (۳۵۳۷). من طريق سعيد المقبري عن ابي هريرة رضي الله عنه. فذكره.

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

توضیح راوی: وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ يَرْوِي عَنْ أَيُّوبَ أَبِي الْعَلَاءِ وَهُوَ أَيُّوبُ بْنُ مِسْكِينٍ وَيُقَالُ ابْنُ أَبِي مِسْكِينٍ وَلَعَلَّ هَذَا الْحَدِيثَ الَّذِي رَوَاهُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ هُوَ أَيُّوبُ أَبُو الْعَلَاءِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے ایک جوان اونٹنی تحفے کے طور پر پیش کی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے عوض میں چھ جوان اونٹنیاں اسے عطا کی لیکن وہ اس بات پر ناراض ہوا اس کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو ملی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فلاں شخص نے ہمیں تحفے کے طور پر ایک اونٹنی دی ہم نے بدلے میں اسے چھ اونٹنیاں دیں تو وہ پھر بھی ناراض رہا میں نے یہ ارادہ کیا میں صرف کسی قریشی انصاری ثقفی یا دوسی شخص کا تحفہ قبول کیا کروں۔

یہ حدیث دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

یزید بن ہارون نامی راوی نے اسے ایوب ابوالعلاء کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہ ایوب بن مسکین ہیں اور ایک قول کے مطابق ابن ابی مسکین ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ وہ روایت ہے جو کہ ایوب نے سعید مقبری کے حوالے سے نقل کی ہے اور یہ ایوب ابوالعلاء ہیں۔

3881 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متن حدیث: أَهْدَى رَجُلٌ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةً مِنْ إِبِلِهِ الَّتِي كَانُوا أَصَابُوا بِالْغَابَةِ فَعَوَّضَهُ مِنْهَا بَعْضَ الْعِوَضِ فَتَسَخَّطَهُ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى هَذَا الْمِنْبَرِ يَقُولُ إِنَّ رِجَالًا مِنَ الْعَرَبِ يُهْدِي أَحَدُهُمُ الْهَدِيَّةَ فَأُعَوِّضُهُ مِنْهَا بِقَدْرِ مَا عِنْدِي ثُمَّ يَتَسَخَّطُهُ فَيَظَلُّ يَتَسَخَّطُ عَلَيَّ وَايْمُ اللَّهِ لَا أَقْبَلُ بَعْدَ مَقَامِي هَذَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ هَدِيَّةً إِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ أَوْ أَنْصَارِيٍّ أَوْ ثَقَفِيٍّ أَوْ دَوْسِيٍّ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَهُوَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ عَنْ أَيُّوبَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو فزارہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک اونٹنی تحفے کے طور پر پیش کی جو ان لوگوں کو غابہ کے مقام سے ملی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے عوض میں کوئی چیز دی تو وہ ناراض شخص ہو گیا میں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا دیہاتیوں سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ ایسے ہیں جب وہ تحفہ دیتے ہیں تو میں انہیں اس کے بدلے میں وہ چیز دیتا ہوں جو میرے پاس ہوتی ہے تو وہ پھر بھی ناراض ہو جاتے ہیں اور اس بارے میں مجھ سے ناراض ہی رہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! آج کے بعد میں کسی دیہاتی کا تحفہ قبول نہیں کروں گا صرف کسی قریشی انصاری ثقفی یا دوسی کا تحفہ قبول کروں گا۔

یہ روایت یزید بن ہارون سے منقول روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

ثقیف اور بنو حنیفہ وغیرہ قبائل کے فضائل ومناقب

۱-ثقیف کی ہدایت کے لئے دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

قبیلہ ثقیف، قبیلہ ہوازن کی شاخ تھا، جو طائف میں رہتا تھا۔ غزوہ حنین کے بعد غزوہ طائف پیش آیا، ثقیف قلعہ بند تھے، مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا، قلعہ کے اندر سے صحابہ پر تیر اندازی کرتے تھے، ان کی تیر اندازی تباہ کن تھی، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا دیا ہے اور آپ ان کے حق میں دعاء بد کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعاء بد کرنے کی بجائے دعائے ہدایت فرمائی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت وایمان کی دولت سے نواز دیا اور پورا قبیلہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا۔ اس طرح اسلام کی طاقت میں اضافہ ہوا اور کفر کی قوت میں کمی واقع ہوگئی۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثقیف، بنو حنیفہ اور بنو امیہ کو ناپسند کرنا:

ان قبائل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کی وجہ یوں بیان کی جاتی ہے: ثقیف سے مختار بن ابی عبید اور حجاج بن یوسف کی حرکتوں کے سبب، بنو حنیفہ سے مسیلمہ کذاب کے جھوٹے دعویٰ نبوت کے سبب اور بنو امیہ سے عبید اللہ بن ابی زیاد (یزید کے چچازاد بھائی) کے خبث باطن کے سبب (جنہوں نے امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کو شہید کیا تھا) اس کی وجہ یہ مشہور مقولہ ہے:

چوں زقومے یکے بے دانشی کرد نہ کہ را منزلت مائد نہ مہ را

(جب کسی قوم کا ایک فرد بھی بے عقلی کا مظاہرہ کرتا ہے، تو پوری قوم کا مرتبہ ومقام خاک میں مل جاتا ہے)

فائدہ نافعہ:

جس طرح زمانہ ماضی میں پیش آنے والے واقعات اثر انداز ہوتے ہیں اور قبیلہ وقوم کے مرتبہ ومقام کو گرا دیتے ہیں، اسی طرح مستقبل میں پیش آنے والے واقعات قبیح بھی مؤثر ہوتے ہیں اور قبیلہ کی ذلت وخواری کا باعث بنتے ہیں۔ مختار ثقفی، مسیلمہ کذاب اور ابن زیاد سب مستقبل میں پیدا ہوئے۔ ان کی تاثیر قبیح تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔ نیز نظر نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تین قبائل کو ناپسند کرتے تھے۔

☆ ثقیف سے کذاب اور ہلاکو پیدا ہونا:

مختار بن ابی عبید، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا سالا تھا، وہ کذاب وجھوٹا تھا، اس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی قیافہ بازی کو وحی قرار دیتا تھا۔ حجاج بن یوسف کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا، جس نے لاکھوں انسانوں کو قتل کے گھاٹ اتارا تھا۔

سوال: راویٔ حدیث عبد اللہ کے باپ کا نام کیا تھا؟

جواب: اس میں دو قول ہیں:

(۱) اس کے باپ کا نام مصمم تھا۔ (۲) اس کا نام مصمہ تھا۔ اس کی کنیت ابوملوان تھی اور کوفہ کا باشندہ تھا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریشی، انصاری، ثقفی یا دوسی سے اظہار مسرت کرنا:

لوگ عموماً اس قصد سے بارگاہ رسالت میں ہدیہ پیش کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاوضہ سے نوازیں گے مگر قریشی، انصاری، ثقفی اور دوسی قبائل کے لوگوں کا یہ نظریہ نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کا مقصد خلوص واخلاص ہوتا تھا، آپ نے ان کے خلوص کو ترجیح دیتے ہوئے اور ان سے اظہار مسرت کرتے ہوئے اعلان فرمایا: میں صرف ان چار قبائل کا ہدیہ قبول کروں گا۔ اس طرح قبائل اربعہ کی عظمت وفضیلت بیان ہوئی ہے۔

خلوص پر مبنی ہدیہ پیش کرنا جائز ہے، ہدیہ قبول کرنا بھی مسنون ہے اور اس کا عوض پیش کرنا بھی جائز ہے۔ پہلی روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ پیش کرنے والے کو چھ اونٹوں سے نوازا اور دوسری میں ایک اونٹ سے نوازنے کا تذکرہ ہے۔ ہدیہ دینا یا لینا اور معاوضہ پیش کرنا، کمرشل سسٹم نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس سے اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ہدیہ کے بارے میں مشہور ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: تم ہدیہ پیش کیا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے۔

سوال: ہدیہ پیش کرنا، قبول کرنا اور معاوضہ (عوض) دینا سب امور جائز ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناراضگی کیوں کیا تھا؟

جواب: ہدیہ پیش کرنے والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کے عوض چھ (۶) اونٹ عطا فرمائے تھے، اس کے خیال کے مطابق یہ پانچ اونٹوں کا اضافہ کم تھا، اس کمرشل سسٹم سے آپ کو نفرت تھی، جس کا اظہار آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرما دیا۔

3882 سند حدیث: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَلَاذٍ يُحَدِّثُ عَنْ نُمَيْرِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَسْرُوْحٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ اَبِىْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِىِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: نِعْمَ الْحَىُّ الْاَسْدُ وَالْاَشْعَرِيُّوْنَ لَا يَفِرُّوْنَ فِى الْقِتَالِ وَلَا يَغُلُّوْنَ هُمْ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْهُمْ

قَالَ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَيْسَ هٰكَذَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُمْ مِنِّىْ وَاِلَىَّ فَقُلْتُ لَيْسَ هٰكَذَا حَدَّثَنِىْ اَبِىْ وَلٰكِنَّهُ حَدَّثَنِىْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: هُمْ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْهُمْ قَالَ فَاَنْتَ اَعْلَمُ بِحَدِيْثِ اَبِيْكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ وَهْبِ بْنِ جَرِيْرٍ وَيُقَالُ الْاَسْدُ هُمُ الْاَزْدُ

3882 - اخرجه احمد (۴/۱۲۹ - ۱۶۴) من طريق وهب بن جرير قال: حدثنا ابى قال: سمعت عبد الله بن ملاذ يحدث عن نمير بن اوس، عن مالك بن مسروح، عن عامر بن ابى عامر الاشعرى عن ابيه، فذكره

◆◆ عامر بن ابو عامر اشعری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنو اسد اور بنو اشعر بہترین قبیلے ہیں یہ لوگ جنگ سے راہ فرار اختیار نہیں کرتے اور مالِ غنیمت میں کبھی دھوکہ نہیں کرتے' یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے یہ روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے اس طرح ارشاد نہیں فرمایا: آپ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ مجھ سے ہیں اور میرے سپرد ہیں۔

راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: میرے والد نے ان الفاظ میں یہ روایت مجھے نہیں سنائی تھی بلکہ انہوں نے مجھے یہ بتایا تھا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ مجھ سے اور میں اُن سے ہوں۔

تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے والد سے منقول حدیث کے بارے میں زیادہ جانتے ہو۔

(امام ترمذی فرماتے ہیں:) (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف وہب بن جریر نامی راوی کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

ایک قول کے مطابق اسد قبیلے سے مراد ''ازد'' (قبیلہ) ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ اسد اور اشعر کی تحسین فرمانا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسد (ازد) اور قبیلہ اشعر دونوں کی خوبیاں گنواتے ہوئے فرمایا: (۱) یہ شجاع و بہادر ہیں کہ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ (۲) اس قدر امانتدار ہیں کہ مالِ غنیمت میں خیانت نہیں کرتے۔ (۳) یہ لوگ میرے ہم مزاج ہیں اور میں ان کا ہم مزاج ہوں۔

قصی بن کلاب کے چار لختِ جگر تھے: (۱) عبدالعزیٰ، (۲) عبد مناف، (۳) عبدالدار، (۴) زہرہ۔ عبدالعزیٰ سب سے بڑے تھے' جن کا بیٹا ''اسد'' تھا' حضرت زبیر بن عوام اور اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں: ھم منی و انا منھم۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قبائل سے کمال درجہ کا تعلق و محبت تھی جو الفاظ سے بیان نہیں ہو سکتی۔

3883 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ وَّاَبِىْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ وَبُرَيْدَةَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اسلم قبیلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار قبیلے کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابو برزہ، حضرت بریدہ اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

3884 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ نَحْوَ حَدِيْثِ شُعْبَةَ وَزَادَ فِيْهِ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلم قبیلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار قبیلے والوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے، عصیہ قبیلے والوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

"عصیہ قبیلے والوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی ہے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

قبائل اسلم وغفار کے لئے دعاء خیر اور قبیلہ عصیہ کا محروم ہونا:

احادیث باب میں زبان نبوت سے قبیلہ اسلم کے لئے امن وسلامتی کی دعا فرمائی گئی ہے، قبیلہ غفار کے لئے مغفرت کی دعا کی گئی ہے جبکہ قبیلہ عصیہ کو اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان قرار دیا گیا ہے۔

قبیلہ عصیہ کا مختصر تعارف یوں ہے: عصیہ بن خفاف بن امرئ القیس بن بہثہ بن سلیم۔

اس بدبخت قبیلہ کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ستر (۷۰) صحابہ کو روانہ کیا تھا، بیئر معونہ کے پاس انہوں نے دھوکے سے انہیں شہید کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اس حرکت سے شدید قلبی رنج ہوا اور آپ ان کے لئے بطور بددعا قنوت نازلہ بھی پڑھتے رہے۔

3885 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِى

هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَغِفَارٌ وَّاَسْلَمُ وَمُزَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ جُهَيْنَةَ اَوْ قَالَ جُهَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ مُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ اَسَدٍ وَّطَيِّئٍ وَّغَطَفَانَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے غفار اسلم مزینہ اور جہینہ (یہاں روایت کے الفاظ میں راوی کو شک ہے) قبیلے کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسد طے غطفان (قبیلے کے لوگوں سے) بہتر ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3886 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ

متن حدیث: جَاءَ نَفَرٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا قَالَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ نَفَرٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى فَلَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنوتمیم سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: اے بنوتمیم تم خوشخبری قبول کرو انہوں نے عرض کی: آپ پہلے بھی ہمیں خوشخبری دے چکے ہیں اب کچھ مال عطا کریں راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا پھریمن سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ خوشخبری قبول کرو جب بنوتمیم نے اسے قبول نہیں کیا تھا' تو ان لوگوں نے عرض کی: ہم قبول کرتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3885 - اخرجه مسلم (٤٤٦/٨ - ٤٤٧ - الابى): كتاب فضائل الصحابة رضى الله تعالى عنهم، باب: من فضائل غفار و اسلم و جهينة و اشجع و مزينة و تميم و دوس و طىء، حديث (١٩٠ - ١٩١ - ٢٥٢١/١٩٢)، و احمد (٣٦٩/٢)، و الحميدى (٤٥٢/٢) حديث (١٠٤٨) من طريق الاعرج عن ابى هريرة، فذكره.

3886 - اخرجه البخارى (٣٣٠/٦): كتاب بدء الخلق باب: ما جاء فى قول تعالى: (و هو الذى يبدا الخلق ثم يعيده و هو اهون عليه) (الروم: ٢٧)، حديث (٣١٩٠ - ٣١٩١)، و (٦٨٤/٧)، كتاب المغازى: باب وفد بنى تميم، حديث (٤٣٦٥) (٧٠/٧): باب قدوم الاشعريين و اهل اليمن، حديث (٤٣٨٦)، و (٤١٤/١٣)، كتاب التوحيد: باب (و كان عرشه على الماء و هو رب العرش العظيم) (هود: ٧)، حديث (٧٤١٨)، و احمد (٤٢٦/٤ - ٤٣١ - ٤٣٣ - ٤٣٦) من طريق ابى صخرة جامع بن شداد، عن صفوان بن محرز عن عمران بن الحصين، فذكره.

3887 سند حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ

متن حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَمُزَيْنَةُ خَيْرٌ مِنْ تَمِيمٍ وَأَسَدٍ وَغَطَفَانَ وَبَنِي عَامِرِ ابْنِ صَعْصَعَةَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ فَقَالَ الْقَوْمُ قَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا قَالَ فَهُمْ خَيْرٌ مِنْهُمْ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ عبدالرحمن بن ابوبکرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اسلم' غفار' مزینہ قبیلے کے لوگ تمیم' اسد' غطفان' بنو عامر بن صعصعہ' نبی اکرم ﷺ نے اس لفظ کو بلند آواز میں ادا کیا' سے زیادہ بہتر ہیں۔

حاضرین نے کہا: اس صورت میں یہ (دوسرے طبقے کے لوگ) محروم ہو گئے اور خسارے کا شکار ہو گئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ (پہلے طبقے کے) لوگ دوسرے (طبقے کے) لوگوں سے بہتر ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

بعض قبائل عرب کو تفاضل حاصل ہونا:

قبائل عرب میں برابری وتساوی کا ضابطہ جاری نہیں ہوتا بلکہ تفاضل کا ضابطہ جاری ہوتا ہے۔ روایات کا اختصار یہ ہے کہ قیامت کے دن قبائل غفار، اسلم، مزنیہ اور جہینہ کو قبائل اسد، طی اور غطفان پر فضیلت حاصل ہوگی۔ اس کی تفصیل حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے: اقرع بن حابس تمیمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کیا: آپ نے حجاج کا سامان چوری کرنے والے قبائل: اسلم، غفار، مزنیہ اور جہینہ سے بیعت اسلام لی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے اس بات کا جواب دو کہ اگر اسلم، غفار، مزنیہ اور جہینہ بہتر ہوں قبائل: بنو تمیم، بنو عامر، اسد اور غطفان سے تو وہ گھاٹے میں رہیں گے یا نہیں؟ اقرع بن حابس نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! یقیناً وہ قبائل ان سے بہتر ہیں۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۵۲۲)

زمانہ جاہلیت میں لوگ خواہ کتنے ہی گناہگار لیکن ''السابقون الاولون'' میں شامل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امتیازی فضیلت وشان کے حامل ہوں گے۔ قبول اسلام کی برکت کے سبب یہ بے مثل وبے مثال ہو گئے۔ سبقت فی الاسلام ایسی نیکی ہے، جس کا مقابلہ کوئی نیکی نہیں کر سکتی اور اس فضیلت میں کوئی برائی یا گناہ ہرگز ہرگز رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

عرب میں غطفان نام کے دو قبائل مشہور تھے: (۱) غطفان بن سعد بن مالک بن حرام۔ یہ جنوبی عرب کا قبیلہ ہے۔ (۲) غطفان بن سعد بن قیس۔

3887۔ تفرد بروایته الترمذی من اصحاب الکتب الستة۔ وذکره المتقی الهندی فی (کنز العمال) (۶۹/۱۲)، حدیث (۳۶...) و عزاه للترمذی عن ابی بکرة۔

بَابُ فِيْ فَضْلِ الشَّامِ وَالْيَمَنِ

باب 68: شام اور یمن کی فضیلت

3888 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ ابْنُ ابْنَةِ اَزْهَرَ السَّمَّانِ حَدَّثَنِيْ جَدِّيْ اَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا اَوْ قَالَ مِنْهَا يَخْرُجُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَوْنٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ ہمارے شام میں برکت عطا کر اے اللہ! ہمارے یمن میں برکت عطا کر لوگوں نے عرض کی: ہمارے نجد کے لئے بھی دعا کیجئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے' اور وہاں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو ابن عون سے منقول ہے۔

یہی روایت سالم بن عبداللہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' بھی نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3889 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ اَيُّوْبَ يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِمَاسَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ

متنِ حدیث: قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُؤَلِّفُ الْقُرْاٰنَ مِنَ الرِّقَاعِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِلشَّامِ فَقُلْنَا لِاَيٍّ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِاَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ اَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا

3888 - اخرجه البخاری (۱۳ / ۴۹): كتاب الفتن : باب : قول النبی صلی الله عليه وسلم ، (الفتنة من قبل المشرق). حديث (۷۰۹۴) ، و احمد (۲ / ۹۰ - ۱۱۸) من طريق نافع عن ابن عمر . فذكره . و اخرجه البخاری (۲ / ۶۰۵): كتاب الاستسقاء: باب ما قيل فی الزلازل و الآيات . حديث (۱۰۳۷) من طريق نافع عن ابن عمر . فذكره موقوفاً.

3889 - اخرجه احمد (۵ / ۱۸۴) من طريق يزيد بن ابی حبيب . عن عبد الرحمن بن شماسة عن زيد بن ثابت . فذكره.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ اَيُّوْبَ

◆◆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے اور چمڑے کے ٹکڑوں سے قرآن اکٹھا کر رہے تھے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شام والوں کے لئے خوشخبری ہے ہم نے دریافت کیا: وہ کس وجہ سے یارسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے: رحمٰن کے فرشتوں نے اپنے پران پر پھیلائے ہوئے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ہم اسے صرف یحییٰ بن ایوب نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

شام اور یمن کے لئے دعاء خیر و برکت اور نجد کا اس سعادت سے محروم ہونا:

زمانہ قدیم میں ملک شام طویل وعریض شہر تھا مگر اب سمٹ کر مختصر رہ گیا ہے، عربی زبان میں شام کو "السوریا" کہا جاتا ہے اور دمشق اس کا دار الحکومت ہے۔

روایات میں شام اور یمن دونوں کے لئے خیر و برکت کی دعا کی گئی ہے، شام کے لئے اس لئے دعا کی گئی ہے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی زمین ہے۔ اس کے مقدس ہونے کی وجہ سے حدیث باب میں بھی شام کو یمن سے مقدم رکھا گیا ہے۔

دعائے خیر و برکت سے مراد ظاہر و باطنی خیر و برکت ہے: ظاہری برکت سے مراد خوشحالی، امن وسلامتی اور راحت وسکون ہے۔ باطنی برکت سے مراد شریعت و دین اسلام پر چلنے والے اولیاء، صالحین اور علماء ربانیین کا بکثرت پیدا ہونا ہے۔ دونوں ملکوں کے لئے دعائے خیر و برکت کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان دونوں ملکوں سے غلہ وغیرہ مدینہ طیبہ کے باشندوں کے لئے درآمد کیا جاتا تھا۔

نجد سے مراد ایران یا مشرق کی جانب کا علاقہ ہے، اس علاقہ کے لئے دعائے خیر و برکت نہ کرنے کی دو وجوہات تھیں: (۱) یہاں سے دینی فتنہ برآمد ہوگا، وہ ابن وہاب نجدی کی شکل میں ظاہر ہوا، جس نے اسلام کے نام پر کفر وشرک کا ایسا بازار گرم کیا کہ اب تک تھمنے میں نہیں آرہا۔ یہ فتنہ مختلف شکلوں میں ترقی کرتا رہا، مسلمانوں کو کافر بناتا رہا، نسل درنسل یہ بڑھتا رہا اور دور حاضر میں تصنیف و تالیف کی صورت میں پوری روئے زمین پر پھیل چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام فتنوں بالخصوص نجدی فتنہ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین! ثم آمین!

(۲) دعا نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس خطہ میں شیطان اس طرح بیٹھا ہے جس طرح دو سینگوں کے درمیان آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ اس شیطان سے مراد بھی جہالت و بے دینی ہے، اس علاقہ کے لوگ دوسرے لوگوں اور مسلمانوں سے مختلف ہیں، دوسروں کو اپنا بھائی بنانے کی بجائے اپنے دنیوی مفادات کے پیش نظر اپنے دشمن تصور کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی دین سے دوری، تکبر وغرور اور مسلمانوں کو دھوکہ وفریب دینے کے سبب زبان نبوت سے اس علاقہ کے لئے دعاء خیر نہیں نکلی تھی۔

3890 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِآبَائِهِمُ الَّذِيْنَ مَاتُوْا اِنَّمَا هُمْ فَحْمُ جَهَنَّمَ اَوْ لَيَكُوْنُنَّ اَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِيْ يُدَهْدِهُ الْخِرَاءَ بِاَنْفِهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ اِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَّفَاجِرٌ شَقِيٌّ النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یا تو لوگ اپنے مرے ہوئے باپ دادا پر فخر کرنے سے باز آجائیں گے' جو جہنم کا کوئلہ ہیں یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بے حیثیت ہوں گے' جو گوبر کا کیڑا ہوتا ہے' اور اپنے ناک سے گوبر کی گولیاں بناتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے زمانہ جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے اب آدمی یا تو مومن اور پرہیز گار ہوگا یا گنہگار اور بد بخت' کیونکہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔

اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3891 سند حدیث: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مُوْسٰى بْنِ اَبِيْ عَلْقَمَةَ الْفَرْوِيُّ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَّفَاجِرٌ شَقِيٌّ وَّالنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّهٰذَا اَصَحُّ عِنْدَنَا مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ

توضیح راوی: وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ قَدْ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ وَيَرْوِيْ عَنْ اَبِيْهِ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ

هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ عَامِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے زمانہ جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ (اب لوگ) یا مومن اور پرہیز گار ہوگا' یا گنہگار اور بد بخت ہوگا' سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔

3890 ۔ لم يخرجه سوى الترمذى من اصحاب الكتب الستة، من طريق ابى عامر العقدى، و سياتى قريبًا من طريق آخر بسند اصح منه

3891 ۔ اخرجه ابوداؤد (٢/٧٥٢): كتاب الادب: باب: فى التفاخر بالاحساب، عن هشام بن سعد، عن سعيد بن ابى سعيد، عن ابيه، عن ابى هريرة، فذكره

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔اور ہمارے نزدیک یہ پہلی روایت سے زیادہ مستند ہے۔

سعید مقبری نے اس روایت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے' کئی روایات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہیں۔

سفیان ثوری اور دیگر راویوں نے اس حدیث کو ہشام کے حوالے سے' سعید المقبری کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کیا ہے' جیسے ابو عامر بن ہشام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

نسب وخاندان پر اترانے کی مذمت وعید:

احادیث باب میں فضائل ومناقب کے ضمن میں ایک وہم کا ازالہ کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ لوگ عظمت وفضیلت کی بنا پر اپنے نسب اور خاندانی مفاخر پر اترانے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ ایسے عمل سے ذلت وخواری کے علاوہ کوئی چیز حاصل نہیں ہوسکتی۔ قابل فخر اخلاف وہی ہوتے ہیں جو قابل فخر اسلاف کی تعلیمات کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں تکبر وغرور سے کام نہیں لیتے۔

اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (الحجرات:۱۳)

''اے لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت (آدم وحوا) سے پیدا کیا، ہم نے تمہیں مختلف خاندانوں میں تقسیم کردیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ معزز وہ ہے' جو زیادہ صاحب تقویٰ ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا باخبر ہے۔''

اس ارشاد ربانی میں بھی یہی درس دیا جارہا ہے کہ سب انسان حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں، سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، کسی کو دوسرے پر برتری حاصل نہیں ہے مگر تقویٰ وطہارت کی بنا پر اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ معزز وہی ہے' جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ لہٰذا خاندان یا نسب اور یا اسلاف کو بنیاد بنا کر اترانا یا تکبر وغرور سے کام لینا، قابل تعریف عمل نہیں ہے بلکہ ذلت وخواری کا باعث ہے۔ ایسی فکر سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

فائدہ نافعہ:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عجز وانکسار پسندیدہ ہے، تکبر ونخوت قابل مذمت عمل ہے، نسب واسلاف پر مبنی مفاخر باعث ذلت وخواری ہے، تکبر وغرور نے شیطان کو راندۂ بارگاہ خداوندی بنایا اور تاقیامت لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈالا گیا۔

كِتَابُ الْعِلَلْ

تمہیدی کلمات

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مختصر رسالہ ہے، جسے ''کتاب العلل'' کہا جاتا ہے۔علل علت کی جمع ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے: سبب، وجہ، باعث۔ محدثین کی اصطلاح میں ''علة'' سے مراد وہ خامی ہے، جو راوی کے وہم کی وجہ سے سند یا متن حدیث میں پیدا ہو جاتی ہے۔ مواقع علت دو ہیں: (۱) سند میں علت ہو مثلاً وقف اور ارسال وغیرہ، (۲) متن میں علت ہو مثلاً کوئی حدیث موصولاً مروی ہو لیکن تحقیق کے بعد وہ مرسلاً قرار پا جائے۔ کبھی علت سند میں ہوتی ہے اور اس کے ساتھ متن بھی متاثر و غیر معتبر ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات علت سند کی حد تک ہوتی ہے اور متن معتبر و سالم رہتا ہے۔ اس علت کو ماہرین فن ہی معلوم کر سکتے ہیں۔

اس فن کا موضوع ثقہ راویوں کی روایات ہیں جن میں حدیث کے صحیح ہونے کی تمام شرائط موجود ہوتی ہیں۔ اس فن کی غرض و غایت ثقہ راویوں کی بھول کو واضح کرنا ہوتا ہے تا کہ ان کا وہم و غلطی لوگوں پر نمایاں ہو جائے۔

علت تین طریقوں سے معلوم کی جا سکتی ہے:

(۱) کسی متفرد روایت کو بیان کرنا۔ (۲) دوسرے راوی کا پہلے کے خلاف کسی روایت کو نقل کرنا۔ (۳) دونوں کے ساتھ مزید قابل توجہ قرائن موجود ہونا۔

یہ فن نہایت دقیق و مشکل ہے اور اس کے ماہرین میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام ابن مدینی، (۲) حضرت امام احمد، (۳) حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری، (۴) حضرت امام ابو حاتم، (۵) حضرت امام دار قطنی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

فن علل کی چند مشہور کتب کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) کتاب العلل لامام ابن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ، (۲) علل الحدیث لابن ابی الحاتم رحمہ اللہ تعالیٰ، (۳) العلل و معرفة الرجال لامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ، (۴) العلل الواردة فی الاحادیث النبویة لامام دار قطنی رحمہ اللہ تعالیٰ، (۵) کتاب العلل لامام خلال رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع ترمذی کے علاوہ مزید دو کتب تصنیف فرمائیں:

(۱) کتاب العلل الکبیر، (۲) کتاب العلل الصغیر

کتاب العلل درحقیقت کتاب العلل الصغیر ہے، جو جامع ترمذی کا مقدمہ ہے جس طرح الصحیح لمسلم کا مقدمہ ہے، دونوں

میں فرق یہ ہے کہ صحیح مسلم کا مقدمہ سابقہ ہے (جو اصل کتاب سے پہلے لکھا گیا) اور مقدمہ ترمذی لاحقہ ہے (جو تکمیل کتاب کے بعد لکھا گیا ہے) مقدمہ ترمذی لاحقہ ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) کتاب العلل کے آغاز میں "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" نہیں ہے، جو اسلاف ومتقدمین کا طریقہ نہیں ہے۔ (ii) یہاں کے صحیح نسخوں کے آغاز میں اسناد ہوتی ہے جبکہ حضرت علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخہ میں سند مذکور نہیں۔ تاہم باقی پاک وہند کے نسخوں میں سند موجود ہے، وہ کس نے لکھی اور کب لکھی؟ اس کا علم نہیں ہے۔ (iii) اس رسالہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب العلل میں جامع ترمذی کے لئے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نئی چیز درج نہیں کی۔

رسالہ کتاب العلل علامہ ابوحفص عمر بن محمد بن طبرزد بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ عبدالملک بن عبداللہ ابوحفص کروخی ہروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے یہ رسالہ روایت کیا ہے۔ وہ اپنے تین اساتذہ سے روایت کرتے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

۱- علامہ ابوعامر الازدی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ کی کنیت: ابوعامر، نام: محمود اور باپ کا نام: القاسم الازدی المہلی الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تھا، ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۷ھ میں وفات پائی۔

۲- شیخ غورجی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ کا نام: احمد، کنیت: ابوبکر اور باپ کا نام: عبدالصمد الغورجی رحمہ اللہ تعالیٰ تھا، ۴۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۱ھ میں وفات پائی۔

۳- ابوالمظفر الدیان رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ کا نام: عبیداللہ، کنیت: ابوالمظفر اور دادا کا نام: علی الدیان تھا۔

ان تینوں نے یہ رسالہ "ابومحمد الجراحی رحمہ اللہ تعالیٰ" سے نقل کیا۔ ابومحمد الجراحی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پورا نام: ابومحمد بن عبدالجبار جراحی لرزبانی مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ ۳۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۱۶ھ میں وفات پائی۔ پھر انہوں نے یہ ابوالعباس المحبوبی سے روایت کیا۔ آپ کا پورا نام: ابوالعباس محمد بن احمد بن محمود المروزی تھا، جو ۳۴۶ھ میں وفات پائی۔ پھر انہوں نے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا، آپ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔ آپ نے سولہ (۱۶) امور کی ابحاث میں اس کتاب کو مکمل کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: جَمِيْعُ مَا فِىْ هٰذَا الْكِتَابِ مِنَ الْحَدِيْثِ فَهُوَ مَعْمُوْلٌ بِهٖ وَبِهٖ اَخَذَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مَا خَلَا حَدِيْثَيْنِ حَدِيْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالْمَدِيْنَةِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ وَحَدِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَاِنْ عَادَ فِى الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ وَقَدْ بَيَّنَّا عِلَّةَ الْحَدِيْثَيْنِ جَمِيْعًا فِى الْكِتَابِ.

امام ترمذی فرماتے ہیں: ہم نے اس کتاب میں جو بھی احادیث ذکر کی ہیں، وہ سب "معمول بہ" ہیں اور بعض اہل علم نے اُن کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ البتہ دو احادیث (اس سے) مستثنیٰ ہیں۔

ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خوف کے بغیر، سفر کے علاوہ، بارش کے علاوہ، مدینہ منورہ میں ظہر وعصر کی نماز اور مغرب وعشاء ایک ساتھ ادا کی تھیں۔

دوسرا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: جب کوئی شخص شراب پی لے تو اُسے کوڑے مارو اور اگر وہ چوتھی مرتبہ پھر ایسا کرے تو اُسے قتل کر دو۔

ان دونوں روایات میں موجود علتیں ہم نے کتاب میں ذکر کر دی ہیں۔

قَالَ وَمَا ذَكَرْنَا فِي هٰذَا الْكِتَابِ مِنِ اخْتِيَارِ الْفُقَهَاءِ .

◆◆ ہم نے اس کتاب میں فقہاء کے جو اقوال نقل کیے ہیں' (اُن کی اسناد درج ذیل ہیں)

شرح

پہلی بحث: جامع ترمذی کی دو احادیث کے علاوہ تمام احادیث کا معمول بہا ہونا:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف ''جامع ترمذی'' کی احادیث کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ اس کتاب کی تمام احادیث معمول بہا ہیں مگر دو احادیث ایسی ہیں جو کسی امام یا مجتہد کے ہاں معمول بہا نہیں ہیں اور وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں ہوتے ہوئے نماز ظہر وعصر اور نماز مغرب وعشاء کو جمع کیا تھا حالانکہ اس موقع پر کسی دشمن کا خوف تھا اور نہ سفر و بارش کا عذر تھا۔ راوی نے جمع صلوٰتین کی وجہ بھی بیان کی ہے کہ یہ روایت بیان جواز پر محمول ہوگی۔

۲- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شرابی کو کوڑے مارو (یہ سزا تین بار دو) اگر وہ چوتھی بار شراب نوشی کرے تو اسے قتل کر ڈالو۔''

ان دونوں روایات کو کسی امام یا مجتہد نے اختیار نہیں کیا۔ تمام آئمہ و مجتہدین بالخصوص آئمہ ثلاثہ (یعنی حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) کا متفقہ فیصلہ ہے کہ چوتھی بار شراب نوشی کرنے پر شرابی کو کوڑوں کی سزا تو دی جاسکے گی لیکن اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح تمام آئمہ و مجتہدین کا اس مسئلہ میں بھی اتفاق ہے کہ بلا عذر دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے اور آئمہ ثلاثہ کے ہاں سفر، بارش اور مرض کی وجہ سے جمع صلوٰتین جائز ہے مگر مطلقاً جائز نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جمع صوری پر محمول کیا جائے تو یہ روایت معمول بہا ہو سکتی ہے، اس کی صورت یہ ہوگی کہ دونوں نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں ادا کیا جائے کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں ادا کیا جائے اور دوسری نماز کو اس کے نہایت ابتدائی وقت میں ادا کیا جائے۔ اس کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت سے ہوتی ہے: من جمع بين الصلوتين من غير عذر فقد اتى بابا من ابواب الكبائر یعنی جس شخص نے بغیر عذر کے دو نمازوں کو (بطور جمع یعنی ایک نماز کے وقت میں دونوں کو ادا کیا) جمع کیا، وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا''۔ اس روایت میں بلا عذر شرعی جمع صلوٰتین کی وعید بیان کی گئی ہے مگر جمع صوری والی صورت (جو احناف کا مذہب ہے) اس وعید سے مستثنیٰ ہوگی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو تعزیر یا سیاست پر محمول کیا جائے، تو وہ بھی معمول بہا قرار پائے گی۔ حدود اور تعزیر دونوں سزاؤں میں نمایاں فرق ہے، حدود وہ سزائے شرعی ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اور نہ وہ معاف ہوسکتی ہے مگر تعزیر ایسی سزا ہے جو قاضی معاف کرسکتا ہے اور اس میں تبدیلی بھی کرسکتا ہے، شرابی کے قتل کرنے میں مصلحت ہو تو قاضی یا حاکم وقت اسے قتل بھی کرسکتا ہے مگر یہ بطور حد نہیں بلکہ بطور تعزیر ہوگا۔ اس کی تائید دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک شرابی جس نے چوتھی بار شراب نوشی کی تھی، کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے کوڑوں کی سزا دی گئی لیکن قتل نہیں کیا گیا تھا۔ یہ بھی قوی امکان ہے کہ اس روایت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والی روایت منسوخ قرار پائی ہو۔ علاوہ ازیں کثیر روایات سے ثابت ہے کہ تین صورتوں کے علاوہ کسی کو قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی:

(۱) کسی کو قصاصاً قتل کرنا۔ (۲) شادی شدہ زانی کو رجم کرکے قتل کرنا۔ (۳) تبدیلیٔ دین یعنی مرتد کو قتل کرنا۔

اب اس بحث کے بعد بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ جامع ترمذی وہ بابرکت، قابل تحسین اور ممتاز کتاب حدیث ہے جس کی تمام روایات معمول بہا ہیں۔

سفیان ثوری کے فتاویٰ کی سند:

فَمَا كَانَ مِنْهُ مِنْ قَوْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ فَاَكْثَرُهُ مَا حَدَّثَنَا بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ وَمِنْهُ مَا حَدَّثَنِيْ بِهِ اَبُو الْفَضْلِ مَكْتُوْمُ بْنُ الْعَبَّاسِ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرْيَابِيُّ عَنْ سُفْيَانَ .

◆◆ ان میں سے سفیان ثوری کے جو اقوال ہیں، اُن میں سے اکثر شیخ محمد بن عثمان کوفی نے عبید اللہ بن موسیٰ کے حوالے سے سفیان سے نقل کیے ہیں۔

ان میں سے کچھ شیخ ابوالفضل مکتوم بن عباس ترمذی نے محمد بن یوسف فریابی کے حوالے سے سفیان ثوری سے نقل کیے ہیں۔

امام مالک کے فتاویٰ کی سند:

وَمَا كَانَ فِيْهِ مِنْ قَوْلِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فَاَكْثَرُهُ مَا حَدَّثَنَا بِهِ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسَى الْقَزَّازُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ .

◆◆ اس میں امام مالک کے جو اقوال ہیں، اُن میں سے زیادہ تر شیخ اسحٰق بن موسیٰ انصاری نے شیخ معن بن عیسیٰ قزاز کے حوالے سے امام مالک سے نقل کیے ہیں۔

وَمَا كَانَ فِيْهِ مِنْ اَبْوَابِ الصَّوْمِ فَاَخْبَرَنَا بِهِ اَبُوْ مُصْعَبٍ الْمَدِيْنِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَبَعْضُ كَلَامِ مَالِكٍ مَا خَبَرَنَا بِهِ مُوْسَى بْنُ حِزَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ .

◆◆ روزے سے متعلق مسائل شیخ ابومصعب مدینی نے امام مالک کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔

امام مالک کا بعض کلام شیخ موسیٰ بن حزام نے ہمیں بتایا ہے، جنہوں نے شیخ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کے حوالے سے امام مالک

سے اسے روایت کیا ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک کے فتاویٰ کی سند:

وَمَا كَانَ فِيهِ مِنْ قَوْلِ ابْنِ الْمُبَارَكِ فَهُوَ مَا حَدَّثَنَا بِهِ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْآمُلِيُّ عَنْ اَصْحَابِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْهُ وَمِنْهُ مَا رُوِيَ عَنْ اَبِي وَهْبٍ مُحَمَّدِ بْنِ مُزَاحِمٍ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَمِنْهُ مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَمِنْهُ مَا رُوِيَ عَنْ عَبْدَانَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَمِنْهُ مَا رُوِيَ عَنْ حِبَّانَ بْنِ مُوْسٰى عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَمِنْهُ مَا رُوِيَ عَنْ وَهْبِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ فَضَالَةَ النَّسَوِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَلَهُ رِجَالٌ مُسَمَّوْنَ سِوٰى مَنْ ذَكَرْنَا عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ .

اس میں شیخ عبداللہ بن مبارک کے جو اقوال منقول ہیں' وہ شیخ احمد بن عبدہ عاملی نے ابن مبارک کے شاگردوں کے حوالے سے' شیخ عبداللہ بن مبارک سے نقل کیے ہیں۔

ان میں سے بعض شیخ ابو وہب محمد بن مزاحم کے حوالے سے ابن مبارک سے روایت کیے گئے ہیں۔

ان میں سے بعض شیخ علی بن حسن کے حوالے سے عبداللہ بن مبارک سے منقول ہیں۔

ان میں سے بعض عبدان کے حوالے سے' سفیان بن عبدالملک کے حوالے سے' ابن مبارک سے روایت کیے گئے ہیں۔

ان میں سے بعض حبان بن موسیٰ کے حوالے سے' ابن مبارک سے نقل کیے گئے ہیں۔

ان میں سے بعض وہب بن زمعہ کے حوالے سے' فضالہ نسوی کے حوالے سے' ابن مبارک سے نقل کیے گئے ہیں۔

ہم نے ابن مبارک کے حوالے سے جن حضرات کا ذکر کیا ہے' ان کے علاوہ بھی کچھ حضرات سے یہ مسائل منقول ہیں۔

امام شافعی کے فتاویٰ کی سند:

وَمَا كَانَ فِيهِ مِنْ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ فَاَكْثَرُهُ مَا اَخْبَرَنَا بِهِ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ عَنِ الشَّافِعِيِّ .

وَمَا كَانَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَالصَّلٰوةِ فَحَدَّثَنَا بِهِ اَبُو الْوَلِيْدِ الْمَكِّيُّ عَنِ الشَّافِعِيِّ .

وَمِنْهُ مَا حَدَّثَنَا بِهِ اَبُوْ اِسْمٰعِيْلَ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ ابْنُ يَحْيَى الْقُرَشِيُّ الْبُوَيْطِيُّ عَنِ الشَّافِعِيِّ وَذَكَرَ مِنْهُ اَشْيَاءَ عَنِ الرَّبِيْعِ عَنِ الشَّافِعِيِّ وَقَدْ اَجَازَ لَنَا الرَّبِيْعُ ذٰلِكَ وَكَتَبَ بِهِ اِلَيْنَا .

اس میں امام شافعی کے جو اقوال منقول ہیں' ان میں سے زیادہ تر شیخ حسن بن محمد زعفرانی نے امام شافعی سے نقل کیے ہیں۔

وضو اور نماز سے متعلق امام شافعی کے اقوال شیخ ابو ولید مکی نے امام شافعی کے حوالے سے ہمارے سامنے بیان کیے ہیں۔

ان میں سے بعض اقوال شیخ ابو اسمٰعیل ترمذی نے یوسف بن یحییٰ قرشی بویطی کے حوالے سے امام شافعی سے نقل کیے ہیں۔

انہوں نے ان میں سے بعض ربیع کے حوالے سے' امام شافعی سے روایت کیے ہیں۔

شیخ ربیع نے ان کی اجازت ہمیں دی ہے اور اس بارے میں ہمیں مکتوب بھی لکھا ہے۔

امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق بن راہویہ کے فتاویٰ کی سند:

وَمَا كَانَ مِنْ قَوْلِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَّاِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ فَهُوَ مَا اَخْبَرَنَا بِهِ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ اِلَّا مَا فِيْ اَبْوَابِ الْحَجِّ وَالدِّيَاتِ وَالْحُدُوْدِ فَاِنِّيْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ اِسْحٰقَ بْنِ مَنْصُوْرٍ وَاَخْبَرَنِيْ بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْاَصَمُّ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَبَعْضُ كَلَامِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ اَفْلَحَ عَنْ اِسْحٰقَ وَقَدْ بَيَّنَّا هٰذَا عَلٰى وَجْهِهٖ فِي الْكِتَابِ الَّذِيْ فِيْهِ الْمَوْقُوْفُ .

◆◆ اس میں امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق بن راہویہ کے جو فتاویٰ منقول ہیں' وہ شیخ اسحٰق بن منصور نے امام احمد اور امام اسحٰق کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔

امام اسحٰق بن ابراہیم کے بعض فتاویٰ شیخ محمد بن افلح نے امام اسحٰق بن راہویہ کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔

ہم نے کتاب میں اس بات کی وضاحت کردی ہے' جو اقوال ''موقوف'' طور پر منقول ہیں۔

شرح

دوسری بحث: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ تک اقوالِ فقہاء کی اسانید:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف جامع ترمذی میں بعض اکابر فقہاء کے اقوال بالاسانید درج فرمائے تھے اور بعض فقہاء کرام کے اقوال بلا اسانید نقل کیے تھے، ان اقوال کی اسانید یہاں نقل کررہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱-حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسانید:

آپ کے اقوال کی دو اسانید ہیں:

(i) محمد بن عثمان الکوفی، عن عبیداللہ بن موسیٰ عن سفیان الثوری رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(ii) ابوالفضل مکتوم بن العباس الترمذی، عن محمد بن یوسف الفریابی عن سفیان رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۲-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسانید:

آپ کی تین اسانید ہیں:

(i) آپ کے اکثر اقوال کی سند یوں ہے: اسحاق بن موسیٰ الانصاری عن معن بن عیسیٰ القزاز عن مالک بن انس رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(ii) کتاب الصوم کے حوالے سے آپ کے اقوال کی سند یوں ہے: ابوالمصعب المدنی عن انس بن مالک رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(iii) آپ کے بعض اقوال کی سند یوں ہے: موسیٰ بن حزام بن عبیداللہ بن مسلمۃ القعنبی عن مالک بن انس رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۳-حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسانید:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال مبارکہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ تک حضرت احمد بن عبدہ آملی رحمہ

اللہ تعالیٰ کی وساطت سے پہنچے ہیں، جو وہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعدد تلامذہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(i) ابو وہب محمد بن مزاحم، عن ابن المبارک، (ii) علی بن الحسن، عن ابن المبارک، (iii) عبدان، عن سفیان بن عبدالملک، عن ابن المبارک، (iv) حبان بن موسیٰ، عن ابن المبارک، (v) وہب بن زمعۃ، عن فضالۃ النسوی، عن المبارک۔

۴-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسانید:

آپ کے اکثر اقوال کی سند یوں ہے: حسن بن محمد الزعفرانی، عن الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

کتاب الطہارت اور کتاب الصلوٰۃ کے حوالے سے آپ کے اقوال کی اسانید یوں ہیں:

(i) ابوالولید المکی، عن الشافعی، (ii) ابو اسماعیل الترمذی عن یوسف بن یحییٰ القرشی البویطی عن الشافعی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ کے بعض اقوال کی سند یوں ہے: ربیع، عن الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو اقوال حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست سنے تھے، ان میں سے کچھ تحریری طور پر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجے تھے اور اپنی سند سے بیان کرنے کی اجازت دی تھی۔ احادیث لکھ کر کسی کے پاس بھیجنے کو ''مکاتبہ'' کہا جاتا ہے، اسلاف و متقدمین کے ہاں مکاتبہ معتبر تھا، اس کے لئے صریح اجازت بھی نہیں ہے لیکن متاخرین کے ہاں محض مکاتبہ معتبر نہیں ہے بلکہ اس کے لئے صریح اجازت ضروری ہے۔ ورنہ دور حاضر تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کا دور ہے، کوئی شخص پوری کتاب حدیث کو بیان کرنے کا مجاز ہونا چاہیے۔

۵-امام احمد اور امام اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ کی اسانید:

دونوں بزرگوں کے اکثر اقوال کی سند یہ ہے: اسحاق بن منصور، عن احمد و اسحاق...... ابواب الحج، ابواب الدیات اور ابواب الحدود کے حوالے سے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ تک ان کے اقوال کی سند یہ ہے: محمد بن موسیٰ الاصم، عن اسحاق بن منصور، عن احمد و اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ...... حضرت امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند یہ ہے: محمد بن افلح، عن اسحاق۔

فائدہ نافعہ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کو صحیح سند کے ساتھ نہیں پہنچا، لہٰذا انہوں نے آپ کا مذہب اپنی کتاب جامع ترمذی میں درج نہیں کیا۔

امام بخاری کے اقوال:

وَمَا كَانَ فِيهِ مِنْ ذِكْرِ الْعِلَلِ فِي الْاَحَادِيْثِ وَالرِّجَالِ وَالتَّارِيْخِ فَهُوَ مَا اسْتَخْرَجْتُهُ مِنْ كُتُبِ التَّارِيْخِ وَاَكْثَرُ ذٰلِكَ مَا نَاظَرْتُ بِهٖ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ وَمِنْهُ مَا نَاظَرْتُ بِهٖ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاَبَا زُرْعَةَ وَاَكْثَرُ ذٰلِكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاَقَلُّ شَيْءٍ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ زُرْعَةَ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا بِالْعِرَاقِ وَلَا بِخُرَاسَانَ فِيْ مَعْنٰى

الْعِلَلِ وَالتَّارِيخِ وَمَعْرِفَةِ الْاَسَانِيدِ كَبِيرَ اَحَدٍ اَعْلَمَ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمٰعِيلَ ۔

◆◆ ہم نے احادیث، رجال اور تاریخ کے بارے میں جو کچھ علتیں اس میں ذکر کی ہیں، وہ میں نے (امام بخاری کی) کتاب التاریخ سے نقل کی ہیں۔

میں نے ان میں سے اکثر کے بارے میں امام بخاری کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا ہے۔

ان میں سے بعض مسائل کے بارے میں میں نے امام دارمی اور امام ابوزرعہ رازی سے بھی بحث وتمحیص کی ہے، تاہم اس میں زیادہ تر امام بخاری سے منقول ہے، جبکہ امام دارمی اور امام ابوزرعہ سے کم اقوال منقول ہیں۔

میرے علم کے مطابق عراق اور خراسان میں کوئی بھی شخص علل، تاریخ اور اسانید کی معرفت کے حوالے سے امام بخاری سے بڑا عالم نہیں ہے۔

شرح

تیسری بحث: حدیث کی علتوں اور احوال رواۃ کا اصل مآخذ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف ''جامع ترمذی'' کی بعض روایات کی علتوں (خرابیوں) اور بعض رواۃ کے احوال بیان کیے ہیں اور ان امور کا ماخذ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ''التاریخ الکبیر'' کو قرار دیا ہے۔ روایات کی علتوں اور احوال رواۃ کے حوالے سے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف سے براہ راست استفادہ کیا ہے اور بعض امور میں حضرت ابوزرعہ سے استفادہ کیا ہے۔ خراسان میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ احوال رواۃ کی معلومات کے حوالے سے اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الصحیح للبخاری'' کے علاوہ تاریخ پر تین کتب تصنیف فرمائی تھیں: (۱) التاریخ الکبیر، (۲) التاریخ الاوسط، (۳) التاریخ الصغیر۔ محققین کا خیال ہے کہ پاک وہند میں ''التاریخ الصغیر'' کے نام سے جو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب شائع ہو رہی ہے، یہ درحقیقت ''التاریخ الاوسط'' ہے مگر بعض مؤرخین کے مطابق وہ کتاب ''تاریخ صغیر'' ہے۔ اس کتاب میں چالیس ہزار شخصیات کے دلکش احوال وآثار بیان کیے گئے ہیں۔

جرح وتعدیل کی وجہ:

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَاِنَّمَا حَمَلَنَا عَلٰى مَا بَيَّنَّا فِىْ هٰذَا الْكِتَابِ مِنْ قَوْلِ الْفُقَهَاءِ وَعِلَلِ الْحَدِيثِ لِاَنَّا سُئِلْنَا عَنْ هٰذَا فَلَمْ نَفْعَلْهُ زَمَانًا ثُمَّ فَعَلْنَاهُ لِمَا رَجَوْنَا فِيهِ مِنْ مَنْفَعَةِ النَّاسِ لِاَنَّا قَدْ وَجَدْنَا غَيْرَ وَاحِدٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ تَكَلَّفُوْا مِنَ التَّصْنِيفِ مَا لَمْ يُسْبَقُوْا اِلَيْهِ مِنْهُمْ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ وَعَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ وَسَعِيدُ بْنُ اَبِى عَرُوبَةَ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَيَحْيَى ابْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِى زَائِدَةَ وَوَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُمْ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ صَنَّفُوْا فَجَعَلَ اللهُ فِىْ ذٰلِكَ مَنْفَعَةً كَثِيرَةً

فيرجو لهم بذلك الثواب الجزيل عند الله لما نفع الله به المسلمين فهم القدوة فيما صنفوا وقد عاب بعض من لا يفهم على أهل الحديث الكلام في الرجال وقد وجدنا غير واحد من الائمة من التابعين قد تكلموا في الرجال منهم الحسن البصري وطاوس تكلما في معبد الجهني وتكلم سعيد بن جبير في طلق بن حبيب وتكلم ابراهيم النخعي وعامر الشعبي في الحارث الاعور.

ہم نے اس کتاب میں فقہاء کے اقوال اور احادیث کے علل کو اس لیے بیان کیا' کیونکہ اس بارے میں ہم سے سوالات کیے گئے پہلے ہم نے اسے اختیار نہیں کیا تھا' پھر یہ کیا' کیونکہ ہمیں اُمید ہے کہ اس میں لوگوں میں فائدہ ہوگا' پھر ہم نے یہ بات بھی دیکھی کہ بہت سے ائمہ نے بڑی محنت کے ساتھ ایسی تصانیف مرتب کیں' اُن سے پہلے اس نوعیت کی مثال نہیں ملتی۔ ان مشائخ میں ہشام بن حسان' عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج' سعید بن ابی عروبہ' مالک بن انس' حماد بن سلمہ' عبداللہ بن المبارک' یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ' وکیع بن جراح' عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ' اہل علم واہلِ فضل شامل ہیں۔ جنہوں نے تصانیف مرتب کیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن تصانیف میں (لوگوں کے لئے) بہت سا فائدہ رکھا۔ ہمیں اُمید ہے کہ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی اس وجہ سے اجر جزیل عطاء ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے مسلمانوں کو نفع عطاء کیا ہے۔ ان حضرات نے جو تصنیف کی ہے' اس بارے میں یہ لوگ پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شرح

چوتھی بحث: احادیث، اقوال فقہاء اور احوال رواۃ بیان کرنے کی وجوہات:

تدوین حدیث کے تیسرے دور میں مصنفین کتب احادیث نے اپنی تصانیف میں اقوال واحادیث کی علتوں (خفیہ خرابیوں) اور احوال رواۃ کو شامل کرنا شروع کر دیا تھا جبکہ تدوین حدیث کے دور اول اور ثانی میں ان امور کی طرف توجہ نہیں کی جاتی تھی اور نہ ہی ان کو تصنیف کا حصہ بنایا جاتا تھا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ابتداءً دور اول و دور ثانی کی طرح جامع ترمذی تالیف کا آغاز کیا، امور ثلاثہ کو شامل کرنے کی طرف توجہ مبذول نہ کی کہ ان چیزوں کو احادیث میں داخل کرنے سے خرابی پیدا ہوگی بعض اہل علم نے ان امور کی طرف میری توجہ کرائی تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے شرح صدر کی دولت حاصل ہوگئی اور میں نے ان کی طرف توجہ کی، جس وجہ سے کتاب نہایت نافع ومفید بن گئی۔

اس دور میں بھی بہت سے اہل علم موجود تھے، جو ان امور کو تصنیف کا حصہ بنانے کے قائل تھے اور ان کے فوائد ونتائج سے بھی آگاہ تھے۔ ان میں سے چند ایک اکابر واسلاف کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) ہشام بن حسان، (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز، (۳) سعید بن عروہ، (۴) مالک بن انس، (۵) حماد بن سلمہ، (۶) عبداللہ ابن مبارک، (۷) وکیع بن الجراح، (۸) عبدالرحمٰن مہدی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

بعض لوگ جو علم سے عاری ہیں انہوں نے محدثین پر اس حوالے سے اعتراض کیا ہے کہ وہ رجال کے بارے میں کلام کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ ہم نے بہت سے ائمہ تابعین کو دیکھا ہے کہ انہوں نے رجال کے بارے میں کلام کیا ہے۔ ان میں حسن بصری

اور طاؤس شامل ہیں۔ جنہوں نے معبد جہنی کے بارے میں کلام کیا ہے' اسی طرح سعید بن جبیر نے طلق بن حبیب کے بارے میں کلام کیا ہے۔ ابراہیم نخعی اور عامر شعبی نے حارث اعور کے بارے میں کلام کیا ہے۔

وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْنٍ وَسُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَالْاَوْزَاعِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ وَوَكِيْعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَغَيْرِهِمْ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ تَكَلَّمُوْا فِي الرِّجَالِ وَضَعَّفُوْا .

◆◆ ایوب سختیانی' عبداللہ بن عون' سلیمان تیمی' شعبہ بن حجاج' سفیان ثوری' مالک بن انس' اوزاعی' عبداللہ بن مبارک' یحییٰ بن سعید قطان' وکیع بن جراح' عبدالرحمن بن مہدی اور دیگر اہلِ علم حضرات نے کچھ راویوں کے بارے میں کلام کیا ہے اور انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

وَاِنَّمَا حَمَلَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ النَّصِيْحَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ لَا يُظَنُّ بِهِمْ اَنَّهُمْ اَرَادُوْا الطَّعْنَ عَلَى النَّاسِ اَوِ الْغِيْبَةَ اِنَّمَا اَرَادُوْا عِنْدَنَا اَنْ يُّبَيِّنُوْا ضَعْفَ هٰٓؤُلَاءِ لِكَيْ يُعْرَفُوْا لِاَنَّ بَعْضَ الَّذِيْنَ ضُعِّفُوْا كَانَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ وَبَعْضُهُمْ كَانَ مُتَّهَمًا فِي الْحَدِيْثِ وَبَعْضُهُمْ كَانُوْا اَصْحَابَ غَفْلَةٍ وَكَثْرَةِ خَطَاٍ فَاَرَادَ هٰٓؤُلَاءِ الْاَئِمَّةُ اَنْ يُّبَيِّنُوْا اَحْوَالَهُمْ شَفَقَةً عَلَى الدِّيْنِ وَتَثْبِيْتًا لِاَنَّ الشَّهَادَةَ فِي الدِّيْنِ اَحَقُّ اَنْ يُّتَثَبَّتَ فِيْهَا مِنَ الشَّهَادَةِ فِي الْحُقُوْقِ وَالْاَمْوَالِ .

◆◆ ہم یہ سمجھتے ہیں' باقی اللہ بہتر جانتا ہے! ان حضرات نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے ایسا کیا۔ ان حضرات کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے کچھ لوگوں پر طعن کرنے کے لئے یا غیبت کے طور پر یہ کلام کیا ہوگا۔ ان حضرات کا مقصد ہمارے نزدیک یہ تھا کہ وہ ان راویوں کے ضعف کو بیان کر دیں' تا کہ ان کی معرفت حاصل ہو جائے۔ جن لوگوں کو ضعیف قرار دیا گیا' ان میں سے بعض لوگ بدعتی (بدعقیدہ) تھے۔ بعض لوگوں پر حدیث (جھوٹی یا غلط) بیان کرنے کا الزام تھا' بعض (حدیث نقل کرنے میں) غفلت برتتے تھے اور بکثرت غلطیاں کرتے تھے' تو دینی (تعلیمات) کی بہتری اور احتیاط کے لئے ان حضرات نے ایسے افراد کی حالت بیان کی ہے' کیونکہ دینی تعلیمات نقل کرنے میں (شرعی) گواہی کا ہونا اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس میں احتیاط کی جائے۔ بہ نسبت اُس گواہی کے حقوق اور اموال سے تعلق رکھتی ہے۔

شرح

پانچویں بحث: ضعیف رواۃ پر جراح کرنا دین کی خدمت ہے نہ کہ غیبت:

ضعیف حدیث کی تعریف بایں الفاظ کی جاتی ہے: كل حديث لم يجتمع فيه صفات الحديث الصحيح ولا صفات الحديث الحسن یعنی حدیث ضعیف وہ ہے جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی صفات نہ پائی جائیں۔ بالفاظ دیگر حدیث ضعیف وہ ہے' جو وجوہ طعن سے خالی نہ ہو اور وجوہ طعن دس (۱۰) ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) کذب، (۲) تہمت، (۳) جہالت، (۴) فحش الغلط، (۵) شدت الغفلت، (۶) وہم، (۷) فسق، (۸) مخالفت

ثقات، (۹) سوء حفظ، (۱۰) بدعت۔

جمہور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضعیف روات پر جرح کرنا غیبت کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ دین کی خدمت ہے، کیونکہ حفاظت وصیانت احادیث کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ اکابر واسلاف اور تابعین عظام نے اس فن کی خدمت کی ہے، اگر یہ قابل مذمت اقدام ہوتا تو وہ کبھی اس میدان میں قدم نہ رکھتے مثلاً حضرت امام حسن بصری اور حضرت امام طاؤس رحمہما اللہ تعالیٰ نے معبد جہنی پر گفتگو کی ہے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: معبد جہنی سے بچو، کیونکہ وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ حضرت امام طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اس سے دریافت کیا: کیا تو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا ہے؟ اس نے یوں جواب دیا: کذب علی۔ مجھ پر جھوٹ باندھا گیا ہے اور لوگوں نے بلاوجہ مجھے ... ب فی الکلام قرار دے رکھا ہے۔

معبد جہنی فرقہ قدریہ کا بانی ہے، یہ فرقہ تقدیر کا منکر ہے، یہ ضال ومضل تھا، جلیل القدر فقہاء نے اسے گمراہ قرار دیا ہے اور ۸۰ھ میں وہ قتل کیا گیا تھا۔

اسی طرح حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے طلق بن حبیب پر گفتگو کی ہے۔ حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے طلق بن حبیب کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تو مجھے فرمایا: تم اس کے پاس مت بیٹھا کرو۔

معبد جہنی کی طرح طلق بن حبیب بھی کذاب تھا، یہ اہل تشیع سے تعلق رکھتا تھا اور عقیدہ رجعت کا قائل تھا۔ عقیدہ رجعت کے کئی مطالب بیان کیے گئے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت علی رضی اللہ عنہ بادلوں میں موجود ہیں، آپ کی اولاد میں سے کوئی فرد حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرتا ہے، تو آپ بادلوں سے فرماتے ہیں: تم بھی اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرو۔

(ii) امام غائب محمد بن حسن عسکری کا کنوئیں سے برآمد ہونا، رجعت ہے۔

(iii) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں تشریف لانا، رجعت ہے۔

اسی طرح حضرت عامر شعبی اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حارث اعور پر شدید تنقید وجرح کی ہے۔ حضرت ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ حارث اعور کے بارے میں بطور جرح رقم طراز ہیں: **کان غالیاً فی التشیع واھیاً فی الحدیث** یعنی حارث اعور غالی قسم کا شیعہ تھا اور احادیث میں نہایت درجہ کا ضعیف (کمزور) تھا۔

حارث اعور کا پورا نام یوں ہے: ابوزہیر حارث بن عبداللہ ہمدانی۔ یہ کذاب فی الاحادیث تھا اور جلیل القدر فقہاء نے اس پر جرح کی ہے اور اسے کذاب قرار دیا ہے۔

فائدہ نافعہ:

جس طرح قاضی کی عدالت میں کوئی فیصلہ پہنچتا ہے، تو وہ درست فیصلہ تک رسائی کے لئے فریقین کی گفتگو سنتا ہے اور گواہوں کے بیانات سن کر ان پر غور کرتا ہے، یہ عمل قابل تحسین ہے اور غیبت ہرگز نہیں کہلاتا۔ اسی طرح ضعیف رواۃ پر بحث وجرح غیبت کے

زمرے میں نہیں آتا بلکہ حفاظت وصیانت احادیث کے حوالے سے ایک عظیم الشان خدمت اور باعث اجر وثواب عمل ہے۔

جب ضعیف رواۃ پر جرح کرنا درست قرار پایا، تو اسی وجہ سے ممتاز ترین فقہاء ومحدثین نے اس فن میں کتب تالیف کی ہیں، ان اسلاف واکابر میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام بخاری، (۲) حضرت امام شافعی، (۳) حضرت امام مسلم، (۴) حضرت امام احمد بن حنبل، (۵) حضرت امام نسائی، (۶) حضرت امام ابوداؤد، (۷) حضرت یحییٰ بن معین، (۸) حضرت علی مدینی، (۹) حضرت ابوحاتم، (۱۰) حضرت ابو زرعہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

متقدمین کی رائے:

قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ سَاَلْتُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیَّ وَشُعْبَةَ وَمَالِكَ بْنَ اَنَسٍ وَّسُفْیَانَ بْنَ عُیَیْنَةَ عَنِ الرَّجُلِ تَكُوْنُ فِیْهِ تُهْمَةٌ اَوْ ضَعْفٌ اَسْكُتُ اَوْ اُبَیِّنُ قَالُوْا بَیِّنْ .

◆◆ امام بخاری نے محمد بن یحییٰ کے حوالہ سے یہ بات بتائی ہے' اُنہوں نے اپنے والد کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے سفیان ثوری' شعبہ' مالک بن انس' سفیان بن عیینہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا' جس نے تہمت یا ضعف پایا جاتا ہے۔ (ایسے شخص کے بارے میں) میں خاموش رہوں' یا (اس کی خامی) بیان کردوں؟ تو ان حضرات نے یہ جواب دیا: تم بیان کردو!

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّیْسَابُوْرِیُّ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ قَالَ قِیْلَ لِاَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَیَّاشٍ اِنَّ اُنَاسًا یَّجْلِسُوْنَ وَیَجْلِسُ اِلَیْهِمُ النَّاسُ وَلَا یَسْتَاْهِلُوْنَ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَیَّاشٍ كُلُّ مَنْ جَلَسَ جَلَسَ اِلَیْهِ النَّاسُ وَصَاحِبُ السُّنَّةِ اِذَا مَاتَ اَحْیَا اللّٰهُ ذِكْرَهُ وَالْمُبْتَدِعُ لَا یُذْكَرُ .

◆◆ محمد بن رافع نیشاپوری' یحییٰ بن آدم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابوبکر بن عیاش سے یہ کہا گیا: کچھ لوگ بیٹھتے ہیں اور کچھ لوگ (درسِ حدیث دینے کے لئے) بیٹھتے ہیں اور کچھ لوگ (اُن سے حدیث کا درس لینے کے لئے) اُن کے پاس بیٹھتے ہیں' حالانکہ (درس دینے والے افراد) اس کے اہل نہیں ہوتے؟ تو ابوبکر بن عیاش نے کہا: جو شخص (درس حدیث دینے کے لئے) بیٹھے گا' لوگ (اُس سے درس لینے کے لئے) اُس کے پاس بیٹھیں گے' لیکن جو شخص واقعی علم حدیث کا ماہر ہوگا' جب وہ انتقال کر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے ذکر کو زندہ رکھیں گا' لیکن جو شخص بدعتی (بدمذہب) ہوگا' اُس کا (بعد میں) ذکر نہیں ہوگا۔

سند کی اہمیت:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شَقِیْقٍ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَصَمُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ زَكَرِیَّا عَنْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ كَانَ فِی الزَّمَنِ الْاَوَّلِ لَا یَسْاَلُوْنَ عَنِ الْاِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ سَاَلُوْا عَنِ الْاِسْنَادِ لِكَیْ یَاْخُذُوْا حَدِیْثَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَیَدَعُوْا حَدِیْثَ اَهْلِ الْبِدَعِ .

◆◆ د بن علی' نصر بن عبداللہ کے حوالہ سے' اسماعیل بن زکریا کے حوالہ سے' ابن سیرین کا یہ بیان کرتے ہیں: پہلے زمانہ

میں لوگ سند کے بارے میں تحقیق نہیں کرتے تھے لیکن جب (فرقہ وارانہ اختلافات کے حوالے سے) فتنہ آ گیا تو لوگوں نے سند کی تحقیق کرنا شروع کر دی تا کہ وہ اہل سنت سے احادیث نقل کریں اور اہل بدعت کی روایات کو چھوڑ دیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَانَ يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ الْإِسْنَادُ عِنْدِي مِنَ الدِّينِ لَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ فَإِذَا قِيلَ لَهُ مَنْ حَدَّثَكَ بَقِيَ .

❖❖ محمد بن علی' عبدان کے حوالے سے' عبداللہ بن مبارک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اسناد میرے نزدیک دین کا حصہ ہیں کیونکہ اگر اسناد نہ ہوتیں تو جو شخص جو چاہتا' بیان کر دیتا' اور جب اُس سے پوچھا جائے: تمہیں یہ حدیث کس نے سنائی ہے؟ تو وہ خاموش ہو جائے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى قَالَ ذُكِرَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ حَدِيثٌ فَقَالَ يُحْتَاجُ لِهٰذَا أَرْكَانٌ مِنْ آجُرٍّ .

قَالَ أَبُو عِيسَى : يَعْنِي أَنَّهُ ضَعَّفَ إِسْنَادَهُ .

❖❖ محمد بن علی' حبان بن موسیٰ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: عبداللہ بن مبارک کے سامنے ایک حدیث کا ذکر کیا گیا' تو وہ بولے: اس کے لئے مضبوط اینٹوں سے بنے ہوئے ستون (یعنی مستند "سند") کی ضرورت ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یعنی اُنہوں نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ تَرَكَ حَدِيثَ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ وَالْحَسَنِ بْنِ دِينَارٍ وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَسْلَمِيِّ وَمُقَاتِلِ بْنِ سُلَيْمَانَ وَعُثْمَانَ الْبُرِّيِّ وَرَوْحِ بْنِ مُسَافِرٍ وَأَبِي شَيْبَةَ الْوَاسِطِيِّ وَعَمْرِو بْنِ ثَابِتٍ وَأَيُّوبَ بْنِ خُوْطٍ وَأَيُّوبَ بْنِ سُوَيْدٍ وَنَصْرِ بْنِ طَرِيفٍ هُوَ أَبُو جَزْءٍ وَالْحَكَمِ وَحَبِيبٍ الْحَكَمُ رَوَى لَهُ حَدِيثًا فِي كِتَابِ الرِّقَاقِ ثُمَّ تَرَكَهُ وَقَالَ حَبِيبٌ لَا أَدْرِي .

❖❖ احمد بن عبدہ' وہب بن زمعہ کے حوالے سے' عبداللہ بن مبارک کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: اُنہوں نے حسن بن عمارہ' حسن بن دینار' ابراہیم بن محمد اسلمی' مقاتل بن سلیمان' عثمان بری' روح بن مسافر' ابوشعبہ واسطی' عمرو بن ثابت' ایوب بن خوط' ایوب بن سوید' نصر بن طریف' یہ صاحب ابوجزء ہیں' حکم' حبیب حکم کی روایات (نقل کرنے کو) ترک کر دیا تھا۔

اُنہوں نے اس راوی کے حوالے سے اپنی تصنیف "کتاب الرقاق" میں ایک روایت نقل کی' پھر اُسے ترک کر دیا اور بولے: حبیب کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے۔

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَسَمِعْتُ عَبْدَانَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَرَأَ أَحَادِيثَ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ فَكَانَ أَخِيرًا إِذَا أَتَى عَلَيْهَا أَعْرَضَ عَنْهَا وَكَانَ لَا يَذْكُرُهُ .

❖❖ احمد بن عبدہ' عبدان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: عبداللہ بن مبارک نے پہلے بکر بن خنیس کی روایات کا علم حاصل کیا' لیکن آخر میں جب اُن کی روایات ابن مبارک کے سامنے آتی تھیں' تو وہ اُن سے اعراض کرتے تھے اور اُن کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

قَالَ اَحْمَدُ حَدَّثَنَا اَبُوْ وَهْبٍ قَالَ سَمَّوْا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ رَجُلًا يُتَّهَمُ فِي الْحَدِيْثِ فَقَالَ لَاَنْ اَقْطَعَ الطَّرِيْقَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْهُ .

احمد نے ابووہب کا یہ بیان نقل کیا ہے: لوگوں نے عبداللہ بن مبارک کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا' جس کی نقل کردہ روایات پر الزام عائد کیا گیا تھا' تو عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: میں ڈاکہ ڈال لوں' یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگا کہ میں اس شخص کے حوالہ سے حدیث نقل کروں۔

قَالَ اَخْبَرَنِىْ مُوْسَى بْنُ حِزَامٍ قَالَ سَمِعْتُ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرْوِىَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو النَّخَعِيِّ الْكُوْفِيِّ .

موسیٰ بن حزام' یزید بن ہارون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ سلیمان بن عمرو نخعی کوفی کے حوالہ سے کوئی روایت نقل کرے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَكْذَبَ مِنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ وَلَا اَفْضَلَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ .

محمد بن غیلان' ابویحییٰ حمانی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں دیکھا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ لَوْلَا جَابِرٌ الْجُعْفِيُّ لَكَانَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ بِغَيْرِ حَدِيْثٍ وَلَوْلَا حَمَّادٌ لَكَانَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ بِغَيْرِ فِقْهٍ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے جارود کو وکیع کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے سنا ہے: اگر جابر جعفی نہ ہوتے تو اہل کوفہ علم حدیث سے بے بہرہ ہوتے' اور اگر حماد (بن ابوسلیمان) نہ ہوتے تو اہل کوفہ علم فقہ سے بے بہرہ ہوتے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَذَكَرُوْا مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ فَذَكَرُوْا فِيْهِ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ فَقُلْتُ فِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ فَقَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَعَمْ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے احمد بن حسن کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: ہم لوگ امام احمد بن حنبل کے پاس موجود تھے' لوگوں نے یہ مسئلہ چھیڑ دیا کہ کس شخص پر جمعہ پڑھنا فرض ہوتا ہے؟ پھر کچھ لوگوں نے تابعین اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہلِ علم کی آراء بیان کی' تو میں نے کہا: اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بھی ایک حدیث منقول ہے' امام احمد نے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ سے (حدیث منقول ہے)؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! (پھر میں نے درج ذیل حدیث سنائی۔)

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعَارِكُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِىِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"اَلْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ اٰوَاهُ اللَّيْلُ اِلٰی اَهْلِهٖ"

قَالَ فَغَضِبَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّقَالَ اسْتَغْفِرْ رَبَّكَ اسْتَغْفِرْ رَبَّكَ مَرَّتَيْنِ ۔

◆◆ احمد بن حسن نے حجاج بن نصیر کے حوالے سے معارک بن عباد کے حوالے سے عبداللہ بن سعید مقبری کے حوالے سے اُن کے والد کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

"جمعہ پڑھنا اُس شخص پر لازم ہوگا جو (جمعہ پڑھنے کے بعد) رات تک اپنے گھر واپس پہنچ سکے"۔

تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: تم اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو! تم اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو! یہ جملہ اُنہوں نے دو مرتبہ کہا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: وَاِنَّمَا فَعَلَ هٰذَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لِاَنَّهٗ لَمْ يُصَدِّقْ هٰذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِضَعْفِ اِسْنَادِهٖ لِاَنَّهٗ لَمْ يَعْرِفْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَجَّاجُ ابْنُ نُصَيْرٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ ضَعَّفَهٗ يَحْيَی بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ جِدًّا فِي الْحَدِيْثِ ۔

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے ایسا اس لیے کیا' کیونکہ اُنہوں نے اس روایت کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونے کی تصدیق نہیں کی' کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اور امام احمد اس روایت کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونے سے واقف نہیں تھے' جبکہ اس کے راوی حجاج بن نصیر کو علمِ حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے' اسی طرح عبداللہ بن سعید مقبری کو بھی یحییٰ بن سعید القطان نے روایتِ حدیث میں بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

چھٹی بحث: اسناد کی اہمیت وافادیت اور ضعیف رواۃ پر جرح کرنے کا جواز:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسناد کی اہمیت وافادیت اور ضعیف رواۃ پر جرح وبحث کے جواز پر متعدد اقوال فقہاء نقل کیے ہیں اور ان سے استدلال کیا ہے کہ یہ امور نہایت قابل توجہ ہیں۔ لہٰذا اسلاف کی طرح ہمیں بھی اس موضوع پر کام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ اقوال فقہاء سے چند علمی نکات سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆ حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ جو شخص نااہل ہونے کے باوجود اپنا حلقۂ درس قائم کر لیتا ہے، احادیث مبارکہ بیان کرنا شروع کر دیتا ہے، لوگ اسے محدث یگانہ سمجھنے لگتے ہیں، تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور اس کے حلقہ میں شامل ہونا کیسا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جو شخص بھی اپنا حلقہ درس قائم کرتا ہے، اسے چند لوگ ایسے مل جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کا حلقہ درس نمایاں معلوم ہوتا ہے مگر یہ سلسلہ شہرت اس کی زندگی تک محدود ہوتا ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کا نام تک باقی نہیں رہتا۔ اس کے برعکس جو شخص قابل ہو، خادم دین کی حیثیت سے حلقۂ درس شروع کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے حلقہ میں روز بروز اضافہ کرتا رہتا ہے، اس کا علمی وروحانی فیضان دنیا بھر میں پھیل جاتا ہے اور یہ فیضان ایسے محدث کی زندگی تک محدود نہیں رہتا بلکہ بعد از وفات نسل درنسل تا قیامت جاری وساری رہتا ہے۔

☆ فتنہ سے مراد جنگ صفین کے بعد پیش آنے والی صورتحال ہے، جب رافضیت اور ناصبیت کو غلبہ حاصل ہوا، اس موقع پر بقید حیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسناد حدیث کا سلسلہ شروع کیا اور روات پر جرح کے اصول مرتب کیے۔

☆ بدعت کی مشہور دو اقسام ہیں:

(i) بدعت سیئہ: اس سے مراد ہے وہ نئی چیز ہے، جو قرآن وسنت کے منافی ہو مثلاً سینما گھر یا فلم سازی یا تصویر سازی وغیرہ۔ ہر ممکن اس سے اجتناب واحتراز ضروری ہے۔

(ii) بدعت حسنہ: اس سے مراد وہ نیا کام ہے، جو قرآن وسنت سے متصادم نہ ہو مثلاً موجودہ دور کی مساجد، دینی مدارس کا قیام، لائبریریوں کا اہتمام، شائع شدہ قرآن کی تلاوت اور طبع شدہ کتب احادیث وغیرہ کا مطالعہ کرنا۔ یہ امور جائز ہیں بلکہ ان کا وجود ضروری ہے، جس طرح دور صحابہ میں جمعۃ المبارک کی آذان ثانی اور بیس رکعت نماز تراویح کا اجراء وغیرہ۔

☆ سند حدیث کو غیر ضروری نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ سند ہی احادیث کو اغلاط اور غیر کے کلام کے خلط ملط ہونے سے محفوظ کر سکتی ہے ورنہ لوگوں کی زبانوں کو لگام دینے کا کوئی طریقہ موجود نہیں ہے۔

☆ حضرت وہب بن زمعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور کے تیرہ (۱۳) محدثین سے روایات لینا چھوڑ دیا تھا، کیونکہ وہ رطب ویابس اور کذب بیانی سے کام لینے کے ساتھ ساتھ نہایت درجہ کے ضعیف و کمزور تھے۔ ان تیرہ محدثین کے اسماء حسب ذیل ہیں:

۱-حسن بن عمارہ:

ان کی کنیت: ابومحمد تھی، کوفہ کے باسی تھے اور خلیفہ منصور کے زمانہ میں بغداد میں قضاۃ کے منصب پر فائز تھے۔ حضرت امام شعبہ، حضرت ابن عیینہ، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام یحییٰ بن معین اور حضرت امام نووی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

۲-حسن بن دینار:

ان کا پورا نام: ابوسعید حسن بن دینار تھا۔ حضرت یحییٰ قطان، حضرت وکیع اور حضرت مہدی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے انہیں ضعیف ونا قابل اعتماد قرار دیا ہے۔

۳-ابراہیم بن محمد الاسلمی:

ان کا پورا نام: ابومحمد ابراہیم بن محمد الاسلمی۔ مشہور گمراہ اور گمراہ کن فرقہ جہمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۴-مقاتل بن سلیمان:

ان کا پورا نام: ابوالحسن مقاتل بن سلیمان تھا۔ کثیر محدثین نے انہیں ضعیف ومجروح قرار دیا ہے۔ حضرت امام نسائی اور حضرت امام وکیع رحمہما اللہ تعالیٰ نے انہیں کذاب قرار دیا ہے۔ عقائد وافکار کے حوالے سے فرقہ مجسمہ سے تعلق رکھتے تھے اور وہ اعضاء

خداوندی کے قائل تھے۔

۵-عثمان:

ان کا پورا نام: ابوسلمہ عثمان بن مقسم البری الکندی تھا، بصرہ کے باسی تھے۔ حضرت یحییٰ قطان اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہما اللہ تعالیٰ نے انہیں ضعیف قرار دیا جبکہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں منکر حدیث کہتے ہیں۔

۶-ابوالبشر روح بن مسافر:

آپ بصرہ کے باشندے تھے، ثقات کی طرف منسوب کر کے روایات بیان کرنے کے عادی تھے۔ حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث کہتے ہیں۔ حضرت امام نسائی اور حضرت امام ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ بھی انہیں المتروک فی الحدیث قرار دیتے ہیں۔

۷-ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی:

آپ علاقہ واسط کے باسی تھے اور مشہور محدث مصنف ابن شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دادا تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام دارقطنی، حضرت ابوحاتم اور حضرت یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔ ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔

۸-ابومقدام عمرو بن ثابت:

مشہور ہے کہ وہ علماء کرام کو گالیاں دیتا تھا، صحابہ میں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرتا تھا اور حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی تھی۔

۹-ابورامیہ ایوب بن خوط:

آپ بصرہ کے باسی تھے، محدثین کا ان کے ضعف پر اتفاق ہے، حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام نسائی، حضرت امام دارقطنی اور امام یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔

۱۰-ابومسعود ایوب بن سوید:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام یحییٰ بن معین اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ تاہم حضرت امام ابن ماجہ، حضرت امام ترمذی اور حضرت ابوداؤد رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان کی روایت نقل کی ہے۔

۱۱-نصر بن طریف ابی جزء:

کثیر محدثین انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔

۱۲-ابوعبداللہ حکم بن عبداللہ الایلی:

محدثین انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں وضاع الحدیث قرار دیتے ہیں اور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں عدم ثقہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام نسائی اور امام دارقطنی رحمہما اللہ تعالیٰ انہیں متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔

۱۳-حبیب:

پورا نام یوں ہے: حبیب بن ثابت، مجہول رواۃ میں سے ایک ہیں اور حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لا ادری، میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: فَكُلُّ مَنْ رُوِىَ عَنْهُ حَدِيْثٌ مِمَّنْ يُتَّهَمُ اَوْ يُضَعَّفُ لِغَفْلَتِهٖ وَكَثْرَةِ خَطَئِهٖ وَلَا يُعْرَفُ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ فَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ ۔

◄► امام ترمذی فرماتے ہیں: ہر ایسا راوی جس پر (جھوٹی روایت نقل کرنے کی) تہمت عائد ہو یا اُس کی غفلت کی وجہ سے اُسے ضعیف قرار دیا گیا ہو (یا وہ حدیث نقل کرنے میں) بکثرت غلطیاں کرتا ہے اور اُس کی نقل کردہ روایت صرف اُسی شخص کے حوالے سے منقول ہو تو ایسی روایت کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَبَيَّنُوْا اَحْوَالَهُمْ لِلنَّاسِ ۔

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُنْذِرِ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ لَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ اتَّقُوا الْكَلْبِيَّ فَقِيْلَ لَهٗ فَاِنَّكَ تَرْوِىْ عَنْهُ قَالَ اَنَا اَعْرِفُ صِدْقَهٗ مِنْ كَذِبِهٖ ۔

◄► کئی ائمہ نے ضعیف راویوں کے حوالہ سے روایات نقل کی ہیں اور لوگوں کے سامنے اُن راویوں کے احوال نقل کیے ہیں۔

ابراہیم بن عبداللہ باہلی یعلیٰ بن عبید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سفیان ثوری نے ہم سے کہا: کلبی سے روایات کرنے سے پرہیز کرو اُن سے کہا گیا: آپ خود اُس کے حوالہ سے روایات نقل کرتے ہیں تو اُنہوں نے فرمایا: مجھے اُس کی نقل کردہ جھوٹی اور سچی روایات (میں فرق) کے بارے میں علم ہے۔

قَالَ وَاَخْبَرَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنِىْ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ عَنْ اَبِىْ عَوَانَةَ قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ الْبَصْرِىُّ اشْتَهَيْتُ كَلَامَهٗ فَتَتَبَّعْتُهٗ عَنْ اَصْحَابِ الْحَسَنِ فَاَتَيْتُ بِهٖ اَبَانَ بْنَ اَبِىْ عَيَّاشٍ فَقَرَاَهٗ عَلَىَّ كُلَّهٗ عَنِ الْحَسَنِ فَمَا اَسْتَحِلُّ اَنْ اَرْوِىَ عَنْهُ شَيْئًا ۔

◄► امام بخاری' یحییٰ بن معین کے حوالہ سے' عفان کے حوالہ سے' ابوعوانہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب حسن بصری کا انتقال ہوا اور میری یہ خواہش ہوئی کہ میں اُن کی نقل کردہ روایات کو جمع کروں' تو میں نے حسن بصری کے شاگردوں سے اُن کی تلاش و تحقیق کی' میں وہ روایات لے کر ابان بن ابوعیاش کے پاس آیا تو اُنہوں نے حسن بصری کے حوالہ سے وہ تمام روایات میرے

سامنے بیان کیں، (یعنی اُنہوں نے جھوٹی روایات بیان کیں) اس لیے میں اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ میں اُن کے حوالے سے کوئی روایت نقل کروں۔

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: قَدْ رَوٰی عَنْ اَبَانَ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ وَاِنْ کَانَ فِیْهِ مِنَ الضَّعْفِ وَالْغَفْلَةِ مَا وَصَفَهٗ اَبُوْ عَوَانَةَ وَغَیْرُهٗ فَلَا یُغْتَرُّ بِرِوَایَةِ الثِّقَاتِ عَنِ النَّاسِ لِاَنَّهٗ یُرْوٰی عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ یُحَدِّثُنِیْ فَمَا اَتَّهِمُهٗ وَلٰکِنْ اَتَّهِمُ مَنْ فَوْقَهٗ۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: کئی ائمہ نے ابان بن ابوعیاش کے حوالے سے روایات نقل کی ہیں، اگرچہ اُن میں ضعف اور غفلت پائے جاتے ہیں، جس کا تذکرہ ابوعوانہ اور دیگر اہلِ علم نے کیا ہے۔ اس لیے ثقہ راویوں کے لوگوں کے حوالے سے نقل کرنے میں دھوکا نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ ابن سیرین سے یہ بات منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: کوئی شخص میرے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا ہے، جس پر میں تہمت عائد نہیں کرتا، لیکن میں اُس سے اوپر والے (یعنی اُس کے استاد) پر تہمت عائد کر دیتا ہوں۔

وَقَدْ رَوٰی غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْنُتُ فِیْ وِتْرِهٖ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔

کئی راویوں نے ابراہیم نخعی کے حوالے سے، علقمہ کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

وَرَوٰی اَبَانُ بْنُ اَبِیْ عَیَّاشٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْنُتُ فِیْ وِتْرِهٖ قَبْلَ الرُّکُوْعِ هٰکَذَا رَوٰی سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ عَنْ اَبَانَ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ۔

ابان بن ابوعیاش نے ابراہیم نخعی کے حوالے سے، علقمہ کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

سفیان ثوری نے ابان بن ابوعیاش کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

وَرَوٰی بَعْضُهُمْ عَنْ اَبَانَ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ هٰذَا وَزَادَ فِیْهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَّاَخْبَرَتْنِیْ اُمِّیْ اَنَّهَا بَاتَتْ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِیْ وِتْرِهٖ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔

بعض راویوں نے اس روایت کو اسی سند کے ساتھ، ابان بن ابوعیاش کے حوالے سے، اسی کی مانند نقل کیا ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ اضافی نقل کیے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری والدہ نے مجھے بتایا کہ ایک رات وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ٹھہر گئیں، تو اُنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَاَبَانُ بْنُ اَبِیْ عَیَّاشٍ وَّاِنْ کَانَ قَدْ وُصِفَ بِالْعِبَادَةِ وَالْاِجْتِهَادِ فَهٰذِهٖ حَالُهٗ فِی الْحَدِیْثِ

وَالْقَوْمُ كَانُوْا اَصْحَابَ حِفْظٍ فَرُبَّ رَجُلٍ وَّاِنْ كَانَ صَالِحًا لَّا يُقِيْمُ الشَّهَادَةَ وَلَا يَحْفَظُهَا فَكُلُّ مَنْ كَانَ مُتَّهَمًا فِى الْحَدِيْثِ بِالْكَذِبِ اَوْ كَانَ مُغَفَّلًا يُّخْطِئُ الْكَثِيْرَ فَالَّذِىْ اخْتَارَهُ اَكْثَرُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مِنَ الْاَئِمَّةِ اَنْ لَّا يُشْتَغَلَ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ اَلَا تَرٰى اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْمُبَارَكِ حَدَّثَ عَنْ قَوْمٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَمْرُهُمْ تَرَكَ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: ابان بن ابوعیاش کی عبادت اور اجتہاد کا جو بھی ذکر کیا گیا' لیکن علمِ حدیث میں اُن کی حالت یہ ہے۔ علمِ حدیث کے ماہرین تو روایت کے الفاظ کو یاد رکھتے ہیں' بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص نیک ہوتا ہے' لیکن وہ شہادت قائم نہیں کرسکتا اور اُس کی حفاظت بھی نہیں کرسکتا۔ ہر وہ شخص جس پر حدیث نقل کرنے میں جھوٹ بولنے کا الزام ہو' یا وہ روایت نقل کرنے میں غفلت کا شکار ہوتا ہو اور بکثرت غلطیاں کرتا ہو' تو علمِ حدیث کے اکثر ماہرین نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ ایسے راوی سے روایات نقل نہ کی جائیں۔ کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا؟ عبداللہ بن مبارک نے پہلے بعض اہلِ علم سے روایات نقل کی تھیں' لیکن جب اُن کا معاملہ ابن مبارک کے سامنے واضح ہوا تو اُنہوں نے ان راویوں کی روایت کو ترک کردیا۔

اَخْبَرَنِىْ مُوْسٰى بْنُ حِزَامٍ قَالَ سَمِعْتُ صَالِحَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ اَبِىْ مُقَاتِلٍ السَّمَرْقَنْدِىِّ فَجَعَلَ يَرْوِىْ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ شَدَّادٍ الْاَحَادِيْثَ الطِّوَالَ الَّتِىْ كَانَ يَرْوِىْ فِىْ وَصِيَّةِ لُقْمَانَ وَقَتْلِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّمَا اَشْبَهَ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ اَخٍ لِّاَبِىْ مُقَاتِلٍ يَّا عَمِّ لَا تَقُلْ حَدَّثَنَا عَوْنٌ فَاِنَّكَ لَمْ تَسْمَعْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ قَالَ يَا بُنَىَّ هُوَ كَلَامٌ حَسَنٌ .

◆◆ موسیٰ بن حزام نے صالح بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: ہم لوگ ابومقاتل سمرقندی کے پاس موجود تھے' اُنہوں نے عون بن ابوشداد کے حوالہ سے لمبی روایات نقل کرنا شروع کردیں' جن میں لقمان کی وصیت کا تذکرہ تھا' سعید بن جبیر کے قتل کا واقعہ تھا اور اس طرح کے دیگر واقعات تھے' تو ابومقاتل کے بھتیجے نے اُن سے کہا: اے چچا جان! آپ یہ نہ کہیں کہ ہمیں عون نے یہ بات بتائی ہے' کیونکہ آپ نے یہ سب روایات (عون سے) سنی ہوئی نہیں ہیں' تو ابومقاتل بولا: اے میرے بچے! یہ اچھی باتیں ہیں۔

شرح

ساتویں بحث: ان رواۃ کا تذکرہ جن کی احادیث قابل اعتبار نہیں ہوسکتیں:

اس عنوان پر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت اختصار سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کسی راوی پر کذب کا الزام ہو یا وہ حدیث کو یاد رکھنے میں غفلت سے کام لیتا ہو جس سبب اس میں ضعف آگیا ہو اور یا اس کی بیان کردہ احادیث میں غلطیاں پائی جائیں جبکہ ان کا راوی بھی وہی ہو' تو ایسے راوی کی کوئی روایت قابل استدلال نہیں ہوسکتی اور نہ اس سے مسائل استنباط کیے جاسکتے ہیں۔

اس کی وضاحت یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ وہ اعتراضات والزامات جو راوی پر کیے جائیں جن کے سبب راوی مردود

الشہادت والعدالت قرار پاتا ہے، اور اس کی روایت کو نا قابل قبول قرار دیا جاتا ہے، محدثین کی اصطلاح میں اسے ''طعن'' کہا جاتا ہے۔طعن دس ہیں، جن میں سے پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق حفظ وضبط سے ہے۔عدالت سے مراد ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے انسان دیانتدار اور نیک خیال کیا جاتا ہے مثلاً کبائر سے احتراز کرنا، صغائر پر نہ اڑنا اور خلاف مروت امور سے پرہیز کرنا......ضبط سے مراد ہے کسی بات کو اچھی طرح یاد رکھنا اور ذہن میں محفوظ رکھنا۔ضبط کی دو اقسام ہیں: (i) ضبط الصدر مثلاً ذہن میں کسی روایت کو محفوظ رکھنا۔(ii) ضبط الکتابت مثلاً قرطاس وکاپی پر کسی تحریر کو محفوظ کرنا۔

کسی بھی شخص کی عدالت پانچ امور سے متاثر ہوتی ہے:

(۱) کذب: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کو منسوب کرنا جو آپ نے نہ فرمائی ہو، اس پر عائد اعتراض ہوتا ہے کہ ایسا راوی وضاع الحدیث ہے اور اس کی روایت ''موضوع'' ہے۔

(۲) تہمت بالکذب: اس کا مطلب ہے: کسی پر جھوٹ کا الزام عائد کرنا، خواہ اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو مگر قرائن ایسے موجود ہوں جن سے کذب کا وہم ہوتا ہو۔اس الزام کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: (i) راوی کوئی ایسی روایت بیان کرے جو شرعی اصولوں کے منافی ہو۔(ii) راوی کا حدیث کے علاوہ کذب بیانی سے کام لینا ثابت ہو، کاذب ہونے کی وجہ سے اس کی روایت قابل اعتماد نہیں رہے گی بلکہ وہ راوی متروک الروایت قرار پائے گا۔

(۳) فسق: اس سے مراد ہے بددین وگمراہ ہونا۔یہ الزام ایسے راوی پر عائد کیا جاتا ہے، جو مرتکب الکبائر ہو یا کفریہ کلمات بکتا ہو یا صغائر کا عادی ہو اور یا گالی گلوچ بکتا ہو۔

(۴) جہالت: اس کا مطلب ہے کہ راوی کا ثقہ یا عدم ثقہ ہونا پردہ خفا میں ہو۔

(۵) بدعت: ہرنئی چیز کو بدعت کہا جاتا ہے بشرطیکہ اس کا وجود یا اس پر عمل کرنا قرآن وسنت کے منافی ہو۔اس بدعت کو بدعت سیئہ کہا جاتا ہے جبکہ اس کے مرتکب کو گمراہ وبدعتی کہا جاتا ہے۔اگر وہ چیز قرآن وسنت کے منافی نہ ہو، تو وہ بدعت حسنہ ہے۔اس کے جواز میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

پانچ امور ضبط سے متعلق ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) فحش غلط: یہ الزام اس راوی پر عائد کیا جاتا ہے، جس کی روایت غلط بیانی کی وجہ سے زمرہ صحت سے مکمل طور پر خارج ہو۔

(۲) کثرت غفلت: ایسا راوی جو کثرت غفلت کا شکار رہتا ہو، اس پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے اور وہ حدیث کو محفوظ رکھنے میں بھی غفلت کا مظاہرہ کرتا ہو۔

(۳) وہم: اس کا مطلب ہے کہ سہواً کسی غلطی کا ارتکاب کرنا، وہ غلطی خواہ سند میں ہو یا متن میں یعنی متن یا سند میں تبدیلی کر دینا مثلاً حدیث منقطع یا مرسل کو متصل کر دینا یا ایک روایت کے ٹکڑے کو دوسری حدیث کا حصہ بنا دینا یا روایت میں کمی بیشی کر دینا یا کسی ضعیف راوی کو ثقہ سے تبدیل کر دینا۔ایسے راوی کی حدیث کو ''معلل'' کہا جاتا ہے، گویا اس روایت میں کوئی پوشیدہ خرابی موجود ہے۔

(۴) مخالفت ثقات: مطلب واضح ہے کہ غیر ثقہ راوی کا ثقہ راوی کی مخالفت کرنا، اس کی متعدد صورتیں ہیں جو مطولات میں مذکور ہیں۔

(۵) سوء حفظ: یعنی راوی کی یادداشت نہایت درجہ کی کمزور ہو، یہ الزام اس راوی پر عائد کیا جاتا ہے جو ضعف حافظہ کی وجہ سے غلط بیانی کا مرتکب ہوتا ہو اور یہ غلط بیانی صحت بیانی سے زائد یا اس کے مساوی ہو۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی گفتگو قابل توجہ بلکہ قابل قبول ہے کہ جس راوی میں یہ عیوب ونقائص ہوں، اس کی روایت قابل استدلال نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس سے شرعی احکام استنباط کیے جاسکتے ہیں۔

فائدہ نافعہ:

بعض اوقات محدثین غیر ثقہ رواۃ سے روایات نقل کرتے ہیں، ان کے کئی اسباب ہوتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(i) بعض اوقات کسی ضعیف راوی کی روایت کسی امام کے ہاں قوی ہوتی ہے مثلاً صحیحین میں ایسی روایات مذکور ہیں مگر شارحین نے ان روایات کے نقل کرنے کی یہی وجہ بتائی ہے کہ شیخین کے ہاں یہ روایات قوی ہیں۔

(ii) آئمہ حدیث ضعیف راوی کی صحیح اور سقیم احادیث میں فرق کرتے ہیں اور اس راوی کی صرف صحیح احادیث نقل کرتے ہیں۔

(iii) ضعیف روایت میں راوی کے ضعف کا تذکرہ ہوتا ہے، اساتذہ اپنے تلامذہ کو راوی کے ضعف سے خبردار کرتے ہیں تاکہ حدیث سے استدلال یا عدم استدلال کی صورتحال سامنے آسکے۔

(iv) ضعیف روایت کا شاہد ومتابع موجود ہونے کی وجہ سے آئمہ حدیث اسے نقل کرتے ہیں۔

محدثین کی بعض اکابرین پر تنقید:

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ قَوْمٍ مِّنْ اَجِلَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَضَعَّفُوْهُمْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمْ وَوَثَّقَهُمْ اٰخَرُوْنَ مِنَ الْاَئِمَّةِ بِجَلَالَتِهِمْ وَصِدْقِهِمْ وَاِنْ كَانُوْا قَدْ وَهِمُوْا فِيْ بَعْضِ مَا رَوَوْا قَدْ تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ فِيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو ثُمَّ رَوٰى عَنْهُ.

◆ بعض محدثین نے کچھ ایسے افراد کے بارے میں بھی کلام کیا ہے، جو علمی طور پر بہت جلیل القدر حیثیت کے مالک ہیں، لیکن ان محدثین نے ان حضرات کے حافظہ کے حوالہ سے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ جبکہ دیگر مشائخ نے ان حضرات کی جلالت قدر اور صدق کی وجہ سے ان کی توثیق کی ہے، اگرچہ یہ حضرات بعض اوقات روایات نقل کرتے ہوئے وہم کا شکار ہوجاتے ہیں۔

جیسا کہ یحییٰ بن سعید القطان نے محمد بن عمرو کے بارے میں کلام کیا ہے، لیکن پھر اُن کے حوالہ سے روایات بھی نقل کردی ہیں۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدِ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ سَاَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ تُرِيْدُ الْعَفْوَ اَوْ تُشَدِّدُ فَقَالَ لَا بَلْ اُشَدِّدُ قَالَ لَيْسَ هُوَ مِمَّنْ تُرِيْدُ كَانَ

يَقُولُ اَشْيَاخُنَا اَبُوْ سَلَمَةَ وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ .

ابوبکر عبدالقدوس بن محمد عطار بصری، علی بن مدینی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے محمد بن عمرو بن علقمہ کے بارے میں دریافت کیا، تو اُنہوں نے دریافت کیا: تم کون سی رائے چاہتے ہو؟ معافی والی یا شدت پسندی والی۔ میں نے جواب دیا: نہیں! میں تو شدت والی رائے چاہتا ہوں، تو یحییٰ بولے: وہ اس حیثیت کے مالک نہیں ہیں جو تم چاہتے ہو (یعنی اس میں مستند نہیں ہیں)۔

وہ یہ فرمایا کرتے تھے: ابوسلمہ اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب، ہمارے مشائخ میں سے ہیں۔

قَالَ يَحْيٰى سَاَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ فِيهِ نَحْوَ مَا قُلْتُ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو اَعْلٰى مِنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ وَّهُوَ عِنْدِىْ فَوْقَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ قَالَ عَلِيٌّ فَقُلْتُ لِيَحْيٰى مَا رَاَيْتَ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ قَالَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اُلَقِّنَهُ لَفَعَلْتُ قُلْتُ كَانَ يُلَقَّنُ قَالَ نَعَمْ قَالَ عَلِيٌّ وَّلَمْ يَرْوِ يَحْيٰى عَنْ شَرِيْكٍ وَّلَا عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ وَّلَا عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ صَبِيْحٍ وَّلَا عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ .

یحییٰ بیان کرتے ہیں: میں نے امام مالک سے محمد بن عمرو کے بارے میں دریافت کیا، تو اُنہوں نے اُس کے بارے میں وہی بات ارشاد فرمائی، جو میں نے کہی تھی۔

علی بیان کرتے ہیں: یحییٰ فرماتے ہیں: محمد بن عمرو، سہیل بن ابوصالح کے مقابلہ میں بلند ترین حیثیت کے مالک ہیں اور میرے نزدیک وہ عبدالرحمٰن بن حرملہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔

علی بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ سے دریافت کیا: عبدالرحمٰن بن حرملہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: اگر میں اُن کی (نقل کردہ روایات) میں غلطیاں نکالنا چاہوں تو میں ایسا کرسکتا ہوں، (علی کہتے ہیں:) میں نے دریافت کیا: کیا اُن کی تصحیح کی جاتی تھی؟ تو یحییٰ نے جواب دیا: جی ہاں!

علی بیان کرتے ہیں: یحییٰ نے شریک، ابوبکر بن عیاش، ربیع بن صبیح اور مبارک بن فزارہ کے حوالہ سے روایات نقل نہیں کی ہیں۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنْ كَانَ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ قَدْ تَرَكَ الرِّوَايَةَ عَنْ هٰؤُلَاءِ فَلَمْ يَتْرُكِ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ اَنَّهُ اتَّهَمَهُمْ بِالْكَذِبِ وَلٰكِنَّهُ تَرَكَهُمْ لِحَالِ حِفْظِهِمْ ذُكِرَ عَنْ يَّحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهُ كَانَ اِذَا رَاَى الرَّجُلَ يُحَدِّثُ عَنْ حِفْظِهٖ مَرَّةً هٰكَذَا وَمَرَّةً هٰكَذَا لَا يَثْبُتُ عَلٰى رِوَايَةٍ وَّاحِدَةٍ تَرَكَهُ .

امام ترمذی فرماتے ہیں: اگر یحییٰ بن سعید القطان نے ان حضرات سے روایات نقل نہیں کی ہیں، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُنہوں نے ان پر جھوٹ کا الزام عائد کر کے ان سے روایات نقل نہیں کی ہیں، بلکہ ان حضرات کے حافظہ کی وجہ سے ان کی روایات ترک کی ہیں۔

یحییٰ بن سعید کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتے تھے جو اپنے حافظہ کے حوالہ سے (یعنی زبانی طور پر) روایات بیان کرتے ہوئے کبھی ایک بات نقل کرتا تھا اور کبھی دوسری بات نقل کرتا تھا، جس کی روایت ایک جیسی نہیں ہوتی

تھی تو یحییٰ اُس سے کوئی روایت نقل نہیں کرتے تھے۔

وَقَدْ حَدَّثَ عَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ تَرَكَهُمْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَوَكِيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّغَيْرُهُمْ مِنَ الْاَئِمَّةِ .

◆◆ یحییٰ بن سعید القطان نے جن حضرات کو متروک قرار دیا ہے ان کے حوالے سے عبداللہ بن مبارک وکیع بن جراح عبدالرحمٰن بن مہدی اور دیگر ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰكَذَا تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ وَحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ وَاَشْبَاهِ هٰؤُلَاءِ مِنَ الْاَئِمَّةِ اِنَّمَا تَكَلَّمُوْا فِيْهِمْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمْ فِيْ بَعْضِ مَا رَوَوْا وَقَدْ حَدَّثَ عَنْهُمُ الْاَئِمَّةُ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: بعض محدثین نے سہیل بن ابوصالح محمد بن اسحٰق حماد بن سلمہ محمد بن عجلان اور ان کے پایہ کے دیگر ائمہ کے بارے میں ان حضرات کے حافظہ کے حوالہ سے کلام کیا ہے۔ (جو ان کے حافظہ نے) بعض روایات نقل کرنے میں (غلطی کی ہے) لیکن ان حضرات سے دیگر ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ قَالَ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ كُنَّا نَعُدُّ سُهَيْلَ بْنَ اَبِيْ صَالِحٍ ثَبْتًا فِي الْحَدِيْثِ .

◆◆ حسن بن علی حلوانی علی بن مدینی کے حوالہ سے سفیان بن عیینہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم سہیل بن ابوصالح کو علم حدیث میں مستند شمار کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ ثِقَةً مَّاْمُوْنًا فِي الْحَدِيْثِ .

◆◆ ابن ابی عمر سفیان بن عیینہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: محمد بن عجلان (احادیث نقل کرنے میں) ثقہ اور مامون ہیں۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عِنْدَنَا فِيْ رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ اَحَادِيْثُ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ بَعْضُهَا سَعِيْدٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَبَعْضُهَا سَعِيْدٌ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَاخْتَلَطَتْ عَلَيَّ فَصَيَّرْتُهَا عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَاِنَّمَا تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عِنْدَنَا فِي ابْنِ عَجْلَانَ لِهٰذَا .

وَقَدْ رَوٰى يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ الْكَثِيْرَ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: ہمارے خیال میں یحییٰ بن سعید القطان نے محمد بن عجلان کے سعید مقبری کے حوالہ سے روایات نقل کرنے کے بارے میں کلام کیا ہے۔

ابوبکر علی بن عبداللہ کے حوالہ سے یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: محمد بن عجلان نے یہ بات بیان کی ہے کہ سعید مقبری نے جو روایات نقل کی ہیں اُن میں سے بعض سعید کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں جبکہ بعض روایات سعید کے

حوالہ سے ایک اور شخص کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔

تو یہ روایات میرے سامنے خلط ملط ہو گئی ہیں۔

میں انہیں سعید کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر دیتا ہوں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید نے ابن عجلان کے بارے میں اسی حوالہ سے کلام کیا ہے۔

یحییٰ نے ابن عجلان کے حوالہ سے بہت سی روایات بھی نقل کی ہیں۔

قَالَ اَبُو عِيسٰى: وَهٰكَذَا مَنْ تَكَلَّمَ فِي ابْنِ اَبِي لَيْلٰى اِنَّمَا تَكَلَّمَ فِيهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ الْقَطَّانُ رَوٰى شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ اَخِيهِ عِيسٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ اَبِي اَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُطَاسِ قَالَ يَحْيٰى ثُمَّ لَقِيتُ ابْنَ اَبِي لَيْلٰى فَحَدَّثَنَا عَنْ اَخِيهِ عِيسٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: اسی طرح جن حضرات نے ابن ابی لیلیٰ کے بارے میں کلام کیا ہے انہوں نے ان کے حافظہ کے حوالہ سے کلام کیا ہے۔

علی، یحییٰ بن سعید القطان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: شعبہ نے ابن ابی لیلیٰ کے حوالہ سے ان کے بھائی عیسیٰ کے حوالہ سے عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالہ سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھینکنے کے بارے میں روایات نقل کی ہیں۔

یحییٰ بیان کرتے ہیں: پھر میری ملاقات ابن ابی لیلیٰ سے ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی عیسیٰ کے حوالہ سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روایت کو بیان کیا۔

قَالَ اَبُو عِيسٰى: وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى نَحْوُ هٰذَا غَيْرَ شَيْءٍ كَانَ يَرْوِي الشَّيْءَ مَرَّةً هٰكَذَا وَمَرَّةً هٰكَذَا يُغَيِّرُ الْاِسْنَادَ وَاِنَّمَا جَآءَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَاَكْثَرُ مَنْ مَضٰى مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ كَانُوا لَا يَكْتُبُونَ وَمَنْ كَتَبَ مِنْهُمْ اِنَّمَا كَانَ يَكْتُبُ لَهُمْ بَعْدَ السَّمَاعِ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: ابن ابی لیلیٰ کے حوالہ سے اسی طرح کی دیگر روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔ بعض اوقات وہ کسی ایک چیز کو ایک مرتبہ اس طرح نقل کرتے ہیں اور دوسری مرتبہ اس طرح نقل کر دیتے ہیں یعنی اس کی سند میں کوئی تبدیلی ذکر کر دیتے ہیں، یہ غلطی ان کے حافظہ کے حوالہ سے ہوتی ہے۔ پہلے زمانہ کے اکثر اہلِ علم احادیث نوٹ نہیں کیا کرتے اور ان میں سے جو حضرات نوٹ کرتے تھے وہ حدیث سننے کے بعد نوٹ کرتے تھے۔

روایت بالمعنیٰ کی بحث:

وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ ابْنُ اَبِي لَيْلٰى لَا يُحْتَجُّ بِهٖ وَكَذٰلِكَ مَنْ تَكَلَّمَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِي مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ لَهِيعَةَ وَغَيْرِهِمْ اِنَّمَا تَكَلَّمُوا فِيهِمْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِمْ

وَكَثْرَةِ خَطَئِهِمْ وَقَدْ رَوَى عَنْهُمْ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ فَإِذَا تَفَرَّدَ أَحَدٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ بِحَدِيثٍ وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ لَمْ يُحْتَجَّ بِهِ كَمَا قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ابْنُ أَبِي لَيْلَى لَا يُحْتَجُّ بِهِ إِنَّمَا عَنَى إِذَا تَفَرَّدَ بِالشَّيْءِ وَأَشَدُّ مَا يَكُونُ هٰذَا إِذَا لَمْ يَحْفَظِ الْإِسْنَادَ فَزَادَ فِي الْإِسْنَادِ أَوْ نَقَصَ أَوْ غَيَّرَ الْإِسْنَادَ أَوْ جَاءَ بِمَا يَتَغَيَّرُ فِيهِ الْمَعْنَى فَأَمَّا مَنْ أَقَامَ الْإِسْنَادَ وَحَفِظَهُ وَغَيَّرَ اللَّفْظَ فَإِنَّ هٰذَا وَاسِعٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا لَمْ يَتَغَيَّرِ الْمَعْنَى.

◆◆ احمد بن حسن کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ کی روایت کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح جن اہلِ علم نے مجاہد بن سعید، عبداللہ بن لہیعہ اور دیگر حضرات کے بارے میں کلام کیا ہے، اُنہوں نے ان حضرات کے حافظہ اور (روایت نقل کرنے میں) بکثرت غلطیوں کی وجہ سے کلام کیا ہے۔

جبکہ کئی ائمہ نے ان حضرات کے حوالہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

جب ان حضرات میں سے کوئی ایک شخص کسی روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہو اور اس بارے میں اُس کی متابعت نہ کی گئی ہو تو ایسی روایت کو استدلال نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے یہ فرمایا ہے: ابن ابی لیلیٰ کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ امام احمد کی مراد یہی ہے کہ جب وہ کسی روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہوں۔

اس میں سب سے زیادہ شدید غلطی یہ ہوتی ہے کہ آدمی کو روایت کی سند یاد نہ رہے اور وہ اُس سند میں کوئی کمی یا اضافہ ذکر کر دے، یا سند کو تبدیل کر دے، یا ایسا لفظ نقل کر دے جس کے نتیجہ میں روایت کا مضمون تبدیل ہو جائے۔

البتہ جو شخص سند برقرار رکھے، اُسے یاد رکھے اور الفاظ تبدیل کر دے، تو اہلِ علم کے نزدیک اس کی گنجائش ہے، بشرطیکہ (روایت کا) مفہوم تبدیل نہ ہو۔

شرح

آٹھویں بحث: متکلم فیہ رواۃ کا تعارف وتذکرہ:

ماقبل بحث میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف رواۃ کا تذکرہ کیا تھا مگر اب متکلم فیہ رواۃ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ متکلم فیہ رواۃ سے مراد وہ آئمہ حدیث ہیں جن کی روایات خواص وعوام کے ہاں مسلمہ ہیں لیکن ان پر حسب حال جرح کی گئی ہو اور وہ بھی اصلاحی اور مقام ومرتبہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مثلاً حضرت امام محمد بن اسحاق اور قاضی عبداللہ بن لہیعہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔ ان کا تذکرہ وتعارف حسب ذیل ہے:

۱۔ محمد بن عمرو اللیثی:

آپ کا پورا نام یوں ہے: محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص اللیثی، مدینہ طیبہ کے باسی تھے، صدوق رواۃ میں سے ایک تھے لیکن کبھی وہم کا شکار ہو جاتے تھے، حضرت یحییٰ قطان رحمہ اللہ تعالیٰ نے نرمی کا پہلو اختیار کیا تو خود ان سے روایت نقل کی پھر جب شدت

کے دامن کو تھاما تو ان سے احتراز کرنے کا خود مشورہ صادر فرمایا۔ آپ صحاح ستہ کے مشہور ہیں۔ ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔

۲-عبد الرحمن بن حرملہ:

آپ قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے، مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ آپ کا شمار صدوق رواۃ میں ہوتا تھا مگر کبھی کبھار غلطیاں بھی کر جاتے تھے۔

۳-قاضی شریک بن عبد اللہ:

آپ کوفہ کے باسی تھے، کوفہ میں ہی منصب قضاۃ پر فائز ہوئے، بعد میں حافظہ میں تغیر آ گیا تھا، صدوق رواۃ میں شمار ہوتے تھے مگر روایات میں کچھ غلطیوں کا صدور بھی ہوا تھا۔

۴-ابوبکر بن عیاش:

آپ کوفہ کے باسی تھے، نہایت درجہ کے عابد و زاہد اور صالح تھے، صدوق فی الحدیث تھے مگر زندگی کے آخری حصہ میں حافظہ میں کمزوری لاحق ہو گئی تھی۔

۵-ربیع بن صبیح:

آپ بصرہ کے باشندے تھے، صدوق رواۃ میں شمار ہوتے تھے، عابد و زاہد تھے اور آخری عمر میں حافظہ میں کمزوری لاحق ہو گئی تھی۔

۶-مبارک بن فضالہ:

آپ بصرہ کے رہنے والے تھے، صدوق رواۃ میں سے ایک تھے لیکن تدلیس التسویۃ کرتے تھے، سند کو عالی بنانے کے لئے اپنے ضعیف شیخ کا نام ختم کر دیتے تھے، سند کے اوپر سے بھی ضعیف راوی حذف کر دیتے تھے اور اس کی جگہ متبادل راوی شامل کر لیتے تھے۔ حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ارباب سنن ثلاثہ اور حضرت امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان سے روایت نقل کی ہے۔

۷-ابو یزید سہیل بن ابی صالح:

آپ کا پورا نام یوں ہے: ابو یزید سہیل بن ابی صالح، باپ کا نام ذکوان تھا، تیل اور گھی کا کاروبار کرنے کی وجہ سے ''السمان'' بھی کہلاتے تھے، صدوق رواۃ میں سے ایک تھے لیکن زندگی کے آخری حصہ میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تعلیقاً روایت نقل کی ہے۔

۸-محمد بن اسحاق:

آپ کا پورا نام محمد بن اسحاق بن یسار تھا، مدینہ طیبہ کے باسی تھے، صدوق رواۃ میں شمار ہوتے تھے، تاہم ان پر تدلیس کا

الزام تھا (یعنی ضعیف راوی کا نام حذف کر کے ان کی جگہ کسی قوی راوی کا نام درج کر دینا) تاہم آپ مغازی کے امام تسلیم کیے گئے ہیں۔

۹-حماد بن سلمہ:

آپ کا پورا نام یوں ہے: حماد بن سلمہ بن دینار، بصرہ کے باشندے تھے ۹۰ھ میں پیدا ہوئے، امام بیہقی انہیں امام آئمۃ المسلمین قرار دیتے ہیں، نہایت عابد وزاہد تھے اور آخری عمر میں حافظہ میں ضعف آ گیا تھا۔

حضرت یحییٰ بن معین، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت علی المدینی، حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابن حبان رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ آپ نے ۱۶۷ھ میں وفات پائی۔

۱۰-محمد بن عجلان:

آپ مدینہ منورہ کے باسی تھے، صدوق رواۃ میں شمار ہوتے تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات میں تبدیلی ہوگئی تھی، اس لئے محققین نے ان پر جرح کی ہے۔

۱۱-محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ:

آپ کوفہ کے باشندے تھے، قضاۃ کے منصب پر فائز ہوئے، فقہ میں امام تسلیم کیے گئے، حدیث میں صدوق تھے اور زندگی کے آخری حصہ میں حافظہ میں کمزوری آ گئی تھی۔

فائدہ نافعہ:

ایک خاندان میں ''ابن ابی لیلیٰ'' نام کے چار رواۃ گزرے ہیں اور سب کے سب ثقہ تھے:

(۱) ابن ابی لیلیٰ کے باپ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو ''ابن ابی لیلیٰ کبیر'' کہتے ہیں۔ (۲) ابن ابی لیلیٰ کے بھائی علی بن عبدالرحمٰن کو بھی ''ابن ابی لیلیٰ'' کہتے ہیں۔ (۳) ابن ابی لیلیٰ کے بھتیجے عبداللہ بن عیسیٰ کو بھی ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں۔ (۴) محمد بن ابی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ (راوی حدیث) بھی ابن ابی لیلیٰ ہیں۔

۱۲-ابوعمرو مجاہد بن سعید:

آپ کوفہ کے باسی تھے، قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتے تھے، تلقین قبول کرتے تھے، محدثین انہیں کمزور راوی کے درجہ میں رکھتے تھے اور زندگی کے آخری حصہ میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔

۱۳-عبداللہ بن لہیعہ:

آپ مصر کے باشندے تھے، صدوق رواۃ میں شمار ہوتے تھے، گھر میں آتش زنی کے سبب کتب جل گئی تھیں، آخری عمر میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا اور تسامح کا شکار ہو جاتے تھے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ وَّاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ اِذَا حَدَّثْنَاكُمْ عَلَى الْمَعْنٰى فَحَسْبُكُمْ .

◆◆ محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی کے حوالہ سے، معاویہ بن صالح کے حوالہ سے، علاء بن حارث کے حوالہ سے، مکحول کے حوالہ سے، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب ہم معنوی طور پر کوئی روایت تمہارے سامنے بیان کر دیں تو تمہارے لیے یہ کافی ہے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ كُنْتُ اَسْمَعُ الْحَدِيْثَ مِنْ عَشَرَةٍ اللَّفْظُ مُخْتَلِفٌ وَّالْمَعْنٰى وَاحِدٌ .

◆◆ یحییٰ بن موسیٰ، عبدالرزاق کے حوالہ سے، معمر کے حوالہ سے، ایوب کے حوالہ سے، محمد بن سیرین کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے بعض اوقات کوئی روایت دس مختلف الفاظ میں سنی، لیکن اُس کا مفہوم ایک ہی تھا۔

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ وَالْحَسَنُ وَالشَّعْبِيُّ يَاْتُوْنَ بِالْحَدِيْثِ عَلَى الْمَعَانِيْ وَكَانَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ وَرَجَاءُ بْنُ حَيْوَةَ يُعِيْدُوْنَ الْحَدِيْثَ عَلٰى حُرُوْفِهٖ .

◆◆ احمد بن منیع بیان کرتے ہیں: محمد بن عبداللہ انصاری نے ابن عون کا یہ بیان نقل کیا ہے: ابراہیم نخعی، حسن بصری اور شعبی، حدیث کو معنوی طور پر نقل کر دیتے تھے۔

قاسم بن محمد، محمد بن سیرین اور رجاء بن حیوہ، حدیث کو لفظی طور پر نقل کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ اِنَّكَ تُحَدِّثُنَا بِالْحَدِيْثِ ثُمَّ تُحَدِّثُنَا بِهٖ عَلٰى غَيْرِ مَا حَدَّثْتَنَا قَالَ عَلَيْكَ بِالسَّمَاعِ الْاَوَّلِ .

◆◆ علی بن خشرم، حفص بن غیاث کے حوالہ سے، عاصم احول کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے ابوعثمان نہدی سے کہا: آپ پہلے ہمیں کوئی حدیث سناتے ہیں، پھر آپ بعد میں اُسی حدیث کو دوسرے لفظوں میں سناتے ہیں، تو ابوعثمان نہدی نے فرمایا: تم لوگ پہلے سنی ہوئی روایت کو لازم پکڑلو۔

حَدَّثَنَا الْجَارُوْدُ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اِذَا اَصَبْتَ الْمَعْنٰى اَجْزَاَكَ .

◆◆ جارود، وکیع کے حوالہ سے، ربیع بن صبیح کے حوالہ سے، حسن بصری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب تم نے مفہوم صحیح نقل کر دیا تو تمہارے لیے یہ کافی ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَيْفٍ هُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ اَنْقِصْ مِنَ الْحَدِيْثِ اِنْ شِئْتَ وَلَا تَزِدْ فِيْهِ .

◆◆ علی بن حجر، عبداللہ بن مبارک کے حوالہ سے، سیف بن سلیمان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے مجاہد کو یہ کہتے

ہوئے سنا ہے کہ تم حدیث کے الفاظ میں کمی کر سکتے ہو اُس میں اضافہ نہیں کر سکتے۔

حَدَّثَنَا اَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ اَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ رَجُلٍ قَالَ خَرَجَ اِلَيْنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ فَقَالَ اِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّي اُحَدِّثُكُمْ كَمَا سَمِعْتُ فَلَا تُصَدِّقُونِي اِنَّمَا هُوَ الْمَعْنٰى۔

◆◆ ابو عمار حسین بن حریث' زید بن حباب کے حوالہ سے ایک صاحب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سفیان ثوری ہمارے پاس تشریف لائے اور بولے: اگر میں تمہارے سامنے یہ کہوں کہ میں تمہیں حدیث اُسی طرح سنا رہا ہوں' جس طرح میں نے سنی تھی (یعنی میں نے اس میں کسی بھی لفظ میں کوئی کمی وبیشی نہیں کی) تو تم میری اس بات کی تصدیق نہ کرنا' کیونکہ (میری نقل کردہ وہ روایت) معنوی اعتبار (سے نقل) ہوگی۔

اَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ اِنْ لَّمْ يَكُنِ الْمَعْنٰى وَاسِعًا فَقَدْ هَلَكَ النَّاسُ۔

◆◆ حسین بن حریث' وکیع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اگر معنوی طور پر حدیث نقل کرنے کی گنجائش نہ ہوتی' تو لوگ ہلاکت کا شکار ہو جاتے۔

شرح

نویں بحث: روایت بالمعنیٰ اور اختصار حدیث اس شرط سے جائز ہونا کہ حدیث کا مفہوم تبدیل نہ ہو:

تمام محدثین اور آئمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روایت بالمعنیٰ اور حدیث کا اختصار جائز ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے کہ وہ ایک روایت کو مختلف الفاظ میں بیان کیا کرتے تھے۔ روایت بالمعنیٰ کے جواز کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حدیث کا کسی بھی زبان میں ترجمہ جائز ہے اور اس پر آئمہ حدیث کا اتفاق ہے اختصار بالحدیث بھی اس کی ہی ایک صورت ہے۔ تاہم الفاظ کے تحفظ اور اصل الفاظ میں روایت بیان کرنے کو، روایت کا افضل واعلیٰ درجہ قرار دیا جاتا تھا۔ صحابہ کرام اور متقدمین میں اس کا رواج تھا جبکہ بعد میں بھی اس کی تقلید کی گئی۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ روایات بطور استشہاد بیان کی ہیں۔

فائدہ نافعہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف رواۃ کا تذکرہ کیا تھا، پھر مختلف فیہ رواۃ کا تذکرہ ہوا، ضمناً روایت بالمعنیٰ اور اختصار حدیث کے جواز کی بحث شروع کر دی، اس کے بعد سولہ (۱۶) ثقہ رواۃ کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد مختلف فیہ رواۃ کا تذکرہ کریں گے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

☆ زیر بحث مسئلہ میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کا قول نہایت اختصار سے نقل کیا ہے جبکہ علامہ مکحول رضی اللہ عنہ اس کی تفصیل یوں نقل کرتے ہیں کہ میں اور ابوالازہر دونوں واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے عرض کیا: آپ ہمیں کوئی ایسی روایت بیان کریں جو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، اس

میں کوئی وہم نہ ہو اور اس میں الفاظ کی کمی بیشی بھی نہ ہو؟ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگوں نے کچھ قرآن پڑھا ہوگا؟ ہم نے جواب دیا: ہاں، مگر ہم اس کے مکمل حافظ نہیں ہیں۔ تلاوت قرآن میں بھی کسی حرف کو بڑھا دیتے ہیں اور کبھی کمی کر دیتے ہیں۔ اس پر حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن تحریری طور پر تمہارے سامنے موجود ہے، تم اس کی حفاظت میں معمولی کوتاہی نہیں کر سکتے، تو پھر بھی تمہارے خیال کے مطابق اس میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تم اس بات کا جواب دو کہ جو احادیث مبارکہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں، ان میں کمی و بیشی کیوں نہیں ہو سکتی، ممکن ہے کہ وہ روایت ہم نے ایک بار سنی ہو؟ پس جب ہم لوگوں سے حدیث بالمعنیٰ بیان کریں تو وہ ان کے لئے کافی ہوگی۔ (تدریب الراوی، ج ۲، ص: ۱۰۰)

علاوہ ازیں معجم کبیر میں امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ روایت نقل کرتے ہیں:

اذا لم تحلوا حراما ولم تحرموا حلالاً و اصبتم بالمعنیٰ فلاباس۔ ''یعنی جب تم حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ کرو، تو اس کا مفہوم (بالمعنیٰ روایت) بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' جب حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس روایت کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا: لولا هذا ماحدثنا یعنی اگر اس میں گنجائش نہ ہوتی تو ہم ایک حدیث بھی بیان نہ کر پاتے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاِنَّمَا تَفَاضَلَ اَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحِفْظِ وَالْاِتْقَانِ وَالتَّثَبُّتِ عِنْدَ السَّمَاعِ مَعَ اَنَّهُ لَمْ يَسْلَمْ مِنَ الْخَطَاِ وَالْغَلَطِ كَبِيْرُ اَحَدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ مَعَ حِفْظِهِمْ ۔

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: حفظ' اتقان اور سماع کے وقت تثبت کے حوالہ سے اہلِ علم کے باہمی درجات مختلف ہیں' اس کے باوجود وہ خطاء کرنے اور غلطی کرنے سے محفوظ نہیں ہیں' ان میں اکثر ائمہ شامل ہیں باوجودیکہ ان کے حافظہ (نہایت قوی تھے)۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ قَالَ قَالَ لِيْ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ اِذَا حَدَّثْتَنِيْ فَحَدِّثْنِيْ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ فَاِنَّهُ حَدَّثَنِيْ مَرَّةً بِحَدِيْثٍ ثُمَّ سَاَلْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِسِنِيْنَ فَمَا اَخْرَمَ مِنْهُ حَرْفًا ۔

◆◆ محمد بن حمید رازی' جریر کے حوالہ سے' عمارہ بن قعقاع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابراہیم نخعی نے مجھ سے فرمایا: جب تم نے مجھے کوئی حدیث سنانی ہو' تو ابوزرعہ بن عمرو بن جریر کے حوالہ سے سناؤ' کیونکہ ایک مرتبہ اُنہوں نے مجھے ایک حدیث سنائی' پھر میں نے کئی سال کے بعد اُن سے اُسی روایت کے بارے میں دریافت کیا' تو اُنہوں نے اُس روایت کو بیان کرنے میں کسی ایک حرف کی بھی کمی نہیں کی۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاِبْرَاهِيْمَ مَا لِسَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ اَتَمُّ حَدِيْثًا مِّنْكَ قَالَ لِاَنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ ۔

◆◆ ابوحفص عمرو بن علی' یحییٰ بن سعید القطان کے حوالہ سے' سفیان کے حوالہ سے' منصور کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں

نے ابراہیم نخعی سے کہا: کیا وجہ ہے کہ سالم بن ابوالجعد آپ کے مقابلہ میں زیادہ مکمل طور پر حدیث نقل کرتے ہیں؟ تو ابراہیم نخعی نے جواب دیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ احادیث کو نوٹ کرلیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ إِنِّي لَأُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ فَمَا أَدَعُ مِنْهُ حَرْفًا .

◆◆ عبدالجبار بن العلاء، بن عبدالجبار' سفیان کے حوالہ سے' عبدالملک بن عمیر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب میں کوئی حدیث بیان کرتا ہوں' تو اس میں کوئی ایک حرف بھی نہیں چھوڑتا۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَتَادَةُ مَا سَمِعَتْ أُذُنَايَ شَيْئًا قَطُّ إِلَّا وَعَاهُ قَلْبِي .

◆◆ حسین بن مہدی بصری' عبدالرزاق' معمر کے حوالہ سے' قتادہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میرے کانوں نے جو بات بھی سنی' میرے ذہن نے اُسے محفوظ کرلیا۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَنَصَّ لِلْحَدِيثِ مِنَ الزُّهْرِيِّ .

◆◆ سعید بن عبدالرحمن مخزومی' سفیان بن عیینہ کے حوالہ سے' عمرو بن دینار کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو زہری کے مقابلہ میں زیادہ (احتیاط کے ساتھ) لفظ بہ لفظ حدیث نقل کرتا ہو۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ قَالَ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ مَا عَلِمْتُ أَحَدًا كَانَ أَعْلَمَ بِحَدِيثِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْدَ الزُّهْرِيِّ مِنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ .

◆◆ ابراہیم بن سعید جوہری' سفیان بن عیینہ کے حوالہ سے' ایوب سختیانی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میرے علم کے مطابق اہل مدینہ کی احادیث کا' زہری کے بعد' یحییٰ بن ابوکثیر سے بڑا عالم اور کوئی نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عَوْنٍ يُحَدِّثُ فَإِذَا حَدَّثْتُهُ عَنْ أَيُّوبَ بِخِلَافِهِ تَرَكَهُ فَيَقُولُ قَدْ سَمِعْتُهُ فَيَقُولُ إِنَّ أَيُّوبَ أَعْلَمُنَا بِحَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ .

◆◆ امام بخاری' سلیمان بن حرب' حماد بن زید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابن عون کوئی حدیث سنایا کرتے تھے' اور جب میں انہیں ایوب کے حوالہ سے (اُن کی نقل کردہ روایت) کے خلاف روایت سناتا' تو وہ (اپنی نقل کردہ روایت) ترک کردیتے' اور یہ کہتے: میں نے یہ حدیث سن رکھی ہے' لیکن پھر وہ یہ بھی کہتے: محمد بن سیرین کی نقل کردہ روایات کے بارے میں ایوب ہم سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ لِيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَيُّهُمَا أَثْبَتُ هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ أَمْ مِسْعَرٌ قَالَ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ مِسْعَرٍ كَانَ مِسْعَرٌ مِنْ أَثْبَتِ النَّاسِ .

◆◆ ابو بکر علی بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے دریافت کیا: ان دونوں حضرات میں سے کون زیادہ مستند ہے؟ ہشام دستوائی یا مسعر؟ انہوں نے فرمایا: میں نے مسعر جیسا شخص نہیں دیکھا وہ سب سے زیادہ مستند تھے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ يَقُوْلُ مَا خَالَفَنِیْ شُعْبَةُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا تَرَكْتُهٗ .

◆◆ ابو بکر عبدالقدوس بن محمد ابوالولید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حماد بن زید کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: شعبہ نے جس چیز کے بارے میں مجھ سے مختلف روایت نقل کی ہے میں نے اُسے (یعنی اپنی روایت کو) ترک کر دیا ہے (اور شعبہ کی روایت کو مستند قرار دیا ہے)۔

قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّحَدَّثَنِیْ اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ قَالَ لِیْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اِنْ اَرَدْتَّ الْحَدِیْثَ فَعَلَیْكَ بِشُعْبَةَ .

◆◆ ابو بکر ابوالولید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حماد بن سلمہ نے مجھ سے فرمایا: اگر تم احادیث (کا علم) حاصل کرنا چاہتے ہو تو شعبہ (کی شاگردی یا اُن کی نقل کردہ روایات) کو لازم پکڑ لو۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ مَا رَوَيْتُ عَنْ رَجُلٍ حَدِيْثًا وَّاحِدًا اِلَّا اَتَيْتُهٗ اَكْثَرَ مِنْ مَرَّةٍ وَّالَّذِیْ رَوَيْتُ عَنْهُ عَشَرَةَ اَحَادِيْثَ اَتَيْتُهٗ اَكْثَرَ مِنْ عَشْرِ مِرَارٍ وَّالَّذِیْ رَوَيْتُ عَنْهُ خَمْسِيْنَ حَدِيْثًا اَتَيْتُهٗ اَكْثَرَ مِنْ خَمْسِيْنَ مَرَّةً وَّالَّذِیْ رَوَيْتُ عَنْهُ مِائَةً اَتَيْتُهٗ اَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ اِلَّا حَيَّانَ الْكُوْفِیَّ الْبَارِقِیَّ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ مِنْهُ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ ثُمَّ عُدْتُّ اِلَيْهِ فَوَجَدْتُّهٗ قَدْ مَاتَ .

◆◆ عبد بن حمید ابوداؤد کے حوالہ سے شعبہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے جس شخص کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی میں اُس کے پاس ایک سے زیادہ مرتبہ گیا اور میں نے جس شخص کے حوالہ سے دس روایات نقل کی ہیں میں اُس کے پاس دس مرتبہ سے زیادہ مرتبہ گیا ہوں میں نے جس شخص کے حوالہ سے پچاس روایات نقل کی ہیں میں اُس کے پاس پچاس مرتبہ سے زیادہ مرتبہ گیا ہوں اور میں نے جس شخص کے حوالہ سے ایک سو روایات نقل کی ہیں میں اُس کے پاس ایک سو سے زیادہ مرتبہ گیا ہوں البتہ حیان بارقی کا معاملہ مختلف ہے میں نے اُن سے یہ روایات سنی ہیں جب میں دوبارہ اُن کے پاس گیا تو اُس وقت اُن کا انتقال ہو چکا تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُوْلُ شُعْبَةُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِی الْحَدِيْثِ .

◆◆ امام بخاری عبداللہ بن ابواسود ابن مہدی کے حوالہ سے سفیان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ شُعْبَةَ وَلَا يَعْدِلُهٗ اَحَدٌ عِنْدِیْ وَاِذَا خَالَفَهٗ سُفْيَانُ اَخَذْتُ بِقَوْلِ سُفْيَانَ قَالَ عَلِیٌّ قُلْتُ لِيَحْيٰى اَيُّهُمَا كَانَ اَحْفَظَ

لِلْاَحَادِيْثِ الطِّوَالِ سُفْيَانُ اَوْ شُعْبَةُ قَالَ كَانَ شُعْبَةُ اَمَرَّ فِيْهَا قَالَ يَحْيٰى وَكَانَ شُعْبَةُ اَعْلَمَ بِالرِّجَالِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ وَكَانَ سُفْيَانُ صَاحِبَ اَبْوَابٍ .

◆◆ ابوبکر، علی بن عبداللہ کے حوالہ سے، یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میرے نزدیک کوئی بھی شخص شعبہ سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور میرے نزدیک کوئی بھی شخص اُن کا ہم پلہ نہیں ہے۔ لیکن جب سفیان اُن سے مختلف روایت نقل کرتے ہیں تو میں سفیان کے بیان کو قبول کرتا ہوں۔

علی کہتے ہیں: میں نے یحییٰ سے دریافت کیا: ان دونوں حضرات میں سے، طویل احادیث کا بڑا حافظ کون ہے؟ سفیان یا شعبہ؟ تو اُنہوں نے فرمایا: شعبہ نے اس بارے میں بڑی محنت کی ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں: شعبہ، علم رجال کے، فلاں اور فلاں سے بڑے عالم تھے، لیکن سفیان، صاحبِ ابواب (یعنی فقہ کے ابواب کے عالم) تھے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ الْاَئِمَّةُ فِي الْاَحَادِيْثِ اَرْبَعَةٌ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ ابْنُ اَنَسٍ وَّالْاَوْزَاعِيُّ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ .

◆◆ عمرو بن علی، عبدالرحمن بن مہدی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: علمِ حدیث کے امام چار حضرات ہیں، سفیان ثوری، مالک بن انس، اوزاعی اور حماد بن زید۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ وَكِيْعًا يَقُوْلُ قَالَ شُعْبَةُ سُفْيَانُ اَحْفَظُ مِنِّيْ مَا حَدَّثَنِيْ سُفْيَانُ عَنْ شَيْخٍ بِشَيْءٍ فَسَاَلْتُهُ اِلَّا وَجَدْتُهُ كَمَا حَدَّثَنِيْ سَمِعْتُ اِسْحٰقَ بْنَ مُوْسَى الْاَنْصَارِيَّ قَالَ سَمِعْتُ مَعْنَ بْنَ عِيْسَى الْقَزَّازَ يَقُوْلُ كَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يُشَدِّدُ فِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَاءِ وَالتَّاءِ وَنَحْوِهِمَا سَمِعْتُ اِسْحٰقَ بْنَ مُوْسَى الْاَنْصَارِيَّ قَالَ سَمِعْتُ مَعْنَ بْنَ عِيْسَى الْقَزَّازَ يَقُوْلُ كَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يُشَدِّدُ فِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَاءِ وَالتَّاءِ وَنَحْوِهِمَا .

◆◆ ابوعمار حسین بن حریث، وکیع کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: شعبہ کہتے ہیں کہ سفیان مجھ سے بڑے حافظ ہیں، سفیان نے میرے سامنے کسی بزرگ کے حوالہ سے جو بھی حدیث سنائی، میں نے بعد میں اُن سے جب بھی اُس حدیث کے بارے میں دریافت کیا، تو اُس روایت کو اُسی طرح پایا، جیسے اُنہوں نے مجھے پہلے بیان کی تھی۔

اسحٰق بن موسیٰ انصاری، معن بن عیسیٰ القزاز کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: امام مالک بن انس، نبی اکرم ﷺ کی احادیث (نقل کرنے میں) ''ی'' اور ''ت'' وغیرہ (یعنی غائب اور حاضر کے صیغوں) کا بھی سختی سے خیال رکھتے تھے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرَيْمٍ الْاَنْصَارِيُّ قَاضِي الْمَدِيْنَةِ قَالَ مَرَّ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَلٰى اَبِيْ حَازِمٍ وَّهُوَ جَالِسٌ فَجَازَهُ فَقِيْلَ لَهُ لِمَ لَمْ تَجْلِسْ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اَجِدْ مَوْضِعًا اَجْلِسُ فِيْهِ وَكَرِهْتُ اَنْ اٰخُذَ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا قَائِمٌ .

◆◆ ابوموسیٰ، مدینہ منورہ کے قاضی ابراہیم بن عبداللہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ امام مالک، شیخ ابوحازم

کے پاس سے گزرے، جو بیٹھے ہوئے (درسِ حدیث دے رہے) تھے، لیکن امام مالک اُن سے آگے گزر گئے، اُن سے پوچھا گیا: آپ (ان کے درس میں) کیوں نہیں بیٹھے؟ اُنہوں نے جواب دیا: مجھے کوئی جگہ نہیں ملی جہاں میں بیٹھ سکتا، اور مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ میں کھڑا ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا سماع کروں۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ .

◆◆ ابوبکر، علی بن عبداللہ کے حوالہ سے، یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: امام مالک نے سعید بن مسیب کے حوالہ سے جو روایات نقل کی ہیں، وہ میرے نزدیک سفیان ثوری کی ابراہیم نخعی کے حوالہ سے نقل کردہ روایات' سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

قَالَ يَحْيَى مَا فِي الْقَوْمِ اَحَدٌ اَصَحُّ حَدِيْثًا مِّنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ كَانَ مَالِكٌ اِمَامًا فِي الْحَدِيْثِ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ بِعَيْنِيْ مِثْلَ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ .

◆◆ یحییٰ فرماتے ہیں: محدثین میں امام مالک سے زیادہ مستند اور کوئی شخص نہیں ہے، امام مالک، علمِ حدیث کے امام تھے۔

میں نے احمد بن حسن کو امام احمد کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے سنا ہے: میری آنکھوں نے یحییٰ بن سعید القطان جیسا کوئی شخص نہیں تھا۔

قَالَ اَحْمَدُ وَسُئِلَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ وَكِيْعٍ وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ فَقَالَ اَحْمَدُ وَكِيْعٌ اَكْبَرُ فِي الْقَلْبِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ اِمَامٌ

سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نَبْهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الثَّقَفِيَّ الْبَصْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِيْنِيِّ يَقُوْلُ لَوْ حَلَفْتُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ لَحَلَفْتُ اَنِّيْ لَمْ اَرَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ .

◆◆ احمد بن حسن بیان کرتے ہیں: امام احمد بن حنبل سے وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو اُنہوں نے فرمایا: وکیع' بڑے ذہن کے مالک ہیں، جبکہ عبدالرحمٰن' (علمِ حدیث کے) امام ہیں۔

محمد بن عمرو ثقفی، علی بن مدینی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اگر مجھے رکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کھڑا کر کے یہ قسم لی جائے، تو میں یہ قسم اُٹھالوں گا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْكَلَامُ فِيْ هٰذَا وَالرِّوَايَةُ عَنْ اَهْلِ الْعِلْمِ تَكْثُرُ وَاِنَّمَا بَيَّنَّا شَيْئًا مِّنْهُ عَلَى الْاِخْتِصَارِ لِيُسْتَدَلَّ بِهٖ عَلٰى مَنَازِلِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَتَفَاضُلِ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الْحِفْظِ وَالْاِتْقَانِ فَمَنْ تُكُلِّمَ فِيْهِ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ لِاَيِّ شَيْءٍ تُكُلِّمَ فِيْهِ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: اس بارے میں کلام اور اہلِ علم سے منقول روایات بہت زیادہ ہیں، ہم نے اختصار کے طور پر اُن میں سے کچھ باتیں نقل کر دی ہیں، تا کہ اہلِ علم کی منازل اور حفظ و اتقان کے حوالہ سے، اُن کے باہمی مراتب کے درمیان فرق

کی معرفت حاصل کی جا سکے اور (اس بات کا پتہ چل جائے) جن اہلِ علم کے بارے میں کلام کیا گیا ہے ان کے بارے میں کیوں کلام کیا گیا ہے؟

شرح

دسویں بحث: نہایت اعلیٰ درجہ کے ثقہ رواۃ اور ان کے مابین تفاوت درجات کا تذکرہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف رواۃ کا ذکر کیا، پھر متکلم فیہ رواۃ پر بحث کی پھر ان کا حکم بیان کیا اور اب اعلیٰ درجہ کے ثقہ رواۃ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے ثقات مساوی نہیں ہو سکتے بلکہ ان میں تفاضل و تفاسل ہے۔ ان میں کوئی اعلیٰ درجہ کا ثقہ ہے، کوئی متوسط درجہ کا اور کوئی ادنیٰ و اسفل درجہ کا۔ روایت حدیث کے وقت راوی میں جس درجہ کا تثبت (اعتماد و یقین) ہوگا، اتنے درجہ کا وہ ثقہ ہوگا اور وہ بلند درجہ ہوگا۔ تاہم ثقہ رواۃ میں بھی غلطی کا امکان ہے، کیونکہ وہ انسان ہے اور انسان خطاء و نسیان سے مرکب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سہواً غلطی سے کون محفوظ ہو سکتا ہے؟ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے متعدد صحابہ کرام کی روایات پر تنقید کی ہے اور ان کے وہم کی نشاندہی کی ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بطور استشہاد سولہ (۱۶) اعلیٰ درجہ کے ثقات کا تذکرہ کیا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت ابوزرعہ عمرو بن جریر بن عبداللہ بجلی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کوفہ کے باسی تھے، نہایت درجہ کے ثقہ تھے، تابعی تھے، اپنے دادا حضرت جریر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایات نقل کرتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معین، حضرت ابن خراش اور حضرت ابن حجر رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ مصنفین صحاح ستہ نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے، جن میں سے چندایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم بن جریر، (۲) حضرت حارث بن یزید عکلی، (۳) حضرت طلق بن معاویہ، (۴) حضرت ابراہیم نخعی، (۵) حضرت فضیل غزوان، (۶) حضرت عمارہ بن القعقاع رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

۲- حضرت سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کوفہ کے باسی تھے، نہایت درجہ کے ثقہ تھے، ممتاز محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ آپ غلطفانی اور اشجعی ہیں اور ۹۷ھ میں وفات پائی۔

۳- حضرت عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ اعلیٰ درجہ کے ثقہ تھے، فصیح اللسان تھے، زندگی کے آخری حصہ میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا اور ۱۳۰ھ میں وصال فرمایا۔

۴- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ:

آپ بصرہ کے رہنے والے تھے، پورا نام یوں ہے: ابوالخطاب قتادہ بن دعامہ، قبیلہ سدوس کے چشم و چراغ تھے، مادرزاد نابینا

تھے ۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور اعلیٰ درجہ کے ذہین وفطین تھے۔ سماعت حدیث کے بعد جب اسے خوب یاد نہیں کر لیتے تھے، انہیں چین وسکون نہیں آتا تھا۔ آپ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تین ایام تک ان کے ہاں قیام کیا اور تین دن کے بعد حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ یہاں سے روانہ ہو جائیں، کیونکہ تین ایام میں آپ نے مجھے نچوڑ لیا ہے۔ محدثین نے آپ کی جلالت شان، توثیق وحفظ، فضل وشرف اور تقویٰ وطہارت پر اتفاق کیا ہے۔ ۱۱۸ھ میں آپ نے وصال کیا۔

۵-حضرت امام محمد بن مسلم زہری رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے، ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے مشہور ہیں، ابن شہاب اور ابوبکر دونوں کنیتوں سے مشہور تھے، قریش کی مشہور شاخ ''زہرہ'' سے تعلق کی وجہ سے ''زہری'' کہلاتے تھے۔ رات کو سوتے وقت اپنی تمام مرویات بالاسانید و بالاستیعاب پڑھ کر سوتے تھے۔ صغار تابعین میں سے تھے مگر فضائل وکمال کی وجہ سے کبار میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۲۵ھ میں وفات پائی۔

۶-حضرت یحییٰ بن ابی کثیر طائی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ قبیلہ کے چشم وچراغ تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن سعید قطان رحمہما اللہ تعالیٰ نے ان کی مرسل روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ آپ کو زہری کی روایات زیادہ یاد تھیں۔ ۱۲۹ھ میں انتقال کیا۔

۷-حضرت ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

۶۶ھ میں پیدا ہوئے، آپ بصرہ کے باسی تھے، اعلیٰ درجہ کے ثقہ تھے، چمڑے کا کاروبار کرنے کی وجہ سے سختیانی کہلاتے تھے اور آپ احادیث مبارکہ زبانی یاد کرتے تھے مگر لکھتے نہیں تھے۔ ۱۷۱ھ میں وفات پائی۔

۸-حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کوفہ کے باسی تھے، اکابر انہیں صداقت وحقانیت کی کان قرار دیتے تھے، اہل علم کے اختلاف کو دور کرتے تھے، قرآن کی طرح احادیث مبارکہ زبانی یاد تھیں، آپ کو نام ونمائش سے نفرت تھی، گمنامی کی زندگی گزاری تھی اور نہایت درجہ کے صابر وقانع تھے۔ ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔

۹-حضرت ابو بسطام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ فن جرح وتعدیل میں شمار ہوتے تھے، وطنی نسبت کے سبب واسطی بصری تھے، جلیل القدر محدث تھے، سند کے اتصال و انقطاع کے اصول وضع کیے، اس فن میں کام کرنے والے محدثین نے آپ کا کام آگے بڑھانے کی کوشش کی اور اسماء رجال پر سب سے پہلے آپ نے کام کیا، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے معاصر تھے۔ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

۱۰- حضرت امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ملک شام کے باسی تھے، ممتاز مجتہد تھے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ پر ترجیح دی ہے۔ حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر ترجیح حاصل تھی۔

۱۱- حضرت حماد بن زید ازدی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۹۸ھ میں پیدا ہوئے، پورا نام یوں ہے: ابو اسماعیل حماد بن زید بن درہم ازدی، بصرہ کے باسی تھے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں آئمہ مسلمین میں شمار کرتے ہیں، نابینا تھے مگر تمام احادیث مبارکہ زبانی یاد تھیں، جلیل القدر محدثین نے انہیں ممتاز محدث قرار دیا ہے۔ ۱۰ر رمضان المبارک ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔

۱۲- حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۹۷ھ میں پیدا ہوئے، کوفہ کے باشندے تھے، ممتاز محدثین انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث قرار دیتے ہیں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے معاصر تھے، اکثر احکام و مسائل میں دونوں بزرگ متفق تھے۔ آپ جب کوئی بات سن لیتے تو وہ تاحیات ذہن نشین رہتی تھی، زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۱۶۱ھ میں وفات پائی۔

۱۳- حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کا پورا نام یوں ہے: امام الہجرت، ابو عبداللہ، مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ، مدینہ منورہ کے ممتاز عالم دین تھے، عشق رسول رگ و ریشہ میں بسا تھا، زندگی میں صرف ایک حج کیا، مدینہ طیبہ میں ادب و احترام کی وجہ سے پاپوش استعمال نہیں کرتے تھے، نو سو (۹۰۰) شیوخ سے علمی فیضان حاصل کیا، ان میں تین سو تابعین جبکہ چھ سو تبع تابعین تھے۔ ۱۷۹ھ میں وفات پائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

۱۴- حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ یا آپ کے والد گرامی روئی کا کاروبار کرتے تھے، جرح و تعدیل کے امام تسلیم کیے گئے۔ حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت علی المدینی اور حضرت یحییٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے آپ کو ثقہ قرار دیا اور بیس سال تک روزانہ ایک قرآن ختم کرتے رہے۔ ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔

۱۵- ابو سفیان حضرت وکیع بن الجراح رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے، کوفہ کے باشندہ تھے، وقت کے ممتاز محدثین میں شمار ہوتے تھے، عابد و زاہد تھے، ثقہ و صدوق تھے، فن حدیث کے امام تسلیم کیے گئے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے وکیع سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔ ۱۹۶ھ

میں وفات پائی۔

۱۶- حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی بصری رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ حافظ الحدیث تھے، روایت احادیث میں بہت محتاط تھے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خدمت حدیث کے لئے پیدا کیا ہے۔ ۱۸۸ھ میں وفات پائی۔

سوال: ابوعیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مراد حضرت امام ترمذی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ابوعیسیٰ'' کنیت رکھنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا والد ہونے کا شبہ ہوتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے؟

جواب: (۱) آغاز اسلام میں یہ کنیت تجویز کرنا منع تھی کہ لوگوں کو علم نہیں تھا مگر جب دنیا بھر کے لوگوں کو علم ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے اور آپ کا کوئی باپ نہیں تھا، تو اس کی ممانعت باقی نہ رہی۔

(۲) ''ابوعیسیٰ'' کنیت رکھنا منع ہرگز نہیں ہے، کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معروف صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابوعیسیٰ'' تجویز فرمائی تھی۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْقِرَائَةُ عَلَى الْعَالِمِ اِذَا كَانَ يَحْفَظُ مَا يُقْرَأُ عَلَيْهِ اَوْ يُمْسِكُ اَصْلَهٗ فِيمَا يُقْرَأُ عَلَيْهِ اِذَا لَمْ يَحْفَظْ هُوَ صَحِيْحٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ مِثْلُ السَّمَاعِ.

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: عالم کے سامنے حدیث پڑھ کر سنانا' جبکہ وہ اُس چیز کو حفظ کرسکتا ہو' جو اُس کے سامنے پڑھا گیا ہے' یا اُس کے پاس وہ اصل (تحریر) موجود ہو' جس میں دیکھ کر اُس کے سامنے پڑھا گیا ہے' جبکہ وہ حافظ نہ ہو' تو یہ محدثین کے نزدیک درست ہے اور (استاد سے) احادیث کے سماع کے مترادف ہے۔

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيِّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ فَقُلْتُ لَهٗ كَيْفَ اَقُوْلُ فَقَالَ قُلْ حَدَّثَنَاهُ

◆◆ حسین بن مہدی بصری' عبدالرزاق کے حوالہ سے' ابن جریج کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عطاء بن ابی رباح کے سامنے حدیث پڑھ کر سنائی' میں نے اُن سے دریافت کیا: میں کیا کہوں؟ تو اُنہوں نے فرمایا: تم یہ کہو: اُنہوں نے ہمیں حدیث سنائی ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِىْ عِصْمَةَ عَنْ يَزِيْدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ نَفَرًا قَدِمُوْا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ بِكِتَابٍ مِنْ كُتُبِهٖ فَجَعَلَ يَقْرَأُ عَلَيْهِمْ فَيُقَدِّمُ وَيُؤَخِّرُ فَقَالَ اِنِّىْ بَلِهْتُ لِهٰذِهِ الْمُصِيْبَةِ فَاقْرَئُوْا عَلَىَّ فَاِنَّ اِقْرَارِىْ بِهٖ كَقِرَائَتِىْ عَلَيْكُمْ.

◆◆ سوید بن نصر' علی بن حسین کے حوالہ سے' ابوعصمہ کے حوالہ سے' یزید نحوی کے حوالہ سے' عکرمہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: طائف کے رہنے والے کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک کتاب لے کر حاضر ہوئے' جو اُن کے پاس

موجود تھی انہوں نے وہ کتاب اُن لوگوں کے سامنے پڑھی اور اُسے آگے پیچھے کر دیا۔ پھر بولے: میں اب اسے اور نہیں پڑھ سکتا تم لوگ اسے میرے سامنے پڑھ دو' کیونکہ میرا ان روایات کے بارے میں اقرار کرنا' انہیں تم لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنانے کے مترادف ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ اِذَا نَاوَلَ الرَّجُلُ كِتَابَهُ اٰخَرَ فَقَالَ ارْوِ هٰذَا عَنِّیْ فَلَهُ اَنْ يَّرْوِيَهُ

◆◆ سوید بن نصر' علی بن حسین کے حوالہ سے' اُن کے والد کے حوالہ سے' منصور بن معتمر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب کوئی شخص اپنی تحریر (یعنی نوٹ کی ہوئی احادیث) دوسرے شخص کی طرف بڑھاتے ہوئے یہ کہے: اسے میرے حوالہ سے روایت کر دو' تو دوسرے شخص کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اُسے روایت کر دے۔

وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيلَ يَقُوْلُ سَاَلْتُ اَبَا عَاصِمٍ النَّبِيلَ عَنْ حَدِيثٍ فَقَالَ اقْرَاْ عَلَیَّ فَاَحْبَبْتُ اَنْ يَّقْرَاَ هُوَ فَقَالَ آاَنْتَ لَا تُجِيزُ الْقِرَائَةَ وَقَدْ كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِیُّ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ يُجِيْزَانِ الْقِرَائَةَ .

◆◆ میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں نے ابوعاصم نبیل سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا: تم اسے میرے پاس پڑھ کر سنا دو' میری یہ خواہش تھی کہ وہ میرے سامنے پڑھتے۔ اُنہوں نے فرمایا: کیا تم اس طرح پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے؟ جبکہ سفیان ثوری اور امام مالک بن انس اس طرح پڑھنے کو درست قرار دیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْجُعْفِیُّ الْمِصْرِیُّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ مَا قُلْتُ حَدَّثَنَا فَهُوَ مَا سَمِعْتُ مَعَ النَّاسِ وَمَا قُلْتُ حَدَّثَنِی فَهُوَ مَا سَمِعْتُ وَحْدِی وَمَا قُلْتُ اَخْبَرَنَا فَهُوَ مَا قُرِئَ عَلَی الْعَالِمِ وَاَنَا شَاهِدٌ وَّمَا قُلْتُ اَخْبَرَنِی فَهُوَ مَا قَرَاْتُ عَلَی الْعَالِمِ يَعْنِی وَاَنَا وَحْدِی سَمِعْتُ اَبَا مُوْسٰی مُحَمَّدَ بْنَ الْمُثَنّٰی يَقُوْلُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا وَاَخْبَرَنَا وَاحِدٌ .

◆◆ احمد بن حسن' یحییٰ بن سلیمان کے حوالہ سے' عبداللہ بن وہب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب میں لفظ ''حدثنا'' استعمال کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس روایت کو دیگر افراد کے ہمراہ سنا ہے اور جب میں لفظ ''حدثنی'' استعمال کروں تو اس کا مطلب ہے کہ صرف میں نے' اکیلے نے وہ روایت سنی ہے' جب میں لفظ ''اخبرنا'' استعمال کروں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ حدیث کسی عالم کے سامنے پڑھی گئی اور میں بھی اُس وقت وہاں موجود تھا اور جب میں لفظ ''اخبرنی'' استعمال کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اکیلے نے کسی عالم کے سامنے وہ حدیث پڑھی تھی۔

شیخ ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ' یحییٰ بن سعید القطان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ''حدثنا'' اور ''اخبرنا'' کا مفہوم ایک ہی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: كُنَّا عِنْدَ اَبِی مُصْعَبٍ الْمَدِينِیِّ فَقُرِئَ عَلَيْهِ بَعْضُ حَدِيثِهِ فَقُلْتُ لَهُ كَيْفَ نَقُوْلُ فَقَالَ قُلْ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُصْعَبٍ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: ہم ابومصعب مدینی کے پاس موجود تھے' اُن کے سامنے اُنہی کی نقل کردہ ایک روایت

پڑھی گئی تو ہم نے دریافت کیا: ہم اسے کس طرح نقل کریں؟ تو انہوں نے فرمایا: تم یہ کہو کہ ہمیں ابومصعب نے یہ حدیث سنائی ہے۔

شرح

گیارہویں بحث: تحدیث واخبار کا درجہ یکساں ہونا:

خیرالقرون میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشادات بیان کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سنتے، وہ اپنے قلوب واذہان میں محفوظ کر لیتے، پھر صحابہ کرام احادیث نبویہ بیان کرتے تو تابعین انہیں یاد کر لیتے تھے، کیونکہ اس زمانہ تک تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا اور کتب بھی وجود میں نہیں آئی تھیں۔ تبع تابعین کے دور میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، کتب وجود میں آچکی تھیں مثلاً مؤطا امام مالک وغیرہ تو اب تدریس حدیث کا نیا طریقہ شروع ہوا کہ طلباء شیخ (محدث) کے سامنے کتاب لے کر بیٹھ جاتے، جس میں احادیث بالاسانید درج ہوتی تھیں، طلباء روایات بالاسانید پڑھتے تو شیخ سنتا تھا، جب کتاب مکمل ہو جاتی تھی تو طلباء اپنے شیخ سے آگے روایت کرنے کی اجازت طلب کرتے تو انہیں احادیث بالاسانید بیان کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

جب تدریس الحدیث کا دوسرا طریقہ شروع ہوا تو اس کے جواز وعدم جواز میں اہل علم کا اختلاف ہوا، بعض نے اس طریقہ کو ناجائز قرار دیا مگر اکثر محدثین کے ہاں طریقہ جدیدہ جائز قرار پایا۔ انہوں نے صحیح بخاری کے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ایک قبیلہ کی طرف روانہ کیا، تاکہ وہ انہیں اسلام کے بنیادی امور سے آگاہ کریں انہیں اسلام میں مکمل داخل ہونے کی دعوت دیں، اہل قبیلہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا قاصد بھیج کر دعوت پر مبنی امور کے بارے میں تصدیق کروانے کی کوشش کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی تصدیق فرما دی۔ اکابر محدثین نے اس واقعہ سے تدریس الحدیث کے طریقہ ثانیہ کا جواز ثابت کیا ہے۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر ایک رسالہ مبارکہ تصنیف فرمایا جس کا نام "التسوية بين حدثنا واخبرنا" ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ یہ رسالہ شائع نہ ہو سکا۔ تاہم علامہ عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ کی تلخیص "بيان العلم وفضله" کے نام سے کی جو شائع شدہ اور دستیاب ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں مشہور تین اقوال ہیں:

(i) حضرت امام مالک، علماء مدینہ طیبہ اور علماء کوفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں طریقے یکساں مفید ہیں اور دونوں میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔

(ii) محدثین اہل مشرق، پہلے طریقہ کو افضل قرار دیتے ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب شیخ اور طالب علم ہم مرتبہ ہوں یا تلمیذ افضل ہو تو پہلا طریقہ افضل ہے۔ اگر شیخ افضل ہو تو دوسرا طریقہ افضل ہے۔

(iii) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور علامہ ابن ابی ذئب رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرا طریقہ افضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر شیخ غلطی کرے گا تو شاگرد اس کی تصحیح نہیں کرسکتا اور اگر طالب علم غلطی کرے گا تو شیخ یقیناً اس کی تصحیح کرسکے گا۔ عصر حاضر میں متعلم کے پڑھنے کا سلسلہ جاری ہے، جبکہ معلم کے پڑھنے کا طریقہ کالعدم ہو چکا ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی تحدیث و اخبار دونوں طریقے جائز ہیں یعنی خواہ شیخ پڑھے اور متعلم سماعت کرے یا اس کے برعکس مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ معلم کو احادیث بالا سانید محفوظ ہوں ورنہ اس کے سامنے اس کتاب کا ہونا ضروری ہے، جو پڑھی جارہی ہو۔

حضرت امام ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تحدیث کے چاروں الفاظ (۱) حدثنا، (۲) اخبرنا، (۳) انبانا اور (۴) سمعت یکساں ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں الفاظ کے یکساں ہونے پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں ایک درخت ایسا موجود ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور یہ مسلمان کی مثال ہے۔ ایک روایت میں ہے: فحدثونی ماھی؟ دوسری روایت میں ہے: اخبرونی؟ تیسری روایت میں ہے: انبئونی؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تحدیث، اخبار اور انباء تینوں برابر ہیں۔

سوال: حدثونی، اخبرونی اور انبئونی میں کیا فرق و امتیاز ہے؟

جواب: (۱) اہل لغت کے ہاں تینوں الفاظ مترادف ہیں اور ان میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔

(۲) محدثین کے ہاں ان میں فرق ہے اور امتیاز کے حوالے سے ان میں چار اقوال ہیں:

(i) یہ تینوں الفاظ مترادف ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(ii) جب شیخ شاگرد کے سامنے پڑھے تو یہ الفاظ مترادف ہوں گے مگر جب متعلم شیخ کے سامنے پڑھے تو اسے قرأت کہا جائے گا۔

(iii) حضرت امام اوزاعی، حضرت امام ابن جریج، حضرت امام شافعی، حضرت امام ابن وہب اور اکثر علماء شرق رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ السماع عن الشیخ کی صورت میں لفظ "تحدیث" استعمال ہوگا جبکہ القرات علی الشیخ کی صورت میں "اخبار" کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔

(iv) جب شیخ کے سامنے شاگرد ایک ہو تو "حدثنی" کہا جائے گا، اگر تلامذہ زیادہ ہوں تو لفظ "حدثنا" استعمال ہوگا۔ اسی طرح قرأت کرنے والا ایک ہو تو "اخبرنی" کا لفظ بولا جائے گا اور قرأت کرنے والے متعدد ہوں تو "اخبرنا" کا لفظ استعمال ہوگا۔

فائدہ نافعہ:

اگر شیخ اپنی املاء شدہ کاپی تلامذہ کو دے اور انہیں روایت کی بھی اجازت دے، شاگرد ایک ہو تو "انبانی" کا لفظ اور اگر تلامذہ زیادہ ہوں تو "انبانا" کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسَى: وَقَدْ اَجَازَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ الْاِجَازَةَ اِذَا اَجَازَ الْعَالِمُ لِاَحَدٍ اَنْ يَرْوِيَ عَنْهُ شَيْئًا مِنْ حَدِيْثِهِ فَلَهُ اَنْ يَرْوِيَ عَنْهُ.

امام ترمذی فرماتے ہیں: بعض اہلِ علم نے ''اجازت دینے'' کو درست قرار دیا ہے' یعنی جب کوئی عالم کسی شخص کو اس بات کی اجازت دے کہ وہ شخص اُس عالم کے حوالہ سے اُس کی کسی حدیث کو نقل کرسکتا ہے' تو اب اُس شخص کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اُس عالم کے حوالہ سے' اُس روایت کو نقل کردے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُدَيْرٍ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ قَالَ كَتَبْتُ كِتَابًا عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ اَرْوِيْهِ عَنْكَ فَقَالَ نَعَمْ.

محمود بن غیلان' وکیع' عمران بن حدیر' ابومجلز کے حوالہ سے' بشیر بن نہیک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ایک مجموعہ مرتب کیا' پھر میں نے دریافت کیا: کیا میں اسے آپ کے حوالہ سے روایت کردوں؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں!

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَوْفٍ الْاَعْرَابِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْحَسَنِ عِنْدِيْ بَعْضُ حَدِيْثِكَ اَرْوِيْهِ عَنْكَ قَالَ نَعَمْ.

محمد بن اسمٰعیل واسطی' محمد بن حسن واسطی کے حوالہ سے عوف اعرابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے حسن بصری سے کہا: میرے پاس آپ کے حوالہ سے منقول' بعض روایات موجود ہیں' کیا میں اُنہیں آپ کے حوالہ سے روایت کرسکتا ہوں؟ اُنہوں نے جواب دیا: جی ہاں!

قَالَ اَبُوْ عِيْسَى: وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ اِنَّمَا يُعْرَفُ بِمَحْبُوْبِ بْنِ الْحَسَنِ وَقَدْ حَدَّثَ عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ.

امام ترمذی فرماتے ہیں: محمد بن حسن نامی راوی' محبوب بن حسن کے نام سے معروف ہیں اور کئی ائمہ نے اُن کے حوالہ سے روایات نقل کی ہیں۔

حَدَّثَنَا الْجَارُوْدُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَتَيْتُ الزُّهْرِيَّ بِكِتَابٍ فَقُلْتُ هٰذَا مِنْ حَدِيْثِكَ اَرْوِيْهِ عَنْكَ قَالَ نَعَمْ.

جارود بن معاذ' انس بن عیاض کے حوالہ سے' عبیداللہ بن عمر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں زہری کے پاس کچھ تحریر شدہ حدیثیں لے کر آیا' میں نے کہا: یہ آپ سے منقول بعض روایات ہیں' میں انہیں آپ کی طرف سے روایت کرلوں؟ اُنہوں نے جواب دیا: جی ہاں!

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ جَآءَ ابْنُ جُرَيْجٍ اِلٰى هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِكِتَابٍ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثُكَ اَرْوِيْهِ عَنْكَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ يَحْيٰى فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ لَا اَدْرِيْ اَيُّهُمَا اَعْجَبُ اَمْرًا وَقَالَ عَلِيٌّ

سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ عَنْ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ الْخُرَاسَانِيِّ فَقَالَ ضَعِيْفٌ فَقُلْتُ اِنَّهُ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِيْ فَقَالَ لَا شَيْءَ اِنَّمَا هُوَ كِتَابٌ دَفَعَهُ اِلَيْهِ ۔

◆◆ شیخ ابوبکر، علی بن عبداللہ کے حوالہ سے، یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابن جریج کچھ تحریر شدہ حدیثیں لے کر ہشام بن عروہ کے پاس آئے، اور بولے: یہ آپ سے منقول روایات ہیں، میں انہیں آپ کے حوالہ سے روایت کرسکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں!

یحییٰ بیان کرتے ہیں: میں نے دل میں سوچا، مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ ان دونوں میں سے زیادہ حیران کن کیا چیز ہے؟

علی بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے ابن جریج کی، عطاء خراسانی کے حوالہ سے نقل کردہ روایات کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: وہ ضعیف ہیں۔ میں نے کہا: وہ تو یہ کہتے ہیں: انہوں نے مجھے اس بارے میں بتایا ہے (یعنی عطاء خراسانی نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے)، تو یحییٰ بن سعید نے فرمایا: اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، یہ ایک کتاب تھی جو (عطاء خراسانی) نے (ابن جریج کو) دی تھی (اور اُسی کے حوالہ سے ابن جریج نے روایات نقل کی ہیں)۔

شرح

بارہویں بحث: المناولہ المقرونۃ بالاجازۃ کے ذریعے روایت بیان کرنے کا جواز:

مناولہ کی صورت یہ ہے کہ محدث اپنی اصل کتاب یا اس کی نقل شاگرد کو دے یا شاگرد محدث کی کتاب نقل کر کے اس کے سامنے پیش کرے، دونوں صورتوں میں شیخ اپنے شاگرد سے یوں کہے: میں نے یہ کتاب فلاں سے روایت کی ہے اور میں تمہیں اس کی بالاسانید روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ اجازت کی یہ صورت سب سے افضل ہے۔

مناولہ کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ متعلم کا کتاب پر یا اس کی نقل پر قبضہ ہو، اگر شاگرد کا اصل کتاب یا اس کی نقل پر قبضہ نہ ہو تو یہ مناولہ معتبر نہ ہوگا۔

حدیث سے بطور مناولہ روایت بیان کرنے کے جواز کی مزید کچھ صورتیں ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) وجادۃ:

حدیث کے موضوع پر کسی کی لکھی ہوئی کتاب دستیاب ہو جائے یا اسلوب تحریر یا دستخط اور یا کسی شہادت سے مؤلف کی تحریر ثابت ہو جائے۔ وجادۃ کے طور پر اجازت اس وقت معتبر ہوگی جب صاحب تحریر خود اجازت دے اور اجازت کے وقت ''اخبرنی'' لفظ استعمال کرے گا۔ تاہم اگر اسے کسی سے روایت کی اجازت حاصل نہ ہو تو بوقت اجازت ''اخبرنی'' کے الفاظ استعمال نہیں کرے گا بلکہ ''وجدت بخط فلان'' یا ان کے ہم معنیٰ الفاظ استعمال کرے گا۔

(ii) وصیت بالکتاب:

اس کی صورت یہ ہے کہ وفات کے وقت کوئی شخص اپنے مؤلفہ کتاب کے بارے میں وصیت کر جائے کہ میری فلاں تالیف

(کتاب) فلاں کو دے دی جائے، وہ اس کتاب سے روایت کرنے کا بھی مجاز ہوگا بشرطیکہ وصیت کنندہ اسے روایت کرنے کی از خود اجازت فراہم کرے۔

(iii) اعلام:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شیخ اپنے شاگرد کو بتا دے کہ مجھے فلاں کتاب کی فلاں شیخ سے روایت کرنے کی اجازت ہے، تم بھی اس کتاب سے روایت بیان کر سکتے ہو۔ اس کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ شیخ از خود اپنے شاگرد کو براہ راست اجازت دے۔

(iv) عام اجازت:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شیخ یہ اعلان کرے کہ میری سند سے فلاں جماعت یا تمام مسلمانوں کو روایت کرنے کی اجازت ہے۔

(v) مجہول شخصیت کو اجازت دینا:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شیخ کسی نامعلوم شخص کو روایت کرنے کی اجازت دے مثال کے طور پر وہ اعلان کرے: میں نے ایک شاگرد یا ثقہ کو روایت کرنے کی اجازت دی یا کسی مسمیٰ کو اجازت دی مگر وہ مسمیٰ اپنے ہم ناموں کے ساتھ اشتباہ کا شکار ہو جائے جو غیر معلوم ہو مثلاً وہ کہے: میں نے ''محمد'' نامی کو اجازت دی جبکہ اس نام کے متعدد لوگ موجود ہوں۔

(vi) مجہول کی اجازت دینا:

اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ کسی غیر معلوم شاگرد کو حدیث روایت کرنے کی اجازت فراہم کرے مثلاً وہ یوں کہے: میں تمہیں حدیث کی فلاں کتاب یا اپنی بعض مسموعات کی اجازت دیتا ہوں جبکہ وہ مسموعات اور وہ کتاب معلوم و متعین نہ ہو۔

(vii) معدوم کے لئے اجازت ہونا:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شیخ اپنے غیر حاضر شاگرد کو روایت کی اجازت دے مثلاً یوں کہا: فلاں شخص کے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا میں اسے روایت کی اجازت دیتا ہوں۔

فائدہ نافعہ:

صحیح مذہب کے مطابق آخری چار صورتوں میں روایت کی اجازت معتبر نہیں ہوگی۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَالْحَدِيْثُ اِذَا كَانَ مُرْسَلًا فَاِنَّهٗ لَا يَصِحُّ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ قَدْ ضَعَّفَهٗ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ۔

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: جب کوئی حدیث ''مرسل'' ہو تو اکثر اہل علم کے نزدیک وہ مستند شمار نہیں ہوگی۔ کئی اہل علم نے ایسی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا بَقِیَّۃُ بْنُ الْوَلِیْدِ عَنْ عُتْبَۃَ بْنِ اَبِیْ حَکِیْمٍ قَالَ سَمِعَ الزُّهْرِیُّ اِسْحٰقَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ فَرْوَۃَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الزُّهْرِیُّ قَاتَلَكَ اللّٰهُ یَا ابْنَ اَبِیْ فَرْوَۃَ تَجِیْئُنَا بِاَحَادِیْثَ لَیْسَتْ لَهَا خُطُمٌ وَّلَا اَزِمَّۃٌ۔

◆◆ علی بن حجر' بقیہ بن ولید کے حوالے سے' عتبہ بن ابوحکیم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: زہری نے اسحاق بن عبداللہ بن ابوفروہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے' (یعنی وہ "مرسل" روایات بیان کررہے تھے)' تو زہری بولے: اے ابوفروہ کے بیٹے! اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کرے! تم ایسی روایتیں بیان کررہے ہو' جن کی کوئی لگام (یعنی مستند سند) نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ مُرْسَلَاتُ مُجَاهِدٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ مُرْسَلَاتِ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ بِکَثِیْرٍ کَانَ عَطَاءٌ یَاْخُذُ عَنْ کُلِّ ضَرْبٍ قَالَ عَلِیٌّ قَالَ یَحْیَی مُرْسَلَاتُ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ مُرْسَلَاتِ عَطَاءٍ۔

قُلْتُ لِیَحْیَی مُرْسَلَاتُ مُجَاهِدٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ اَمْ مُرْسَلَاتُ طَاوُسٍ قَالَ مَا اَقْرَبَهُمَا۔

◆◆ ابوبکر' علی بن عبداللہ کے حوالے سے' یحییٰ بن سعید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: مجاہد کی نقل کردہ "مرسل" روایات میرے نزدیک عطاء بن ابی رباح کی نقل کردہ "مرسل" روایات کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ (یعنی مستند) ہیں' کیونکہ عطاء ہر طرح کے آدمی سے روایت کرلیتے ہیں۔

علی' یحییٰ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سعید بن جبیر نے نقل کردہ "مرسل" روایات میرے نزدیک عطاء کی نقل کردہ "مرسل" روایات سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

میں نے کہا: مجاہد کی نقل کردہ "مرسل" روایات' آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہیں' یا طاؤس کی نقل کردہ "مرسل" روایات (زیادہ پسندیدہ ہیں)؟ تو اُنہوں نے فرمایا: یہ دونوں قریب کے مرتبہ کے ہیں۔

قَالَ عَلِیٌّ وَّسَمِعْتُ یَحْیَی بْنَ سَعِیْدٍ یَّقُوْلُ مُرْسَلَاتُ اَبِیْ اِسْحٰقَ عِنْدِیْ شِبْهُ لَا شَیْءَ وَالْاَعْمَشُ وَالتَّیْمِیُّ وَیَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ وَّمُرْسَلَاتُ ابْنِ عُیَیْنَۃَ شِبْهُ الرِّیْحِ ثُمَّ قَالَ اِیْ وَاللّٰهِ وَسُفْیَانُ بْنُ سَعِیْدٍ۔

◆◆ علی بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ابواسحق کی نقل کردہ "مرسل" روایات میرے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہیں (یعنی بالکل غیر مستند ہیں)۔

اعمش' تیمی' یحییٰ بن ابوکثیر (کی نقل کردہ "مرسل" روایات بھی اسی طرح ہیں)۔

ابن عیینہ کی نقل کردہ "مرسل" روایات ہوا کی طرح ہیں۔ پھر اُنہوں نے فرمایا: ہاں' اللہ کی قسم! سفیان بن سعید (یعنی سفیان ثوری کی نقل کردہ "مرسل" روایات کی بھی یہی حیثیت ہے)۔

قُلْتُ لِیَحْیَی فَمُرْسَلَاتُ مَالِكٍ قَالَ هِیَ اَحَبُّ اِلَیَّ ثُمَّ قَالَ یَحْیَی لَیْسَ فِی الْقَوْمِ اَحَدٌ اَصَحُّ حَدِیْثًا مِّنْ

مَالِكٍ .

◆◆ میں نے یحییٰ سے پوچھا: امام مالک کی نقل کردہ ''مرسل'' روایات کی کیا حیثیت ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا: وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

یحییٰ بن سعید نے فرمایا: محدثین میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کی نقل کردہ روایات امام مالک کی نقل کردہ روایات سے زیادہ مستند ہوں۔

حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ الْقَطَّانَ يَقُوْلُ مَا قَالَ الْحَسَنُ فِيْ حَدِيْثِهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا وَجَدْنَا لَهُ اَصْلًا اِلَّا حَدِيْثًا اَوْ حَدِيْثَيْنِ .

◆◆ سوار بن عبداللہ عنبری بیان کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: حسن (بصری) جب یہ کہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے (یعنی صحابی کا واسطہ ذکر کیے بغیر ''مرسل'' روایت نقل کردیں) تو ہمیں (اُن کی نقل کردہ ایسی روایات) میں سے ہر ایک کی اصل (یعنی دوسری سند) مل گئی' صرف ایک یا دو احادیث ایسی تھیں' (جن کی سند ہمیں نہیں مل سکی)۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَمَنْ ضَعَّفَ الْمُرْسَلَ فَاِنَّهُ ضَعَّفَهُ مِنْ قِبَلِ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّةَ قَدْ حَدَّثُوْا عَنِ الثِّقَاتِ وَغَيْرِ الثِّقَاتِ فَاِذَا رَوٰى اَحَدُهُمْ حَدِيْثًا وَّاَرْسَلَهُ لَعَلَّهُ اَخَذَهُ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَدْ تَكَلَّمَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ فِيْ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ ثُمَّ رَوٰى عَنْهُ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: جو لوگ ''مرسل'' حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں' وہ ایسی روایت کو اس حوالہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں کہ ان ائمہ نے ثقہ اور غیر ثقہ (ہر طرح کے) راویوں کے حوالہ سے روایات نقل کی ہیں' تو جب ان حضرات میں سے کسی ایک نے کوئی حدیث ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کی ہو' تو ہوسکتا ہے کہ اُس نے وہ روایت کسی غیر ثقہ راوی سے حاصل کی ہو۔ (مثال کے طور پر) حسن بصری' معبد جہنی کی تنقید بھی کرتے ہیں اور پھر اُس کے حوالہ سے روایت بھی نقل کردیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مَرْحُوْمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْعَطَّارُ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ وَعَمِّيْ قَالَا سَمِعْنَا الْحَسَنَ يَقُوْلُ اِيَّاكُمْ وَمَعْبَدًا الْجُهَنِيَّ فَاِنَّهُ ضَالٌّ مُضِلٌّ .

◆◆ بشر بن معاذ بصری' مرحوم بن عبدالعزیز عطار کے حوالہ سے' اُن کے والد اور چچا کے حوالہ سے' حسن بصری کا یہ قول نقل کرتے ہیں: معبد جہنی سے بچو! کیونکہ وہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَيُرْوٰى عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ الْاَعْوَرُ وَكَانَ كَذَّابًا وَّقَدْ حَدَّثَ عَنْهُ وَاَكْثَرُ الْفَرَائِضِ الَّتِيْ يَرْوِيْهَا عَنْ عَلِيٍّ وَّغَيْرِهٖ هِيَ عَنْهُ وَقَدْ قَالَ الشَّعْبِيُّ الْحَارِثُ الْاَعْوَرُ عَلَّمَنِي الْفَرَائِضَ وَكَانَ مِنْ اَفْرَضِ النَّاسِ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: امام شعبی سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حارث اعور نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے' یہ شخص

کذاب تھا اور شعبی نے اس کے حوالہ سے احادیث روایت کی ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام سے منقول وراثت سے متعلق بیشتر روایات اسی شخص کے حوالہ سے منقول ہیں۔
شعبی کہتے ہیں: حارث اعور نے مجھے علمِ وراثت کی تعلیم دی ہے اور وہ علمِ وراثت کے سب سے بڑے ماہر تھے۔

قَالَ : وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ بَشَّارٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ اَلَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ لَقَدْ تَرَكْتُ لِجَابِرِ الْجُعْفِيِّ بِقَوْلِهٖ لَمَّا حَكٰى عَنْهُ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفِ حَدِيْثٍ ثُمَّ هُوَ يُحَدِّثُ عَنْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَتَرَكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدِيْثَ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ

◆◆ امام ترمذی بیان کرتے ہیں: میں نے محمد بن بشار کو عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ قول نقل کرتے ہوئے سنا ہے: کیا آپ لوگوں کو سفیان بن عیینہ پر حیرت نہیں ہوتی؟ میں نے تو جابر جعفی کو سفیان کے اس قول کی وجہ سے متروک قرار دیا تھا' جب انہوں نے جابر کے حوالہ سے ایک ہزار سے زیادہ (جھوٹی روایات منقول ہونے) کا ذکر کیا تھا' لیکن سفیان بن عیینہ کے حوالہ سے احادیث روایت کر دیتے ہیں۔
محمد بن بشار بیان کرتے ہیں: عبدالرحمٰن بن مہدی نے بھی جابر جعفی کی نقل کردہ روایات کو متروک قرار دیا ہے۔

وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْمُرْسَلِ اَيْضًا .
حَدَّثَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ اَبِي السَّفَرِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ قَالَ قُلْتُ لِاِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اَسْنِدْ لِيْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اِذَا حَدَّثْتُكَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فَهُوَ الَّذِيْ سَمَّيْتُ وَاِذَا قُلْتُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَهُوَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ .

◆◆ بعض اہلِ علم نے ''مرسل'' روایت کو مستند تسلیم کیا ہے۔
ابوعبیدہ' سعید' شعبہ کے حوالہ سے' اعمش کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے ابراہیم نخعی سے کہا: آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول روایات کی سند بیان کریں؟ تو ابراہیم نخعی بولے: جب میں کسی ایک شخص کے حوالہ سے حضرت عبداللہ سے کوئی روایت نقل کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے وہ روایت صرف اُسی شخص سے سنی ہے' اور جب میں یہ کہہ دوں کہ حضرت عبداللہ نے یہ بات بیان کی ہے' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کئی راویوں کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

تیرھویں بحث: حدیث مرسل کا حجت ہونا:

لفظ ''مرسل'' باب افعال ثلاثی مزید فیہ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے' اس کا لغوی معنیٰ ہے کسی چیز کو چھوڑ دینا' لٹکانا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: وہ حدیث ہے جسے تابعی خواہ کبیر ہو یا صغیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے خواہ وہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو یا فعل یا تقریر۔ اس طرح مرسل حدیث کی سند کے آخر سے کوئی راوی متروک ہوتا ہے۔

فائدہ نافعہ:

تابعی کبیر سے مراد ایسا تابعی ہے جس کی اکثر صحابہ سے ملاقات رہی ہو اور اس کی اکثر روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہوں مثلاً حضرت سعید بن المسیب، حضرت عبید اللہ بن عد بن خیار اور حضرت قیس بن ابی حازم رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔ تابعی صغیر سے مراد وہ تابعی ہے جس کی قلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات رہی ہو، اس کی بعض روایات صحابہ سے منقول ہوں جبکہ اکثر روایات تابعین کے حوالے سے منقول ہوں مثلاً حضرت امام زہری، حضرت یحییٰ بن سعید انصاری اور حضرت ابو حازم رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

حدیث مرسل کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱-**روی مالك عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان شدة الحر من فيح جهنم فاذا اشتد الحر فأبردو اعن الصلوٰة .**

حضرت مالک، حضرت زید بن اسلم کے واسطہ سے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گرمی کی سختی جہنم کی شدت کی وجہ سے ہے، اس لئے جب گرمی شدید ہو جائے تو (ظہر کی) نماز ٹھنڈی کر کے ادا کرو۔''

۲-**روی يحيى عن مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من اكل من هذه الشجرة فلا يقرب مسجد نايؤ ذينا بريح الشوم .**

حضرت یحییٰ مالک اور ابن شہاب کے واسطہ سے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس درخت سے کھائے، اسے چاہیے کہ وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ وہ تھوم کی بدبو کی وجہ سے ہمیں تکلیف پہنچاتا ہے۔

۳-**عن سعيد بن المسيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المزابنة .**

حضرت سعید بن میتب رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع کیا۔

حدیث مرسل کے حکم میں محدثین اور فقہاء کا اختلاف ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک حدیث مرسل ضعیف اور مردود ہے، اس کی وجہ سند کے آخر سے راوی کا حذف ہونا ہے، اس محذوف راوی کے بارے میں بھی دو قول ہیں: (i) تابعی ہوگا، (ii) صحابی ہوگا۔ تاہم اس کے حذف کی وجہ سے تردد پیدا ہو گیا اور روایت کی حیثیت بھی باقی نہ رہی۔ لہٰذا مرسل حدیث ضعیف اور مردود ہوتی ہے۔

فقہاء کرام کے نزدیک حدیث مرسل مردود نہیں ہوتی بلکہ قابل استدلال ہوتی ہے، جہاں تک سند کے آخر سے راوی کے محذوف ہونے کا تعلق ہے، یہ کمی دوسری روایات سے دور ہو جائے گی اور اسے مردود نا قابل عمل قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث مرسل کے حکم کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان حكم المرسل حكم الحديث الضعيف الا ان يصح وجه بمجيئه من وجه اخر فوروده من

وجه آخر يدل على صحة مخرج المرسل . (مقدمہ ابن الصلاح ،ص:۲۶)

مرسل حدیث کا حکم ضعیف حدیث کی مثل ہے لیکن جب اس کی تصحیح کسی دوسری سند سے ہو جائے ،تو اس کا دوسری سند سے روایت ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث مرسل کا مخرج صحیح ہے۔

اسی طرح ''الوسیط'' میں حدیث مرسل کا حکم یوں بیان کیا گیا ہے:

حكمه، انه حجة عند المحدثين والفقهاء وهو في حكم الموصول المسند لان اكثر روايتهم عن الصحابة والجهالة بالصحابة لاتضر لانهم كلهم عدول . (الوسیط حاشیہ نخبۃ الفکر ،ص:۲۸۵)

''صحابی کی مرسل روایت کا حکم یہ ہے کہ وہ محدثین اور فقہاء کے ہاں حجت ہے اور وہ سند متصل کے حکم میں ہے، کیونکہ ان کی زیادہ روایات صحابہ سے ہی مروی ہوتی ہیں اور صحابہ کی حالت کا مجہول ہونا باعث ضرر نہیں ہے' کیونکہ وہ تمام کے تمام عادل ہیں۔''

مرسل روایت کے حکم کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں:

۱-مرسل روایت صحیح اور قابل حجت ہے۔ یہ نظریہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

۲- جمہور محدثین کے نزدیک حدیث مرسل ضعیف اور مردود ہے۔

۳-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر اہل علم کا مؤقف ہے کہ حدیث مرسل کچھ شرائط کی بنیاد پر مقبول ہے۔

مرسل روایات سے متعلق چند مشہور کتب حسب ذیل ہیں:

۱-المراسیل لامام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ

۲- جامع التحصیل لأحکام المراسیل لابی سعید خلیل بن کیکلدی رحمہ اللہ تعالیٰ

۳-المراسیل لامام ابی داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ

مرسل کی دو اقسام ہیں:

۱-مرسل عام: یہ وہ حدیث ہے جس میں کہیں بھی انقطاع پایا جائے ،اس کی چار صورتیں بنتی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(i) تعلق کی صورت میں ہو یعنی مصنف کتاب نے ایک یا دو راویوں کو حذف کر دیا ہو۔

(ii) انقطاع کی صورت میں ہو یعنی وسط سند سے ایک راوی حذف کیا گیا ہو۔

(iii) انقطاع کی صورت ایسی ہو کہ سند کے درمیان سے دو یا دو سے زائد روات حذف کیے گئے ہوں۔

(iv) ارسال کی صورت ہو یعنی سند کے آخر سے کوئی صحابی حذف کیا گیا ہو۔

نوٹ: یہ چار صورتیں متقدمین کے ہاں مرسل کہلاتی ہیں۔

۲-مرسل خاص: متاخرین کے ہاں اس کی تعریف یہ ہے کہ سند کے آخر سے کسی صحابی کا نام حذف کر دیا جائے۔

مرسل خاص کی بھی چار صورتیں بنتی ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(i) صحابہ کی مراسیل، (ii) اکابر تابعین کی مراسیل، (iii) اصاغر تابعین کی مراسیل، (iv) تبع تابعین کی مراسیل۔

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَقَدِ اخْتَلَفَ الْاَئِمَّةُ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ تَضْعِيفِ الرِّجَالِ كَمَا اخْتَلَفُوْا فِيْ سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْعِلْمِ ذُكِرَ عَنْ شُعْبَةَ اَنَّهُ ضَعَّفَ اَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ وَعَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ اَبِيْ سُلَيْمَانَ وَحَكِيْمَ بْنَ جُبَيْرٍ وَّتَرَكَ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ ثُمَّ حَدَّثَ شُعْبَةُ عَمَّنْ هُوَ دُوْنَ هٰؤُلَاءِ فِي الْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ. حَدَّثَ عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ وَاِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُسْلِمٍ الْهَجَرِيِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْعَرْزَمِيِّ وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِمَّنْ يُّضَعَّفُوْنَ فِي الْحَدِيْثِ.

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: اہلِ علم ائمہ نے رجال کی تضعیف کے حوالہ سے بھی اختلاف کیا ہے' جس طرح ان حضرات نے دیگر پہلوؤں کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

شعبہ کے بارے میں منقول ہے کہ اُنہوں نے ابوزبیر مکی' عبدالملک بن ابوسلیمان' حکیم بن جبیر کو ضعیف قرار دیا اور اُن سے منقول روایات کو ترک کر دیا۔

پھر شعبہ نے اُن حضرات کے حوالہ سے احادیث روایت کی ہیں' وہ حفظ اور عدالت کے اعتبار سے ان صاحبان سے کم مرتبہ کے ہیں۔

شعبہ نے جابر جعفی' ابراہیم بن مسلم ہجری' محمد بن عبیداللہ عرزمی اور دیگر کئی ایسے راویوں سے احادیث روایت کی ہیں' جنہیں علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نَبْهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قُلْتُ لِشُعْبَةَ تَدَعُ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ اَبِيْ سُلَيْمَانَ وَتُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْعَرْزَمِيِّ قَالَ نَعَمْ.

◆◆ محمد بن عمرو بن نبہان بن صفوان بصری' امیہ بن خالد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے شعبہ سے کہا: آپ نے عبدالملک بن ابوسلیمان کو ترک کر دیا ہے' جبکہ آپ محمد بن عبیداللہ عرزمی کے حوالہ سے حدیث روایت کرتے ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا: جی ہاں!

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَقَدْ كَانَ شُعْبَةُ حَدَّثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ ثُمَّ تَرَكَهٗ وَيُقَالُ اِنَّمَا تَرَكَهٗ لَمَّا تَفَرَّدَ بِالْحَدِيْثِ الَّذِيْ رَوٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّجُلُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ يُنْتَظَرُ بِهٖ وَاِنْ كَانَ غَائِبًا اِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِدًا وَّقَدْ ثَبَّتَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ وَحَدَّثُوْا عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ وَحَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ.

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: شعبہ نے پہلے عبدالملک بن ابوسلیمان کے حوالہ سے احادیث روایت کی ہیں' پھر بعد میں اُنہیں ترک کر دیا۔

ایک قول کے مطابق شعبہ نے اُنہیں اُس وقت ترک کیا' جب اُنہوں نے انفرادی طور پر وہ روایت نقل کی' جو عطاء بن

ابو رباح کے حوالے سے‘ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے‘ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے طور پر منقول ہے: آدمی شفعہ کرنے کا زیادہ حق رکھے گا‘ اگر وہ غیر موجود ہو‘ تو دوسرے لوگ اُس کا انتظار کریں گے۔ یہ اُس وقت ہوگا جب اُن دونوں کا راستہ ایک ہو۔

جبکہ کئی ائمہ کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ اُنہوں نے ابوزبیر‘ عبدالملک بن ابوسلیمان اور حکیم بن جبیر کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں۔

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ وَّابْنُ اَبِي لَيْلٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ قَالَ كُنَّا اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ تَذَاكَرْنَا حَدِيْثَهُ وَكَانَ اَبُو الزُّبَيْرِ اَحْفَظَنَا لِلْحَدِيْثِ .

◆◆ احمد بن منیع‘ ہشام کے حوالے سے‘ حجاج اور ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے‘ عطاء بن ابی رباح کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے اُٹھ کر واپس جاتے تھے‘ تو اُن کی نقل کردہ روایت کی تکرار کرتے تھے‘ تو ہم میں سے ابوزبیر کو وہ حدیث زیادہ بہتر طور پر یاد ہوتی تھی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ اَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ كَانَ عَطَاءٌ يُقَدِّمُنِيْ اِلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَحْفَظُ لَهُمُ الْحَدِيْثَ .

◆◆ محمد بن یحییٰ بن ابوعمر مکی‘ سفیان بن عیینہ کے حوالے سے‘ ابوزبیر کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: عطاء‘ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجھے آگے کر دیا کرتے تھے تاکہ میں اُن لوگوں کے لئے (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ) حدیث یاد کرلوں۔

حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ وَاَبُو الزُّبَيْرِ وَاَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سُفْيَانُ بِيَدِهٖ يَقْبِضُهَا .

◆◆ ابن ابی عمر‘ سفیان کے حوالے سے‘ ایوب سختیانی کا یہ قول نقل کرتے ہیں: ابوزبیر نے‘ ابوزبیر نے‘ ابوزبیر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے۔ سفیان نے ہاتھ (کی انگلیوں) کو بند کرتے ہوئے یہ الفاظ استعمال کیے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: اِنَّمَا يَعْنِي بِذٰلِكَ الْاِتْقَانَ وَالْحِفْظَ وَيُرْوٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يَقُوْلُ كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ مِيْزَانًا فِي الْعِلْمِ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتقان اور حفظ کے حوالے سے مستند تھے۔

عبداللہ بن مبارک‘ سفیان ثوری کا یہ قول نقل کرتے ہیں: عبدالملک بن ابوسلیمان علم کا ترازو تھے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ تَرَكَهُ شُعْبَةُ مِنْ اَجْلِ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ رَوَاهُ فِي الصَّدَقَةِ يَعْنِيْ حَدِيْثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيْهِ كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُمُوْشًا فِيْ وَجْهِهٖ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا يُغْنِيْهِ قَالَ خَمْسُوْنَ

دِرْهَمًا اَوْ قِيْمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ .

◆◆ ابوبکر علی بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے حکیم بن جبیر کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بولے: شعبہ نے انہیں اُن کی صدقہ کے بارے میں نقل کردہ روایت کی وجہ سے متروک قرار دے دیا تھا یعنی وہ حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے طور پر منقول ہے۔

جو شخص لوگوں سے مانگے اور اُس کے پاس اتنا کچھ ہو جس کی موجودگی میں مانگنے کی ضرورت نہ ہو تو یہ چیز قیامت کے دن اُس کے چہرے پر نشان کے طور پر ہوگی۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! جس کی موجودگی میں مانگنے کی ضرورت نہ ہو اس سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پچاس درہم یا اُن کی قیمت جتنا سونا۔

قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيٰى وَقَدْ حَدَّثَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَزَائِدَةُ قَالَ عَلِيٌّ وَلَمْ يَرَ يَحْيٰى بِحَدِيْثِهٖ بَاْسًا .

◆◆ علی، یحییٰ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سفیان ثوری اور زائدہ نے حکیم بن جبیر کے حوالہ سے احادیث نقل کی ہیں۔

علی بیان کرتے ہیں: یحییٰ بن سعید، حکیم بن جبیر کی نقل کردہ روایات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ بِحَدِيْثِ الصَّدَقَةِ قَالَ يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ صَاحِبُ شُعْبَةَ لِسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ لَوْ غَيْرُ حَكِيْمٍ يُحَدِّثُ بِهٰذَا فَقَالَ لَهٗ سُفْيَانُ وَمَا لِحَكِيْمٍ لَا يُحَدِّثُ عَنْهُ شُعْبَةُ اٰال نَعَمْ فَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ سَمِعْتُ زُبَيْدًا يُحَدِّثُ بِهٰذَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ .

◆◆ محمود بن غیلان، یحییٰ بن آدم، سفیان ثوری، حکیم بن جبیر کے حوالہ سے صدقہ کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں۔

یحییٰ بن آدم کہتے ہیں: شعبہ کے شاگرد عبداللہ بن عثمان نے سفیان ثوری سے کہا: کاش! حکیم کے علاوہ کسی اور راوی نے اسے نقل کیا ہوتا؟ تو سفیان نے اُن سے کہا: حکیم میں کیا خرابی ہے؟ کیا شعبہ اُس کے حوالہ سے احادیث روایت نہیں کرتے؟ تو عبداللہ نے جواب دیا: جی ہاں! تو سفیان ثوری بولے: میں نے زبیر نامی راوی کو محمد بن عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالہ سے یہ روایت نقل کرتے ہوئے سنا ہے (یعنی اُنہوں نے اس روایت کی دوسری سند بیان کر دی)۔

شرح

چودھویں بحث: مختلف فیہ رواۃ کا تعارف:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ضعیف رواۃ کا تذکرہ کیا تھا، پھر متکلم فیہ رواۃ کا ذکر کیا، پھر ثقہ رواۃ کا تعارف پیش کیا اور اب مختلف فیہ رواۃ کا تعارف کروا رہے ہیں۔ متکلم فیہ رواۃ سے وہ مراد ہیں جن میں جرح و تعدیل دونوں جمع ہوں گی جرح نے ان کی عدالت کو متاثر کیا ہو۔ مختلف فیہ سے مراد وہ روایت ہیں جن میں جرح و تعدیل دونوں جمع ہوں لیکن جرح نے ان کی

عدالت کو متاثر نہ کیا ہو بلکہ وہ حسب دستور ثقہ و قابل اعتبار ہوں۔ تاہم جس غلطی کی وجہ سے اس میں جرح کی گئی ہو اسے معلوم کرنا پڑے گا۔

تین مختلف فیہ رواۃ کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔حضرت عبدالملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کا شمار محدثین کبار میں ہوتا ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تعلیقاً روایات نقل کی ہیں، حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث شفعہ کی وجہ سے انہیں مختلف فیہ رواۃ میں شمار کرتے ہیں اور ان کے علاوہ اس روایت کی وجہ سے انہیں مختلف فیہ رواۃ میں شمار نہیں کیا۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حضرت عبدالملک رحمہ اللہ تعالیٰ کسوٹی ہیں جس کی وجہ سے صحیح اور سقیم رواۃ میں امتیاز کیا جا سکتا ہے۔

۲۔حضرت ابوزبیر محمد بن مسلم مکی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ مکہ معظمہ کے باشندے تھے، امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام محدثین انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں، ارباب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی ہے، حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال درجہ کا ثقہ بتایا ہے۔ حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف فیہ رواۃ میں اس لئے شمار کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوزبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو کمل تول رہے تھے حالانکہ وہ چیز اپنے لئے تول رہے تھے، کم تولنا برا اس وقت ہوگا جبکہ وہ کسی دوسرے کو دینے کے لئے ہو اور اگر اپنے لئے ہو تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔

۳۔حضرت حکیم بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف رواۃ میں شمار کیا ہے جبکہ حضرت یحیٰ بن سعید القطان، حضرت علی المدینی اور حضرت سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ انہیں غیر مشروط طور پر ثقہ قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو آپ کے متعلق غلط فہمی ہوگئی تھی کہ ان کے خیال کے مطابق پچاس ہزار درہم یا اس کی قیمت بقدر سونا زیادہ رقم نہیں ہے، سوال سے مانع تو قلیل رقم بھی ہو سکتی ہے، حضرت شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خیال اس طرف گیا کہ شاید حکیم صاحب نے اس روایت میں کچھ گڑ بڑ کی ہو جبکہ حالات و زمان و مکان کے اختلاف سے یہ زیادہ رقم نہیں ہے، یہ بعض گھرانوں کا ایک دن کا خرچہ ہے، پھر جب حکیم کے متابع موجود ہیں تو حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خیال بے معنیٰ ہو کر رہ جاتا ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَمَا ذَکَرْنَا فِیْ هٰذَا الْکِتَابِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ فَاِنَّمَا اَرَدْنَا بِهٖ حُسْنَ اِسْنَادِهٖ عِنْدَنَا۔ کُلُّ حَدِیْثٍ یُرْوٰی لَا یَکُوْنُ فِیْ اِسْنَادِهٖ مَنْ یُّتَّهَمُ بِالْکَذِبِ وَلَا یَکُوْنُ الْحَدِیْثُ شَاذًّا وَّیُرْوٰی مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ نَحْوَ ذَاکَ فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ہم نے اس کتاب میں جس روایت کو ”حدیث حسن“ قرار دیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے

کہ اُس کی سند ہمارے نزدیک عمدہ ہے۔

• ایسی ہر وہ حدیث جس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہ ہو جس پر جھوٹ نقل کرنے کا الزام ہو اور جو حدیث شاذ نہ ہو اور کسی دوسری سند کے حوالہ سے بھی منقول ہے تو ایسی روایت ہمارے نزدیک ''حدیث حسن'' ہوگی۔

شرح

پندرھویں بحث: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح ''حدیث حسن'' کی وضاحت:

صحیح: صحیح اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں پانچ امور پائے جائیں:

(۱) تمام راوی ثقہ و با اعتماد ہوں۔ (۲) تمام روات کو سند حدیث خوب محفوظ ہو۔ (۳) سند کا کوئی راوی متروک نہ ہو۔ (۴) سند میں علت خفیہ قادحہ نہ ہو۔ (۵) وہ روایت شاذ نہ ہو۔

حسن: حدیث حسن وہ ہے جس کی سند سے کوئی راوی قلیل الضبط یعنی اس کے حافظہ میں خرابی پیدا ہوگئی ہو، حدیث اسے خوب محفوظ نہ ہو جبکہ صحیح کی چار شرائط اس میں موجود ہوں یعنی روات عادل ہوں، سند متصل ہو، سند میں علت خفیہ نہ پائی جائے اور وہ روایت شاذ نہ ہو۔

غرض و غایت حسن: حسن اور صحیح دونوں مختلف اور متضاد امور ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے لیکن حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف ''جامع ترمذی'' میں حسن کو دو طریقے سے استعمال کیا ہے: (۱) صحیح سے ملا کر، (۲) بالکل الگ۔ اس مقام پر اس کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔

جہاں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''حسن'' کو ''صحیح'' کے ساتھ ملا کر استعمال کیا ہے، وہاں انہوں نے خود اس کی وضاحت نہیں کی کہ اس کا مطلب و مفہوم کیا ہے؟ مختلف علماء کی طرف سے اس کی توجیہات بیان کی گئی ہیں جو تسلی بخش نہیں ہیں مثلاً یہ بات علیٰ وجہ الترديد بیان کی گئی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے مگر اس سے بھی تذبذب اور اشکال دور نہیں ہو سکتا۔ باقی توجیہات کی بھی یہی صورتحال ہے۔

(i) ایک توجیہ جو قابل قبول ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں اصطلاحات حدیث مختلف رائج تھیں مگر اعلیٰ درجہ کی احادیث کو کوئی ''صحیح'' کہتا تھا اور کوئی ''حسن'' کہتا تھا۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں اصطلاحات کو جمع کر کے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے: **ای هٰذا حدیث صحیح فی اصطلاح قوم و حسن فی اصطلاح آخرین**، یعنی یہ حدیث ایک جماعت کے ہاں ''صحیح'' ہے اور دوسری جماعت کے نزدیک ''حسن'' ہے۔

(ii) حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں فن حدیث کے لئے مختلف اصطلاحات استعمال ہوتی تھیں مگر زیادہ مشہور اصطلاحات دو تھیں: (i) صحیح، (ii) حسن۔ آپ نے دونوں اصطلاحات کو بطور تاکید و ترادف جمع کر کے استعمال کرنا شروع کر دیا اور جامع ترمذی کی اسی (۸۰) فیصد احادیث کے بارے میں یہی فیصلہ ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ جدید اصطلاح خوب شہرت پذیر ہوئی مگر اس کا استعمال آپ تک محدود رہا۔

(iii) حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسے دور میں اپنی کتاب تصنیف فرمائی کہ اس میں دونوں اصطلاحات الگ الگ استعمال ہوتی تھیں: (i) قدیم (صحیح)، (ii) جدید (حسن)، آپ کو یہ دشواری پیش آئی کہ اس کتاب میں کونسی اصطلاح اختیار کی جائے؟ غور وخوض کے بعد آپ نے فیصلہ کیا کہ دونوں اصطلاحات کو جمع کرلیا جائے تاکہ قدیم و جدید دونوں اوصاف یکجا ہو جائیں۔ اس طرح حدیث پر ''صحیح حسن'' کا اضافہ ہوا اور جدید اصطلاح وجود میں آ گئی۔

''حدیث حسن'' کا مفہوم:

جب لفظ ''حدیث'' کے ساتھ محض ''حسن'' کا اضافہ کیا جائے یعنی اصطلاح ''صحیح'' کے بغیر صرف لفظ ''حسن'' استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب کیا ہوگا؟ اس (حدیث حسن) کا مطلب و مفہوم حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کی سند میں تین امور جمع ہوں:

(۱) سند کا کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو: اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی راوی واضع یا کذاب نہ ہو، جب تہمت کذب کے الزام کی نفی کردی گئی تو کذب و وضع کی از خود نفی ہوگئی۔ تاہم باقی اسباب طعن ''حدیث حسن'' سے متصادم نہیں ہیں۔

۲- روایت شاذ نہ ہو: اس سے مراد ہے کہ وہ روایت ثقہ رواۃ کے خلاف نہ ہو یا اس کے متابع موجود ہوں۔ شذ یشذ شذوذاً کا معنی ہے: جماعت سے الگ کرنا یا الگ ہونا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شاذ وہ حدیث ہے کہ ثقہ رواۃ اسے نقل کریں مگر ایک راوی ان سے الگ ہو جائے اور وہ ان کے خلاف نقطہ نظر اختیار کرے۔

۳- وہ حدیث متعدد سندوں سے منقول ہو: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کا مضمون کثیر اسانید سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو۔

فائدہ نافعہ:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''حدیث حسن'' اور ''حسن لذاتہ'' دونوں مختلف چیزیں ہیں۔ معمولی ضعیف حدیث بھی حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''حدیث حسن'' ہوسکتی ہے مگر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث حسن لذاتہ کی تعریف کے پیش نظر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ پر معترض ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی تحسین مضحکہ خیز ہے۔

سوال: تعریفات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ''صحیح'' اور ''حسن'' دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، دونوں میں تضاد ہے اور اجتماع متناقضین جائز نہیں ہے۔ تو پھر یہ اصطلاح کیسے درست ہوسکتی ہے؟

جواب: (۱) علامہ صلاح الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں لفظ ''حسن'' کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے جس میں راوی کی کمی کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہے: پسندیدہ ہونا۔

(۲) علامہ تقی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لفظ ''حسن''، صحیح کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، وہ ''لابشرط شیء'' کے درجہ میں ہے، جس کا مفہوم یہ ہے: اس روایت کی کسی بھی صفت میں کمی ملحوظ نہیں ہوسکتی۔

(۳) امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس روایت کو حسن اور صحیح کہا جاتا ہے، وہ مطلق حسن اور مطلق صحیح سے الگ چیز ہے اور یہ دونوں اصطلاحات کا میانہ درجہ ہے۔

(۴) حضرت امام بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں "حسن" اور "صحیح" دونوں مترادف ہیں۔

(۵) کچھ رواۃ جوانی اور صحت کے زمانہ میں صحیح صفات کے جامع ہوتے ہیں لیکن بڑھاپے میں ان صفات میں یقیناً کمی آجاتی ہے، تو دونوں حالتوں کی روایت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک "حسن صحیح" ہے۔

(۶) حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کو تردد ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک جو حدیث "حسن" ہوتی ہے، تو بعض کے نزدیک وہی "صحیح" ہوتی ہے، تو یہاں درمیان میں لفظ "اَوْ" مقدر ہے۔

(۷) نیز فرمایا: یہاں مطلب یہ ہے کہ یہ روایت دو اسناد سے مروی ہے: ایک کے اعتبار سے "حسن" ہے اور دوسری کے اعتبار سے "صحیح"۔

(۸) اعلیٰ اور کمال درجہ کی روایات کو کوئی "حسن" کہتا تھا اور کوئی "صحیح" کہتا تھا جبکہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دونوں اصطلاحات کو جمع کرتے ہوئے فرمایا: هٰذَا حديث حسن صحيح۔

وَمَا ذَكَرْنَا فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ فَإِنَّ اَهْلَ الْحَدِيْثِ يَسْتَغْرِبُوْنَ الْحَدِيْثَ لِمَعَانٍ . رُبَّ حَدِيْثٍ يَكُوْنُ غَرِيْبًا لَّا يُرْوٰى اِلَّا مِنْ وَّجْهٍ وَّاحِدٍ مِثْلُ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِى الْعُشَرَاءِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَكُوْنُ الذَّكَاةُ اِلَّا فِى الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ فَقَالَ لَوْ طَعَنْتَ فِيْ فَخِذِهَا اَجْزَاَ عَنْكَ فَهٰذَا حَدِيْثٌ تَفَرَّدَ بِهٖ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِى الْعُشَرَاءِ وَلَا يُعْرَفُ لِاَبِى الْعُشَرَاءِ عَنْ اَبِيْهِ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثُ وَاِنْ كَانَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مَشْهُوْرًا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ . فَاِنَّمَا اشْتُهِرَ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ .

◆◆ ہم نے اس کتاب میں جس حدیث کو غریب قرار دیا ہے، تو علم حدیث کے ماہرین، حدیث کے غریب ہونے کو مختلف معانی میں استعمال کرتے ہیں۔

بعض اوقات کوئی حدیث اس حوالہ سے غریب ہوتی ہے کہ وہ صرف ایک ہی سند سے منقول ہوتی ہے، جیسے حماد بن سلمہ نے ابوعشراء کے حوالہ سے، اُن کے والد کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا (شرعی) ذبح صرف حلق اور لبہ میں ہوتا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم جانور کی ران میں (تیر یا نیزہ) مار دو تو تمہارے لیے یہ بھی جائز ہوگا (یعنی وہ ذبح شمار ہوگا)۔

اس روایت کو ابوعشراء کے حوالہ سے نقل کرنے میں حماد بن سلمہ منفرد ہیں۔ ابوعشراء کی اُن کے والد کے حوالہ سے صرف یہی ایک روایت منقول ہے، اگرچہ اہل علم کے نزدیک یہ حدیث مشہور ہے۔

یہ حدیث حماد بن سلمہ سے منقول ہونے کے حوالہ سے مشہور ہیں اور ہم اسے صرف اُنہی کے حوالہ سے منقول ہونے کے طور پر

جانتے ہیں۔

وَرُبَّ رَجُلٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لَا يُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ وَيَشْتَهِرُ الْحَدِيْثُ لِكَثْرَةِ مَنْ رَوٰى عَنْهُ مِثْلُ مَا رَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ.

وَهٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ رَوَاهُ عَنْهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَشُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ.

◆◆ بعض اوقات ائمہ میں سے کوئی امام کوئی روایت نقل کر دیتا ہے حالانکہ وہ روایت صرف اُسی امام کے حوالہ سے منقول ہوتی ہے لیکن اُس امام سے نقل کرنے والے راوی بکثرت ہوتے ہیں اور اس وجہ سے وہ حدیث مشہور ہو جاتی ہے۔ جیسے عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو فروخت کرنے اور اُسے ہبہ کرنے سے منع کیا ہے۔

ہم اس روایت کو صرف عبداللہ بن دینار سے منقول ہونے کے حوالہ سے جانتے ہیں۔

عبیداللہ بن عمر' شعبہ' سفیان ثوری' امام مالک' ابن عیینہ اور دیگر ائمہ نے اس روایت کو عبداللہ بن دینار کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

وَرَوٰى يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَوَهِمَ فِيْهِ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ وَّالصَّحِيْحُ هُوَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ هٰكَذَا رَوٰى عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

وَرَوَى الْمُؤَمَّلُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ شُعْبَةَ فَقَالَ شُعْبَةُ لَوَدِدْتُّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ دِيْنَارٍ اَذِنَ لِيْ حَتّٰى كُنْتُ اَقُوْمُ اِلَيْهِ فَاُقَبِّلُ رَاْسَهٗ.

◆◆ یحییٰ بن سلیم نے اس روایت کو عبیداللہ بن عمر کے حوالہ سے' نافع کے حوالہ سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' لیکن اسے نقل کرنے میں یحییٰ بن سلیم کو وہم ہوا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت عبیداللہ بن عمر کے حوالہ سے' عبداللہ بن دینار کے حوالہ سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عبدالوہاب ثقفی اور عبداللہ بن نمیر نے اسے اسی طرح' عبیداللہ بن عمر' عبداللہ بن دینار کے حوالہ سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

مؤمل نے اس حدیث کو شعبہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ شعبہ کہتے ہیں: میری یہ خواہش تھی کہ عبداللہ بن دینار مجھے یہ اجازت دیں تو میں اٹھ کر اُن کے سر کو بوسہ دوں۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرُبَّ حَدِيْثٍ اِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ لِزِيَادَةٍ تَكُوْنُ فِي الْحَدِيْثِ وَاِنَّمَا يَصِحُّ اِذَا كَانَتِ الزِّيَادَةُ

مِمَّنْ يُعْتَمَدُ عَلٰى حِفْظِهٖ مِثْلُ مَا رَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ قَالَ وَزَادَ مَالِكٌ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: بعض اوقات کوئی حدیث کسی روایت میں منقول ''اضافی الفاظ'' کی وجہ سے غریب قرار دی جاتی ہے۔ یہ اضافی نقل' مستند شمار ہوتی ہے' جبکہ یہ کسی ایسے شخص کے حوالے سے منقول ہو' جس کا حافظہ قابل اعتماد ہو۔

جیسے امام مالک بن انس نے نافع کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں صدقۂ فطر کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو کی ادائیگی' ہر آزاد اور غلام' مذکر و مؤنث مسلمان پر لازم قرار دی ہے۔

اس روایت میں لفظ ''مسلمان'' اضافی طور پر صرف امام مالک نے نقل کیا ہے۔

وَرَوٰى اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ نَافِعٍ مِثْلَ رِوَايَةِ مَالِكٍ مِمَّنْ لَّا يُعْتَمَدُ عَلٰى حِفْظِهٖ ۔

وَقَدْ اَخَذَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ بِحَدِيْثِ مَالِكٍ وَّاحْتَجُّوْا بِهٖ مِنْهُمُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَا اِذَا كَانَ لِلرَّجُلِ عَبِيْدٌ غَيْرُ مُسْلِمِيْنَ لَمْ يُؤَدِّ عَنْهُمْ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاحْتَجَّا بِحَدِيْثِ مَالِكٍ فَاِذَا زَادَ حَافِظٌ مِّمَّنْ يُّعْتَمَدُ عَلٰى حِفْظِهٖ قُبِلَ ذٰلِكَ عَنْهُ ۔

◆◆ ایوب سختیانی' عبیداللہ بن عمر اور دیگر ائمہ نے اس روایت کو نافع کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس میں لفظ ''مسلمان'' ذکر نہیں کیا۔

بعض حضرات نے اسے نافع کے حوالے سے اُسی طرح نقل کیا ہے' جس طرح امام مالک نے نقل کیا ہے' لیکن ان حضرات کا حافظہ قابل اعتماد نہیں ہے۔

کئی ائمہ نے امام مالک کے نقل کردہ اضافی الفاظ کو اختیار کیا (یعنی اُس کے مطابق فتویٰ دیا ہے) اور اس روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان ائمہ میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: اگر کسی شخص کے کچھ غیر مسلم غلام ہوں' تو وہ شخص اُن کی طرف سے صدقۂ فطر ادا نہیں کرے گا (کیونکہ حدیث کے لفظ ''مسلمان'' سے یہ ثابت ہے کہ صدقۂ فطر کی ادائیگی صرف مسلمانوں پر لازم ہے)۔

ان دونوں حضرات نے امام مالک کی نقل کردہ روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

لہٰذا جب (احادیث کا) کوئی ایسا حافظ جس کا حافظہ قابل اعتماد ہو وہ کوئی لفظ اضافی نقل کرے گا' تو یہ چیز اُس کی طرف سے قبول کی جائے گی۔

وَرُبَّ حَدِيْثٍ يُرْوٰى مِنْ اَوْجُهٍ كَثِيْرَةٍ وَّاِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ لِحَالِ الْاِسْنَادِ ۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّاَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِیُّ وَاَبُو السَّائِبِ وَالْحُسَيْنُ بْنُ الْاَسْوَدِ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَافِرُ يَاْكُلُ فِیْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ وَّالْمُؤْمِنُ يَاْكُلُ فِیْ مِعًی وَاحِدٍ ۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ ۔

بعض اوقات کوئی حدیث کئی حوالوں سے منقول ہوتی ہے لیکن اُس کی سند کی حالت کی وجہ سے اُسے ''غریب'' قرار دے دیا جاتا ہے۔

جیسے ابوکریب' ابوہشام رفاعی' ابوصائب' حسین بن اسود' یہ سب حضرات بیان کرتے ہیں: ابواُسامہ نے برید بن عبداللہ کے حوالہ سے' اپنے دادا ابوبردہ کے حوالہ سے' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

''کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے''۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس حوالے سے' اس سند کے اعتبار سے ''حسن غریب'' ہے۔

وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ مُوْسٰی ۔

سَاَلْتُ مَحْمُوْدَ بْنَ غَيْلَانَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثُ اَبِیْ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ ۔

یہی حدیث دوسری سند کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے' اس حدیث کے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالہ سے' اسے غریب قرار دیا گیا ہے۔

میں نے محمود بن غیلان سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو وہ بولے: یہ حدیث ابوکریب کے حوالہ سے ابواُسامہ سے منقول ہے۔

وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثُ اَبِیْ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ لَمْ نَعْرِفْهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ فَقُلْتُ لَهٗ حَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ بِهٰذَا فَجَعَلَ يَتَعَجَّبُ وَقَالَ مَا عَلِمْتُ اَنَّ اَحَدًا حَدَّثَ بِهٰذَا غَيْرَ اَبِیْ كُرَيْبٍ وَقَالَ مُحَمَّدٌ كُنَّا نَرٰی اَنَّ اَبَا كُرَيْبٍ اَخَذَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ فِی الْمُذَاكَرَةِ ۔

میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا' تو وہ بولے: یہ حدیث ابوکریب کے حوالہ سے' ابواُسامہ سے منقول ہے' اور ہم اس روایت کو صرف ابوکریب اور ابواسامہ کے حوالہ سے جانتے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا: کئی حضرات نے اس روایت کو ابواُسامہ کے حوالہ سے اسی طرح نقل کیا ہے' تو امام بخاری نے اس بات پر حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: میرے علم کے مطابق ابوکریب کے علاوہ اور کسی بھی شخص نے اس روایت کو نقل نہیں کیا ہے۔

امام بخاری یہ فرماتے ہیں: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ابوکریب نے کسی مذاکرے کے دوران ابواسامہ سے یہ روایت حاصل کی تھی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ .

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ لَا نَعْلَمُ اَحَدًا حَدَّثَ بِهٖ عَنْ شُعْبَةَ غَيْرَ شَبَابَةَ .

◆◆ عبداللہ بن ابوزیاد اور دیگر راویوں نے شبابہ بن سوار کے حوالے سے شعبہ بکیر بن عطاء کے حوالے سے حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دباء'' اور ''مزفت'' استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث اپنی سند کے حوالہ سے غریب ہے ہمارے علم کے مطابق شعبہ کے حوالہ سے اس روایت کو صرف شبابہ نے نقل کیا ہے۔

وَقَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوْجُهٍ كَثِيْرَةٍ اَنَّهٗ نَهٰى اَنْ يُّنْتَبَذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ وَحَدِيْثُ شَبَابَةَ اِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ لِاَنَّهٗ تَفَرَّدَ بِهٖ عَنْ شُعْبَةَ .

◆◆ دیگر کئی حوالوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات روایت کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دباء'' اور ''مزفت'' میں نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے۔

شبابہ کی نقل کردہ روایت کو اس حوالہ سے غریب قرار دیا گیا ہے کیونکہ شعبہ کے حوالہ سے اس نقل کرنے میں وہ منفرد ہیں۔

وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ الْحَجُّ عَرَفَةُ فَهٰذَا الْحَدِيْثُ الْمَعْرُوْفُ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ .

◆◆ شعبہ سفیان ثوری نے اسی سند کے ہمراہ بکیر بن عطاء کے حوالہ سے حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

''حج عرفہ (یعنی میدانِ عرفات میں وقوف) کا نام ہے''۔

یہ حدیث اس سند کے حوالہ سے علمِ حدیث کے ماہرین کے نزدیک معروف ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ مُزَاحِمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَصَلّٰى عَلَيْهَا فَلَهٗ قِيْرَاطٌ وَّمَنْ تَبِعَهَا حَتّٰى يُقْضٰى قَضَاؤُهَا فَلَهٗ قِيْرَاطَانِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ اَصْغَرُهُمَا مِثْلُ اُحُدٍ .

◆◆ محمد بن بشار معاذ بن ہشام اُن کے والد یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالہ سے ابومزاحم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اُنہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص جنازے کے ساتھ جائے اور نماز جنازہ ادا کرے اُسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور جو شخص جنازے کے ساتھ جائے یہاں تک کہ اُس کے فرض کو ادا کرے (یعنی دفن ہونے تک ساتھ رہے) تو اُسے دو قیراط ثواب ملے گا۔

لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ دو قیراط کتنے ہوں گے؟ نبی اکرم e نے فرمایا: ان دونوں میں سے چھوٹے والا اُحد

پہاڑ جتنا ہوگا''۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سَلَّامٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُزَاحِمٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ ۔

◆◆ عبداللہ بن عبدالرحمٰن' مروان بن محمد' معاویہ بن سلام' یحییٰ بن ابوکثیر' ابومزاحم' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے اُسے ایک قیراط ثواب ملے گا''۔

اُس کے بعد اُنہوں نے حسبِ سابق حدیث نقل کی ہے۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاَخْبَرَنَا مَرْوَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سَلَّامٍ قَالَ قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي اَبُوْ سَعِيدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ سَفِينَةَ عَنِ السَّائِبِ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ ۔

◆◆ امام دارمی فرماتے ہیں: مروان نے معاویہ بن سلام' یحییٰ' ابوسعید' حمزہ بن سفینہ' سائب' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

قُلْتُ لِاَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا الَّذِي اسْتَغْرَبُوْا مِنْ حَدِيثِكَ بِالْعِرَاقِ فَقَالَ حَدِيثُ السَّائِبِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيثَ ۔

وَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيلَ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ۔

◆◆ (امام ترمذی کہتے ہیں:) میں نے امام دارمی سے پوچھا: عراق میں آپ کی نقل کردہ کون سی روایات کو غریب قرار دیا جاتا ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا: سائب کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے' نقل کردہ روایات کو (غریب قرار دیا جاتا ہے)۔ اُس کے بعد اُنہوں نے یہ حدیث ذکر کی۔

مین نے امام بخاری کو یہ حدیث' امام دارمی کے حوالہ سے بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيثٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا يُسْتَغْرَبُ هٰذَا الْحَدِيثُ لِحَالِ اِسْنَادِهِ لِرِوَايَةِ السَّائِبِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث دوسری سند کے حوالہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

اس حدیث کو اس کی سند کی وجہ سے غریب قرار دیا گیا ہے' کیونکہ اسے سائب نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ اَبِيْ قُرَّةَ السَّدُوْسِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْقِلُهَا وَاَتَوَكَّلُ اَوْ اُطْلِقُهَا وَاَتَوَكَّلُ قَالَ اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ .

قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ هٰذَا عِنْدِيْ حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ .

◆◆ ابوحفص، عمرو بن علی، یحییٰ بن سعید القطان کے حوالہ سے، مغیرہ بن ابوقرہ سدوسی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے:

''ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں جانور کو باندھ کر توکل کروں، یا اُسے کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اُسے باندھ کر توکل کرو''۔

عمرو بن علی، یحییٰ بن سعید کا یہ قول نقل کرتے ہیں: میرے نزدیک یہ حدیث ''منکر'' ہے۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

◆◆ امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالہ سے ''غریب'' ہے، ہم اس کے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کو صرف اسی سند کے حوالہ سے جانتے ہیں۔

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا .

◆◆ حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے حوالہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت نقل کی گئی ہے۔

شرح

سولہویں بحث: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اصطلاح غریب اور اس کی اقسام:

لفظ ''غریب'' کا لغوی معنیٰ ہے: غیر مانوس، اجنبی، منفرد ہونا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: ضعیف حدیث، کیونکہ وہ غیر مانوس اور اجنبیت کے درجہ میں ہوتی ہے۔ ایسی حدیث ہے جس کی سند کے تمام طبقات میں یا بعض میں ایک راوی ہو۔ اس کی مثال مشہور روایت ہے: **انما الاعمال بالنیات**۔

حدیث غریب کی اقسام:

حدیث غریب کی دو اقسام ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) فرد مطلق:

وہ حدیث ہے جس کی اصل سند میں غربت موجود ہو اور اصل سند سے مراد سند کی وہ جانب ہوتی ہے جس میں صحابی ہو یعنی تابعی صحابی سے روایت کرنے میں منفرد ہو، مثلاً **نهی عن بیع الولاء** والی روایت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''الولاء لحمة كلحمة النسب لايباع ولا يوهب ولا يورث ۔ یعنی ولاء نسبی رشتہ کی مثل ہوتی ہے اسے نہ فروخت کیا جا سکتا ہے، نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا وارث بنایا جاسکتا ہے۔'' یہ روایت حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اکیلے روایت کرتے ہیں۔

(۲) فرد نسبی:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے وسط میں غربت پائی جائے یعنی اصل سند کے راوی کثیر ہوں مگر اثناء سند میں کوئی راوی منفرد ہو۔ اس کا نام فرد نسبی رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر فرد ہونے کا حکم شخص معین کی نسبت سے لگایا جاتا ہے خواہ فی نفسہ وہ حدیث مشہور ہو۔ اس کی مثال وہ روایت ہے' جو حضرت امام مالک، حضرت امام زہری رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مثلاً یہ روایت ہے:

''ان النبی صلی الله علیه وسلم دخل مكة وعلى رأسه المغفر ۔ یعنی بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کے سراقدس پر خود موجود تھا۔'' یہ حضرت امام مالک، حضرت امام زہری رحمہما اللہ تعالیٰ سے منفرد روایت کرتے ہیں جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے روات کی تعداد کثیر ہے۔

حکم:

خبر غریب ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ اس پر عمل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس میں خبر عزیز کی شرائط پائی جائیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) راوی عادل ہو، (۲) عاقل ہو، (۳) ضابط ہو، (۴) مسلمان ہو، (۵) حدیث کتاب اللہ (قرآن کریم) سے متصادم نہ ہو، (۶) سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو، (۷) یہ خبر ایسے مسائل پر مشتمل نہ ہو جن کا وقوع عام ہوتا ہے۔ (۸) عندالضرورت کسی صحابی نے اس حدیث کو بطور حجت پیش کرنا ترک نہ کیا ہو۔

مشہور کتب غرائب:

فن غرائب میں بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں جن میں سے تین مشہور حسب ذیل ہیں:

(۱) غرائب مالک لامام دارقطنی، (۲) الافراد لامام دارقطنی، (۳) السنن التی تفرد بکل سنة منها اهل بلدة لامام ابی داؤد سجستانی رحمه الله تعالیٰ۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وضاحت:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں لفظ ''غریب''، بمعنی ''ضعیف'' استعمال کیا جاتا تھا بلکہ انہوں نے خود یہ لفظ بمعنی ''ضعیف'' استعمال کیا ہے اور نہایت درجہ کی ضعیف حدیث کے لئے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ ''منکر'' استعمال کرتے ہیں۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لفظ ''غریب'' تین معانی کے لئے استعمال کیا ہے جس کی تفصیل حسب

ذیل ہے:

۱-جس حدیث کی محض ایک سند ہو، حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے ''غریب'' قرار دیتے ہیں خواہ نیچے (سلسلہ سند میں) وہ مشہور ہوگئی ہو مثلاً حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت نقل کی جبکہ نیچے مشہور ہو جانے کی مثال حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت بیان کی ہے۔

۲-جو حدیث فی نفسہ مشہور ہو لیکن کسی خاص طریق سے راوی نے متن یا سند میں اضافہ کر دیا ہو تو حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو بھی ''غریب'' قرار دیتے ہیں مثلاً صدقہ فطر والی روایت میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ الفاظ ''من المسلمین'' کا اضافہ کرتے ہیں پھر اس کا حکم بیان کرتے ہیں کہ وہ اضافہ ثقہ راوی کی طرف سے کیا گیا ہو تو قابل قبول ہوگا ورنہ مردود ہے۔

۳-جب کوئی روایت فی نفسہ مشہور ہو، متعدد صحابہ سے مروی ہو لیکن وہ حدیث کسی خاص صحابی سے مشہور نہ ہو جبکہ اس کی سند بھی ایک ہو، تو حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ غریب ہے۔ انہوں نے اس کی چار مثالیں پیش کر کے اپنا رسالہ (کتاب العلل) ختم کیا ہے۔

وَقَدْ وَضَعْنَا هٰذَا الْكِتَابَ عَلَى الْاِخْتِصَارِ لِمَا رَجَوْنَا فِيْهِ مِنَ الْمَنْفَعَةِ بِمَا فِيْهِ وَاَنْ لَّا يَجْعَلَهُ عَلَيْنَا وَبَالًا بِرَحْمَتِهٖ اٰمِيْنَ.

ہم نے اس کتاب کو مختصر طور پر مرتب کیا ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ اس میں موجود معلومات (قارئین کے لئے) فائدہ مند ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے وسیلہ سے (اسے ہمارے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند بنائے!) اسے ہمارے لیے وبال نہ بنائے! آمین!

کلمات اختتامیہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۴ جنوری ۲۰۱۵ء کو بروز اتوار سحری کے وقت بعون اللہ تعالیٰ جامع ترمذی کی شرح کا آغاز کیا۔ الحمد للہ! آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت، اساتذہ کرام کے روحانی فیضان اور والدین کریمین کی دعاؤں سے ۲ ذی القعد ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۶ جولائی ۲۰۱۸ء میں بروز پیر صبح چاشت کے وقت پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۰ اللّٰهم اغفرلی ولوالدی ولمشائخی بجاه سيد المرسلين وطٰه صلی الله عليه وسلم.

محمد یٰسین قصوری نقشبندی

تاریخ حدیث میں تطبیق احادیث کا عظیم محققانہ ذخیرہ روایات

شرح طحاوی شریف

(شرح معانی الآثار)

تصنیف

1

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی

مترجم و شارح

استاذ العلماء محمد لیاقت علی رضوی حنفی

مکمل 5 جلدیں

شبیر برادرز®

اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

shabbirbrother786@gmail.com